

سیرت پاک پر مستند ترین کتاب

# الشفاء

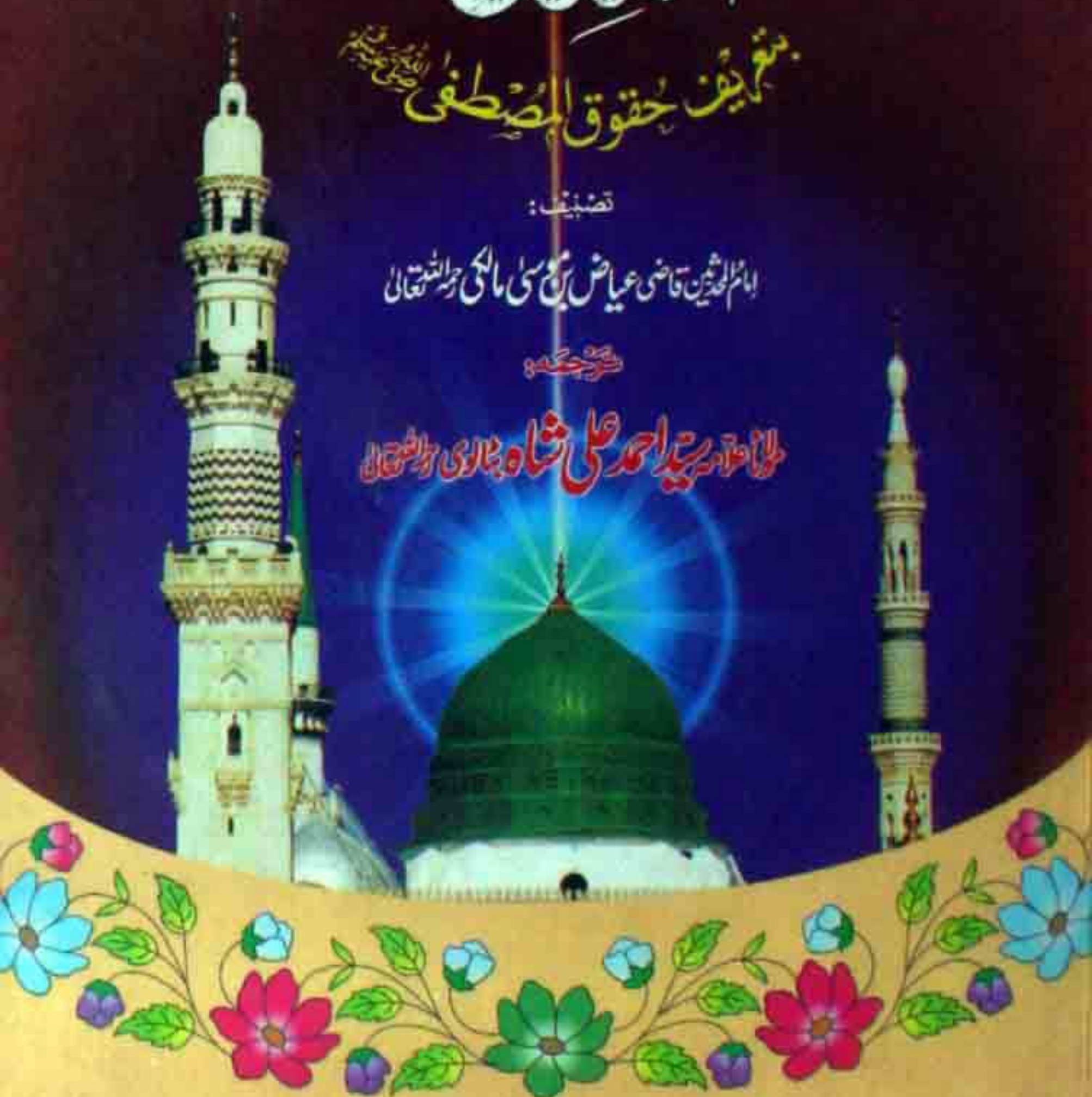
بمغنی عن حقوق المصطفى

تصنیف:

امام الحدیث قاضی عیاض بن یحییٰ مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم:

مولانا سید احمد علی شاہ بنالوی دارالافتاء



فریدی کاٹل (جی پی) اردو بازار لاہور



التَّحْقِيقُ

بِتَعْلِيلِ يَحْقُوقِ الْمَضِطَّعِ الْمَحْتَضِعِ

marfat.com

Marfat.com

التَّائِبُ  
مُعْتَمِدٌ بِحُقوقِ الْمُصِطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اردو ترجمہ بنام

دربارِ مصطفیٰ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
کے

حقوقِ اَدَاب (مکمل)

تصنیف: امام المحدثین قاضی عیاض بن یوسف مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: مولانا علامہ سید احمد علی شاہ بنالوی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

— نَاشِی —

فریدنگہ ٹال (جسٹریڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : شفاء (مکمل)  
تصنیف : قاضی میاض بن موسیٰ مالکی (المتوفی ۵۴۲ھ)  
ترجمہ : مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ  
تقدیم : حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ  
صحیح : اشرف قدی، حافظ شاہد اقبال  
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور  
ہدیہ : 210/- روپے  
الطبع الاول : جمادی الثانی 1422ھ / اگست 2001ء

ناشرین

فرید بکس مال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور  
فون نمبر 042-7312173، فکس نمبر 042-7224899  
ای۔ میل نمبر faridbooks@hotmail.com



marfat.com  
Marfat.com



# فہرست

الشفاء فی حقوق المصطفیٰ ﷺ

صفحہ	مضامین	فصل
1	مختصر حالات مصنف کتاب حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ	
7	مختصر حالات مترجم کتاب ہذا	
10	مقدمہ	
	☆ پہلی قسم ☆	
16	وہ ارشادات باری تعالیٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر فرمائی ہے اس میں چار باب ہیں۔	
	باب اول	
18	اللہ تعالیٰ کا حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرنا اور آپ کی قدر و منزلت کا اظہار فرمانا	
18	ان آیات کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کی شان خدا کے دربار میں ہے	1
29	حضور اکرم ﷺ کے فضائل و بزرگی اور خطاب بہ شاہد	2
33	خدائے تعالیٰ کا حضور ﷺ سے مہربانی و احسان سے خطاب کرنا	3
36	اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کے بڑے مرتبہ کی قسم کھانا	4
40	اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی عظمت اور نصیب کی قسم کھانا	5
48	اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مورد شفقت و اکرام بنایا ہے	6
	اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں آپ ﷺ کے بڑے مرتبہ اور قدر عظیم خبر دی ہے	7
50		

صفحہ	مضامین	نصل
53	اللہ تعالیٰ کا اہل علم کو یہ جتانا کہ ہم اپنے پیارے حبیب ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں آپ ﷺ کی مدد کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے سب سے عذاب دور کرتے ہیں	8
57	سورۃ فتح میں وہ شان و بزرگی جو آنحضرت ﷺ کے لئے ہے	9
61	اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں حضور ﷺ کی بزرگی و مرتبہ کو ظاہر کیا ہے	10
	<b>باب دوم</b>	
65	در بیان کمال خلق و خلق محمدی ﷺ	
66	حضرت سرور دو عالم ﷺ کا تمام فضائل و خصائل سے متصف ہونا	1
67	حضرت رسول ﷺ کا قدر و مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے	2
69	حضرت رسول پاک ﷺ کے بے عیب اور مشک بو ہونے کا بیان	3
72	حضور اکرم ﷺ کا عقل کامل اور قوی حواس سے متصف ہونا اور فصاحت بیان و حسن شائل	4
75	حضرت محمد ﷺ کی فصاحت و بلاغت	5
80	حضور انور ﷺ کے نسب کا شریف ہونا اور مقام پیدائش کا بزرگ ہونا	6
82	ضرورت زندگی کے فضائل و خواص	7
85	حضور ﷺ کا بلند مرتبہ اور عقد مسنون	8
90	حضور اکرم ﷺ کے لئے فخر و فضیلت حقیقی	9
92	حضور سرور دو عالم ﷺ کے اخلاق حمیدہ و آداب شریفہ	10
96	علم و معرفت محمدی ﷺ	11
98	حضور ﷺ کا حلم و تحمل اور غفور و صبر	12

صفحہ	مضامین	فصل
104	حضور انور ﷺ کا جوہر و سخا اور جوانمردی	13
106	حضور اکرم ﷺ کی بے مثل شجاعت و دلیری	14
109	حضور اکرم ﷺ کی حیاء اور چشم پوشی	15
111	حضور اکرم ﷺ کا حسن ادب نیک سیرت اور وسیع اخلاق	16
114	آپ ﷺ کی رحمت و کرم اور بے مثل شفقت	17
117	حضور پر نور ﷺ کی وفا و حسن عہد و صلہ رحم	18
120	حضور ﷺ کی تواضع و مدارات اور انکساری	19
123	حضور انور ﷺ کے عدل و امانت عفت و صدق کا بیان	20
126	حضور ﷺ کا وقار و خاموشی بردباری اور مردت کا ذکر	21
128	حضور پر نور ﷺ کا زہد و تقویٰ	22
131	حضور ﷺ کا خوف الہی اور عبادت و ریاضت میں مشقت	23
134	حضور سرور کائنات ﷺ کا بے مثل حسن خلق اور حسن سیرت و صورت	24
143	حضور اکرم ﷺ کے دیگر خصائل و کمالات اور آپ ﷺ کا حلیہ مبارک	25
149	وہ مشکل احادیث جن کا ترجمہ پہلے آچکا ہے اور غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے	26
<b>باب سوم</b>		
150	ان صحیح و متبرک حدیثوں کا بیان جن میں آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ اور دونوں جہانوں میں آپ کی مخصوص بزرگی و مرتبہ کا معلوم ہوتا	
150	اولاد آدم علیہ السلام میں آپ ﷺ کی سرداری و برتری کی اور دنیا میں آپ ﷺ کے مرتبہ و اسماء پاک کی برکت	1
150	حضور اکرم ﷺ کی فضیلت معراج کے متعلق اور آپ کے معجزات و عروج	2

صفحہ	مضامین	فصل
163	سدرۃ المنتہی	
174	تشریح معراج اور احادیث معراج روحانی و جسمانی	3
178	معراج جسمانی کا آیات قرآن کریم سے ثبوت	4
182	حضور اکرم ﷺ کا دیدار الہی اور اس کی خصوصیت	5
189	معراج میں حضور اکرم ﷺ کا حق تعالیٰ سے کلام کرنا	6
191	حدیث معراج دس فتدلی مکان قاب قوسین او ادنیٰ	7
193	رسول اکرم ﷺ کی قیامت کے دن خصوصی بزرگی و فضیلت	8
198	محبت و خلعت کی وجہ سے حضور ﷺ کی فضیلت	9
204	آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور مقام محمود سے فضیلت	10
213	حضور ﷺ کی جنت میں وسیلہ و درجہ بلند اور کوثر سے فضیلت	11
215	بعض احادیث کی تشریح جن میں حضور ﷺ نے انکسار فرمایا ہے	12
219	حضور ﷺ کے اسماء گرامی کی فضیلت	13
226	حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں سے موصوف کیا ہے	14
235	نکتہ تشبیہ و توحید لیس کمثلہ شی	15
	<b>باب چہارم</b>	
238	معجزات سرور دو عالم ﷺ و خصوصیات و کرامات کا بیان	
241	عطاے معرفت الہی و علوم ذات و صفات کا بیان	1
245	معجزہ کی حقیقت و تشریح	2
249	اعجاز قرآن شریف کا بیان	3
257	قرآن شریف کی معجزانہ طرز اور عجیب و غریب نظم و ترتیب کا بیان	4

صفحہ	مضامین	فصل
259	قرآن کریم کا غیب کی خبریں بتانا	5
264	قرآن کریم کا گذشتہ زمانوں اور امتوں کی خبریں دینا	6
266	قرآن کریم کے دیگر اعجاز	7
268	قرآن کریم سننے سے دل میں خوف و ہیبت الہی وارد ہوتی ہے	8
272	قرآن کریم کا یہ بھی اعجاز ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا	9
273	آئمہ کی ایک جماعت کا اعجاز قرآن کریم کے متعلق بیان	10
278	چاند کے شق ہونے اور آفتاب کے رک جانے کا بیان	11
282	حضور ﷺ کی انگشت مبارک سے چشمہ کثیر جاری ہونا	12
285	حضور ﷺ کا معجزہ پانی کا زمین سے پھوٹ کر نکلنا	13
287	حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانا زیادہ ہونا	14
294	حضور ﷺ سے درخت کا کلام کرنا اور آپ کی نبوت کی گواہی دینا	15
299	کھجور کے ستون کا نبی ﷺ کے فراق میں رونا	16
301	حضور اکرم ﷺ کے سامنے جمادات وغیرہ کا تسبیح پڑھنا اور نبوت کی شہادت دینا	17
304	وہ معجزات جو حیوانات میں سے ظاہر ہوئے	18
312	مردوں کے زندہ ہونے اور کلام کرنے اور شیر خوار بچوں کا حضور ﷺ سے کلام کرنا	19
315	حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے پرانے مریضوں کی صحت	20
319	حضور ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت	21
323	حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے تبدیلی صحت و شفاء	22



صفحہ	مضامین	فصل
329	وہ احادیث جن میں حضور ﷺ کے علم غیب اور حالات آئندہ سے باخبر ہونے کا ذکر ہے	23
338	اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی حفاظت کرنا اور شر اعداء سے بچانا	24
346	حضور ﷺ کے معجزات اور معارف و علوم کا ذکر	25
352	حضور انور ﷺ کی ملائکہ نے امداد کی اور جنوں نے آپ کی اطاعت کی	26
355	حضور اکرم ﷺ کی دلائل و علامات رسالت	27
357	حضور ﷺ کی ولادت کے وقت جو نشانات و معجزات ظاہر ہوئے	28
359	حضور ﷺ کے معجزات اور علامات نبوت	29
	☆ ..... دوسری قسم ..... ☆	
366	حضور ﷺ کے وہ حقوق جو لوگوں پر واجب ہیں	
	باب اول	
366	رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانا فرض ہے اور اطاعت واجب ہے	
370	حضور اکرم ﷺ کی اطاعت واجب ہونے کا ذکر	1
374	حضور اکرم ﷺ کی اتباع اور تعمیل ارشاد کیلئے ارشاد الہی	2
380	سنت کی اتباع میں ائمہ سلف کا بیان	3
383	حضور ﷺ کے حکم کی مخالفت اور آپ ﷺ کی سنت کی تبدیلی گمراہی اور بدعت ہے	4
	باب دوم	
385	محبت سرکارِ دو عالم ﷺ ضروری ہونے کا بیان	
387	حضور اکرم ﷺ کی محبت کے ثواب میں	1

صفحہ	مضامین	فصل
389	حضور اکرم ﷺ کی محبت کے متعلق سلف اور ائمہ کا قول	2
392	آنحضرت ﷺ کی محبت کی علامت	3
398	حضور ﷺ کی محبت کے معنی اور حقیقت	4
401	حضور اکرم ﷺ کی خیر خواہی کے ضروری ہونے کے بیان	5
	<b>باب سوم</b>	
405	حضور اکرم ﷺ کی تعظیم اور عزت واجب ہے	
408	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عادت حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کے متعلق	1
411	حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر حیات دنیاوی کے بعد بھی لازم ہے	2
415	سلف کی عادت حدیث و سنت کے بیان کے وقت	3
418	حضور ﷺ کی عزت اور نیکی آپ ﷺ کی اولاد و ازواج سے نیکی کرنا ہے	4
423	حضور ﷺ کے اصحاب کی عزت کرنا آپ ﷺ کی عزت ہے	5
	حضور اکرم ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برشے کی عزت	6
429	کی جانے	
	<b>باب چہارم</b>	
	حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم اور اس کی فضیلت اور فرضیت کے	
434	بیان میں	
	حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنا ہر وقت فرض ہے یہ حکم خداوندی ہے اور اس کا	1
435	کوئی وقت محدود نہیں	

صفحہ	مضامین	فصل
438	ان مقامات کا بیان جہاں حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے	2
444	درود و سلام کی کیفیت کا بیان	3
448	حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام اور دعا کی فضیلت	4
452	اس شخص کی برائی اور گناہ کے بارے میں جو آپ ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجتا	5
454	حضور انور ﷺ کے ساتھ اس شخص کی خصوصیت جو درود شریف کا ورد کرتا ہے	6
456	دیگر انبیاء اکرام علیہم السلام پر درود شریف پڑھنے کا ذکر	7
460	اس شخص کی فضیلت جو حضور ﷺ کے منبر شریف کی زیارت کرے اور درود و سلام پڑھے	8
467	مسجد نبوی ﷺ کا ادب اور مسجد مکہ معظمہ اور آپ ﷺ کی قبر مبارک اور منبر شریف کا احترام	9
<b>تیسری قسم</b>		
479	امور دینی میں عصمت انبیاء کرام علیہم السلام و حضور اقدس ﷺ خاص و لازم ہے	
479	حضور اکرم ﷺ کے دل کی پختگی بوقت نبوت	1
497	نبوت سے پہلے عصمت انبیاء علیہم السلام	2
504	انبیاء علیہم السلام کی توحید و ایمان کی مضبوطی	3
	حضور پر نور ﷺ شیطان سے محفوظ ہیں اور آپ ﷺ کی عصمت پر سب کا	4

صفحہ	مضامین	فصل
508	اتفاق و اجماع ہے	
514	معجزہ کی صحت اور حضور ﷺ کے صدق کے دلائل	5
516	بعض اہل طعن کے سوالات کے جوابات	6
530	وہ اخبار جن کا طریقہ تبلیغ ہے	7
533	حدیث سہو کا بیان	8
540	حضور ﷺ کی عصمت و پاکی اعضاء کا بیان	9
544	انبیاء کرام علیہم السلام کی عہد نبوت سے پہلے عصمت	10
546	اعمال کی مخالفت قصداً کا بیان	11
548	ان احادیث میں کلام جن میں سہو واقع ہوا ہے	12
549	جو انبیاء کرام علیہم السلام پر گناہ صغیرہ جائز سمجھتے ہیں ان کا جواب	13
575	انبیاء کرام علیہم السلام کی معصومیت کے متعلق	14
580	حضور اکرم ﷺ کی کامل معصومیت کے متعلق	15
582	فرشتوں کی عصمت کا بیان	16
	<b>باب دوم</b>	
587	انبیاء کرام علیہم السلام پر عوارض کے جاری ہونے کا بیان	
589	حضور اکرم ﷺ پر جادو کے اثرات کا بیان	1
	حضور اکرم ﷺ کے دنیاوی امور کے ظن کے خلاف ظن شرعی و دینی بالکل صحیح	2
592	دورست ہوتا تھا	

صفحہ	مضامین	فصل
595	بشری احکام اور ان کے مقدمات کا بیان	3
	حضور ﷺ کے دنیاوی اقوال کا ذکر جو آپ ﷺ نے اپنے اور دوسروں کے احوال میں بیان فرمائے ہیں اور آپ ﷺ آئندہ کریں گے یا پہلے کر چکے ہیں	4
597		
602	حضور اکرم ﷺ کی عصمت جو ثابت ہے اور حدیث قرطاس کا بیان	5
606	فقیہ محمد بدحشی کی بیان کردہ حدیث	6
610	حضور اکرم ﷺ کا مکروہات سے بچنے کا حکم	7
616	حضور انور ﷺ کی علالت کے متعلق بحث	8
	<b>چوتھی قسم</b>	
	اس شخص کے بارے میں مختلف کلام جو آپ ﷺ کی شان میں نقص نکالتا ہے اور حضور ﷺ کو برا کہتا ہے	
624		
	<b>باب اول</b>	
628	حضور انور ﷺ کی شان مبارک میں اشارۃً یا صراحۃً گستاخی کی سزا	
	حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کی سزا قتل ہے اور ان دلائل کا ذکر جو اس شخص کے قتل پر دلالت کرتی ہیں	1
634		
641	سام علیکم کہنے پر یہودی کے قتل نہ کرنے کا ذکر	2
648	حضور انور ﷺ کو بدالفاظ کہنے والے کے قتل کا حکم	3
	تیسری قسم میں اس شخص کی سزا جو آپ ﷺ کو جھٹلانے کا قصد کرے اور آپ	4



صفحہ	مضامین	فصل
650	ﷺ کے فرمان کی تکذیب کرے یا حضور ﷺ کی نبوت یا رسالت کا انکار کرے	5
652	چوتھی قسم یہ کہ ایسی مجلس کلام بولے اور ایسی مشکل بات کہے کہ جس سے آپ ﷺ کا غیر مراد اور مقصود میں تردد ہو	6
655	پانچویں قسم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایسے الفاظ بھی نہ بولے جائیں کہ اگر کسی غیر کے لئے بولے جائیں تو حضور ﷺ کی عظمت اور عزت و احترام میں کمی آتی ہو	7
662	چھٹی قسم یہ ہے کہ غیر سے حکایت کرے اور دوسرے اس کو نقص اور گستاخی خیال کریں	8
665	ان باتوں کا ذکر جو حضور ﷺ کے متعلق جائز ہیں یا ان میں اختلاف ہے	9
670	اس شخص کے متعلق جو ایسی باتیں کہے جو حضور انور ﷺ پر ناجائز ہیں	
	<b>باب دوم</b>	
672	اس شخص کے حکم اور عذاب کے بارہ میں جو آپ کو گالی دیتا ہے آپ ﷺ کا عیب بیان کرنا آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس کی توبہ و دراشت کا ذکر	1
672	حضور اکرم ﷺ کو برا کہنے والے کے قتل اور ایذا دینے یا سولی دینے کا حکم	2
676	حضور انور ﷺ کے گستاخ کی توبہ کے متعلق اختلاف	3
679	وہ مسلم جس پر گستاخی کا گناہ ثابت ہو اس کی سزا	4
	ذمی غیر مسلم جب آپ ﷺ کو گالی دے خواہ اشارۃً یا صریحاً کرے یا حضور	

صفحہ	مضامین	فصل
681	ﷺ کی عزت کو کم کرے تو اس کے قتل پر جمہور کا اختلاف	5
687	حضور اکرم ﷺ کو برا کہنے والے کی ترک میراث قتل کئے جانے اور اس کے غسل اور نماز جنازہ کا حکم	
	<b>باب سوم</b>	
691	اس شخص کے بارے میں حکم جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں اور نبی ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کی بیویوں اور آپ ﷺ کے اصحاب کو گالی دے	
693	اس شخص کی سزا جو شان الہی کے خلاف باتیں کہے جو اس کے لائق نہیں	1
696	تادیل کرنے والوں کے کفر کا بیان	2
701	اقوال کفر کا بیان اور ان کا اختلاف	3
714	مسلم ذمی کے کلمات کفر یعنی جل شانہ کو گالی دیتا ہے	4
	اس شخص کا حکم جو صاف طور پر گالی دے اور وہ بات اللہ تعالیٰ پر منسوب کرے	5
716	جو اس کے جلال اور الوہیت کے خلاف ہے	
	وہ نکمی بات کہنی جو رب العزت کے جلال و شان کی خفت کرے تو بلاشبہ بھی کفر ہے	6
718	اس شخص کا حکم جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو گالی دے اور ان کی توہین کرے وہ قتل کیا جائے گا	7
721	جو شخص قرآن کریم کی توہین کرے اس کی سزا	8
724	حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت و اصحاب کے گستاخ کی سزا	9
727	اس شخص کی نماز جنازہ وغیرہ کی مناعی کا حکم	10
	نہج مندر	

# حالات حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب ”الشفاء“

از قلم: (حکیم محمد موسیٰ امرت سری)

علامہ حافظ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض العصبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۶ھ مطابق ۱۰۸۳ء میں بمقام ”بتہ“ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام ”عیاض“ رکھا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ ”اندلس“ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا مرحوم وہاں سے نقل مکانی کر کے ”قاس“ آگئے۔ اور وہاں سے ”بتہ“ چلے گئے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور جوانی کا ابتدائی حصہ یہیں گزرا۔ اور یہاں کے اکابر علماء و مشائخ سے تحصیل علوم کی بیس (۲۰) برس کی عمر میں قاضی حافظ ابو علی الغسانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حدیث کی روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی ابو علی الغسانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ”اندلس“ چلے گئے۔

اساتذہ

اندلس پہنچ کر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن علمائے کرام سے اکتساب کیا۔ ”تذکرہ الحفاظ“ میں ان کے یہ نام لکھے ہیں:-

محمد بن حمدین، ابی علی بن سکرہ، ابوالحسن سراج، ابو محمد بن عثمان، ہشام بن احمد اور ابو بحر بن العاص۔ ان سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا۔

ابو عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ تمیمی اور قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المسبل سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ دوسری کتابوں میں ابن رشد کو بھی آپ کا استاد لکھا ہے۔

رسالہ ”نگار“ لکھنؤ کے علماء نمبر میں لکھا ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ اور

marfat.com

Marfat.com

پھر قرطبہ میں انہوں نے سینکڑوں اساتذہ سے علوم و فنون حاصل کئے۔ وطن واپس آئے تو قاضی بنا دئے گئے۔ ۵۳۱ھ مطابق ۱۱۳۲ء میں قرطبہ کا عہدہ قضا ان کے سپرد کیا گیا۔ یہ "الموحدین" کے بڑے طرف دار تھے۔ اس لئے جب ان کی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو مراکش چلے گئے۔ (نگار علوم اسلامی و علماء نمبر جنوری۔ فروری ۱۹۵۵ء)۔ آپ مذہباً مالکی تھے۔ اور اس مذہب کے اساطین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

### علماء کی شہادتیں

حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ابن بشکوال کہتے ہیں کہ وہ بہت بڑے عالم اور ذکاوت و فہم کے اعتبار سے بہت بڑے انسان تھے۔ انہوں نے کافی عرصہ "بت" میں قضا کا کام کیا۔ اور اپنے حسن سیرت سے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ کر لیا۔ وہاں سے "غرناطہ" چلے گئے۔ وہاں بھی انہیں قضا کا کام سپرد کیا گیا۔ لیکن غرناطہ میں ان کا قیام زیادہ عرصہ نہ رہا۔ وہاں سے وہ ہمارے پاس قرطبہ آگئے۔ جہاں ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کیا۔

مشہور فقیہ محمد بن حمادہ السبستی کہتے ہیں کہ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے اٹھائیس برس کی عمر میں مناظرے شروع کر دیئے تھے۔ "تیس سال کی عمر میں انہیں قضا کا کام سپرد کیا گیا۔ جو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ وہ حق کے معاملے میں کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ بت میں ان سے بڑا صاحب تصنیف کوئی نہیں ہوا۔ قاضی شمس الدین بن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے امام حدیث تھے۔ اور نحو، لغت، کلام عرب، ایام عرب اور انساب عرب کے علم میں خوب ماہر تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

کشف الظنون میں لکھا ہے۔ کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے شاعر بھی تھے اور کتاب میں بطور نمونہ دو شعر بھی درج کئے ہیں۔

انظر الى الزرع وقلماته تحكي وقد مات امام الرياح  
كتميد خضراء مهزومته شقائق النعمان فيها جواح

ترجمہ :- ذرا اس کھیت کے پودوں کو تو دیکھو جو ہوا کے تیز جھونکوں سے زمین پر  
بچھے جا رہے ہیں گویا ایک شکست کھائی ہوئی فوج ہے جو تمام تر سبز لباس پہنے ہوئے  
ہے اور اس فوج کے درمیان گل لال بالکل ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیسے زخمی سپاہیوں  
کے جسم سے خون نکل رہا ہو۔

تلازمہ

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سے لوگوں نے حدیث کا علم حاصل  
کیا۔ ان میں سے مشہور لوگ یہ ہیں۔ عبداللہ بن احمد الحسیری۔ ابو جعفر بن التصریر  
الغریابی ابوالقاسم خلف بن بشکوال ابو محمد عیسیٰ بن الحجری اور محمد بن الحسن الجابری  
(رحمہم اللہ)

تصانیف

بعض تذکروں میں آپ کی تالیفات کی تعداد بیس لکھی ہے۔ تذکرہ الحفاظ میں  
صرف نو کے نام لکھے ہیں۔ مگر اس وقت جو موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں :-  
(۱) کتاب الشفائی حقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کشف الظنون میں اس کا نام الشفائی تعریف حقوق مصطفیٰ لکھا ہے۔ اور یہی  
الشفاء کے متن میں درج ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ”کتاب الشفائی شرف المصطفیٰ“  
مرقوم ہے۔

(۲) مشارق الانوار (احادیث کے اصطلاحات کا لغت)

(۳) ترتیب المدارک و تقریب المسائل (مالکی فقہا کا تذکرہ)

(۴) الاتماع فی معرفت اہول الروایت

(۵) اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم

marfat.com

Marfat.com



(۶) التنبیہات المستنبطہ علی الکتب المدونہ

(۷) کتاب الاعلام بحدود قواعد الاسلام

## الشفاء کا مقام

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصنیفات کا مرتبہ اگرچہ بہت بلند ہے مگر جو شہرت اور مقبولیت الشفاء کو نصیب ہوئی وہ کسی اور تصنیف کے حصے میں نہیں آئی اور حق یہ ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دیگر مرقعات کے اسماء کے بقا کا سبب بھی "الشفاء" ہی ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے والہانہ انداز میں ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے کہ جو ان ہی کا حصہ تھا۔ اور اسی کے بدولت وہ آقائے ظہار حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں شمار ہونے لگے۔ گویا یہ مبارک کتاب دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت کا شرف پا چکی ہے۔ ہر دور کے علماء و صلحاء نے اس مقدس کتاب کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے۔

کشف الظنون میں لکھا ہے :-

وهو کتاب عظیم النفع و کثیر الفائدة لم یولف مثله فی الاسلام۔

ترجمہ :- یہ کتاب عظیم النفع اور کثیر الفائدة ہے۔ آج تک اسلام میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور کسی بزرگ ہستی کے یہ دو شعر بھی نقل کئے ہیں :-

عوضت جنات عدن بامیاء من من الشفاء الذی الفتہ عوض

اے قاضی! تم نے شفا لکھ کر اس کے بدلے میں جنت کے بہائے حاصل کر لئے۔

جمعت فیہ احادیثاً مصححة فهو الشفاء لمن فی قلبہ مرض

اور وہ (کتاب الشفاء) شفا ہے اس شخص کے لئے جس کے دل میں مرض ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے "بستان المحدثین" میں لکھا ہے۔ "قاضی عیاضؒ کے

برادر زادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

و سلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس خواب کو دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی طاری ہوئی اور توہم لاحق ہوا تو ان کے چچا (حضرت قاضی عیاضؒ) جو ان کی اس حالت کو ناڑ گئے تھے ”کہنے لگے اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفاء کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔“ گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے۔ غرض اس باب میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان سب میں یہ کتاب عجیب اور بہت مقبول واقع ہوئی ہے“ (بستان المحدثین مترجم صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ کراچی نور محمد تاجر کتب)

عارف باللہ حضرت عبداللہ بن احمد ازدیؒ نے اس بابرکت کتاب کے متعلق فرمایا ہے۔

کتاب الشفاء شفاء القلوب قد اتلفت شمس برہانہ

کتاب الشفاء دلوں کے لئے شفا کا حکم رکھتی ہے۔ اور اس کے دلائل آفتاب کی طرح روشن ہیں۔

فلاکرم بہ ثم اکرم بہ واعظم منی الدھر من شانہ

پس اس کی تکریم و تعظیم کرتا رہ اور تازیست اس کی شان بڑھاتا رہ۔

اذا طاع الماء مضمونہ دسی فی الہدی اصل ایما

جب کوئی شخص اس سخی مضمون کو پڑھتا ہے تو اس کے ایمان کی جڑ بڑی پختہ ہو جاتی ہے۔

وجاء بروض التقی زاشفا اراتھی ازہار فتاہ

انہوں نے تقویٰ کا ایسا باغ لگایا ہے۔ جس کی شاخوں کے پھول خوشبو پھیلانے والے ہیں۔

ونال علوما ترقیہ فی ثریا السما وکیمانہ

اور انہوں نے ایسے علوم کی تحصیل کی ہے۔ جن کا مقام بہت اعلیٰ دارف ہے۔

فللہ دبابی الفضل اذ حوی فی الوری نیل احسانہ

اللہ تعالیٰ ابوالفضل پر رقت فرمائے۔ جنہوں نے یہ کتاب لکھ کر مخلوق پر احسان کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

يقرر قدس (نبي) الهدى وخير الانام بلسانه

وہ اپنے بیان سے نبی ہادی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے برگزیدہ انسان کی عظمت و شان کو بدلائل ثابت کرنے والے ہیں۔

فجاراه ربی جبرا الجشاء و جاد علیہ بقضائه

پس میرا رب ان کو بہتر جزا دے اور ان کی بخشش فرما کر ان پر احسان فرمائے۔

ومنہ الصلوۃ علی المجتبی واصحابہ ثم اعوانہ

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور حضور کے اصحاب و اعوان پر رحمت کاملہ کا نزول ہوتا رہے۔

مدی العہر ینقضی دائما ولا ینتہی طول ازمانہ

جو ہمیشہ ہمیشہ ہوتا رہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے۔

مختصر یہ کہ اس تحفہ عظیم "الشفاء شریف" کے مطالعہ سے قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ اس بابرکت کتب کا ایک ایک حرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

الشفاء کی شروح بھی لکھی گئیں۔ ان میں سے علامہ شہاب الدین احمد حقانی متوفی ۱۰۶۹ھ کی "نسیم الریاض" تین جلدوں میں بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد لکھی گئی۔ جو مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

## وفات

ابن بشکوال کہتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۳ ہجری کے وسط میں فوت ہوئے۔ ان کے صاحبزادے محمدؒ کہتے ہیں کہ قاضی صاحبہر جمادی الثانی کی رات کو (جو جمعہ کی رات تھی) انتقال فرما کر مراکش میں مدفون ہوئے (تذکرۃ الحفاظ جلد چہارم صفحہ ۹۸)۔ آپ نے صرف ۴۷ برس عمر پائی۔ (نور اللہ مرقدۃ الشریف)



محمد موسیٰ عفی عنہ

جمعہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

## حضرت مولانا حافظ سید احمد علی شاہ چشتی (مرحوم و مغفور) مترجم کتاب ”الشفاء“ کے مختصر حالات (از قلم حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

حضرت مولانا مولوی حافظ سید احمد علی شاہ حنفی چشتی نظامی مرحوم و مغفور پٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) سے لاہور آگئے تھے۔ اور پھر ہمیں باقی تمام زندگی درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور ترجمہ و تالیف میں گزار دی۔ آپ نہایت بلند پایہ عالم دین، متقی اور مستغنی المزاج بزرگ تھے۔

آپ عرصہ تک اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۱۷ء میں بلوشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔ اور آخر زندگی تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔ مسجد حنفیہ محلہ کشمیری سلوہواں میں ”مدرسہ غوثیہ“ تھا۔ آپ اس میں بعد نماز عصر صبح مسلم شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ اور ہر قمری مہینے کی بارہ تاریخ کو اسی مسجد میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر آپ کا وعظ ہوا کرتا تھا۔ حضرت پیر عبدالغفار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) بانی مدرسہ غوثیہ، مولانا سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ہر سال میلاد النبی کے موقع پر آپ کی دستار بندی کرتے تھے۔ حضرت پیر صاحب ”موصوف“ کے بھتیجے پیر عبداللہ شاہ صاحب مولوی فاضل منشی فاضل مولانا مرحوم و مغفور کے شاگرد ہیں۔

### تصنیفات

مولانا احمد علی صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مگر اس وقت ہمیں صرف تین کا علم ہو سکا۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ مطابق عقائد حنفیہ۔

(۲) اردو ترجمہ حق نمایانی راہ ہدے۔ مصنفہ شہزادہ داراشکوہ علیہ الرحمۃ۔

(۳) سرور الضاطر الفا طوقی نداء یا شیخ عبدالقادر۔ یہ کتاب حضرت پیر عبدالغفار

شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر لکھی تھی۔ اور پیر صاحب نے ہی شائع کرائی تھی۔  
 (۳) کتاب ”خروس جیلاں“ کا جواب۔ مرزا احمد علی شیعہ مولوی نے حضرت غوث  
 الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو غیر سید ثابت کرنے کے لئے اس بیہودہ نام سے ایک کتاب  
 شائع کی تھی۔ اراکین دائرۃ الاصلاح لاہور نے مولانا احمد علی شاہ مرحوم کو اس کا رد لکھنے  
 کے لئے کہا۔ تو آپ نے ایک مبسوط کتاب لکھی۔ جو بوجہ شائع نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ  
 بعد اس کا مسودہ حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی مدظلہ تعالیٰ (افسوس کہ ۷ رجب  
 ۱۳۸۱ھ کو حضرت نامی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون) نے حضرت پیر  
 سید خورشید حسن صاحب ”روال شریف“ والوں کو دلا دیا۔ اور انہوں نے اس کو قسط  
 وار اپنے رسالہ میں نارووال سے شائع کیا۔ (تاریخ جلیلہ طبع دوم صفحہ ۸۹)  
 تراجم

- حضرت مولانا مرحوم نے حسب ذیل عربی کتابوں کو اردو زبان کا جملہ پستیاں:-
- (۱) الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تصنیف قاضی عیاض
  - (۲) جہۃ الاسرار و معدن الاسرار تصنیف شیخ نورالدین ابی الحسن بن یوسف  
 شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب کا ترجمہ ذمۃ الاولاد تذکرۃ حضرت غوث الاعظم  
 کے نام سے موسوم ہے۔
  - (۳) مشکوٰۃ انوار۔ مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔
  - (۴) نفحات الانس۔ تالیف حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمن جانی رحمۃ اللہ  
 علیہ۔
  - (۵) تعفنتہ القلوب و ہدیۃ الارواح (فارسی) مصنفہ حضرت خواجہ شیخ عثمان نقشبندی  
 جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔
- پیش نظر کتاب ”الشفاء“ بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اردو  
 کمپوزنگ میں پہلی بار پروگریسو بکس کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔



## وفات

حضرت مولانا احمد علی خٹھی چشتی نظامی ۱۹۳۶ء میں واصل بحق ہوئے نماز جنازہ  
حضرت مولانا مفتی سید دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری (متوفی ۱۳۵۳ھ) نے پڑھائی۔  
اور لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

(برقائے مضجعہ)

محمد موسیٰ عفی عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

فقیر قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْفِرِ دِيَارِ سَمُوْدَ الْاَسْمٰی ۝ اَلْمُعْتَصِمِ بِالْمُلْكِ الْاَمْرِ الْاَحْمٰی ۝ اَلَّذِيْ اَيَّسَ دُوْنَهُ مُنْتَهٰی وَلَا وِرَآءَهُ مَرْمٰی ۝ اَلظَّاهِرُ الْبَیِّنٰتِ لَا تَغِيْبُهَا وَلَا وَهْمًا ۝ اَلْبَاطِنُ تَقْدُّسًا لَا عَدَمًا ۝ وَبِعَ كُلِّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَكَلِمًا ۝ وَاسْبَغَ عَلٰی اَوْلِيَآئِهِ نِعْمًا مُّتَمًّا ۝ وَبَعَثَ فِيْهِمْ رُسُوْلًا يَّمْنُ اَنْفُسِهِمْ اَنْفُسَهُمْ عَرَبًا وَعَجَمًا ۝ وَارْكَاهُمْ مَّحَرَّدًا وَمَنْمٰی ۝ وَارْجَعَهُمْ عَقْلًا وَحِلْمًا ۝ وَآوَفَرَهُمْ عِلْمًا وَفَهْمًا ۝ وَاقْوَاهُمْ بِحَيٰثَةٍ وَعَزَمًا ۝ وَاشَدَّهُمْ بِهِمْ رَافَةً وَرَحْمًا ۝ زَكَّاهُمْ دُرُوْحًا وَجِسْمًا ۝ وَحَاشَاةُ عِيَا وَوَحْمًا ۝ وَاقَاتَهُ حِكْمَةً وَحُكْمًا ۝ وَفَتَحَ بِهِ اَعْيُنًا عُمِيَا وَقُلُوْبًا لُّلْمًا ۝ وَادَاثًا صُمًّا ۝ فَاَمَرَهُمْ وَعَزَّزَهُ وَنَصَرَهُ مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ فِيْ مَقَرِّ السَّعَادَةِ قِسْمًا ۝ وَكَذَّبَ بِهِ وَصَدَّقَ عَزَّآيَاتِهِ مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الشَّقَاءَ حَتْمًا ۝ وَكَانَ فِيْ هٰذَا اَحْمَلُ فَهُوَ فِيْ الْاٰخِرَةِ اَعْمَلُ ۝ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةً تَنْمُوْ وَتَنْمُوْ ۝ وَعَلٰی اٰلِهِمُ تَسْلِيْمًا ۝

سب تعریف اللہ کے لئے جو اپنے بلند نام میں یکساں ہے۔ اپنی محفوظ عزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس کے نزدیک انتہا نہیں۔ اور اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں

marfat.com

Marfat.com

وہ ظاہر ہے یقیناً نہ تخیل اور وہم کے طور پر باطن ہے پاکیزگی سے نہ نیستی سے اس نے ہر شے کا رحمت و علم سے احاطہ کیا ہے۔ اپنے اولیاء پر عالم نعمتیں پوری کی ہیں۔ ان میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے ان میں زیادہ نفیس ہے۔ عربی ہوں یا عجمی اصل و شرافت و نسب میں ان سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ عقل اور علم میں ان سے زیادہ غالب ہے۔ علم فہم میں ان سے وافر ہے۔ یقین پختہ ارادہ میں ان سے زیادہ قوی مہربانی اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے۔ روح و جسم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کیا۔ اس کو عیب و عار سے صاف کیا۔ اس کو حکمت اور حکم دیا۔ اس کے باعث اندھی آنکھوں اور غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا۔ پس وہ شخص آپ پر ایمان لایا اور آپ کی عزت و مدد کی۔ کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سعادت کی نعمت میں حصہ رکھا ہے۔ اور اس شخص نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے معجزات سے اس نے اعراض کیا۔ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بدبختی لازم کر دی۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ ایسی رحمت جو بڑھے اور بڑھائی جائے۔ اور اس کی آل اور اس کے صحابہ پر پورا سلام ہو۔

ابعد اللہ تعالیٰ میرے دل اور تیرے دل کو انوار یقین سے روشن کرے مجھ پر اور تم پر وہ مہربانی کرے۔ جو اپنے مستحقین اولیاء پر کی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک مہربانیوں سے مشرف کیا۔ اپنی محبت سے ان کو مخلوق میں وحشی بنا دیا۔ اپنی معرفت۔ ملکوت کے عجائب اور اپنی قدرت کے آثار کے مشاہدہ سے ان کو ایسا خاص کر دیا۔ کہ ان کے دلوں کو سرور سے بھر دیا۔ ان کی عقلوں کو اپنی عظمت میں حیرت سے دیوانہ کر دیا۔ پس انہوں نے اسی کا ایک غم مقرر کر لیا ہے۔ اور دونو جہان میں اس کے سوا اور کسی کو اپنا نظارہ نہیں بنایا۔ وہ اسی کے جمل و جلال کے مشاہدہ میں خوش ہیں۔ اسی کی قدرت کے آثار عظمت کے عجائب کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔ اسی کی طرف ہو جانے اور اسی پر توکل کرنے پر عزت یافتہ ہیں۔ اس کے اس سچے قول کے فریفتہ ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ کہہ دے اللہ پھر ان کو چھوڑ دے کہ اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔

تم نے کئی دفعہ مجھ سے اس امر کی بابت کہا کہ ایک مجموعہ تیار کرو جو جنب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و مرتبہ اور آپ کی عزت و توقیر کے وجوب کو شامل ہو۔ اور اس شخص کے لئے کیا حکم ہے۔ جو کہ اس بڑے قدر کے وجوب کو پورا نہ کرے یا آپ کے منصب جلیل میں ناخن کے تراشہ کے برابر قصور کرے۔ اور یہ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب جمع کروں کہ جس میں ہمارے بزرگوں اور اماموں کے اقوال ہوں۔ ان کو صورتوں اور مثالوں سے واضح کروں۔

سو جان لے خدائے تعالیٰ تمہیں عزت دے۔ کہ تم نے مجھ پر اس امر میں مشکل بوجھ ڈالا ہے اور جس بات کے لئے مجھے بلایا ہے۔ تکلیف مالا یطاق دی ہے۔ جس امر کی تکلیف دی ہے اس میں ایک سخت اونچی گھائی پر مجھے چڑھایا ہے۔ کہ جس سے میرا دل خوف زدہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کلام کرنا ان باتوں کو چاہتا ہے کہ تقریر اصول ہو۔ تحریر فصول ہو۔ علم حقائق کے وہ دقائق و غوامض بیان کئے جائیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہیں۔ اور آپ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یا آپ پر وہ باتیں ناجائز یا جائز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ نبی 'رسول' 'رسلہ' 'نبوت' 'محبت' 'خلت' اور اس بڑے درجہ کے خصائص کیا ہیں۔ یہاں پر وہ وسیع جنگل ہیں۔ کہ جن میں قسطا (پرنڈہ جو باوجود تیز رو ہونے کے) حیران ہے۔ اس میں قدم عاجز ہو جاتے ہیں۔ یہاں وہ لٹ و رٹ جنگل ہیں کہ جن میں عقلیں گمراہ ہوتی ہیں۔ اگر یہ عقلیں نشان علم اور مضبوط نظر کے ساتھ ہدایت یافتہ نہ ہوں۔ یہاں وہ پھسلنے کے مقام ہیں۔ کہ اگر خدا کی توفیق و تائید پر اعتماد نہ ہو۔ تو قدم پھسل جائیں۔ لیکن اس لئے کہ میں خدا سے اپنے اور تمہارے لئے اس سوال و جواب میں بخشش و ثواب پاؤں۔ بوجہ اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ قدر و عظیم خلق کی تعریف ہو گی۔ اور آپ کے ان خصائص کا بیان ہو گا۔ کہ مخلوق میں پہلے اس سے جمع نہیں ہوئے۔ آپ کے اس حق کا۔ جس میں خدا کی اطاعت ہے۔ جو تمام حقوق سے بلند تر ہے۔ تاکہ اہل کتاب یقین کریں۔ اور ایماندار اپنے ایمان کو بڑھائیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا۔ کہ یہ بات لوگوں پر ضرور ظاہر کر دیں۔ اور نہ

چھپائیں۔ اور اس لئے کہ ہم سے یہ حدیث ابو الولید ہشام بن احمد فقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی۔ میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر محمد بن بکر نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن اشعث نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حملو نے کہا خبر دی ہم کو علی بن الحکم نے عطاء سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مَا لَیْسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَسْتَقِی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاسْتَمَّ مِنْ سُبْحَانَ عَنِ یَعْلَمُ فَکَتَمَهُ الْجَمْعُ اللّٰهُ یَلْجِیْمُ مِنَ التَّارِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی علم سے پوچھا گیا۔ پھر وہ اس کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کو (اس کے منہ میں) آگ لی لگام دے گا۔

تب میں نے ایسے نقاط کی طرف جلدی کی کہ جو مطلب کے چہرہ سے کھل جائیں۔ بحالیکہ میں حق مفروض کو ادا کرنے والا تھا۔ میں نے ان کو جلدی لیا۔ کیونکہ مرد اپنے بدن اور دل کے تفکرات کے درپے رہتا ہے۔ جو اس پر محنت کے طوق ڈال دیئے گئے ہیں۔ جس میں وہ لگا رہتا ہے۔ پھر وہ فرض و نفل سے غالباً رہ جاتا ہے۔ حسن تقویم کے بعد اسل درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا سب شغل اور اہتمام اس میں کر دیتا ہے کہ قیامت میں اس کی تعریف کی جائے۔ اس کے مرتبہ کی برائی نہ کی جائے۔ پھر وہاں پر سوائے جنت کی تروتازگی اور دوزخ کے اور کچھ نہ ہو گا۔ اور اس پر خاص اپنے نفس کی فکر واجب ہوتی ہے اپنی جان کو چھڑاتا ہے۔ نیک عمل کرتا ہے جس سے اپنا درجہ بڑھائے۔ اور علم نافع پڑھتا ہے جو اس کو فائدہ دے یا اس سے فائدہ حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی شکستگی کو باندھے۔ ہمارے بڑے گناہوں کو بخش دے۔ ہماری تمام کوشش کو ہمارے معلو کے لئے کر دے۔ ہمارے کثرت اسباب کو اس میں کر دے جو ہم کو نجات دے۔ اور اس کی طرف خاص قریب کر دے۔ اس کے احسان اور رحمت سے کامیاب کر دے۔ اور جب میں نے اس کی تحریر کی نیت کی۔ اور اس کے

ابواب کو ترتیب دی۔ اس کے اصول درست کئے۔ ان کی تفصیل کی۔ اس کے حصر اور تحصیل کا قصد کیا۔ تو میں نے اس کا نام الغابہ تعریف حقوق المصطفیٰ رکھا۔ اس میں میں نے چار اقسام میں کلام بند کیا۔

## قسم اول

اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فعل میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی ہے۔ اس میں چار ابواب میں کلام ہوا ہے۔

باب ۱: اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف کی ہے۔ آپؐ کی قدر کی بڑائی کا جو اس کے نزدیک ہے اظہار کیا ہے۔ اس میں دس فصل ہیں۔

باب ۲: اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مناقب خلقت اور خلق کے لحاظ سے پورے کئے ہیں۔ اور تمام فضائل دینی و دنیاوی کو آپؐ میں پورا کر دیا ہے۔ اس میں سترہ فصل ہیں۔

باب ۳: اس میں وہ صحیح و مشہور حدیثیں ہیں۔ جن میں آپؐ کی قدر و منزلت اپنے پروردگار کے نزدیک پائی گئی ہے۔ اور دونوں جہان میں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خاص درجہ عنایت کیا ہے۔ اس میں بارہ فصل ہیں۔

باب ۴: جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہاتھ پر نشانات و معجزات ظاہر کئے ہیں۔ اور جو کچھ آپؐ کو خاص طور پر بزرگیاں عنایت کی ہیں۔ اس میں تیرہ فصل ہیں۔

## قسم دوم

جس میں لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق واجبہ کا ذکر ہے۔ اس میں چار ابواب پر کلام ہوا ہے۔

باب ۱: اس میں کہ آپؐ پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپؐ کی اطاعت اور آپؐ کی سنت کی اتباع ضروری ہے۔

باب ۲: جس میں آپ کی محبت اور خیر خواہی کے لزوم کا بیان ہے۔ اس میں چھ فصل ہیں۔

باب ۳: اس میں کہ آپ کے حکم کی تعظیم کی جائے۔ آپ کی عزت آپ کے ساتھ نیکی کرنی ضروری ہے۔ اس میں سات فصل ہیں۔

باب ۴: اس میں کہ آپ پر درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ اس کی فرضیت اور فضیلت اس میں دس فصل ہیں۔

### قسم سوم

اس میں کہ جو امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں محل ہیں اور جو جائز ہیں۔ اور جو منع ہیں اور جن کا انسانی امور میں سے آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے۔ اور یہ قسم خدا تم کو عزت دے کتاب کا راز ہے۔ اور ان ابواب کے پھلوں کا مغز ہے۔ اور اس کے پہلے (ہر دو قسم) ان قواعد و تمہیدات و دلائل کی طرح ہیں۔ جو کہ ہم اس میں نکات جہات لائیں گے۔ اور یہی قسم مابعد پر حاکم ہے۔ اور اس تالیف کی غرض کے وعدہ کو بھی پورا کرنے والا ہے۔ اس کے وعدہ کی غایت اور اس کے عمدہ سے بر آنے کے وقت دشمن ملعون کا سینہ تنگ ہو گا۔ مومن کا دل یقین سے روشن ہو گا۔ اس کے انوار اس کے سینہ کی پسلیوں کو بھر دیں گے۔ اور عقلمند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر واجب کرے گا۔ اس میں دو باب ہیں۔

باب ۱: امور دینیہ کی تخصیص میں۔ جس میں عصمت کا بیان ہو گا۔ اور اس کی سولہ فصل ہیں۔

باب ۲: حضور کے دنیاوی حالات میں اور انسانی حالت کی وجہ سے جو امور آپ پر واقع ہوتے ہیں۔ اس میں نو فصل ہیں۔

### قسم چہارم

ان لوگوں کے بارہ میں مختلف کلام جو کہ تلپ کی (نمود با اللہ) شان کو گھٹاتے ہیں۔

یا (استغفر اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس میں دو باب ہیں۔

باب ۱: وہ امور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں برے اور گالی اور نقص ہیں۔  
اشارۃ یا صراحت " (نعوذ باللہ) اس میں دس فصل ہیں۔

باب ۲: آپ کے دشمن۔ موزی۔ گھٹانے والے کے بارہ اور اس کی سزا اس سے توبہ لینے کے ذکر اس پر جنازہ پڑھنے اس کی وراثت کے بارہ میں ہے۔ اس میں دس فصل ہیں۔

اور ہم نے اس کو باب سوم کے ساتھ ختم کیا ہے۔ جس کو ہم نے اس مسئلہ کا نکتہ بتایا ہے۔ اور ان دو ابواب سے جو اس کے پہلے ہیں ملایا ہے۔ اس شخص کے بارہ میں حکم لگانے میں جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اس کے ملانکے اس کی کتابوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل و اصحابہ کو (نعوذ باللہ) برا کہتا ہے۔ اس میں مختصراً "پانچ فصلوں میں کلام ہوا ہے۔ انہیں کے تمام کرنے سے کتاب پوری ہو گی۔ اور اقسام اور ابواب پورے ہوں گے۔ ایمان کی پیشانی پر روشن قطعہ اور ترجموں کے تلج پر قیمتی موتی چمکے گا۔ (یہ مجموعہ) ہر قسم کے شک کو دور کر دے گا۔ اور ہر حقین و وہی امر کو ظاہر کرے گا۔ مومنین کے سینوں (کی بیماری) کو شفا دے گا۔ حق کو ظاہر کرے گا۔ اور جاہلوں سے اعراض کرے گا میں اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مدد چاہتا ہوں۔

## قسم اول

اس میں کہ اللہ جل جلالہ، قول و فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر کرتا ہے۔

فقیر قاضی امام ابوالفضل نے کہا۔ خدا اس کو توفیق دے اور مضبوط کرے۔ کہ اس شخص پر جس کو خدائے تعالیٰ نے کچھ علم دیا ہے یا کچھ تھوڑی سی سمجھ دی ہے یہ امر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کی ہے۔ اور آپ



کو ایسے فضائل و مناقب و محاسن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جن کو کوئی باگ ضبط نہیں کر سکتی۔ اور آپ کے بڑے قدر کو اس قدر بڑھایا ہے۔ کہ جس کے بیان سے زبانیں اور قلمیں تھکتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے کتب میں تصریح کی ہے۔ اور اس کے بڑے مرتبہ پر اس میں خبر دی ہے۔ اور اس میں آپ کے اخلاق و آداب کی تعریف کی ہے۔ بندوں کو اس کے التزام اور وجوب کی ترغیب دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی ہے جس نے آپ پر انعام و مہربانی کی ہے۔ پھر آپ کو اسی نے پاک و صاف کیا۔ پھر اس کے ساتھ تعریف اور مدح کی۔ پھر اس پر پوری جزا دی۔ اب اسی کے لئے بزرگی ہے شروع و انجام میں اور خدا کی تعریف ہے اول و آخر میں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ آپ کو اپنی مخلوقات کے لئے کمال و جلال کے تمام اقسام سے پورے طور پر ظاہر کیا۔ محاسن جمیلہ اخلاق حمیدہ منصب کریمہ فضائل عدیدہ سے مخصوص کیا۔ معجزات غالبہ براہین واضح کرامت روشنہ سے تائید کی۔ جن کو حاضرین نے مشاہدہ کیا۔ اور جس نے آپ کو پایا۔ ان کو دیکھا۔ اس کا علم ان لوگوں کے لئے جو بعد آئے یعنی علم ہے۔ یہاں تک کہ اس کی حقیقت کا علم ہم تک پہنچ گیا۔ ہم پر ان کے انوار گرے۔ خدا ان پر بیشمار درود و رحمت نازل کرے۔

حدیث بیان کی مجھ سے قاضی شہید ابو علی حسین بن محمد حافظ نے کہ میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی مجھ سے ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار اور ابو الفضل احمد بن خیرون نے ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ بغدادی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی منجیبی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ بن سورہ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن منصور نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد الرزاق نے کہا خبر دی ہم کو معمر نے قتادہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالنَّبَا فِي بَيْتِهِ أَسْرَى بِهِ مُلْجَمًا مُسَرَّجًا  
فَاسْتَعَصَبَ عَلَيْهِ قَالَ لَهُ جَبْرِيلُ أَيُّ مَعْتَدٍ تَفْعَلُ هَذَا فَقَالَ كَيْفَكَ أَعْدَاكُمْ عَلَى اللَّهِ يَنْه  
ذَلِكَ فَأَرْفَعُوهُ مَرَّةً

ترجمہ :- بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لایا گیا۔ جس رات کہ آپؐ کو معراج ہوئی ہے۔ اس کو لگام دی ہوئی تھی۔ اس پر زین نسی ہوئی تھی۔ براق نے سوار کرنے میں پس و پیش کیا۔ اور رکا۔ تب اس کو جبرائیل علیہ السلام نے کہہ کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے (تم کو یاد رہے کہ) تجھ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم عند اللہ کوئی بھی سوار نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ پھر براق پینہ پینہ ہو گیا۔

## باب اول

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف کی ہے اور آپؐ کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہے)۔

جان لے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں کہ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر جمیل کو ظاہر کرتی ہیں۔ آپؐ کی خوبیوں کو شمار کرتی ہیں۔ آپؐ کے حکم کی تعظیم کرتی ہیں۔ آپؐ کے قدر کو بلند کرتی ہیں۔ ہم نے ان آیات پر اکتفا کیا۔ جن کے معانی ظاہر ہیں۔ اور ان کا مقصود کھلا ہوا ہے۔ ان کو ہم نے دس فصلوں میں جمع کیا ہے۔

## فصل

اس میں ان آیات کا ذکر ہے کہ جس میں حضور کی مدح و ثناء اور خوبیوں کا شمار ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا مَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (پ ۱۱ ع ۵)

ترجمہ :- بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

سمرقندی (ابو الیث) کہتے ہیں کہ بعض (قاریوں) نے یوں پڑھا ہے انفسکم یعنی

marfat.com

Marfat.com

فاکی زیر کے ساتھ (یعنی ان میں سے نفیس تر) اور جمہور کی قرات فا کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

کہا فقہ قاضی ابو الفضل نے خدا اس کو توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین یا عرب یا اہل مکہ یا تمام لوگوں کو مفسرین کے اختلاف کے ساتھ اس خطاب سے بتلایا۔ کہ بیشک ان میں اس نے ایک رسول کو کہ انہیں میں سے ہے بھیجا ہے جس کو وہ پہچانتے ہیں۔ اس کے مرتبہ اس کے صدق و امانت کو جانتے ہیں۔ پس اس کو جھٹ اور ترک خیر خواہی کی تہمت نہ لگا دیں۔ اور عرب میں کوئی قبیلہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ قرابت و رشتہ داری نہ ہو۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے نزدیک خدا کے اس قول کے کہ **إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ** مگر قرابت والوں کی دوستی چاہتا ہوں۔ یہی معنی ہیں۔

اور بفتح فا کی قرات کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ ان میں سے اشرف بلند تر افضل ہیں۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کی اوصاف حمیدہ کے ساتھ تعریف کی۔ اور آپؐ کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کی۔ کہ آپؐ لوگوں کی ہدایت و دوستی اور اسلام کی حرص کرتے ہیں۔ اور جو امور ان کو دنیا و آخرت میں تکلیف پہنچائیں وہ آپؐ کو گراں معلوم ہوتے ہیں۔ مومنین پر آپؐ بڑے ہی مہربان ہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے ناموں میں سے دو نام عنایت کئے ہیں۔ رؤف و رحیم اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے۔

**لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَوْفٍ ضَلَالٍ مُبِينٍ**

ترجمہ :- بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اور ایک اور آیت میں ہے۔

**هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ**

marfat.com

Marfat.com

وَالْحِكْمَةُ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

ترجمہ :- وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اور علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مِنْ أَنْفُسِكُمْ کے بارہ میں روایت کیا کہ حضور نے فرمایا کہ۔

قَالَ نَسَبًا وَصِفًا وَحَسَبًا كَيْسَرَفِي أَبَايَ مِنْ تَلَدٍ أَدَمَ سَفَاحٌ كُنَّا نَكْأَحُ

ترجمہ :- تمہاری نسب اور سسرال اور حسب میں سے بھیجہ۔ میرے آباؤ اجداد میں آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک زنا نہیں ہوا۔ بلکہ سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے۔

ابن الکلبی کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانسو ماؤں کو لکھا۔ لیکن میں نے ان میں کوئی زنا نہیں پایا۔ اور نہ کوئی وہ امر جس پر جاہلیت کے لوگ تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ تَقْلُبَكَ فِي السَّجِيئَةِ یعنی ہم سجدہ کرنے والوں میں تیرے پلٹنے کو دیکھتے ہیں۔ مروی ہے کہ فرمایا نبی سے نبی تک۔ حتیٰ کہ میں نے تجھ کو نبی پیدا کیا۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا اپنی بندگی سے عاجز ہونا جان لیا۔ پھر ان کو یہ بتلایا۔ کہ وہ یہ جان لیں۔ کہ وہ اس کی صاف خدمت نہیں کر سکتے۔ تب اپنے اور ان کے درمیان ان کی جنس کی صورت کی ایک مخلوق پیدا کی۔ کہ جن کی صفت مہربانی اور رحمت ہے۔ اور اس کو مخلوق کی طرف سچا سفیر بنا کر بھیجا۔ اس کی فرمانبرداری اپنی فرمانبرداری قرار دی۔ اس کی موافقت کو اپنی موافقت بنایا۔ اور فرمایا۔ کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جو رسول کی اطاعت کرے اس نے بے شک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور یہ فرمایا کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً يُلَاقِي الْعَالَمِينَ۔ ہم نے آپ کو سب جہانوں کی رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔

ابوبکر محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کے ساتھ زینت دی۔ سو آپؐ کا وجود رحمت ہوا۔ آپ کے تمام خصائل و صفات مخلوق پر رحمت ہیں۔ پس جس نے آپؐ کی رحمت سے کچھ حصہ پا لیا۔ تو وہ دونوں جہان میں ہر مکروہ چیز سے نجات پانے والا ہے۔ اور ان دونوں میں ہر محبوب کی طرف پہنچنے والا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی طرف رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔ پس حضور کی زندگی اور حضور کی موت رحمت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَوْتِي خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ :- میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا قَرِطًا وَسَلَافًا

ترجمہ :- جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر مہربانی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے نبی کو ان سے پہلے قبض کر لیتا ہے۔ اس کو ان کے لئے قرط و سلف یعنی آگے جانے والا بناتا ہے۔

سمرقندی کہتے ہیں عالمین کے لئے رحمت یعنی جن و انسان کے لئے اور بعض نے کہا ہے۔ کہ آپؐ تمام مخلوق کے لئے۔ مومن کے لئے ہدایت کے ساتھ اور منافق کے لئے قتل سے امان کے ساتھ۔ اور کافر کے لئے عذاب کی تاخیر کے ساتھ رحمت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین و کافرین کے لئے رحمت ہیں۔ کیونکہ وہ ان عذابوں سے بچائے گئے ہیں۔ چونکہ پہلی امتوں پر آتے رہے ہیں۔ جو کہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلاتی تھیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ تم کو بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے۔ کہا ہاں۔ میں اپنے انجام سے ڈرا کرتا تھا۔ لیکن اب میں بے خوف ہو گیا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری تعریف کی ہے اپنے اس قول سے کہ ذُو قُوَّةٍ يَنْتَظِرُ ذِي الْعَرْشِ مَخِجِينَ مَطَامِعَ نَمِّ أَرْمَنِ قُوَّةٍ والے صاحب عرش کے پاس جو کہ باعزت

marfat.com

Marfat.com

متبوع ہے وہاں پر امین ہے۔

حضرت جعفر بن محمد صادق سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ فَصَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْبَيْتِ۔ آئی یک یعنی آپ کے سب اصحاب بئیں کو سلامتی ہے۔ بیشک ان کی سلامتی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانی اور کرم کے باعث ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِثْلِ شَوْجَانٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْيَصْبَاحُ فِي زُجْجَةٍ زُجْجَةٍ لُزْجَةٍ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ نُورٍ مِثْلُ نُورِ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (پ ۱۸ ع ۱۱)

ترجمہ :- اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثل ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ چچم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

کعب احبار اور ابن جبر کہتے ہیں کہ دوسرے نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا مِثْلُ نُورِهِ اس کے نور کی مثل یعنی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل۔

سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ معنی اس کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین والوں کا ہادی بنایا ہے۔ فرمایا کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل جبکہ آپ پشتوں میں امانت تھے۔ طاقتور کی مثل ہے۔ جس کا حل یہ ہے۔ اور چراغ سے مراد آپ کا دل ہے۔ شیشہ سے مراد آپ کا سینہ ہے۔ یعنی گویا کہ وہ ایک ستارہ روشن ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان اور حکمت ہے۔ وہ مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے اور درخت مبارک کی مثل دی گئی۔ اور اس کے

قول فاکہ اس کا زیتون عنقریب روشن ہو جائے یہ معنی ہے یعنی عنقریب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ان کے کلام سے پہلے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ یہ زیتون اور اس آیت میں اس کے سوا اور معنی بھی بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس مقام کے سوا آپ کا نام نور اور چراغ روشن رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن آئی ہے۔

اور فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا اِلَى الْقَوْمِ الذِّمَّةِ ذِي السِّرَاتِ الْاُولٰٓئِکَ۔ (پ ۲۲ ع ۳) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دینا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکانے والا آفتاب۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ اَلَيْسَ اَتَقْصِیْ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ قَانَ مَعَ الْعَمْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا قَانَ فَرِحْتَ فَلْنَحَبِّ وَالِی رَبِّكَ فَارْغَب (پ ۳۰ ع ۱۹) کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

آپ کے سینہ کو کھول دیا اور وسیع کر دیا۔ سینہ سے مراد یہاں دل ہے۔  
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے سینہ مبارک کو نور اسلام سے کھول دیا۔

سل کہتے ہیں۔ کہ نور رسالت کے ساتھ کھول دیا۔

حسن فرماتے ہیں کہ اس کو حکمتوں اور علم سے بھر دیا۔

بعض کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کیا آپ کے دل کو ہم نے پاک نہیں کیا

تاکہ وسواس کو قبول نہ کرے۔ اور کیا ہم نے تمہارے بوجھ کو جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ دیا تھا اتار نہیں دیا۔





إِذَا رَبِّي وَرَبُّكَ يَقُولُ تَذَرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ  
قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي۔

ترجمہ :- میرا اور تیرا رب کہتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہا کہ جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو تمہارا بھی ذکر میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (ملا علی قادری کہتے ہیں کہ رسولہؑ سو ہے کیونکہ اس کے منکلم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۳ مترجم)

ابن عطا کہتے ہیں کہ میں نے ایمان کو جب پورا کیا ہے کہ تیرا ذکر میرے ساتھ ہو۔ اور یہ بھی اس لئے کہا ہے۔ کہ تجھ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

جعفر بن محمد صادقؑ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص تمہاری رسالت کرے گا۔ وہ میری ربوبیت کا ذکر کرے گا۔

اور بعض نے اس میں مقام شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا ذکر کرنا یہ بھی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ لے وَاَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ تَأْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور ان دونوں کو واو عطف کے ساتھ جو کہ مشترک ہوتی ہے جمع کیا ہے۔ اور یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں۔

ہم سے حدیث بیان کی شیخ ابو علی حسین بن محمد جیانی الحافظ نے اور انہوں نے مجھے اس کی اجازت دی۔ اور میں نے اس کو ایک ثقہ راوی (ابو علی بن سکرہ صدنی یا کوئی اس کا شیخ) کے سامنے اسے (شیخ ابو علی حسین) سے روایتاً پڑھا اور انہیں حافظ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن درس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد سجری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الوحید طیاسی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے منصور سے وہ عبد اللہ بن یسار سے وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ۔

قَالَ يَقُولُونَ أَحَدُكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَكَأَنَّ فُلَانًا وَلَيْكِنْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانًا

ترجمہ :- آپؐ نے فرمایا تم میں کوئی یہ ہرگز نہ کہے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ لیکن کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلاں چاہے۔

خطابی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یہ اوب سکھایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو دوسروں کے ارادہ پر مقدم کیا کرو۔ اور تم کے ساتھ اختیار کیا۔ جو کہ ترتیب اور تراخی کے لئے آیا ہے بخلاف واؤ کے کہ وہ اشتراک کے لئے آتی ہے۔

اور اسی طرح کی دوسری حدیث ہے وہ یہ کہ ایک خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا۔ اور یہ کہہ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو ہدایت یافتہ ہوا۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی (تو وہ گمراہ ہوا) تب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ يَنْتَهِ عَطِيْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ قَوْمٌ كَابِرٍ خَطِيْبٌ هُوَ كَبْرًا هُوَ جَاءَ۔ فرمایا کہ چلا جا۔

ابو سلیمانؒ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس کا حرف کنایہ سے دونوں اسموں کا جمع کرنا مکروہ سمجھا کیونکہ اس میں مساوات ہے۔ اور دوسروں کا یہ خیال ہے کہ آپؐ نے اس کا لفظ بمعصما پر موقوف کرنا مکروہ سمجھا ہے۔ اور ابو سلیمان کی بات زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس نے کہا تھا۔ کہ جو دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہے۔ اور اس لفظ پر وقوف کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

مفسرین اور اہل معانی کا اللہ تعالیٰ کے اسی قول میں کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَمَلِيْكَتِهٖ يَسْتَلُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود پڑھتے ہیں، اختلاف ہے۔ کہ آیا یصلون اللہ تعالیٰ اور فرشتوں دونوں کی طرف راجع ہے یا نہیں بعض نے تو اس کو جائز رکھا ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے۔ شراکت کی وجہ سے اور ضمیر یصلون کو ملانکھ سے خاص کیا ہے۔ اور آیت کو اس طرح مانا ہے۔ اِنَّا لَمَعْلُوْنَ وَمَلِيْكَتِهٖ يَسْتَلُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اور اس کے ملانکھ درود

بیجے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ آپ کی فضیلت میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فرمانبرداری کو اپنی فرمانبرداری فرمایا ہے اور فرمایا کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔ قُرْآنَ كُنْتُمْ يُعْبَوْنَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُعْبِبْكُمْ اللَّهُ۔ کہہ دے (یا رسول اللہ) اگر تم خدائے تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنائے گا۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو کفار کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے ہیں کہ ہم ان کو (رب) مہربان بنائیں۔ جیسے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو (رب) بتایا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ قُرْأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ کہہ اے (اے رسول) کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کی اطاعت کرو۔ اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے نزدیک ان کے ذلیل کرنے کے لئے کہا۔

مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جو کہ قرآن میں ہے کہ اِذْ هَدَيْنَا الْقُرْآنَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطًا ذَا الْقُرْآنِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہم کو صراط مستقیم پر چلا ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اختلاف کیا ہے۔

ابو العالیہ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت و اصحاب کے پسندیدہ لوگ مراد ہیں۔

ان دونوں حضرات سے ابوالحسن ماوردی نے بیان کیا ہے۔ اور مکی نے بھی ان دونوں سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابو الیث سمرقندی نے ابو العالیہ سے اس آیت صِرَاطًا ذَا الْقُرْآنِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں اسی کی طرح بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر یہ بات حسن کو پہنچی۔ تو انہوں نے کہا کہ

marfat.com

Marfat.com

واللہ اس نے سچ کہا۔ اور خیر خواہی کی۔

ماوردی نے اس آیت کی تفسیر میں عبدالرحمن بن زید سے یہی بیان کیا ہے۔  
ابو عبدالرحمن سلمیٰ نے بعض علماء سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں جو فَقَدِ  
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْاَوْثَقِ ہے یعنی اس نے بیشک مضبوط کڑے سے تمسک کیا ہے۔  
یہ بیان کیا ہے۔ کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اسلام ہے۔  
بعض نے کہا ہے کہ وہ توحید کی شہادت ہے۔

سل نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَارِثُ عَدُوِّ اِيْمَتِهِ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر  
تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شمار کرنے لگو تو نہ کر سکو گے۔ یہ کہا ہے کہ اس کی نعمت جو کہ  
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْ جَاء بِاَلْحَقِّ وَصَدَّقَ بِهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔  
اور جو سچ لایا اور اس کی تصدیق کی تو وہ لوگ متقی ہیں۔ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں  
کہ جو سچ کو لاتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جس نے  
تصدیق کی وہ بھی وہی ہیں۔ بعض نے یوں پڑھا ہے۔ صدق تخفضف کے ساتھ۔ اور  
دوسروں نے کہا ہے کہ حق کی تصدیق کرنے والے مومن ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ  
ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ بعض کے اس  
کے سوا اور اقوال ہیں۔

مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہے یعنی  
دیکھو خدا کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ یہ مروی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم اور ان کے اصحاب سے (دل اطمینان پاتے ہیں)۔

## فصل ۲

اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہد کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ اور اس کے متعلق دوسری تعریف و بزرگی ہے۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَكَارِمًا إِلَىٰ السُّبُورِ ذُنُودًا  
سَجَابًا مُّشِيرًا ۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دینا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے لئے طرح طرح کے مراتب مخصوصہ و جملہ اوصاف مدحیہ جمع کئے ہیں۔ اور آپ کو آپ کی امت پر اپنا گواہ بتایا ہے۔ بوجہ اس کے کہ ان کو رسالت پہنچائے۔ اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ آپ کو اہل طاعت کی خوشخبری سنانے والے۔ اہل معصیت کو ڈرانے والے اور چراغ روشن بتایا۔ کہ حق کے لئے آپ سے ہدایت لی جائے۔

حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو محمد بن عتاب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن قلابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن سنان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قلعج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بلال نے عطاء بن یسار سے کہا کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ تو میں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوصاف سے خبر دیجئے۔ اس نے کہا ہاں واللہ وہ تو رات میں بعض ان اوصاف سے موصوف ہیں۔ جو کہ قرآن میں ہے کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا اے نبی ہم نے تم کو رسول 'گواہ' خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے امتوں کے محافظ بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ ہے میرا رسول ہے۔

میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ تم بدخلق اور سخت دل ہو۔ نہ بازاروں میں چلانے والے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرنے والے لیکن معاف کرنے والے۔ بخشنے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز قبض نہ کرے گا۔ یہی تک کہ اس کے سبب دین غیر مستقیم کو درست کرے گا۔ بایں طور کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں گے۔ اور اس کے سبب (وہ یا اللہ) اندھے اور بہرے کانوں والوں، عاقل دلوں کو کھول دے گا۔ علیٰ ہذا۔

عبداللہ بن سلام و کعب احبار سے منقول ہے۔ اور اس کے بعض طریقوں میں ابن اسحق سے یہ آیا ہے کہ وہ بازاروں میں نہ چلائیں گے۔ اور بے حیائی کو اپنا لباس نہ بنائیں گے نہ بری باتیں کہیں گے۔ میں اس کو ہر ایک خوبی کے لئے درست کر لوں گا۔ اس کو ہر ایک خلق کریم دوں گا۔ تسکین کو اس کا لباس نکلیں گے اس کا شعار بناؤں گا۔ تقویٰ اس کے سینے میں رکھوں گا۔ حکمت اس کی معقول۔ صدق و وفا اس کی طبیعت۔ غفو و احسان اس کا خلق، عدل اس کی خصلت۔ حق اس کی شریعت۔ ہدایت اس کا امام۔ اسلام اس کا دین بناؤں گا۔ احمد اس کا نام ہو گا۔ اس سے لوگوں کو ہدایت کروں گا۔ بعد گمراہی اور جہالت اس کے سبب علم سکھاؤں گا۔ اور اس کے سبب (لوگوں کا) مرتبہ بعد گمناہی بلند کروں گا۔ بعد نامعلوم ہونے کے اس کو مشہور کروں گا۔ اور بعد کمی کے اس کو کثیر بناؤں گا۔ بعد تنگی کے اس کے سبب غنی کر دوں گا۔ بعد فرقت کے اس کے سبب جمع کروں گا۔ مختلف دلوں اور مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں اس کے سبب ملاپ کروں گا۔ اس کی امت بہتر امت بناؤں گا۔ جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ خبر دی ہے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صفت سے جو تو رات میں ہے۔ میرا بندہ احمد مختار ہو گا۔ جس کا مولد مکہ ہو گا۔ اس کی ہجرت کی جگہ مدینہ ہو گا یا طیبہ۔ اس کی امت ہر حال میں خدائے تعالیٰ کی تعریف کرنے والی ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوزًا يَنْزِلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

لَغَبِيتَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاَلْزَمُوا بِهٖ وَعَزَّوْهُ وَ  
نَعَزَّوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ وَلِنَبِّئَكَ هُمُ الْمُضِلُّونَ

ترجمہ :- وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پردے غیب کی خبریں دینے والے  
راہے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا  
اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا۔ اور گندی  
چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے  
اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں۔ اور اس  
نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی راہ ہے۔

اور بے شک بتایا اللہ تعالیٰ نے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِيَتَّبِعَنَّهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَ  
مَعَهُم مِّنْهُ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ  
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

ترجمہ :- تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل  
ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو  
تم انہیں معاف فرماؤ۔ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔ اور جو  
کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔  
(آل عمران ع ۸)

سرقندی کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنا احسان جتلیا ہے کہ ہم نے اپنے  
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین پر رحیم و رؤف ہر ایک سے نرمی کرنے والا  
بنایا۔ اور اگر وہ بد خلق اور باتوں میں سخت ہوتا۔ تو البتہ یہ لوگ اس کے پاس سے نکل  
جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو جوانمرد۔ نخی۔ نرم دل۔ خندہ پیشانی۔ بڑے نیکو کار۔  
مہربان بنایا ایسا ہی ضحاک نے کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰى النَّاسِ وَيَكُوْنُوْا لَكُمْ سُوْلٌ  
مِّنْكُمْ شٰهِدًا

ترجمہ :- اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے جگمہان و گواہ۔ (پ ۱۷۲)

ابو الحسن قلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کو اس آیت کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ اور دوسری آیت میں سَمِعْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ قَبْلِ عِزِّي تسماعوا یعنی تمہارا پہلے سے مسلمان نام رکھا ہے۔ اور اس میں بھی ماکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔

نَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

ترجمہ :- تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نمکین بنا کر لائیں۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وسطاً ”یعنی عادل پسندیدہ۔ اور اس آیت کے یہ معنی ہیں اور جیسا کہ ہم نے تم کو ہدایت کی ہے ایسا ہی ہم نے تم کو خاص کیا ہے۔ اور فضیلت دی ہے۔ بائیں طور کہ ہم نے تم کو امت پسندیدہ علول بتلایا ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی امت پر تم گواہ بنو۔ اور رسول تمہارے صدق کی گواہی دے۔

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے سوال کرے گا کیا تم نے پہنچایا۔ تو وہ کہیں گے کہ ہاں۔ پھر ان کی امت کہے گی۔ کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا۔ ڈرانے والا نہیں آیا۔ تب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت انبیاء کی گواہی دے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک کریں گے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے مخالفین پر حجت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حجت ہیں۔ بیان کیا اس کو سرفردی نے اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ مِيتُوا فِي حَيَاتِهِمْ اور مومنین کو خوشخبری دے کہ ان کے لئے ان کے رب کے نزدیک سچا قدم ہے۔ (یونس ع ۱)

قادر حسن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ صدق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کہ ان کے لئے سفارش کریں گے۔ جن سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ان کی مصیبت ہے ان کے نبی کے سب سے (یعنی آپ کا انتقال ان کی مصیبت ہے اور آپ امت کے



لئے فرط اور قدم صدق ہیں۔)

ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ وہ ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے وہ سچے ان کے سفارشی ہیں ان کے رب کے نزدیک۔  
سل بن عبد اللہ تستری کہتے ہیں کہ وہ پہلے رحمت ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رکھا ہے۔

محمد بن علی ترمذی کہتے ہیں کہ وہ صلوٰۃ اور صدیقین کے امام شفیع اور متبوع اور ایسے سائل جن کی بات ملنی گئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ سلمیٰ نے اس نے ترمذی سے بیان کیا ہے۔

### فصل ۳

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مہربانی اور بڑے احسان سے خطاب کیا ہے) ان میں خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ مَعَاذَ اللّٰهِ مَنَّكَ لَمْ آفِئْتَ لَهُمْ یعنی خدا نے تم کو معاف کیا۔ کیوں آپؐ نے ان کو اجازت دی۔ (توبہ۔ ع ۸)

ابو بکر کہتے ہیں۔ یہ شروع کلام اس کے قائم مقام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو درست کر دیا ہے۔ اور عزت دی ہے۔

عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ آپؐ کو پہلے اس سے کہ گناہ کی خبر دیں۔ معافی کی خبر دی ہے۔

سمرقندی بعض علماء سے نقل کرتے ہیں۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اے صحیح دل تم کو خدا نے عافیت دی ہے کیوں تم نے ان کو اجازت دی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے یہ قول لم آفِئْتَ لَهُمْ کہا جاتا۔ کہ کیوں تم نے ان کو اجازت دی ہے آپؐ پر یہ خوف تھا کہ اسی کلام کی ہیبت سے آپؐ کا دل پھٹ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی کی آپؐ کو خبر دی۔ یہاں تک کہ آپؐ کا دل تسکین پا گیا۔ پھر ان کو کہا کہ کیوں آپؐ نے ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دی۔ یہاں تک کہ آپؐ کو معلوم ہو جاتا کہ عذر کرنے میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اور اس

میں آپ کے بڑے مرتبہ کا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے پتہ لگتا ہے۔ جو کہ عقل مند پر مخفی نہیں۔ اور منجملہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عزت کی ہو۔ اور آپ سے نیکی کی ہو۔ یہ ہے کہ اس کی غایت کہ معرفت سے پہلے دل کی رگ کٹ جاتی ہے۔

نقطہ یہ کہتے ہیں کہ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت سے عتاب کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپؐ اس سے بری ہیں۔ بلکہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔ اور جب ان کو اذن دے دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلیا۔ کہ اگر آپ ان کو اذن نہ دیتے تو البتہ نفاق کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہتے۔ اور یہ کہ ان کو اذن دینے میں کوئی حرج نہیں۔

فقیر قاضی خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے کہ اس مسلمان پر جو کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کا خلق شریعت کی لگام کا تابع ہے۔ واجب ہے کہ قرآن کے آداب سے اپنے قول و فعل و لین دین اور محاورات میں ادب سیکھے۔ کیونکہ بے شک وہ معارف حقیقیہ کا عنصر ہے۔ اور آداب دینیہ و دنیویہ کا باغ ہے۔ اور اس عجیب مہربانی میں غور کرے۔ جو کہ رب الارباب کی طرف سے سوال میں ہے جو سب ربوں کا رب اور پالنے والا ہے اور سب سے مستغنی ہے۔ اور نکالے اس میں جو فوائد ہیں۔ اور دیکھے کہ کیسے عتاب سے پہلے عزت سے ابتدا کی ہے۔ اور گناہ کے ذکر سے پہلے اگر بالفرض یہاں گناہ ہے۔ معافی سے محبت کی باتیں کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

لَقَدْ جِئْتُمْ كُنُوزًا يَكْبَرًا لَّيْسَ لَكُمُ الْمَالُ فِي حَيَاتِكُمْ فَلْيَسَّ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (نہی اسرائیل ع ۹)

بعض متکلمین کہتے ہیں کہ اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے لغزشوں پر عتاب کیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقوع سے پہلے عتاب کیا ہے تاکہ اس سے (مخالفت پر) رکاوٹ ہو جائے۔ اور محبت کی شرائط کی محافظت ہو۔ اور یہ بڑی مہربانی ہے۔ پھر دیکھ کر کہ عتاب اور اس خوف کے ذکر سے کہ آپ اس کی طرف میلان کریں کیسے پہلے ثبات و سلامتی کا ذکر کیا ہے۔ پس عتاب کے درمیان آپ کی

برات ہے۔ اور ڈرانے کے لیٹ میں آپ کا مہمون ہونا بزرگی ہے۔  
ایسا ہی خدا تعالیٰ کا یہ قول قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزَنُ لَكَ الْغِيظُ يُقْوِ كُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَا يُحِزُّونَ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (الانعام ع ۱۳) ہم جانتے ہیں (اے محمد) تجھے ان کی باتوں سے غم ہوتا ہے۔ سو وہ تجھے نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا خدا کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو تم لائے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لا یجذبونک نازل فرمائی کہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کہ آپ کی قوم نے جھٹلایا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو کس چیز کا غم ہے فرمایا کذبی قومی مجھ کو میری قوم نے جھٹلایا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ضرور جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اب اس آیت سے ایک لطیف ماخذ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تسلی دینا ہے۔ اور بات میں یہ مرہبان ہے کہ آپ کو یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ آپ ان کے نزدیک سچے ہیں۔ وہ آپ کو جھٹلاتے نہیں۔ آپ کے سچ کے اقرار ہی ہیں۔ قول واعتقاد میں وہ بیشک آپ کو نبوت سے پہلے امین کہا کرتے تھے۔ پس اس تقریر سے آپ کے دل کے مرض کو جو کہ کذب کے داغ سے ہو گیا تھا۔ دور کر دیا۔ پھر ان کو برا کہا۔ ان کا نام منکر ظالم رکھا اور فرمایا۔ وَلَا يُحِزُّونَ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ لیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب سے دور کر دیا۔ ان کو دشمنی اور آیات کے جھٹلانے کی وجہ سے حقیقتاً ظلم کا طوق پہنا دیا۔ کیونکہ انکار اسی طرح ہوتا ہے کہ کسی شے کو معلوم کیا۔ پھر اس کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ جَعَلُوا آيَاتِهِآ وَاسْتَقْبَلَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا انہوں نے اس کا انکار کیا۔ اور انہوں نے بوجہ ظلم و تعدی کے اس کا یقین کر لیا۔ پھر آپ کو تسلی دی۔ آپ کی وحشت اس طرح دور کی۔ کہ پہلے لوگوں کا حال بیان کیا۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا اور

یہ فرمایا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا وَاصْتَبَأْتُمْ نَصْرَنَا وَلَا مَبْدَلَ لِّكَلِمَتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَايِ الْمُرْسَلِينَ۔

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذا میں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آہی چکی ہیں۔ (پ ۷ ع ۱۰)

جس نے لا یکنذبون تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ تم کو جھوٹا نہیں پاتے۔

فرا اور کسائی کہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ تم جھوٹے ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے جھوٹ پر دلیل نہیں لاتے۔ اور نہ اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اور جس نے تشدید کے ساتھ پڑھا۔ تو اس کا یہ معنی ہے۔ کہ تم جھوٹ کی نسبت نہیں کرتے۔ بعض کہتے ہیں کہ تمہارے جھوٹ کا ان کو اعتقاد نہیں۔

اور منجملہ اس کے کہ آپ کے خصائص اور نیکی کا ذکر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نام لے کر مخاطب کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ اے آدم! اے نوح! اے ابراہیم! اے موسیٰ! اے داؤد! اے عیسیٰ! اے زکریا! اے یحییٰ علیہم السلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوا اس کے مخاطب نہیں کیا۔ اے رسول! اے نبی! اے منزل! اے مدثر!

## فصل ۴

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بڑے مرتبہ کی قسم کھائی ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَعْمَدُوكَ اِنَّهُمْ لَيَفْسَحُنَّ رِيحَهُمْ يَوْمَئِذٍ لِّكَ۔ یعنی تمہاری عمر کی

قسم۔ بے شک وہ کفار (یعنی قوم لوط) اپنے نشہ غفلت میں چور اور حیران تھے۔

اہل تفسیر اس پر متفق ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی مدت کی قسم ہے۔ عمر دراصل عین کے ضمہ سے ہے۔ لیکن اس کو

فتح آپ کی کثرت استعمال سے دی گئی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی بقا کی قسم ہے۔ اے محمد! بعض کہتے ہیں کہ آپ کی عیش کی قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی کی قسم ہے۔ اور یہ نہایت تعظیم اور نہایت مہربانی و عزت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنے نزدیک کرم نہیں پیدا کیا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں سنا کہ سوا آپ کے کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

ابو الجوزاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ کیونکہ وہ اس کے نزدیک تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ یَسَّ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ۔

مفسرین نے یس کے معنی میں چند اقوال کہے ہیں۔ ابو محمد مکی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ رُبُّ عَشْرَ رَبِّ عَشْرَ اَسْمَاءَ ذَكَرَ مِنْهَا طَهَ وَ یَسَ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ ان میں سے طہ یس کا ذکر کیا۔

ابو عبدالرحمن سی نے جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا سید اے سردار کہہ کر مخاطب کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے یس اے انسان اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قسم ہے اور یس خدا کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔

زبان کہتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یا محمد ہے۔ بعض نے کہا کہ اے بعض نے کہا ہے اے انسان۔

ابن الحنفیہ سے مروی ہے۔ یس اے محمد کعب سے مروی ہے یس قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے پہلے دو ہزار سال آپ کی قسم کھائی ہے۔ یا محمد بے شک تم رسولوں میں سے ہو۔

پھر فرمایا۔ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّكَ تَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ مَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ اور قسم ہے

marfat.com

Marfat.com

قرآن مجسم کی تحقیق تو البتہ صحیح ہوؤں سے ہے اور راہ سیدھی کے۔

اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں سے ایک نام ہے۔ اور اس میں یہ صحیح ہو۔ کہ قسم ہے تو اس میں گزشتہ تعظیم ہوگی۔ اور دوسری قسم کا اس پر عطف کرنا (پہلی) قسم کو تاکید کر دے گا۔ اور اگر یہ معنی ندا ہے۔ تو بلاشبہ اس کے بعد دوسری قسم آپ کی رسالت کی تحقیق۔ آپ کی ہدایت کی شہادت کے لئے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام و کتاب کی قسم کھائی ہے۔ کہ انک لمن الامر سلین وہ بیشک رسولوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اس کے بندوں کی طرف وہ وحی پہنچاتا ہے۔ اور اپنے ایمان سے علی صراط مستقیم سیدھے راستے پر ہے۔ یعنی ایسا طریق کہ جس میں نہ کجی ہے نہ حق سے عدول ہے۔

نقاش (ابی بکر محمد بن حسن موسیٰ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں کسی پیغمبر کی رسالت کی قسم سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں کھائی۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ اس شخص کی تاویل کے موافق کہ جس نے کہا ہے کہ یا سید (اے سردار) اس میں بڑی ہی تعظیم ہے۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَ لَا فَخْرَ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا أُقِيمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ جِئْتَ بِهَذَا الْبَلَدِ

بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ جب آپ اس شہر میں نہ ہوں۔ آپ کے نکلنے کے بعد میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا ہوں۔ اس کو مکی نے بیان کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لازائدہ ہے۔ کہ میں اس کی اس حل میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ اس میں موجود ہیں۔ وَأَنْتَ جِئْتَ بِهَذَا الْبَلَدِ اور جو کچھ آپ نے اس میں کیا ہے وہ آپ کو حلال ہے۔

دونوں تفسیروں کے موافق۔ بلد سے مراد ان کے نزدیک مکہ ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ ہم تیرے لئے اس شہر کی قسم کھاتے ہیں۔ جس کو تم نے زندگی میں اپنے مکان بنانے سے اور بعد موت کے اپنی برکت سے مشرف کیا ہے۔ یعنی

مذہب شریف۔ اور اول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ اور اس کے مابعد کو اللہ تعالیٰ کا قول وَأَنْتَ حَيٌّ يُبَدِّلُ الْقَبْلَ صَحیح کرتا ہے۔

اسی طرح ابن عطا کا قول ہے۔ خدائے تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں وَهَذَا لِبَلَدٍ مِّمَّيْنِ کما کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وہاں رہنے سے آپ ہی کی وجہ سے اس کو جائے امن بتایا ہے۔ کیونکہ آپ کا ہونا امن ہے۔ جہاں کہیں آپ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَوَائِدُومَا وَكَدَ یعنی والد اور بیٹے کی قسم ہے کما کہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ آدم علیہ السلام کا ہے۔ اور یہ عام ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اب یہ آیت انشاء اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کی طرف دو جگہ شامل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ اَلَمْ ذَايِكَ اَلْيَحْتَبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حروف قسم کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ اور ان سے اور ان کے غیر سے اس میں اس کے سوا بھی آیا ہے۔ اہل بن عبد اللہ تشریح کرتے ہیں۔ کہ الف سے اللہ تعالیٰ اور لام سے جبرئیل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس قول کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ اور سل کی طرف منسوب نہیں کیا۔

اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قرآن کے ساتھ اتارا۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اور وجہ اول پر قسم کا احتمال ہے کہ یہ کتاب حق ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ پھر اس میں یہ فضیلت ہے کہ آپ کے نام کو نام کے ساتھ ملایا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔

ابن عطاء اللہ تعالیٰ کے اس قول قَدْ وَانْفَرَا اِنْ اَتَمَّجِدُوْا میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی قسم کھائی ہے۔ کیونکہ وہ خطاب اور مشاہدہ کا متحمل ہوا۔ اور یہ امر اس پر مشکل ہوا۔ اس لئے کہ حل بلند تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ق قرآن کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے بعض کہتے ہیں ق ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو تمام زمین کو محیط ہے۔ بعض اس کے سوا اور کچھ کہتے ہیں۔

جعفر بن محمد وَالتَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ کی تفسیر میں نجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیتے ہیں۔ اور کہا ہے کہ نجم ستارہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے۔ ہوا نواں الہی سے کھل گیا۔ اور کہا کہ غیر اللہ سے منقطع ہوا۔

اور ابن عطاء کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وَالْفُجْرُ وَالْبَاءُ مِنْ جُور سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ آپ ہی سے ایمان (کا چشمہ) پھوٹ کر نکلتا ہے۔

## فصل ۵

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت اور نصیب کی قسم کھاتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک آپ کی عزت و مرتبہ ثابت ہے)۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالضُّعْفُ وَاللَّيْلُ إِذَا مَسَّحَىٰ مَا وَدَّ مَكَرَ رَبُّكَ وَمَا قُلَىٰ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَا تَسُوفُ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَهْزُو وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَوْ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ کمزورہ جانا اور بے شک پھولی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور مسئلہ کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

marfat.com

Marfat.com



اس سورت کے نازل ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذر کی وجہ سے جو آپ کو ہوا تھا رات کے قیام کو ترک کیا تھا۔ تب ایک عورت نے آپ کے بارہ میں (کلام نامناسب) کیا۔ بعض کہتے ہیں۔ بلکہ مشرکین نے وحی کے بند ہونے پر اعتراض کیا تھا۔ تب یہ سورت نازل ہوئی تھی۔

فقیر قاضی خدائے تعالیٰ اس کو توفیق دے، کہتا ہے کہ یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عزت و شان و تعظیم کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔ چھ وجہ سے شامل ہے۔

اول یہ کہ قسم کھا کر آپ کے حل کی خبر دی ہے۔ اور فرمایا۔ وَالنُّحَىٰ وَالْكَئِيلِ إِذَا تَسْبَحُ یعنی رب نخی کی قسم ہے۔ اور یہ نخی کے بڑے درجات میں سے ہیں۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ و نصیبہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ یعنی تیرے رب نے تجھ کو نہ چھوڑا ہے نہ دشمنی کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بعد اس کے آپ کو پسند کیا ہے چھوڑا نہیں۔

سوم یہ کہ فرمایا وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ مِنَ الْوَالِيَةِ یعنی البتہ آخر امر آپ کے لئے امر سے بہتر ہے۔ ابن اسحق کہتے ہیں۔ تمہارا مال کار تمہارے انجام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حل سے کہ تم کو دنیا میں عزت دی ہے۔ بہت بڑا ہے۔

چہارم فرمایا۔ وَكَتُوبًا يُطِيعُكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنی البتہ عنقریب آپ کو آپ کا رب دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

پنجم کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے آپ کے لئے ذخیرہ شفاعت و مقام محمود جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے۔ جو کہ دنیا میں میں نے تم کو دیا ہے۔ اور یہ آیت بہت سی بزرگیوں اور طرح طرح کی سعادت اور مختلف انعام کی دونو جہانوں میں جامع اور زیادہ ہے۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ آپ کو دنیا کی کمالی اور آخرت کے ثواب سے خوش کر دے گا بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حوض و شفاعت دے گا۔

بعض آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کوئی آیت اس آیت سے بڑھ کر زیادہ امید کے قاتل نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے راضی نہ ہوں گے۔ کہ آپ کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں داخل ہو۔

پیغمبر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں آپ پر شمار کیں۔ اور اپنی طرف سے بقی سورت میں اپنی نعمتوں کو شمار کیا۔ یعنی خدا کی طرف سے آپ کو ہدایت یا لوگوں کو آپ کی وجہ سے ہدایت دی۔

مختلف تفاسیر سے آپ کے پاس مل نہ تھا۔ آپ کو مل دے کر غنی کر دیا۔ آپ کے دل میں قناعت اور غنا ڈال دی۔ اور آپ کو یتیم پلایا۔ تو آپ پر آپ کے چچا کو مرہبان کر دیا اور اس کی طرف آپ کو ٹھکانا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو اللہ کی طرف ٹھکانہ دیا۔ (یعنی کسی کا محتاج نہ کیا)۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ایسا بے نظیر پلایا کہ جس کی کوئی مثل نہیں۔ پس آپ کو اپنی طرف ٹھکانا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہے کیا تم کو نہیں پلایا۔ کہ تمہارے سب سے گمراہ کو ہدایت دی اور فقیر کو غنی کر دیا۔ اور یتیم کو ٹھکانا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور معلوم شدہ تفسیر کے موافق آپ کو لڑکپن اور عقلی اور قیمی کی حالت میں اور پہلے اس سے کہ آپ اپنے آپ کو پہچانیں مہمل نہیں چھوڑا۔ نہ آپ کو رخصت کیا۔ اور نہ آپ سے عداوت کی۔ تو بعد آپ کی خصوصیت و عنایت کے کیسے چھوڑے گا۔

ششم یہ کہ آپ کو حکم دیا۔ کہ اپنی نعمت کو اظہار کرو۔ اور جو کچھ آپ کو شرف بخشا ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔ آپ کے ذکر کو اس آیت سے مشہور کیا۔ اور فرمایا کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیا کرو۔ کیونکہ نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو بیان کیا جائے۔ اور یہ آپ کے لئے خاص ہے اور امت کے لئے عام۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

marfat.com

Marfat.com

وَالْجَحِيمِ إِذَا مَوَى ۖ مَا مَلَكَ صَاحِبُكُمْ وَمَا قَوَى ۚ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَى ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۚ  
 مَلَكُهُ شَيْدُ الْقُوَى ۚ فَوَيْرَاقَ فَاَسْتَوَى ۚ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۚ ثُمَّ فَنَى فَنَدَلَى ۚ فَكَانَ  
 قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَوْقِنِ ۚ فَانْصَبْ إِلَيْنَا مَاءً مِّمَّا آتَوْنَا ۚ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ۚ أَفَتَمُرُّونَهُ عَلَى  
 مَآئِرِي ۚ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۚ عِنْدَ يَسَدٍ مِّنَ الْمُتَنَهِّلِينَ ۚ يَمْنَعُهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ۚ إِذْ يَفْشَى الْيَسَدُ  
 مَا يَفْشَى ۚ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا كَفَى ۚ لَقَدْ دَلَى مِن آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۚ (پ ۲۷ ع ۵)

ترجمہ :- اس پارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے  
 صاحب نہ ہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بت اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں  
 مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ  
 نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر  
 خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم  
 اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان  
 سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا سدرۃ  
 المنتہی کے پاس اس کے پاس جنت الملوٰی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ  
 نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔  
 ان آیات کے متعلق مفسرین کے وائجم کی تفسیر میں مختلف اقوال میں جو کہ مشہور  
 ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ نجم اپنے ظاہری معنی پر ہے (یعنی ستارہ) اور ایک یہ کہ  
 اس کے معنی قرآن کے ہیں۔

جعفر بن محمد سے منقول ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور یہ کہا  
 ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وَالسَّمَاءِ وَالْكَافِرِ وَمَا آتَاكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الْقَوْبُ کہا  
 گیا ہے کہ یہاں بھی نجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کو سلمیٰ نے  
 بیان کیا ہے۔

یہ آیات آپ کی بزرگی و شرافت میں اس نہایت کو پہنچی ہیں کہ جس کے پہلے  
 کوئی عدد نہیں ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور

خواہشوں سے بچنے اور قرآن کو پڑھنے۔ سچ بولنے کی قسم کھائی۔ اور یہ کہ وہ وحی ہے۔ جو کہ آپ کی طرف کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پہنچائی ہے۔ وہ بڑا قوی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی فضیلت کی معراج کے قصہ اور آپ کے سدرۃ المنتہی تک پہنچنے سے اور آپ کی دیکھنے کی تہدیق کی۔ جو اس میں دیکھا تھا۔ خبر دی اور یہ کہ اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا ہے۔ اور سورۃ اسراء کے شروع میں بھی اس امر پر متنبہ کیا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم جبروت کا مکاشفہ اور عجائب مکتوب کا مشاہدہ ایسا تھا کہ جس کو عبارات احاطہ نہ کر سکتی تھی۔ اور اس کے ادنیٰ کے سماع کی عقل عامہ طاقت نہ رکھتی تھیں۔ اس لئے اس کو اشارہ اور کنایہ سے جو کہ تعظیم پر دلالت کرے بیان کیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے **فَاَوْحٰی اِلٰی مٰوِیَہٗ مَا اَوْحٰی اِلٰی وِجٰی** کی اپنے بندے کی طرف جو کچھ کہ کی۔

اس قسم کے کلام کو پرکھنے والے۔ بلاغت والے وحی و اشارہ ہم رکھا کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ ایجاز کے اعلیٰ درجہ کے باب میں سے ہے۔

اور فرمایا کہ **لَقَدْ دَاوٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی** بے شک آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیات کو دیکھا ہے۔

ما اوحی کی تفسیر کی تفصیل میں سمجھیں تھک گئی ہیں۔ ان آیات کبریٰ کی تعبیر میں عقلیں حیران ہیں۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے۔ یہ آیات اس پر مشتمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات شریف کو پاک کیا ہے۔ اور اس معراج میں آفات سے محفوظ کیا ہے۔ آپ کے دل اور زبان اور اعضا کو پاک کر دیا ہے۔ دل کو تو اپنے اس قول سے **مَا کَتَبَ الْغَوَاہُ مَا دَاوٰی** یعنی دل نے اس بات کو جھوٹ نہیں کہا۔ جس کو آنکھ نے دیکھا۔ اور زبان کو اس قول سے **وَمَا یَنْطَلِقُ مِنْ لٰہُوتٍ** اور نہیں بولا خواہش سے اور آنکھ کو اس قول سے **مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا عَلَفَ** یعنی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی ہے نہ اس نے زیادتی کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔

فَلَا تُقِيمُ بِالْغُتَيْسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنُتِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَفَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ  
لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذُو قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٌ ثَمَّ لَعِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ  
وَلَقَدْ رَآهُ بِآلِافٍ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِغَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝  
(۶۳۰)

ترجمہ :- تو قسم ہے ان کی جو اٹنے پھرے سیدھے چلیں تھم رہیں اور رات کی  
جب پیٹھ دے اور صبح کی جب دم لے بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو  
قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے  
اور تمہارے صاحبِ بجنوں نہیں اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا اور  
یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں اور قرآن 'مردود شیطان' کا پڑھا ہوا نہیں۔

یعنی میں قسم کھاتا ہوں کہ بے شک وہ ضرور رسولِ کریم ہے اپنے بھیجنے والے کے  
نزدیک۔ اس بات کے پہچاننے پر کہ اس پر وحی کا بوجھ لا دیا گیا ہے۔ قوت والا ہے۔  
مکین یعنی رب کی طرف سے بڑے مرتبے والا اس کے نزدیک بڑے درجہ والا ہے۔  
آسمان پر وہ مطلع ہے یعنی متبوع ہے۔ اس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔ وحی پر امانت  
دار ہے۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ کہ رسولِ کریم یہاں پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔  
اور اس کے بعد اس بنا پر تمام اوصاف آپ کے لئے ہیں۔ اور دوسروں نے کہا ہے  
اس سے جبرئیلؑ مراد ہیں۔ اب اوصاف اس کی طرف رجوع کریں گے۔ اور بے شک  
اس کو دیکھا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے رب کو  
دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل کو اس کی صورت میں دیکھا ہے۔ اور وہ غیب پر مستم  
نہیں ہے۔

اور جس نے ضاد سے ضنین پڑھا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ لوگوں کی  
دعوت اور حکمت و علم کے وعظ کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔ اور یہ صفت بالاتفاق محمد  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :-

marfat.com

Marfat.com

ن وَالْعَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ○ مَا نَتَّ بِعَمَّةٍ رَبِّكَ بِمَعْنُونَ ○ وَرَبُّكَ لَعَلَّ خُلُقٍ عَظِيمٍ ○  
(پ ۲۹ ۳)

ترجمہ :- قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بڑی قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان باتوں سے پاک کرنا ہے جو کافر لوگ آپ کی نسبت کما کرتے اور آپ کو جھوٹا کما کرتے تھے۔ آپ کو مانوس بنایا۔ آپ کی امید کو فراخ بنایا۔ اپنے اس قول سے کہ آپ کو اپنے اس خطاب سے مخاطب کیا۔ مَا نَتَّ بِعَمَّةٍ رَبِّكَ بِمَعْنُونَ یعنی آپ اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور یہ خطاب میں نہایت درجہ کی مہربانی ہے۔ اور بولنے میں اعلیٰ درجہ کا آداب ہے۔ پھر آپ کو وہ دائمی نعمتیں جتلائیں جو خدا کے نزدیک ہیں۔ اور وہ ثواب بتلایا جس کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اور اس کے ساتھ آپ پر احسان نہیں جتلاتا۔ اور فرمایا بے شک تیرے لئے البتہ اجر ہے جو کہ غیر منقطع ہے۔ پھر آپ کی ان باتوں سے تعریف کی جو آپ کو دی ہیں۔ اور بتلائی ہیں۔ اور عظمت کے پورا کرنے کے لئے دو حروف تاکید سے اس کو موکد کیا۔ اور فرمایا۔ وَرَبُّكَ لَعَلَّ خُلُقٍ عَظِيمٍ یعنی بے شک آپ البتہ بڑے خلق پر ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ قرآن ہے، بعض کہتے ہیں کہ اسلام ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ آپ کی بزرگ طبیعت ہے، بعض کہتے ہیں کہ تمہاری ہمت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی طرف نہیں ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن قبول کی تعریف کی ہے کہ آپ کو اپنی نعمتیں پہنچائیں۔ اور اس کے سبب دوسروں پر آپ کو فضیلت دی۔ کیونکہ اس نے آپ کو اس خلق پر فطرتی پیدا کیا ہے۔ پس وہ لطیف کریم محسن جواد حمید پاک ہے۔ کہ جس نے آپ کو نیکی آسان کر دی۔ اور اس کی ہدایت دی۔ پھر اس کے فاعل کی تعریف کی۔ اور اس پر اس کو جزا دی۔ وہ پاک ہے۔ اس کی بخشش کیا ہی عام ہے۔ اس کی مہربانیاں کیا ہی وسیع ہیں۔

پھر اس کے بعد کفار کی باتوں سے تسلی دی۔ کہ اس کے باعث ان پر عذاب کا وعدہ دیا۔ اور اس قول سے ان کو ڈرایا۔

فَسْتَبِصِرْ وَتُبْصِرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الْمُنَافِقُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُ عَنْ مَسِيلِكَ وَهُوَ أَعْلَمُ  
بِالْمُتَّقِينَ ۝ (پ ۲۹ ع ۳)

ترجمہ :- تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے ہٹکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

پھر آپ کی تعریف کے بعد آپ کے دشمن کی مذمت کو معطوف کیا۔ اس کے برے خلق کو بیان کیا۔ اس کے معائب شمار کئے۔ اس میں آپ کی فضیلت کو ادا کیا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ اور دس سے اوپر برائیاں ذکر کیں۔ اور یہ فرمایا :-

فَلَا تُطِيعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَتَوَلَّوْا لَوْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَلَافٍ تَهَيُّنٍ ۝ هَمَّازٍ  
مَقَامٍ يُنَمِّمُ ۝ كَمَتَّاعٍ لِلنَّخِيرِ مَعْتَدٍ آئِينَ ۝ عَمَلٍ بَعْدَ فَالِكِ زَيْنٍ ۝ اَنَّ كَانَ قَامَالٍ وَبَيْنٍ ۝ إِذَا  
تَقَلَّى عَلَيْهِ آيَتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ (پ ۲۹ ع ۳)

ترجمہ :- تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سنا وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں اور ہر ایسے کی بات نہ سنا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنہ دینے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

پھر اس کو وعید صلاق کے ساتھ ختم کیا۔ اس کی بدبختی اور انجام ہلاکت پر پورا کیا۔ اور یہ فرمایا۔ تَسْوِئَةُ عَلَى النَّعْمِ مَطُومٍ یعنی عنقریب اس کے نام کو ہم داغدار کر دیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنا۔ آپ کے خود اپنی آپ مدد کرنے کی نسبت بڑھ کر پوری مدد ہے۔ اور آپ کے دشمن پر اللہ تعالیٰ کا رد

کرنابہ نسبت آپ کے رو کے نہایت ہی بڑھ کر اور نہایت ہی ثابت ہے۔

## فصل ۲

اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مورد شفقت و اکرام بنایا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **طه مَا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ يَتَشَفَّعُ لَكَ فِيهِ** (اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو)۔  
 بعض کہتے ہیں کہ طہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔  
 بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے مرد، بعض کہتے ہیں۔ اے انسان۔  
 بعض کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات میں سے کنایہ ہے۔ یعنی زمین پر اپنے دونوں قدموں سے اکتھو کر اور ایک قدم پر کھڑے ہونے سے اپنے نفس پر اکتھو نہ کر۔ اور  
 یہی خدائے تعالیٰ کا قول ہے۔ **طه مَا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ يَتَشَفَّعُ لَكَ فِيهِ** ہم نے تم پر اس لئے قرآن نازل نہیں کیا کہ مشقت اٹھاؤ۔

یہ آیت اس بارہ میں نازل ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیداری اور قیام شب میں بہت تکلیف اٹھاتے تھے۔

خبر دی ہم کو قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن وغیرہ نے قاضی ابوالولید بلخی سے بطور اجازت کے اور میں نے اس کے اصل سے نقل کیا ہے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد حموی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن خزیم شاشی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد بن حمید نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ہاشم بن قاسم نے ابو جعفر سے وہ ربیع بن انس سے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے اور دوسرے پاؤں مبارک کو اٹھاتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے طہ نازل فرمائی۔ یعنی اے محمد تم زمین پر پاؤں رکھو۔ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ رنج اٹھائیں۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب باتوں میں آپ کی عزت اور آپ سے حسن



• عالم ہے۔

اگر ہم اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام فرض کریں۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے یا قسم بنایا جائے تو یہ فعل ماقبل سے ملحق ہو گا۔ اور شفقت و عنایت کی قسم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَلَمَّا تَرَكَ بَاطِلُكَ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَبِيبِ أَسَافًا (پ ۱۵ ع ۱۳) یعنی شاید کہ آپ ان کے پیچھے اپنے آپ کو اگر اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ تو ہلاک کر دیں گے۔ افسوس کھاتے ہوئے۔ یعنی غضب اور غصہ اور گھبراہٹ کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔

اسی طرح خدا کا یہ قول بھی ہے :-

لَمَّا تَرَكَ بَاطِلُكَ نَفْسَكَ إِلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ○ (پ ۱۹ ع ۵)

ترجمہ :- کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں

لائے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے :-

إِنْ تَشَاءْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْيُنُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ○

ترجمہ :- اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

اور اسی باب سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے :-

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ○ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ السُّورِ الْهَأْ أَعْرَافُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَبَاتِكَ الْبَقِيَّةُ ○ (پ ۱۳ ع ۶)

ترجمہ :- تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ دو سرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

marfat.com

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزِیْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝  
(پ ۷ ع ۷)

ترجمہ :- اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہی کو لے بیٹھی۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔ اس ذکر سے اور آپ پر ان باتوں کو آسان کر دیا جو آپ کو مشرکین سے پہنچی تھیں۔ آپ کو جلا دیا کہ جو شخص اس پر زیادتی کرے گا اس پر وہی عذاب اترے گا جو پہلے اس سے اوروں پر اتر چکا ہے۔ اور اسی تسلی کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **وَإِنَّ يُحْكَدِيْوْكَ فَقَدْ كُنَيْتَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ** اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ **كَذٰلِكَ مَا آتٰی الْاَنْبِیَآءَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رُّسُوْلٍ اَلَّا قُلُوْا سَیْرُوْا وَمَنْ جُنُوْا** اُنہوں نے جلدو گر ہے یا دیوانہ۔ (پ ۷ ع ۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گزشتہ زمانہ کے لوگوں کی خبر دے کر تسلی دی کہ وہ اپنے انبیاء کو یہ باتیں کہا کرتے تھے۔ اور ان کو اس طرح کفار سے آزمایا تھا۔ سو آپ کو بھی کفار مکہ سے اسی طرح آزمانے میں تسلی دی۔ اور یہ کہ اس آزمائش میں آپ لعل نہیں۔ پھر آپ کو خوش کر دیا۔ اور اس کا عذر ظاہر کر دیا۔ اور یہ فرمایا۔ **فَقَوْلًا مِّنْهُمْ** یعنی آپ ان سے اعراض کریں۔ **فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ** یعنی آپ پر اواء رسالت اور اپنی تبلیغ میں جو آپ کو سپرد کی گئی ہے کوئی ملامت نہیں۔

اور ایسا ہی خدا کا یہ قول ہے۔ **وَاٰمِیْزُ یَحْكُمُ بَیْنَكَ وَبَیْنَنَا** یعنی آپ ان کی ایذا پر صبر کریں۔ کیونکہ آپ کو تو ہم دیکھتے ہیں۔ اور حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قسم کی بہت سی آیات سے تسلی دی ہے۔

فصل ۷

(اس امر میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں آپ کے بڑے قدر اور شریف

marfat.com

Marfat.com

مرتبہ کی خبر دی ہے :-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَإِنَّا خَازِنَةُ مَا أَتَيْتُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنَا وَلَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِمَا كُنْتُمْ بِهِ كَاذِبِينَ ۚ فَلَمَّا أَتَتْكُمْ رُسُلُنا بِبَيِّنَاتٍ ۖ قَالُوا أَهَؤُلَاءِ رُسُلُنا ۖ قَالُوا أَتَأْتِيكُمْ بَيِّنَاتٍ ۖ قَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عِلْمٍ بِالَّذِينَ هُمْ يُرْسِلُونَ ۚ (پ ۳ ع ۱۷)

ترجمہ :- اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہیں۔

حضرت ابوالحسن قلابیؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی بزرگی سے خاص کیا ہے کہ اور کسی کو وہ بزرگی نہیں دی۔ اس نے اس کو ظاہر کر دیا جو اس آیت میں ذکر کیا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ عہد لیا۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے ذکر و وصف نہ کیا ہو۔ اور اس سے عہد کیا۔ کہ اگر تم اس کو پاؤ تو اس پر ضرور ایمان لانا۔

بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کہا کہ وہ اپنی قوم کو ضرور بتلائے اور ان سے عہد لے کہ وہ اپنے مابعد والوں سے بیان کریں اور تم جہان کے پھر تمہارے پاس آئے۔ یہ خطاب ان اہل کتاب کو ہے۔ جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زمانہ ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر ان کے بعد تک کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت عہد نہ لیا ہو۔ کہ اگر وہ آئے اور وہ زندہ ہو۔ تو اس پر ضرور ایمان لائے۔ اور اس کو ضرور مدد دے۔ اور وہ بھی عہد اپنی قوم سے لے۔

marfat.com

Marfat.com

ایسا ہی سدی و قلدہ سے ان آیتوں میں کہ آپ کی فضیلت کو اور کئی طرح سے شامل ہیں۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔ اور تم سے اور نوح علیہ السلام سے الایۃ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کی طرف کی جیسے کہ نوح کی طرف کی شہیداً تک۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایسے کلام میں کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ روئے تھے (حضور کے انتقال کے بعد) اور کہا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی یہاں تک فضیلت ہے کہ آپ کو آخر الانبیاء بتایا اور سب سے پہلے ذکر کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ اور تم سے نوح سے الایۃ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کی فضیلت خدائے تعالیٰ کے نزدیک یہاں تک ہے کہ اہل نار اس بات کو دوست رکھیں گے۔ کہ وہ آپ کی اطاعت کرتے۔ بجائیکہ وہ دوزخ کے طبقات میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ وہ کہیں گے، اے کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

قلادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حُشِّنَتْ قَوْلُ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَأَخِرُكُمْ فِي الْبَعْثِ میں خلقت میں سارے انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان سے آخر ہوں۔

اس لئے آپ کا ذکر اس آیت میں نوح وغیرہ سے پہلے ہوا ہے۔  
سمرقندی کہتے ہیں کہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ہے۔ کیونکہ آپ کا ذکر ان سے پہلے خاص کیا ہے۔ حالانکہ وہ بعثت میں ان سے آخر ہیں۔

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان لیا۔ جب کہ ان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چوٹیوں کی طرح نکالا۔ اور فرمایا۔ کہ يَتْلُكَ الرَّسُولُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ یہ رسول ہیں کہ ایک کو دوسرے پر ہم نے فضیلت دی ہے۔

اہل تفسیر کہتے ہیں۔ کہ بعض کے درجات بڑھانے سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں۔ کیونکہ احمد واسود یعنی عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ آپ کے لئے غنیمتوں کا مال حلال کر دیا گیا۔ آپ کے ہاتھوں پر معجزات کو ظاہر کیا۔ اور جس پیغمبر کو کوئی کرامت و فضیلت دی گئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ویسی ہی دی گئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کی فضیلت میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر پکارا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کتاب میں نبوت و رسالت سے پکارا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ**۔ سمرقندی نے کلبی سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ **وَإِنَّا مِنْ بَشَرَةٍ مِثْلِهِم** یعنی اس کے گروہ متبعین میں سے البتہ ابراہیم ہیں۔ کہا ہے کہ ہا کا مرجع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ یعنی بالضرور ابراہیم علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہیں۔ یعنی اس کے دین و طریقہ پر ہیں۔ اور فراء نے اس کو پسند کیا اور اس سے مکی نے یہ حکایت کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد نوح علیہ السلام ہیں۔

## فصل ۸

(اس میں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو یہ جتلاتا ہے۔ کہ ہم آپ پر درود بھیجتے ہیں اور آپ کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کے سبب عذاب کو رفع کرتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَلَئِنْ فِيهِمْ** اللہ تعالیٰ ان کو ایسے حال میں عذاب نہ دے گا۔ کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ یعنی جب تک کہ آپ مکہ میں ہیں۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نکلے اور اس میں جو مومن باقی رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ** اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسے حال میں عذاب نہ دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ اور یہ اس کے اس قول کی طرح ہے۔

**لَوْ تَزَيَّلُوا لَمَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا**

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- یعنی اگر وہ متفرق ہو جاتے اور نکل جاتے تو البتہ ہم عذاب دیتے درودناک۔

اور اس قول کی طرح ہے :-

وَكُلُّا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمُ أَنْ تَطَّوُّوهُمْ فَتَضَيِّبُكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَافَةٌ بَيْنَهُمْ  
عَلِمَ لِيَذْنَلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (پ ۶۲۶ ۱۱)

ترجمہ :- اور اگر یہ نہ ہو تا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے ان جانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتل کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے۔

اور جب مومنین نے ہجرت کی تو یہ آیت اتری۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ كَمَا ان کو کیا ہوا کہ خدائے تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا۔

اور یہ نہایت ہی وہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور مکہ والوں سے آپ کے سبب اور پھر آپ کے بعد آپ کے اصحاب کے سبب جو ان میں رہے عذاب کو دفع کرتی ہے۔ اور جب ان سے مکہ خالی ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے غلبہ ہونے کی وجہ سے ان کو عذاب دیا۔ اور ان میں ان کی تلواروں کو حکم بتایا۔ ان کو ان کی زمینوں۔ گھروں۔ مالوں کا وارث بتایا۔ اور آیت میں ایک اور تاویل بھی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ نے میں نے ان پر پڑھی۔ کہا کہ جو حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن خیروں اور ابوالحسن میرنی نے۔ ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ بن زوج الحرہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنجدی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن وکیح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن تحیر نے اسلمیل بن ابراہیم مہاجر سے وہ عباد بن یوسف سے وہ ابی بردہ بن ابی موسیٰ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّنَ لِأُمَّتِي وَمَا كَانَ اللَّهُ يُعَذِّبُ بِهِمْ وَقَتَّ رِفْقُهُمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ فَإِنَّا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيكُمْ الْإِسْتِغْفَارَ۔

ترجمہ نہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں اتاری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جب تک تم ان میں ہو عذاب نہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہ دے گا۔ اور جب میں چلا جاؤں گا تو تم میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت ہی بھیجا ہے۔

قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا أَمَانٌ لَا صَحَابَتَ۔

ترجمہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں۔

کہا گیا ہے کہ بدعت سے امان ہوں۔ اور بعض نے کہا کہ اختلاف و فتنوں سے بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زندہ رہے بڑی امان تھے اور جب تک آپ کی سنت باقی ہے تو یہ امان باقی ہے۔ اور جب سنت مردہ ہوگی تو بلا و فتنوں کے منتشر رہتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(پ ۴ ع ۴۳)

ترجمہ نہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے

(نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت یوں ظاہر کی کہ میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔ پھر اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے پھر بندوں (ایمان والوں) کو حکم دیا۔ کہ تم بھی ان پر درود و سلام پڑھا کرو۔

یہو بکر بن نورک نے حکایت کی ہے کہ بعض علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے اس قول میں کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی کی گئی ہیں) یہی تاویل کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ قیامت تک ملائکہ سے اور ہماری طرف سے۔

صلوۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ برکت دیتے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔ اور ملائکہ برکت کا رونا خدا سے چاہتے ہیں) اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پر درود پڑھنا سکھایا۔ تو لفظ صلوۃ اور لفظ برکت میں فرق بتا دیا تھا۔ اور ہم درود کا حکم عنقریب بیان کریں گے۔

بعض متکلمین نے کتبہمصر کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ کاف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا کی طرف سے کفایت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کَافٍ مِّنَ اللَّهِ بِكَافٍ مِّنْهُ، یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں اور ہا سے مراد اس کی ہدایت جو آپ کے لئے ہے۔ يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا۔ یعنی آپ کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور یا سے مراد آپ کی تائید ہے۔ فرمایا وَابْتَكَ بِصُورِهِ، یعنی مدد دی تجھ کو اپنی فتح مندی سے، غین سے مراد عصمت کہ آپ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَعْصُمُكَ مِنَ النَّاسِ کہ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچالے گا۔ اور ص سے آپ پر درود مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (پ ۹۶۲۸)

ترجمہ :- اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے۔

بعض کہتے ہیں کہ مومنین سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ فرشتے۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر، بعض کہتے ہیں کہ علی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

marfat.com

Marfat.com



بعض کہتے ہیں کہ مطلق مومن مراد ہیں جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

## فصل ۹

(سورہ فتح کی ان بزرگیوں کے بیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

شال ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ  
عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي  
قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزَالُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ مُلِيمًا  
مُحْكِمًا لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ  
سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِزًّا لِلَّذِينَ قُوتُوا عَظِيمًا وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ  
وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَ السَّوْمِ عَلَيْهِمْ قَائِرَةُ السَّوْمِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
جَهَنَّمَ وَسَاءَ مَصِيرًا وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّوْا وَتُؤْتُوا زَكَاةً وَتَسَبِّحُوهُ بِكُورَةٍ وَاصِيلًا إِنَّ  
الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَذَلُّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (پ ۹۶۶)

ترجمہ :- بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے  
سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر  
تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے وہی  
ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے  
اور اللہ ہی کی ملک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ تاکہ  
ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے  
نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے اور یہ اللہ کے  
یہاں بڑی کامیابی ہے اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک  
مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر گمان رکھتے ہیں انہیں پر ہے بری گردش اور اللہ

نے ان پر غضب فرمایا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار فرمایا اور وہ کیا ہی برا انجام ہے اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ عزت و حکمت والا ہے بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ آیات ان فضائل و کرامات و شرافت مرتبہ و نعمت پر مشتمل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے لئے ثابت ہیں۔ ان کے وصف کی انتہا نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے آپ کو اپنی فضا میں جو آپ کے لئے مقرر کی۔ صاف طور پر یہ خبر دی ہے کہ میں تم کو تمہارے دشمن پر غالب کروں گا۔ اور تمہارا بول بالا کروں گا۔ تمہاری شریعت کو بلند کروں گا۔ اور یہ کہ آپ بخشے ہوئے ہیں۔ آپ سے آپ کے پہلے اور پچھلے امور سے مواخذہ نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ ارادہ ہے کہ گزشتہ اور ناگزشتہ امور آپ کے بخشے گئے ہیں۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ اور ہر ایک چیز اس خدا کی طرف سے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ احسان بعد احسان کے اور بزرگی بعد بزرگی کے، پھر کہا کہ اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔

بعض کہتے ہیں کہ جو تمہارے ساتھ تکبر کرے اس کو عاجز کر دوں گا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ مکہ اور طائف کے فتح کرنے سے

بعض کہتے ہیں کہ تمہارا ذکر دنیا میں بلند کرے گا اور تم کو مدد دے گا اور بخش

دے گا۔

پھر آپ کو بتلایا۔ آپ پر میں نے اپنی نعمت پوری کی ہے۔ ان امور سے یعنی آپ کے دشمنوں، متکبروں کو عاجز بنایا۔ اور بڑے بڑے شہروں کو فتح کر دیا۔ اور جو شر سب سے زیادہ آپ کو محبوب تھا یعنی مکہ اور آپ کا ذکر بلند کیا۔ آپ کو مستقیم راستہ

کی ہدایت کی۔ جو جنت و سعادت تک پہنچانے والا ہے۔ آپ کو بڑی فتح دی۔ آپ کی امت مومنین کو تسکین و تسلی دے کر جو ان کے دلوں میں رکھی ہے احسن جتلیا۔ ان کو وہ بشارت دی جو ان کے لئے اس کے بعد ان کے رب کی طرف سے ہے بڑی کامیابی دی۔ ان کو معافی دی۔ ان کے گناہوں کو ڈھانک۔ آپ کے دشمن کو دنیا و آخرت میں ہلاک کیا۔ ان کو لعنت کی۔ اپنی رحمت سے ان کو دور کیا۔ ان کا حل بدل دیا۔

پھر فرمایا۔ **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ خَلِيفَةً وَنَبِيًّا** بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے، آپ کے محسن و خصائص گئے، یعنی آپ کا امت پر اپنے لئے گواہ ہونا کہ آپ نے ان کو رسالت کا پیغام پہنچا دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ان کی توحید کے گواہ ہوں گے۔ اپنی امت کو ثواب کی خوشخبری سنانے والے ہیں،

بعض کہتے ہیں مغفرت کے ساتھ آپ اپنے دشمن کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گمراہیوں سے ڈرانے والے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور پھر اس پر وہ شخص ایمان لائے کہ جس کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بہتری سبقت کر چکی ہے،

وتمزودہ یعنی آپ کی تعظیم کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی مدد کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

**وَتُوقَرُّوْهُ**۔ یعنی آپ کی توقیر و غرت کرو۔ بعض نے ویعزودہ پڑھا ہے۔ یعنی آپ کی عزت کرو۔ اور اکثر و زیادہ ظاہر ہے کہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔

پھر فرمایا تسبیح یعنی اس کی تسبیح کرو۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ ابن عطا کہتے ہیں کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختلف نعمتیں روشن فتح کی جمع کر دیں۔ اور یہ قبولیت و مغفرت کی علامت میں سے ہے۔ یہ محبت کے نشانات اور پوری نعمت ہے۔ یہ خصوصیت و ہدایت کے نشان ہیں۔ یہ ولایت

و مغفرت کے نشانات ہیں۔ مغفرت تو یہ ہے کہ آپ کو تمام عیبوں سے بری کرنا۔ اور تمام نعمت یہ ہے کامل درجہ و ہدایت تک پہنچا دینا۔ اور یہ دعوت مشاہدہ کی طرف ہے۔ جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ تمام نعمت یہ ہے کہ آپ کو اپنا مجیب بنایا۔ آپ کی زندگی کی قسم کھائی۔ آپ کے سبب دوسری شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور اعلیٰ مرتبہ تک آپ کو اٹھایا۔ معراج میں آپ کی حفاظت کی۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی۔ اور نہ اس نے زیادتی کی۔ آپ کو سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا۔ آپ کی امت پر غنیمتوں کو حلال کر دیا۔ آپ کو شفیع اور شفیع بنا دیا۔ آدم کی اولاد کا سردار بنایا۔ اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ قریب کیا۔ آپ کو توحید کا ایک رکن بنایا۔

پھر فرمایا۔ **إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ** بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اس سے بیعت الرضوان مراد ہے۔ یعنی ان کا آپ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے۔ **يُثَابِتُ قُوَّةَ أَيْمَانِهِمُ** اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے یعنی بیعت کے وقت۔

بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قوت بعض کہتے ہیں ثواب بعض کہتے ہیں کہ احسان مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا عقد یعنی مضبوطی۔ یہ استعارات و تہنیں کلام ہے اور یہ ان کی بیعت کی آپ کے ساتھ مضبوطی اور تاکید ہے۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرے اس کی شان کی عزت مراد ہے۔

اور اسی میں سے یہ خدا کا قول ہے کہ **كَلِمَةً تَقُولُونَ وَلَئِنْ أَلَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتُ إِفْدَمَيْتُ وَلَئِنْ أَلَّهَ رَمَى** آپ نے ان کو قتل نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے۔ اور آپ نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے۔

اگرچہ اول باب مجاز میں سے ہے۔ اور یہ باب حقیقت میں ہے۔ کیونکہ قاتل اور پھینکنے والا حقیقت میں تو اللہ ہی ہے۔ اور وہ آپ کے فعل اور پھینکنے اور فعل کی قدرت و ارادہ کا وہی خالق ہے۔ اور اس لئے کہ انسان کی قدرت میں جملہ وہ چیزیں

پہنچاتا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ان کفار میں سے کوئی ایسا باقی نہ رہا۔ کہ جس کی آنکھیں۔  
(مٹی سے) نہ بھر گئی ہوں۔ ایسا ہی فرشتوں کا ان کو قتل کرنا حقیقتاً ہے۔ اور اس  
آخری آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ مجاز عربی لغوی ہے۔ اور مقابلہ لفظ اور اس کی  
مناسبت کا ہے۔ یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ نہ تم نے ان پر پھینکا ہے۔ جبکہ تم  
نے ان کو کنکر اور مٹی پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا۔  
یعنی یہ کہ پھینکنے کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہی قاتل اور پھینکنے والا ہے۔  
در حقیقت اور آپ برائے نام ہیں۔

## فصل ۱۰

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنی کتاب عزیز میں آپ کی بزرگی و مرتبہ کو  
جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے ظاہر فرمایا۔ اور جن باتوں کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے آپ  
کو خاص کیا ہے۔ علاوہ اس کے جو ہم نے پہلے ان باتوں کو بیان کیا ہے۔)  
ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج کا ذکر سورۃ اسراء میں یعنی سورۃ سبحان  
الذی اور سورۃ نجم میں فرمایا ہے۔ اور اس میں آپ کا بڑا مرتبہ اور قرب و مشاہدہ  
عجاہت ہے۔ اس میں سے آپ کا لوگوں کی شرارت سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ  
وَاللّٰهُ بِمَعْصِيَّتِكَ مِنَ النَّاسِ اللّٰهُ تَعَالٰی آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ  
قول کہ وَادِّ مَكْرُوكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ اَوْ يُقْتَلُوْكَ اَوْ يُغَيِّرُ جُوكَ ط وَيَمْكُرُوْنَ  
وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ (پ ۹ ۱۸) اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے  
ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکل دیں اور وہ اپنا سا مکر  
کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔ اور  
خدائے تعالیٰ کا یہ قول اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی تو بے شک خدائے تعالیٰ نے اس کو مدد  
دی ہے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں ان کی تکلیف سے آپ کو بچا لیا۔ بعد اس  
کے کہ آپ کی ہلاکت کا انہوں نے قصد کر لیا تھا۔ اور آپ کے معاملہ میں خلوص دل

marfat.com

Marfat.com

سے خفیہ جلسے کرتے تھے۔ آپ کے نکلنے کے وقت ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور غار میں آپ کی طلب میں ان کو حیران بنا دیا۔ اور جو کچھ اس میں اور نشانات ظاہر ہوئے۔ آپ پر تسلی کا نازل ہوا۔ سراقہ بن مالک کا قصہ جس طرح پر کہ اہل حدیث و تاریخ نے غار کے قصہ اور ہجرت کی حدیث میں لکھا ہے۔

اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُفُوفَ فَعَلَّيْ لِرَبِّكَ وَانْعَمُوا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ كُفُوفٌ (پ ۳۰ء ۳۳)

ترجمہ :- اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خبر سے محروم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو دیا اس کو جتلیا۔ کوثر آپ کا حوض ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت میں ایک نہر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے خیر کثیر مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شفاعت ہے، بعض کہتے ہیں معجزات کثیرہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں نبوت ہے بعض کہتے ہیں کہ مغفرت ہے۔

پھر آپ کے دشمن کو آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اور اس پر اس کی بات کو رد کر دیا۔ اور فرمایا۔ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ كُفُوفٌ۔ یعنی آپ کا دشمن ابتر ہے۔ ابتر حقیر ذلیل کو کہتے ہیں یا مفروشا کو کہتے ہیں۔ یا وہ شخص کہ جس میں بہتری نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (پ ۱۳ء ۶)

ترجمہ :- اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

بعض کہتے ہیں سبع مثنیٰ پہلی لمبی سورتیں ہیں۔ اور قرآن عظیم ام القرآن ہے، بعض کہتے ہیں سبع مثنیٰ ام القرآن ہے اور قرآن عظیم باقی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سبع مثنیٰ وہ ہے کہ قرآن میں جو امر و نہی بشارت و ڈرانا مٹائیں، نہتوں کا شمار کرنا ہے۔ اور ہم نے آپ کو قرآن عظیم کی خبر دی۔

بعض کہتے ہیں کہ ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ کو مثلی اس لئے کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں اس کو پڑھا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مستثنیٰ کر لیا ہے۔ آپ کے لئے اس کو ذخیرہ بنایا ہے۔ اور انبیاء کو نہیں دیا۔ اور قرآن کو مثلی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قصے دوبارہ آتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں یعنی آپ کو سات کرامات کے ساتھ ہم نے عزت دی۔ یعنی ہدایت، نبوت، رحمت، شفاعت، ولایت، تعظیم، سیکرہ

اور فرمایا کہ نہ

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الْيَقِينِ لِيُثَبِّتَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (پ ۱۳ ع ۱۲)

ترجمہ :- اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کرو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

اور فرمایا کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَلَّامًا بَشِيرًا وَنَذِيرًا (پ ۲۲ ع ۹)

ترجمہ :- اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دینا اور ڈر سناتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَسْمِعُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يُوْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :- اے لوگو میں تم سب کی طرف اسی اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

قاضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ پس یہ آپ کے خصائص ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

Marfat.com

فرمایا ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (پ ۱۳ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔

سو ان کو اپنی قوم کے لئے خاص کیا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ إِلَى الْأَشْمَلِ وَالْأَسْوَدِ فِي سِرْخٍ أَوْ سِيَاهٍ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلنَّبِيُّ اَوَّلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یہ نبی مومنین کی اپنی جانوں سے زیادہ ان کی محبت کا مستحق ہے۔ اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اہل التفسیر کہتے ہیں۔ یعنی جو کچھ ان کے بارہ میں حکم جاری کریں۔ جیسا کہ سردار کا حکم اپنے غلام پر ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ماننا اپنے نفس کی رائے سے بہتر ہے۔ اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ یعنی وہ حرمت میں ماؤں کی طرح ہیں 'ان کا نکاح آپ کے بعد ان سے حرام ہے۔ یہ آپ کی عزت اور خصوصیت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ آپ کی جنت میں بیویاں ہوں گی۔ اور یہ بھی قرأت ہے۔ وہو اب لہم یعنی آپ ان کے باپ ہیں۔ اور اب تک یہ لفظ نہیں پڑھا تھا۔ کیونکہ قرآن کے نسخوں کے برخلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَمَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (پ ۱۴ ع ۱۴)

ترجمہ :- اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ نبوت کے ساتھ آپ کی فضیلت ہے

بعض کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ فضیلت آپ کی ازل میں ہو چکی ہے

واسطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ اس دیدار کی طرف اشارہ ہے جس کو

موسیٰ علیہ السلام نے اٹھا سکے۔

marfat.com

Marfat.com



## باب دوم

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے محاسن کو خلق اور خلق کے لحاظ سے کامل کر دیا ہے۔ اور تمام فضائل دینی و دنیاوی کو آپؐ میں ترتیب وار جمع کر دیا ہے) اے وہ شخص جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ آپؐ کے بڑے قدر کی تفصیل سے بحث کرے۔ جان لے۔ کہ انسان میں جمل و کمال کے ضروری علوات دو قسم پر ہیں۔ ایک تو دنیاوی ہیں جس کو جبلت اور دنیا کی زندگی کی ضرورت چاہتی ہے۔ اور ایک دینی کسب ہے جس سے اس کے فاعل کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف مقرب ہوتا ہے۔ پھر اس کے بھی دو فن ہیں۔ اس میں سے ایک تو وہ ہے کہ دو وصفوں میں سے ایک کے لئے خالص ہو جائے اور اس میں سے بعض وہ ہے۔ کہ ملتے اور داخل ہوتے ہیں۔ لیکن محض ضروری وہ ہیں کہ وہ مرد کو اس میں اختیار و کسب نہیں جیسے کہ اس کی پیدائش میں کمال خلقت و جمل صورت قوت عقل صحت فہم فصاحت زبان قوت حواس و اعضاء اعتدال حرکات شرف نسب عزت قوی بزرگی زمین یعنی وطن شریف ہو۔ اسی کے ساتھ وہ باتیں ملی ہوئی ہیں۔ کہ جن کی طرف زندگی کی ضرورت بلاتی ہے۔ مثلاً "خوراک" "نیند" "لباس" "مکان" "نکاح" "مل و جلاہ اور کبھی یہ آخری علوات جبکہ ان سے تقویٰ اور بدن کی مدد طریق آخرت پر مقصود ہو۔ اور وہ ضرورت حدود و قواعد شرعیہ پر ہوں۔ لیکن آخری اعمال یہ ہیں تمام اخلاق عالیہ۔ آداب شرعیہ دینیہ "علم" "حلم" "صبر" "شکر" "عدل" "زہد" "تواضع" "عفو" "عفت" "سخاوت" "شجاعت" "حیاء" "مروت" "خاموشی" "سکون" "وقار" "رحمت" "حسن ادب و معاشرت وغیرہ جس کا مجموعہ حسن خلق ہے۔ اور کبھی یہ وہ اخلاق ہیں کہ جو بعض لوگوں کی اصل طبیعت و پیدائش میں ہوتے ہیں۔ اور بعضوں میں نہیں ہوتے۔ تو اس کو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میں اس کی اصل پیدائش کا شعبہ ہو جیسا کہ اس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اخلاق جب کہ ان سے اللہ کی رضامندی اور دار آخرت کا ارادہ نہ ہو تو دنیوی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب محاسن و فضائل عقل سلیمہ و ایمان کے پیرائے ہیں ان کے حسن و تفصیل

کے سبب میں اختلاف ہو گا۔

## فصل ۱

قاضی کہتے ہیں کہ جب کمال و جلال کے عادات وہ ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ہم اپنے میں سے ہر زمانہ میں ایک یا دو کو دیکھتے ہیں کہ اگر اتفاق ہو گیا تو ان اخلاق سے مشرف ہو جاتا ہے یا نسب کی وجہ سے یا جمل سے یا قوت یا علم یا حلم یا شجاعت یا سخاوت سے حتیٰ کہ اس کی قدر بڑی ہو جاتی ہے۔ اس کے نام کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ دلوں میں اس کا یہ وصف قرار پا جاتا ہے اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ اس کی عظمت بیٹھ جاتی ہے اور یہ بات گزشتہ پرانے زمانوں سے چلی آتی ہے۔ پھر تمہارا اس شخص کی بزرگی قدر کا کیا خیال ہے کہ جس میں یہ تمام خصلتیں جمع ہیں۔ جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور گفتگو میں نہیں آسکتیں۔ اور جو کسب و حیلہ سے نہیں پائی جاتیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ وہ خاص کسی کو دے دے یعنی فضیلت، نبوت، رسالت، خلعت، محبت، برکزدگی، سیر، (ملکوت) دیدار قرب، نزدیکی، وحی، شفاعت، وسیلہ، فضیلت، درجہ بلند، مقام محمود، براق، معراج، تمام دنیا کی طرف بعثت انبیاء کو نماز پڑھانا، انبیاء اور امت پر گواہی دینا، اولاد آدمؑ کی سرداری، صاحب عرش کے نزدیک حمد بشارت ڈرانے کا مرتبہ، متبوع کا وہاں پر جھنڈا ملنا۔ امانت، ہدایت، رحمت، عالمین، رضاء سوال، کوثر، بات کا سننا، نعمت کا پورا ہونا، گزشتہ و مابعد امور سے معافی۔ شرح سینہ بوجھ کا دور کرنا، ذکر کا بلند کرنا، فتح کی عزت دینا، سکینہ کا اتارنا، ملائکہ سے تائید کرنا، کتب و حکمت سے معافی، قرآن عظیم کا دینا، امت کو پاک کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا، اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا درود پڑھنا، لوگوں میں حکم کرنا، جو خدا آپ کو دکھاتا ہے۔ ان سے تکلیف و عیالات، مشککہ کا دور کرنا۔ آپ کے نام کی قسم کھانا۔ آپ کی دعاؤں کا قبول کرنا۔ پتھروں و حیوانوں کا آپ سے باتیں کرنا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ کر لکھنا، تھوڑی چیز کا بہت ہو جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آفتاب کا لوٹنا، اشیاء کا بدلنا، رعب سے مدد دینا۔ عیب پر اطلاع دینا، دل کا علیہ ہونا، کھوکھوں کا تسبیح کرنا، درودوں یا رپوں کا اچھا کرنا۔

لوگوں کے شر سے بچانا وہاں تک کہ ان کو کوئی عقل نہ گھیر سکتی ہے۔ اور اس کے علم پر سوائے اس کے دینے والے اور اس کو فضیلت دینے والے خدا کے اور کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کے سوا جو کچھ اس نے آپ کے لئے دار آخرت میں بڑے بڑے مرتبے اور پاک درجے نیکیاں اور زیادتی دی ہیں۔ جن سے ورے عقلیں ٹھہر جاتی ہیں۔ اور ہم ان کے اور اک سے پہلے حیران رہتا ہے۔

## فصل ۲

خدا تجھے عزت دے۔ اگر تو یہ کہے کہ اس بیان سے ”مجملاً“ اتنا تو معلوم کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں سے قدر ”اعلیٰ“ ہے مرتبہ آپ کا سب سے بڑا ہے۔ محاسن و خوبیوں میں سب سے کامل تر ہیں۔ اور تم کامل خصل کی تفصیل کے بیان میں اچھے مذہب کی طرف گئے ہو۔ تو مجھ کو اس امر نے شوق دلایا۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف تفصیلات پر مطلع ہو جاؤں۔

تو جان لے، اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا دل منور کرے۔ اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مجھ میں اور تجھ میں زیادہ کرے۔ کہ جب تم نے ان کامل خصلتوں کو دیکھ لیا جو کہ کمانے سے نہیں ملتیں۔ اور وہ پیدائشی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقیناً ”تو نے پایا ہو گا۔ کہ آپ ان تمام خصائل کے جامع ہیں۔ اور مختلف اقسام کی نیکیوں کے احاطہ کرنے والے ہیں۔ اور اس میں تمام ناقصین اخبار و احادیث کا اتفاق ہے۔ اختلاف نہیں۔ بلکہ ان میں درجہ یقین تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ کی صورت و خوبصورتی مناسبت اعضا میں تو بہت سی صحیح احادیث مشہورہ آچکی ہیں۔ منجملہ ان کے ان صحابہ کرام یعنی علی۔ انس بن مالک، ابو ہریرہ، براء بن عازب، ام المومنین عائشہ ابن ابی ہالہ، ابو جحیفہ، جابر بن ثمرہ۔ ام معبد۔ ابن عباس، معرض بن معیتب، ابوالطفیل غدا، خالد خرم بن فاتک حکیم بن خرام وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گورے رنگ والے، سیاہ چشم، فراخ چشم، سرخ ڈورے والے، لمبی پلکوں والے، روشن چہرہ والے، باریک ابرو والے، بلند بینی، کشادہ

دندان، گول چہرہ والے (لیکن لبائی لئے ہوئے) فراخ پیشانی والے تھے، بھری ہوئی ریش والے جو کہ سینہ کو بھر لیتی تھی۔ (یعنی اس کے مقابل تک رہتی کیونکہ یہ بھی آیا ہے کہ آپ قبضہ سے نیچے کٹایا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ متوسط درجہ کی تھی) آپ کا شکم سینہ برابر تھا۔ کشادہ سینہ والے، بڑے کندھوں والے، بھری ہوئی ہڈیوں والے، مونٹے بازوؤں اور پاؤں اور پنڈلیوں والے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ میں بڑی طاقت تھی۔) (اور بخاری میں ہے کہ آپ کو تمیں مردوں کی طاقت دی گئی) آپ کی ہتھیلیاں فراخ اور قدم چوڑے تھے۔ آپ کی اطراف یعنی ہاتھ پاؤں لمبے تھے، آپ کا بدن مبارک جو برہنہ ہوتا تھا۔ بہت چمکتا تھا۔ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک دھاگا سا تھا۔ آپ میانہ قد تھے نہ تو بہت بڑے لمبے اور نہ بہت چھوٹے اور باوجود اس کے جو سب سے لمبا شخص اگر آپ کے پاس کھڑا ہوتا تو آپ اس سے لمبے ہوتے تھے۔ (یہ آپ کا معجزہ تھا) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے بل مبارک نہ تو بالکل سیدھے نہ بلدار تھے۔ جب آپ ہنستے تو بجلی کی طرح دانتوں میں سے چمک ظاہر ہوتی تھی اور بادل کے اولوں کی طرح تھے (صفائی و چمک میں) جب آپ کلام کرتے تو یوں دیکھا جاتا۔ کہ ایک نور ہے۔ جو آپ کے دانتوں سے نکلتا ہے۔ گردن آپ کی بہت خوبصورت تھی۔ نہ تو آپ کا چہرہ بہت بھرا ہوا تھا۔ نہ لاغر تھا۔ بلکہ آپ کا بدن مبارک (جسم سے) ملا ہوا تھا۔ ہلا گوشت تھا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی بالوں والے کو جس کے بال کندھوں تک نکلتے ہوں۔ سرخ لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خوبصورت نہیں دیکھا۔ گویا آفتاب آپ کے چہرہ سے چمکتا تھا۔ اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ کا چہرہ تلواری کی طرح چمکتا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ آفتاب و چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا چہرہ گول تھا۔ ام معبد نے جو آپ کی تعریف کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ دور سے بہت خوبصورت معلوم ہوتے

تھے۔ اور قریب سے بھی حسین معلوم ہوتے تھے۔

اور ابن ابی ہالہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ کے وصف میں آخری الفاظ یہ ہیں۔ کہ جو شخص آپ کو اتفاقاً دیکھتا تو دوڑ جاتا تھا۔ اور جو آپ سے مل جاتا۔ تو آپ سے محبت کرتا۔ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا تھا۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔ آپ کی تعریف میں احادیث بہت سی مشہور ہیں۔ ہم ان سب کو نہیں لکھتے۔ بلکہ ہم آپ کی تعریف نکات پر کفایت کرتے ہیں۔ اور مجملہ "ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے۔ کہ جس میں اس مطلب کے لئے کفایت ہے۔ اور ان فصول کو ہم نے ایک ایسی جامع حدیث پر ختم کر دیا ہے۔ کہ جس پر تو انشاء اللہ تعالیٰ واقف ہو جائے گا۔

### فصل ۳

لیکن آپ کے جسم کی طہارت آپ کی ہوا اور پینہ کی خوشبو آپ کا میلون جسم کے علیحدہ رہنے کا بیان یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں ایسے خصائل سے خاص کیا تھا کہ وہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے تھے۔ پھر حق سبحانہ نے ان کو شرع کی طہارت فطرت کے دس خصائل سے کمال کر دیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **بَيْنِي وَالْبَيْتِ مَلَأَ بِطَهَارَةِ دِينٍ** کی بنیاد طہارت پر ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی سفیان بن العاص اور دوسروں نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حبیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جعفر بن سلیمان نے ثابت سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے

بڑھ کر کسی غبر کو نہ مشک کو ہرگز نہیں دیکھا۔

جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے رخسارے کو اپنے ہاتھ مبارک سے چھوا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ہاتھ مبارک میں ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی۔ گویا کہ آپ نے عطار کے ڈبہ میں سے ہاتھ نکالا ہے۔

اور جابر کے سوا اور کی روایت میں ہے کہ خواہ آپ نے خوشبو لگائی ہوتی یا نہ ہوتی۔ جس سے آپ معافی کرتے تو وہ سارے دن تک اس کی خوشبو پاتا۔ آپ کسی بچہ کے سر پر ہاتھ مبارک رکھتے تو وہ اور بچوں میں خوشبو کے باعث پہچانا جاتا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر سو گئے۔ اور آپ کو پسینہ آگیا۔ تب انسؓ کی والدہ ایک شیشی لائی۔ اور اس میں آپ کے پسینہ مبارک جمع کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس کی بابت پوچھا۔ تو کہا ہم اس کو اپنی خوشبو میں رکھیں گے۔ اور یہ نہایت عمدہ خوشبو ہے۔ بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کوچہ میں سے ہو کر گزرتے تھے۔ پھر کوئی شخص اس کوچہ سے گزرتا۔ تو وہ خوشبو کی وجہ سے پہچان جاتا۔ کہ آپ اوہر سے گزرے ہیں۔ اسحق بن راہو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آپ کی خوشبو بلا (عارضی) خوشبو کے ہوتی تھی۔ یعنی ذاتی خوشبو تھی۔

مزنی اور حلی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے (سواری پر) بٹھلا لیا۔ تب میں نے آپ کی مہربوت کو اپنے منہ میں بطور لقمہ کے لے لیا۔ تو کستوری کی خوشبو کی پٹ مجھے آتی تھی۔ بعض محدثین جو کہ اخبار و شائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقل ہیں کہتے ہیں کہ جب حضور بڑے استنجے کا ارادہ کرتے تھے۔ تو زمین پھٹ جاتی تھی۔ اور آپ کا بول و براز نکل جاتی تھی۔ اور اس جگہ سے عمدہ خوشبو ظاہر ہوتی تھی۔

محمد بن سعد کاتب واقفی نے اس میں ایک حدیث عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی تھیں کہ آپ پاخانہ جاتے ہیں۔ تو ہم وہاں پر کوئی اثر پاخانہ کا نہیں دیکھتے۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ اے عائشہ تجھے معلوم نہیں کہ زمین ان فضلات کو نگل جاتی ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام سے نکلتے ہیں۔ سو ان سے کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث گو مشہور نہیں۔ لیکن ایک گروہ اہل علم کہتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز پاک تھا۔ اور یہی بعض اصحاب شافعیہ کا قول ہے۔ اس کی امام ابو نصر بن صلیح نے اپنی کتاب شامل میں حکایت کی ہے۔ اور ان دونوں قولوں کو علماء سے اس بارہ میں ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں فروع ماکہ اور اس مسائل کی تخریج میں کہ ان کے مذہب پر تفریعات شافعیہ واقع نہیں ہوئیں۔ بیان کیا ہے اس کا شاید یہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود میں کوئی ایسی شے نہیں تھی۔ جو کہ مکروہ ہو اور عمدہ نہ ہو۔ اور اس میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ پھر میں دیکھنے لگا کہ کوئی شے جیسے میت سے نکلتی ہے نکلی ہو گی۔ لیکن میں نے کوئی شے نکلتے ہوئے نہ دیکھی۔ تو میں نے کہا (یا رسول اللہ) آپ زندگی اور موت میں پاک اور صاف ہیں۔ اور یہ کہا کہ آپ کے بدن مبارک سے ایسی خوشبو نکلی جو کبھی ہم نے ایسی خوشبو نہ پائی تھی۔

ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ نے کہا تھا۔ جبکہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کو بوسہ دیا تھا۔ اور اس میں سے یہ ہے کہ مالک بن سنانؓ نے کہ جنگ احد کے دن آپ کا خون (آپ کے زخم میں سے) پی لیا تھا۔ (اس کو چوسا تھا) اور آپ نے اس کو جائز قرار دیا تھا۔ اس کو یہ فرمایا تھا۔ کہ اس کو آگ ہرگز نہیں پہنچے گی۔

ایسا ہی عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی سینگی کے خون کو پی لیا۔ تب آپ نے ان کو فرمایا تھا کہ تجھ کو لوگوں سے دہل اور ان کو تجھ سے دہل اور اس پر انکار نہ فرمایا۔ اور اسی قسم کا آپ نے ایک عورت کے بارہ میں جس نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ فرمایا تھا۔ کہ تجھ کو پیٹ کی بیماری کبھی نہ ہو گی۔ اور ان میں سے کسی کو یہ حکم نہ دیا

کہ تم اپنا منہ دھو ڈالو۔ اور نہ دوبارہ ایسا کرنے کا منع فرمایا۔ اس عورت کی حدیث جس نے کہ آپ کا بول پایا تھا۔ صحیح ہے۔ دار قطنی نے مسلم و بخاری کی طرح صحت میں التزام کیا ہے۔ اس عورت کا نام بروکنہ ہے۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بنت ام ایمن ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیالہ لکڑی کا ہوتا تھا۔ جو آپ کی چارپائی کے نیچے رہتا تھا۔ جس میں آپ رات کو بول کیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے (ایک دفعہ) جو اس کو دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ تو بروکنہ سے اس کی بیت دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں رات کو انھی اور پیاسی تھی۔ سو میں نے لائلیٰ میں پی لیا۔ اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ، بلف کٹی ہوئی پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت آمنہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا تھا کہ جس میں کسی قسم کی ٹپاکی نہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کبھی آپ کا ستر نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی۔ کہ میرے سوا اور کوئی غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص میرے ستر کو دیکھے گا۔ اندھا ہو جائے گا۔

عکرمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ تھے۔ یعنی آپ کا وضو آپ کے نزدیک محفوظ تھا غفلت نہ ہوتی تھی۔

فصل ۴

آپ کی کامل عقل اور اس کی ذکوت۔ قوت حواس۔ فصاحت زبان، اعتدال



حرکات حسن ثنائی کا بیان یہ ہے۔

بالمزور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند تھے۔ ان سے زیادہ ذکی تھے۔ جو شخص آپ کی تدبیر میں غور کرے گا یعنی آپ کے باطنی و ظاہری خلق آپ کی سیاست علم و خاصہ اس کے ساتھ آپ کے عجیب خصائل عجیب حالات علاوہ اس کے آپ کے علم کی زیادتی کہ جس کو شرع نے ثابت کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ کہیں سے پڑھا ہو نہ پہلے کوئی مشق کی ہو۔ نہ کتب کا مطالعہ کیا ہو۔ تو اس کو آپ کے غلبہ عقل اور تیز فہمی میں کوئی شک نہ ہو گا۔

اور وہب بن منبہ نے یہ کہا ہے کہ میں نے اکثر کتابوں میں (جو کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں) پڑھا ہے۔ اور ان سب میں یہ پایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند اور رائے میں افضل ہوں گے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے ان کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کی ہے اس کے خاتمہ تک تمام لوگوں کو جو عقل دی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ دنیا کی تمام ریتوں کے مقابلہ میں ریت کا ایک دانہ ہے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے۔ تو اپنے پیچھے ایسا ہی دیکھتے جیسا کہ آگے دیکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کی گئی ہے۔ وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ یعنی سجدہ کرنے والوں میں تمہاری نگاہ کو دیکھتا ہے۔

اور موطا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ رَأَيْتُ لَا رَأْيَ لِي وَلَا لَكُمْ بَيْنَ وَرَاءِ ظَهْرِي بِالشَّيْءِ میں اپنے پیچھے سے تم کو دیکھتا ہوں۔

اور ایسا ہی انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ کہا کہ یہ زیادتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حجت اور صحت نبوت میں زیادہ کیا ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ لَا تَنْظُرُونِ وَلَا رَأْيَ كَمَا أَنْظُرُ إِلَى مَنْ بَيْنَ يَدَيَّ میں اپنے پیچھے ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔

بقی بن مخلد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔

اور بہت سی صحیح روایات ہیں کہ آپ نے ملائکہ اور شیاطین کو دیکھا ہے۔ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے دکھائی دیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ کی پڑھائی۔ اور بیت المقدس بھی دکھائی دیا۔ جب کہ آپ نے قریش کا حل بتلایا۔ اور کعبہ بھی دکھا دیا گیا۔ جبکہ آپ نے اپنی مسجد (نبوی) بتائی۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ ثریا (کھیتوں) میں گیارہ تارے دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ سب آنکھ کے دیکھنے پر محمول ہے۔ اور یحییٰ احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے۔ اور بعض ادھر گئے ہیں کہ اس سے مراد علم ہے۔ لیکن ظاہر عبارات اس کے مخالف ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کا محال نہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے خواص و خصائل میں سے ہے (بلکہ آپ کے اتباع میں اولیائے کرام کے ایسے واقعات ہیں۔ کہ وہ دور سے ہر ایک شے دیکھ لیتے ہیں۔ کَمَا يَخْفَى عَلَى الْمُتَّبِعِ حَالَاتِهِمْ جِيسَا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد عبداللہ بن احمد عدل نے اپنی کتاب سے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن مقرئ فرغانی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ام القاسم دخترابی بکر نے اپنے باپ سے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شریف ابو الحسن علی بن محمد حسنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمد بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن سلیمان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمد بن مرزوق نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ہمام نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن نے قلاوہ سے وہ یحییٰ بن طلحتہ سے وہ ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ لَمَّا تَجَلَّى لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُبِيرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَافِ  
لَيْبِزِ الظُّلُمَاءِ مَسِيرَةَ فَوَاسِحَ۔

ترجمہ: فرمایا جب اللہ عزوجل نے یوسف علیہ السلام پر تجلی کی۔ تو وہ چوٹی کو صاف پتھر اندھیری رات میں سات فرسنگ تک دیکھ لیتے تھے۔

اور اس پر کچھ بعید نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے بعد

ان باتوں اور فائدہ کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہوں۔ جو اس باب میں ہم نے ذکر کی ہیں۔ اس وجہ سے کہ اپنے رب کے بڑے نشانات کو دیکھ۔

اور حدیثوں میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکنہ (پسلوان) کو جو کہ اپنے زمانہ میں بڑا قوی پسلوان تھا پچھاڑا تھا۔ آپؐ نے اس کو اسلام کی دعوت کی تھی۔ (پھر وہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو رکنہ کو زمانہ جاہلیت میں پچھاڑا تھا (لیکن اصل یہ ہے کہ وہ رکنہ ہی تھا۔ ابو رکنہ صحیح نہیں۔ کمانی اشرح) وہ بہلور بلات ورت تھا۔ تین دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پچھاڑا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تیز چلنے والے کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے نیچے لیٹی جاتی تھی۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے دوڑے جاتے تھے۔ لیکن آپ اپنی نرم رفتار سے چلتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت میں یہ بھی ہے کہ ہنسا تبسم ہوتا تھا اور جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے متوجہ ہوتے۔ اور جب آپ چلتے تو اچھی رفتار سے چلتے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف ڈھلتے ہیں۔

## فصل ۵

آپ کی فصاحت زبان و بلاغت کلام کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت میں اعلیٰ مقام پر تھے۔ اور ایسے موقع پر تھے۔ کہ جو مشہور تھا۔ آپ کی طبیعت سلیس تھی۔ لطیف البیانی میں بڑھے ہوئے تھے۔ مختصر کلامی میں پورے تھے۔ آپ کے الفاظ صاف تھے۔ کلام قوی ہوتا تھا۔ معانی صحیح ہوتے تھے۔ تکلف نہ ہوتا تھا۔ آپ کو جوامع الکلم دئے گئے تھے۔ حکمت کے عجائبات سے خاص کئے گئے تھے۔ عرب کی زبان کا آپ کو پورا علم تھا۔ ہر ایک قبیلہ سے آپ ان کی زبان میں کلام کرتے تھے۔ ان کی بولیوں میں آپ ان سے بلاغت میں معاوضہ کرتے تھے۔ یہاں تک

کہ اکثر مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے آپ کے کلام کی شرح پوچھا کرتے تھے۔ جو شخص کہ آپ کی حدیث و حالات میں غور کرے تو وہ اس کو جان لے گا۔ اور ثابت کرے گا۔

آپ کا کلام جو قریش و انصار سے ہوتا تھا۔ وہ ایسا نہیں تھا۔ جیسا کہ اہل حجاز و نجد سے ہوتا تھا۔ جس طرح کہ آپ نے ذی الشعار ہمدانی سے طعنہ نہدی قطن بن حارثہ ملیح، شعبہ بن قیس وائل بن حجر کندی وغیرہم سے کلام کیا۔ جو کہ حضر موت کے سردار اور یمن کے بادشاہ تھے۔ آپ کے خط کو دیکھو جو کہ آپ نے ہمدان کی طرف لکھا تھا یہ تھا کہ تمہارے لئے ٹیلے پست زمین اور سخت زمین ہے۔ تم اس کی لاوارث زمین میں جانور چراؤ۔ ہم کو ان کے جانوروں اور کھجوروں میں سے وہ مال ہے کہ جو عہد امانت سے سپرد کریں اور زکوٰۃ میں سے ان کے لئے بورے اونٹ اور اونٹنی کے بچے بوڑھی گائے جو کہ چرنے کے لئے نہ بھیجی جائے۔ اور مینڈھا جو کہ سرخ رنگ ہو (چھوڑ دیا جائے گا) اور ان پر زکوٰۃ میں وہ گائے اور بکری ہے جو کہ چھنے سل میں شروع ہو اور وہ گھوڑا جو کہ پانچویں سل میں پہنچ جائے۔

اور آپ کے اس فرمانے کو جو نہد کو فرمایا تھا۔ دیکھو کہ خداوند ان کے خالص دودھ اور لسی اور تھلے دودھ میں برکت دے۔ ان کے بادشاہ کو بہت سلطنت دے۔ اور ان کے تھوڑے پانی کو بہت کر دے۔ اور ان کے مال و اولاد میں برکت دے۔ جو نماز پڑھتا رہے گا۔ وہ مسلمان ہو گا۔ جو زکوٰۃ دیتا رہے گا۔ وہ نیکو کار ہو گا۔ اور جو شخص اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ وہ مخلص ہو گا۔ اے اولاد نہد حالت شرک کی امانتیں اور وظائف شہی تمہارے پاس ہی رہیں اور نہ روکو زکوٰۃ میں۔ زندگی میں حق سے تجاوز نہ کرو نماز میں سستی نہ کرو آپ نے ان کے لئے وظیفہ نصف میں فرائض کو لکھا کہ تمہارے لئے بوڑھا اونٹ یا گائے ہے۔ اور جو ابھی بچے ہوں اور وہ گھوڑا باگ اور سواری والا جو کہ اڑی کا ہے۔ تمہارے جانوروں کو چراگاہ سے نہ روکا جائے گا۔ تمہارے بڑے درخت قطع نہ کئے جائیں گے۔ دودھ والے جانور کو روکا نہ جائے گا۔ جب تک تم دل میں نفاق نہ

رکھو گے اور نقص عہد کا اظہار نہ کرو گے۔ جو اقرار کرے اس پر عہد کا وفا اور اس کا ذمہ ہے۔ جو انکار کرے گا تو اس پر زیادتی ہے۔ یعنی جزیہ ہو گا۔

اور آپ کا وہ خط جو کہ اواکل بن حجر کو سرداران ملوک یمن کی طرف لکھ کر دیا تھا۔ اس میں یہ تھا۔ کہ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری دی جائے۔ جو کہ واپس نہ ہو نہ موٹی ہو۔ متوسط درجہ کی دیا کرو اور خزانہ ملے تو اس سے پانچواں حصہ دو۔ جو شخص کنوارا زنا کرے تو اس کو سو درہ مارو۔ اور ایک سال اس کو وطن سے نکل دو۔ اور جو شادی شدہ زنا کرے۔ تو اس کو پتھروں سے مار ڈالو۔ دین میں سستی اور بے پرواہی نہیں۔ اور نہ خدا کے فرائض میں کوئی پردہ داری ہے۔ ہر نشہ دار چیز حرام ہے۔ اور اواکل بن حجر سرداروں کے امیر تھے۔ (اور آپ کے فرمان کی وجہ سے فخر کرتے تھے)

اس خط کی عبارت اس خط سے کہاں ملتی ہے۔ جو کہ صدقہ کے بارہ میں حضرت انسؓ کے لئے لکھی تھی۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی باتیں اس حد تک تھیں اور ان کی بلاغت اس طرز کی تھی۔ اور ان کے استعمال میں اکثر یہی الفاظ آیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال کیا۔ تاکہ لوگوں پر وہ باتیں ظاہر کریں۔ جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔ اور تاکہ لوگوں کو وہ باتیں سنائیں جن کو وہ جانتے ہیں۔

اور جیسے آپ کا کلام عطیہ سعدی کی حدیث میں کیونکہ اوپر کا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے کا ہاتھ دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ لینے والا ہے۔ عطیہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ہمارے لغت میں کلام کیا۔ اور جیسے کہ حدیث عامری میں جبکہ اس نے آپ سے پوچھا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ اپنے سے سوال کر یعنی جو چاہتا ہے پوچھ اور یہ لغت بنی عامر کی ہے۔ اور آپ کا معمولی کلام آپ کی فصاحت معلومہ آپ کے کلمات جامعہ آپ کی حکمتیں منقولہ تو وہ ہیں۔ کہ جن میں لوگوں نے دیوان لکھے ہیں۔ ان کے الفاظ و معانی میں کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے الفاظ ہیں کہ جن کی فصاحت کا مقابلہ اور ان کی بلاغت کا معروضہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمام مسلمانوں کے خیال میں یہ ہے کہ ان کا ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی

سعی کرتا ہے (یعنی اس کا ذمہ بھی قتل اعتبار ہے۔ اگر کسی کو ادنیٰ آدمی پناہ دے تو سب پر اس کی وفا لازم ہے) اور مسلمانوں کا ہاتھ اور ان کی قوت اپنے مخالفین پر ہے۔ (یعنی باہمی متفق ہو کر مخالفوں سے مقابلہ کریں) اور آپ کا یہ فرمانا ہے کہ لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ مرد اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ ایسے شخص کی محبت میں کوئی بہتری نہیں۔ جو کہ تیرے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو کہ تو اس کے لئے پسند کرے۔

لوگ معدنیات ہیں۔ جو شخص اپنی قدر بچانے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ جس سے مشہور کیا جائے وہ ائین ہوتا ہے۔ وہ جب تک کلام نہ کرے مخار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو کہ اچھی بات کہے۔ تو اس نے نعمت حاصل کی یا چپ رہا تو قیام کیا۔ آپ کا یہ فرمانا ہے کہ اسلام لایق جائے مگر اسلام لا تھو کو دوہرا اجر دے گا۔

تم میں سے میرے نزدیک وہ شخص زیادہ پیارا اور قیامت کے دن میرے پاس زیادہ قریب ہو گا۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ متواضع اور فروتن وہ لوگ ہیں جو کہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کا یہ قول کہ شاید کہ وہ لا یعنی کلام کرتا رہا ہو۔ اور بے فائدہ بکل کرتا رہا ہو۔ اور دور خا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا نہیں ہوتا۔ آپ کا قیل و قیل کثرت سوال و مل ضلوع کرنے سے منع کرنا اور لینے اور ماؤں کی نافرمانی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرنا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جہاں کہیں ہو ڈرتا رہو۔ برائی کے پیچھے نکل کر وہ اس کو مٹا دے گی لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آ۔ کاموں میں سے بہتر ان کی اوسط ہے۔ دوست سے تھوڑی دوستی رکھ۔ کیونکہ شاید وہ کسی دن تیرا دشمن بن جائے۔ کہ ظلم قیامت کے دن ظلمتیں ہوں گی۔ بعض دعا میں آپ کا یہ فرمانا کہ خداوند! میں تجھ سے رحمت مانگتا ہوں کہ جس سے تو میرے دل کو ہدایت کرے اور میرے کام کو جمع کر دے۔ میری پرانگی کو جمع کر دے۔ میرے دل کو درست کر دے۔ میرے ظاہر کو اس سے بلند کر دے۔ میرے عمل کو پاکیزہ کر دے۔ میری درستی کو بٹا دے۔ اور میری الفت کو لوٹا دے۔ یعنی جمع کر دے۔ مجھ کو ہر بھلائی سے بچاؤ۔

خداوند! میں تجھ سے قضا کے وقت کامیابی اور شہیدوں کا مرتبہ سعیدوں کی زندگی دشمنوں پر فتح مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ جن کو ایک جماعت محمد ثین نے دوسری جماعت سے روایت کیا ہے۔ یعنی آپ کے مقالات آپ کی مجالس آپ کے خطبے آپ کی دعائیں آپ کے جوابات آپ کے عمد و بیان ایسے ہیں کہ کسی کو ان میں اختلاف نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اقوال اس مرتبہ کے فصیح و بلیغ ہیں۔ کہ اور کلام کو اس پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ اور ایسی سبقت کو گھیرا ہے کہ جس کی قدر اور شان معلوم نہیں ہو سکتی۔

آپ کے وہ کلمات جمع کئے گئے ہیں کہ جن سے بڑھا نہیں جاتا۔ اور کوئی اس پر قادر نہیں کہ اپنے قلب میں ان کو ڈھل کر ویسا ہی بیان کرے۔ جیسے آپ کا یہ فرمانا کہ نور گرم ہوا یعنی لڑائی بھڑکی۔ وہ اپنی موت مرا یعنی بلا ضرب و قتل وغیرہ۔

مومن ایک سو راخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا۔ نیک بخت وہ ہے کہ دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔ ایسے ہی دوسرے کلمات ہیں جو کہ اس کے مضمون کے دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالتے ہیں۔ اور وہ ادنیٰ الفاظ کے فکر میں پڑ جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اعلیٰ درجہ کے الفاظ۔ بلاشبہ آپ کے صحابہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہم نے کسی کو حضور سے بڑھ کر فصیح نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے کون روکتا ہے۔ بحالیکہ قرآن میری زبان میں اترا ہے۔ صاف عربی زبان میں۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ میں عرب میں زیادہ فصیح ہوں۔ مگر یہ ہے کہ میں قریش میں سے ہوں۔ اور بنی سعد میں میری پرورش ہوئی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنگی فصاحت و شیریں کلامی و مضبوطی اور قریوں کی خالص بولی (عربی) جمع کر دی گئی۔ آپ کے کلام میں رونق تائید الہی سے بھی ہوئی۔ جس کی مدد وہ وحی ہے۔ کہ جس کے علم تک بشر کا علم احاطہ نہیں کر سکا۔ ام معبد نے آپ کی کلام و فصاحت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ آپ شیریں کلام تھے۔ نہ کم کلام کرنے والے نہ زیادہ بولنے والے تھے۔ آپ کا کلام ایک موتی کے دانہ تھے۔ جو کہ پہلے جاتے ہیں۔ آواز بلند و خوش آواز تھے۔ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم۔

## فصل ۶

آپ کے نسب کا شریف ہونا آپ کے شر اور مقام پیدائش کا بزرگ ہونا تو ایک ایسا امر ہے کہ جس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس میں کوئی امر مشکل و مخفی ہے۔ کیونکہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے منتخب اور قریش کی نسل میں خالص ہیں عرب میں اشرف اور ان میں قوم کے لحاظ سے عزیز تر ہیں۔ اپنے والدین کی طرف سے آپ شرک کے ہیں۔ جو کہ شرور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک زیادہ مکرم ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی قاضی القضاۃ حسین بن محمد صوفی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الولید سلیمان بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر عبد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عتبہ بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے عمرو سے وہ ابو سعید بقری سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا  
فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الْآثَوَى كُنْتُ مِنْهُ

ترجمہ:- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک میں بنی آدم کے بہت قرونوں سے بھیجا گیا ہوں۔ قرن بعد قرن کے یہاں تک میں اسی قرن میں سے ہوا کہ جس میں ہوا۔

وَمَنْ مَبَايِسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي  
مِنْ خَيْرِهِمْ مِنْ خَيْرِ قُرُونِهِمْ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْأَنْبِيَاءَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي  
مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا

ترجمہ:- اور عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے





ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھا۔ فرشتے آپ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پیٹھ میں ڈالا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْبَطْنِي اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ فِي صَلْبِ آدَمَ وَجَعَلَنِي فِي صَلْبِ نُوحٍ وَقَذَفَنِي فِي صَلْبِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللَّهُ تَعَالَى يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ وَالْأَرْحَامِ الظَّاهِرَةِ حَتَّى أَخْرَجَنِي بَيْنَ أَبَوَيَّ لَمْ يَلْقِيَا عَلَى سِفَاحٍ قَطُّ

ترجمہ:- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پھر مجھ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں اتارا۔ پھر نوح علیہ السلام کی پیٹھ میں اور پھر مجھ کو ابراہیم کی پیٹھ میں (آگ میں) ڈال دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسی طرح بزرگ پشت درپشتوں اور پاک رحموں میں بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے والدین سے مجھ کو ظاہر کیا۔ جو کبھی حرام کے مرتکب نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی صحت پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وہ شعر مشہور ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں انہوں نے کہا تھا (جو آگے آئے گا)

فصل ۷

زندگی کی ضرورت جس امر کی متقاضی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سو وہ تین قسم پر ہیں۔ ایک قسم تو کمی کی فضیلت میں ہے اور ایک قسم اس کی کثرت کی فضیلت میں ہے۔ اور ایک وہ قسم ہے جس کے مختلف حالات ہیں۔ قلت کی طرح اور کمال بالاتفاق یعنی عاداتاً و شرعاً بہر حال ہے۔ مثلاً غذا اور خیر کو دیکھو کہ عرب و حکماء اس کی کمی کی ہمیشہ تعریف کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کی کثرت کی برائی۔ اس لئے کہ بہت کھانا اور پینا شہوت و حرص کی دلیل ہے۔ اور شہوت کا غلبہ دنیا اور آخرت میں ضرر کا باعث ہے۔ جسم کی بیماریوں اور عقل نفس و امتلاء دماغ کو پیدا کرتا ہے۔ جس

کی قلت قناعت نفس کے قابو پر دلالت کرتی ہے۔ شہوت کا توڑنا۔ صحت صفائی۔ طبیعت۔ تیزی ذہن کا سبب ہے۔ جس طرح بہت سونا سستی اور کم ہمتی و ضعف کا سبب ہے۔ تیزی ذہن کا نہ ہونا۔ سستی و عاجزی کی علامت ہے فائدہ کاموں میں عمر کے ضائع کر دینے دل کی سختی و غفلت و موت کا باعث ہے۔ اس پر شاہد یہ ہے کہ یہ بالضرور معلوم ہے اور مشاہدہ پایا جاتا ہے اور بتواتر گزشتہ امتوں گزشتہ حکماء اشعار عرب کے کلام اور ان کے اخبار و صحیح احادیث و آثار سلف و خلف سے منقول ہے۔ جس پر گواہی کی ضرورت نہیں ہم نے اس کو اختصار کے لئے اور اس لئے کہ یہ مشہور بات ہے ترک کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں قسموں یعنی غذا اور نیند میں سے بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ اور آپ کی یہ وہ علامت ہے کہ جس پر انکار نہیں کیا جاتا۔ یہ وہی علامت ہے کہ جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ان دونوں کا باہمی ربط ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی صوفی حافظ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل اصفہانی نے کما حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم حافظ نے کما حدیث بیان کی ہم سے سلیمان بن احمد نے کما حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن سل نے کما حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن صالح نے کما حدیث بیان کی ہم سے معلویہ بن صالح نے کہ مجھ سے سحبی بن جابر نے مقدم بن معد یکرب سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

كَأَمَلًا ابْنُ آدَمَ وَكَأَمَلًا شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ أَكْلًا يَتْلِقُمَنْ صُلْبَهُ۔

ترجمہ۔ ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر برا برتن نہیں بھرا ہے۔ آدم کے فرزند کو چند لقمہ کافی ہیں کہ جو کہ اس کی پیٹھ کو قائم رکھیں۔

اور اگر ضروری زیادہ کھانا ہے تو ٹمٹ کھانے کے لئے ٹمٹ پینے کے لئے اور ٹمٹ سانس کے لئے رکھے۔ اور اس لئے کہ نیند کا زیادہ آنا کھانے کی وجہ سے ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تھوڑے کھانے سے رات کی بیداری کا مالک بنایا جاتا ہے۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ زیادہ مت کھلایا کرو پھر پانی زیادہ پیو گے اور زیادہ سوو گے پھر بہت نقصان پاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت پیارا وہ کھانا ہوتا تھا کہ جو مل کر کھلایا جلوے۔ یعنی جس پر زیادہ ہاتھ پڑیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر مبارک کبھی سیر ہو کر نہیں بھرا۔ آپ اپنے گھر میں ہوتے تو کبھی ان سے کھانا نہ ملتے اور نہ اس بات کی خواہش ظاہر کرتے۔ اگر وہ لوگ آپ کو کھانا دیتے تو کھا لیتے اور جو کچھ دیتے وہ قبول فرماتے۔ جو پینے کو دیتے پی لیتے۔

اس پر بریرہ کی حدیث سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آپ کا فرمانا کہ میں ہڈیاں میں گوشت نہیں دیکھتا کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء تھا کہ گھر والوں کو آپ کے بارہ میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ (صدقہ) آپ کو حلال نہیں۔ تب آپ نے اس سنت کو بیان کر دیا۔ جب ان کو دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے نہیں پیش کرتے باوجود یہ کہ آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ آپ پر اپنے آپ کو ترجیح نہیں دیا کرتے تب آپ نے ان کے گمان کو سچا کیا۔ اور جس بات سے وہ جمل تھے وہ ان سے بیان کر دی۔ اور یہ فرما دیا کہ بریرہ کے لئے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

لقمان کی حکمت میں ہے کہ اے فرزند عزیز جب تو معدہ کو بھرے گا تو تیری فکر سو جائے گی۔ حکمت گونگی ہو جائے گی۔ عبادت سے اعضاء بیٹھ جائیں گے۔

سخن فرماتے ہیں کہ جو شخص اتنا کھائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے تو اس کے لئے علم مناسب نہیں۔ یعنی علم کے قابل نہیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اما ان فلا اکس متکئا۔ لیکن میں تو تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

تکیہ لگانا یہ ہے کہ کھانے کے لئے سہارا لینا۔ بیٹھنے میں کمال اعمو یہ ہے کہ چوکڑی مار کر بیٹھنے اور اس شکل پر بیٹھنے والا بہت کھانا کھاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کا کھانا اس طرح ہوتا تھا کہ پاؤں کے بل بیٹھتے۔ اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا رکھتے اور فرماتے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسا کہ غلام کھاتا ہے۔ اور بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔ اور محققین کے نزدیک حدیث تکبیر والی کے معنی یہ نہیں کہ ایک طرف میلان ہو۔ اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند تھی۔ کہ حضور تھوڑا سویا کرتے تھے۔ اس میں صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ اور باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **إِنَّ مَبْنِئَنَا مَائِدٌ وَلَا يَتَأَمُّ قَلْبِي مِثْرَى أَنْكَبِيسٍ** تو سوتی ہیں۔ لیکن میرا دل نہیں سوتا، آپ کی نیند دائیں پہلو کی طرف ہوتی تھی۔ اس سے کم سونے میں مدد لیتے تھے۔ کیونکہ بائیں طرف دل اور اس کے متعلق اعضاء بائیں کے آرام کے لئے سونا زیادہ خوش گوار ہے کیوں کہ بائیں طرف ان کا میلان ہوتا ہے۔ پھر یہ امر نیند کے استغراق و طول کے لئے مقتضی ہے۔ اور جب سونے والا دائیں طرف ہوتا ہے تو اس کا دل معلق اور بے قرار رہتا ہے۔ سو جلدی افادہ ہوتا ہے۔ اور استغراق اس کو پورا نہیں گھیرتا۔

## فصل ۸

دوسری قسم جس کی کثرت کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور اس کی زیادتی پر فخر ہو سکتا ہے وہ نکاح اور بلند مرتبہ ہے۔ نکاح تو شرعاً و علوئاً بالاتفاق ممدوح ہے کہ یہ کمال و محنت مردانگی کی دلیل ہے۔ علوت میں ہمیشہ اس کی کثرت پر فخر کرنا مشہور ہے۔ اسے تعریف کرنا پرانی سیرت ہے۔ لیکن شرع میں تو یہ سنت منقولہ ہے۔ اور بیشک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے اس امت میں افضل وہ ہے کہ جس کی عورتیں زیادہ ہیں۔ اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں (کیونکہ آپ کی بیویاں زائد تھیں)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک فرمایا ہے کہ **تَنَا كَحُومًا تَنَا سَلُومًا وَبِكُمْ الْأُمَمُ** تم نکاح کیا کرو اور نسل بڑھاؤ۔ کیونکہ میں تم سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

آپ نے متبت یعنی نکاح چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے۔ بلوجودیکہ اس میں شہوت کا توڑنا اور آنکھوں کا پست کرنا ہے۔ اور ان دونوں چیزوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول سے متنبہ کیا ہے کہ جو شخص قدرت (مہر و نفقہ کی) رکھتا ہے وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو پست کر دیتا ہے۔ اور شرم گلہ کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ علمائے نکاح کو زہد میں نقصان نہیں خیال کیا۔

سل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک عورتیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں۔ تو پھر اس میں زہد کیسا ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح ابن عباس نے کہا ہے اور بلاشبہ زاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر عورتیں اور لونڈیاں رکھتے تھے۔ نکاح زیادہ کرتے تھے۔ اس بارہ میں حضرت علی۔ حسن۔ ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے کثرت نکاح کرنا بیان کیا گیا ہے۔

اکثر علمائے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے پاس رنڈوا ہو کر جائے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ نکاح اور اس کی کثرت کیونکر محمود ہو۔ حالانکہ یہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہیں۔ جن کی خدائے تعالیٰ تعریف کرتا ہے۔ کہ وہ حضور تھے یعنی عورتوں سے رکے ہوئے تھے اب خدائے تعالیٰ نے بلوجودیکہ وہ ایسی فضیلت سے عاجز تھے کیوں ان کی تعریف کی اور یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں جو کہ عورتوں سے الگ رہے ہیں اور اگر وہ امر ہوتا جو تم کہتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یحییٰ علیہ السلام کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ حضور تھے۔ یعنی عورتوں سے رکے ہوئے تھے۔ اب خدائے تعالیٰ نے بلوجودیکہ وہ ایسی فضیلت سے عاجز تھے کیوں ان کی تعریف کی۔ اور یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں جو کہ عورتوں سے الگ رہے ہیں۔ اور اگر وہ امر ہوتا جو تم کہتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یحییٰ علیہ السلام کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ حضور تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ نامرد تھے یا ان کا ستر نہ تھا بلکہ اس پر بڑے بڑے مفسرین اور علما نے انکار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ نقص و عیب ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے لئے مناسب نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ گناہوں سے معصوم تھے۔ یعنی گناہ نہ کرتے تھے گویا

ان سے رکے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو شہوتوں سے مانع تھے۔  
بعض کہتے ہیں کہ ان کو عورتوں کی خواہش نہ تھی۔

اب تم کو ان سب معانی سے معلوم ہو گیا۔ کہ نکاح پر قدرت نہ ہونا نقصان کی بات ہے۔ اور بزرگی یہ ہے کہ قدرت تو موجود ہو لیکن اس کو توڑے یا مجاہدہ کے ساتھ جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا یا خدا کی طرف سے کفایت ہو۔ جیسے کہ یحییٰ علیہ السلام کا حال تھا۔ یہ فضیلت زائدہ ہے۔ کیونکہ شہوت اکثر اوقات شغل میں ڈالتی ہے۔ اور دنیا کی طرف اتار دیتی ہے۔ پھر یہ اس شخص کے حق میں کہ اس پر قدرت دیا گیا ہو۔ اور اس کا مالک بنایا گیا ہو۔ اس میں ضروری امر پر قیام کرے۔ اور وہ رب سے اس کو نہ روکے۔ بڑا درجہ ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی درجہ تھا۔ کہ آپ کو بیویوں کی کثرت اپنے رب کی عبادت سے نہ روکتی تھی۔ بلکہ اس نے آپ کی زیادتی میں اور زیادتی کی۔ کیونکہ آپ نے ان کو پاکدامن عقیقہ بنا دیا۔ آپ ان کے حقوق کو ثابت رکھتے تھے۔ ان کے لئے کسب کرتے تھے۔ ان کو ہدایت کرتے تھے بلکہ آپ نے تصریح کی۔ کہ ان کی کثرت ان کے دنیاوی حظ میں سے نہیں اگرچہ اور لوگوں کے لئے یہ دنیا کے حظ میں سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین (چیزیں) پسند ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ نے جو عورتوں، خوشبو کا ذکر کیا۔ وہ تو لوگوں کی دنیا کی چیزیں ہیں۔ لیکن آپ کا استعمال کرنا دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے ہے۔ بوجہ ان فوائد کے جن کا ہم نے نکاح میں ذکر کیا ہے۔ اور فرشتوں کی ملاقات کی وجہ سے خوشبو میں رہتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ خوشبو جملع پر بوسعتیختہ کرتی ہے اور مدد دیتی ہے۔ اس کے اسباب کو حرکت دیتی ہے۔ اور ان دونوں علوتوں سے آپ کو محبت غیر (یعنی عورتوں اور ملائکہ کی وجہ) سے تھی۔ لیکن محبت خاص ذات باری سے اپنے مولا کے جہوت کے مشاہدہ اور اس کی مناجات میں آئی۔ اس لئے دونوں محبتوں میں فرق کر دیا۔ دونوں حالتوں کو جدا ہٹا دیا۔ اور فرمایا کہ

marfat.com

Marfat.com

نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر دی جاتی ہیں۔

سواب آپ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ ان کے فتنہ سے کفایت میں برابر ہو گئے۔ اور عورتوں کے ساتھ قیام کرنے سے ان دونوں پر فضیلت میں برتر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے تھے۔ جو اس میں قوت دئے گئے تھے۔ اور بہت ہی دئے گئے تھے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آزاد عورتیں بہ نسبت امت کے زیادہ مباح کر دی گئی تھیں۔

ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں رات یا دن میں گیارہ بی بیوں کے پاس جاتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ نکالا اس کو نسائی نے اسی طرح ابو رافع سے مروی ہے۔ خلاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جماع میں تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ ایسا ہی صفوان بن سلیم سے روایت ہے آپ کی لونڈی آزلو شدہ سلمیٰ کہتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات اپنی نو بیبیوں کے پاس گئے اور دوسری کے پاس آنے سے پہلے آپ غسل کر لیتے تھے۔ اور فرمایا یہ بہت اچھا اور عمدہ ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات کو سو عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ یا ننانویں کے پاس۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ان کی بیٹھ میں سو مرد کی طاقت تھی۔ اور ان کی تین سو بیسیاں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔ نقاش وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ان کی سات سو بیسیاں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی باوجود زہد اور اپنے ہاتھ کی کمائی کرنے کے ننانویں عورتیں تھیں۔ اور لوریا کی بیوی سے سو پوری ہوئی تھیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس قول سے میرا بھائی ہے اس کی ۹۹ دنیاں ہیں خبر دی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ فُضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بِأَرْبَعٍ بِالسَّخَاةِ وَالشُّعَاعَةِ وَكَثْرَةِ الْجَمَاعِ وَقُوَّةِ الْبَطْنِ



مجھ کو لوگوں پر چار باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت۔ شجاعت۔ کثرت جماع۔ قوت گرفت۔

لیکن جاہ و مرتبہ سو عقلا کے نزدیک علوتا عمدہ اور تعریف کے قابل ہے۔ اور اس کے جاہ کے موافق لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں یہ فرمایا ہے کہ وَجِبْہَا تَرَفِی اللہُ نَبِیًّا وَآلَاخِرَہُ وہ دنیا اور آخرت میں وجہ تھے، لیکن اس کی آفتیں بہت ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے آخرت کے فائدہ کے لئے مضر ہے۔ اسی لئے جس نے اس کی برائی کی ہے۔ اس کو برا کہا ہے۔ اور اس کے ضد کی مدح ہے۔ اور شرع میں گناہ کی تعریف اور زمین میں بلندی اور جاہ کی مذمت آئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے یہ مرتبہ دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و ہیبت و حشمت، زمانہ جاہلیت میں یعنی نبوت سے پہلے اور بعد نبوت دی تھی۔ حالانکہ کفار مکہ آپ کو جھٹلاتے تھے۔ آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کے درپے تھے مگر خفیہ طور پر یہاں تک کہ جب سامنے آجاتے تھے۔ تو آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ آپ کی حاجت پوری کرتے تھے۔ اس بارہ میں آپ کی خبریں مشہور ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اور بلاشبہ جس شخص نے آپ کو پہلے دیکھا نہ ہوتا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر ڈر جایا کرتا تھا جیسا کہ قبلہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب اس نے آپ کو دیکھا تو وہ ڈر کے مارے کلپ اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ اے مسکین عورت تو تسلی رکھ۔

ابی مسعود کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا تو کانپنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ گھبرا مت نرمی اختیار کر۔ کیونکہ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔

اور آپ کا بڑا مرتبہ نبوت و شرافت رسالت و صفوت و کرامت میں جو دنیا میں ہے نہایت اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت میں اولاد

آدم میں سردار ہیں۔ اسی فصل کے مطلب میں ہم نے اس تمام قسم کو لکھا ہے۔

## فصل ۹

لیکن قسم ثالث کہ جس کے ساتھ مدح کی جاتی ہے۔ اس کے سبب سے فخر کیا جاتا ہے۔ اس سے فضیلت دی جاتی ہے۔ اس کے مختلف حالات ہیں۔ جیسے کثرت مل کیونکہ مالدار فی الجملہ عام لوگوں میں بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کا یہ اعتقاد اس کی نسبت ہوتا ہے کہ یہ مل کی وجہ سے اپنی حاجت براری کرے گا۔ اس کے سبب اس کی اغراض پوری ہوں گی۔ درنہ فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں۔ اور جب مل اس صورت کا ہو۔ اور مالدار اس کو اپنی ضروریات اور ان لوگوں کی ضروریات میں جو اس کے پاس اس سے امید رکھ کر آتے ہیں۔ ان کے موقعوں پر خرچ کرے۔ بحالیکہ بلندیوں اور نیک ذکر دلوں میں لوگوں کی عزت کا خریدار ہو۔ تو دنیا داروں کے نزدیک اس شخص کی فضیلت ہے اور جب وہ اس کو نیکی کی اقسام اور اس کے راستوں میں خرچ کرے۔ اس سے اللہ اور دار آخرت کا ارادہ کرے۔ تو ہر حال میں یہ سب کے نزدیک فضیلت ہے۔ اور جب مالدار اس میں بخیل ہو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے۔ اس کے جمع کرانے پر حرص ہو۔ تو اس کی کثرت عدم کے برابر ہو گی۔ اس کے صاحب میں نقصان ہو گا۔ وہ مل سلامتی کے راستہ پر اس کو کھڑا نہ کرے گا۔ بلکہ اس کو بخیل کے رذیل گڑھے اور کینگی کی مذمت میں ڈال دے گا۔

پس اب مل کی تعریف و فضیلت تعریف کرنے والے کے نزدیک فی نفسہ نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے اس کی تعریف ہے کہ وہ غیر کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ اور اپنے محل خرچ میں خرچ ہوتا ہے۔ اب اس کا جمع کرنے والا جب اس کے مقلد پر خرچ نہ کرے اور اس کو اقسام خیرات میں صرف نہ کرے۔ تو وہ حقیقت میں بے پروا نہیں۔ اور دراصل وہ غنی نہیں۔ اور نہ کسی عقلمند کے نزدیک قابل تعریف ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ فقیر ہے۔ اپنی کسی غرض تک نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ جو مل اس کے ہاتھ میں ہے جو اس کو اغراض تک پہنچانے والا تھا۔ اس کو اس پر غلبہ نہیں دیا گیا۔ اب یہ اسی شخص کی

طرح ہو گیا۔ جو غیر کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کا اپنا مال نہیں۔ گویا کہ اس کے ہاتھ میں اس سے کچھ بھی نہیں۔ خرچ کرنے والا شکم سیر غنی ہو گا۔ اس نے مال کے فوائد حاصل کئے ہیں۔ اگرچہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی مال نہ ہو۔

اب تم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک کو دیکھو مال میں آپ کی عادت دیکھو کہ آپ کو زمین کے خزانہ دئے گئے تھے۔ شہروں کی کنجیاں دی گئیں تھیں۔ آپ کے لئے غنیمتوں کا مال حلال کر دیا تھا۔ آپ کے پہلے کسی نبی پر یہ مال حلال نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ملک حجاز یمن اور تمام جزیرہ عرب اور جو اس کے قریب شام عراق تھا۔ فتح ہو چکا تھا۔ ان کا خنس اور جزیرہ اور صدقہ لایا جاتا تھا۔ اور بلو شاہوں کے لئے اس میں سے بالکل تھوڑا آتا تھا۔ مختلف ولایات کے بلو شاہ آپ کو تحفے بھیجتے تھے۔ آپ ان میں سے اپنے لئے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور نہ ایک درم ان میں سے روک لیتے۔ بلکہ اس کو محل تصرف میں خرچ کر دیتے۔ غیر کو اس سے غنی بنا دیتے۔ مسلمانوں کو اس سے قوی بناتے اور فرماتے کہ مجھے یہ خوش معلوم نہیں ہوتا۔ کہ میرے پاس احد کے برابر سونا ہو اور رات کو میرے پاس اس سے ایک دینار رہے۔ مگر وہ دینار جو قرض کے لئے لے لوں۔

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں بہت سی اشرفیاں آئیں۔ تو آپ نے ان سب کو تقسیم کر دیا۔ ان میں سے چھ باقی رہ گئیں۔ تو وہ ایک بیوی کو دے دیں۔ آپ کو ابھی نیند نہ آئی تھی کہ آپ اٹھے اور ان کو تقسیم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب مجھے راحت حاصل ہوئی۔

آپ نے ایسے حل میں انتقال فرمایا کہ آپ کی ذرہ عیال کے خرچ میں گرو پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے خرچ اور لباس مکان میں اس قدر پر بس کیا ہوا تھا کہ جتنی ضرورت دانی ہو۔ اور ماسوا میں زاہد تھے۔ آپ وہ لباس پہن لیتے جو مل جاتا۔ اکثر آپ چادر اور گاڑھا کپڑا اور لٹھی گاڑھی پہنتے اور حاضرین پر دبا کی قبائیں جو کہ سنہری ہوتیں تقسیم کرتے۔ اور جو حاضر نہ ہوتا اس کے لئے اٹھا رکھتے۔ کیونکہ لباس اور زینت میں بزرگی و جلال کی خصلت سے نہیں۔ یہ تو صرف عورتوں کی زینت ہے۔

اور بہتر وہ لباس ہے جو کہ پاک و صاف ہو اور متوسط درجہ کا ہو۔ اور ایسا ہو کہ اس کے ہم جنس پہنتے ہوں۔ اپنے ہم جنسوں کی مروت کو نہ توڑے۔ طرفین کی شہرت تک نہ پہنچے۔ (یعنی نہ تو اعلیٰ درجہ کا ہو نہ زیادہ ذلیل ہو) شرع نے بے شک اس کی مذمت کی ہے۔ لوگوں کے نزدیک علوتاً اس میں زیادہ فخر کرنا فخر پیدا کرتا ہے۔ کہ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اور میں خوش حال ہوں۔ ایسا ہی عمدہ اور بڑے مکان سے سلان۔ خلوموں، سوار یوں پر فخر کرنے کا حل ہے۔ اور جو شخص کہ زمین کا مالک ہو یعنی بادشاہ ہو جائے اور اس کی طرف تمام جگہ سے مل قیمت و جزیہ و صدقت آتے ہوں۔ پھر وہ ان سب کو زہد کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ مل کی فضیلت کا جامع ہے۔ اور اس خصلت سے فخر کا مالک ہے۔ اگر یہ فضیلت اس پر فخر کو بدھانے والی ہو (ورنہ فی نفسہ مل فضیلت نہیں) اور آپ کرم و حسب میں اصل ہیں۔ کیونکہ ظنی اشیا سے زہد کرتے تھے۔ اور جہاں لوگ بخل کرتے ہیں وہاں خرچ کرتے تھے۔

## فصل ۱۰

وہ خصل جو کہ اخلاق حمیدہ آداب شریفہ سے حاصل ہوں۔ اور ایسے خلق کی فضیلت پر تمام عقلا متفق ہیں۔ اور ایسے شخص کی جو ان میں سے ایک خلق سے موصوف ہو عزت کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ ایک خلق سے زائد رکھتا ہو۔ شرع نے ان تمام اخلاق کی تعریف کی ہے۔ ان کا حکم دیا ہے۔ اور جو ان اخلاق سے آراستہ ہو۔ اس کو دائمی سعادت کا وعدہ دیا ہے۔ اور بعض کی تو یوں تعریف کی ہے کہ یہ اجزاء نبوت میں سے ہے۔ اسی کا نام حسن خلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ نفس کے قوی و اوصاف میں اعتدال اور اوسط میں درجہ ہو۔ اس کے اطراف کی طرف میلان نہ ہو۔ اور یہ سب کا سب ہمارے نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق تھا۔ جو اپنے کمال میں اختتام تک اور اعتدال میں اپنی غایت تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انک لعلی خلق عظیم، بیشک آپ بڑے خلق میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن قبل اس کی رضامندی سے راضی ہوتے تھے۔ اس کی ناراضگی سے ناراض تھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُعِثْتُ لَكُمْ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اور اخلاق کو پورا کروں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق میں سب لوگوں سے برہ کر تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ محققین نے ذکر کیا ہے کہ آپ اخلاق پر اصل خلقت و اول فطرت میں پیدا کئے گئے تھے یہ امر آپ کو سوائے خدا تعالیٰ کی عنایت اور ربانی خصوصیت کے کسب اور ریاضت سے حاصل نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح باقی پیغمبروں کا حال ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کے حالات پچپن سے ان کے مبعوث ہونے تک کے مطالعہ کئے ہیں۔ اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ جیسا کہ عیسیٰ موسیٰ یحییٰ سلیمان وغیرہم علیہم السلام کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ بلکہ ان میں یہ اخلاق پیدائشی موجود تھے۔ علم و حکمت ان کی فطرت میں امانت رکھی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَتَيْنَاهُ الْوَعْدَ صَبِيحًا۔ ہم نے اس کو حکمت لڑکپن میں دے دی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو کتاب اللہ کا علم لڑکپن میں دیا تھا۔

معمر کہتے ہیں کہ وہ دو سال یا تین سال کے تھے کہ بچوں نے ان سے کہا۔ تم کیوں نہیں کھیلتے۔ تو جواب دیا کہ کیا میں کھیل کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ مَعِدًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ صَدَقَ۔ وہ کلمت اللہ کی تصدیق کرنے والا تھا۔ یہ کہا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی اس وقت تصدیق کی۔ کہ وہ تین سال کے تھے۔ تب انہوں نے اس لئے گواہی دی کہ وہ کلمت اللہ اور اس کی روح ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کی اس وقت تصدیق کی تھی۔ کہ جب وہ اپنی ماں

کے پیٹ میں تھے۔ یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں اس بچہ کو جو میرے پیٹ میں ہے دیکھتی ہوں۔ کہ وہ اس بچے کو جو تیرے پیٹ میں ہے سجدہ کرتا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کی جو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا تھا تصریح کی ہے جب کہ اس کو جتنا تھلہ کہ اس نے یہ کہا کہ غم نہ کھا اس قرأت پر جس میں کہ من تعنتہا ہے۔ یعنی اس نے جو نیچے اس کے تھلہ اور اس شخص کے قول کے موافق کہ عیسیٰ پکارنے والا تھلہ اور مدد میں اس کے کلام کی تصریح کی ہے۔

پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ اَتَانِی الْكِتَابَ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا مِّنْ خِدا کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَهَمَّسْنَا مَا سُلِّمَنا وَكَلَّمَا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وَقَدْ ذُكِّرُونَ مُحِیْمٌ سُلِّیْمٌ وَهُوَ صَبِیٌّ ہم نے وہ مقدمہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا سلیمان کے حکم کرنے کا جبکہ وہ بچے تھے۔

یہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ عورت سنگسار شدہ اور لڑکے کے مقدمہ میں ان کے باپ داؤد علیہ السلام نے ان کی افتدا کی تھی۔

طبری نے کہا ہے کہ ان کی عمر جبکہ ان کو ملک دیا گیا تھا بارہ سال کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ یہ ہے کہ آپ نے اس کی واڑھی پکڑ لی تھی بحالیکہ وہ بچے تھے۔

مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَلَقَدْ آتَيْنَا اِبْرٰهٖمَ دُشَعًا مِّنْ قَبْلُ بے شک ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی ہدایت دی تھی۔ یعنی ان کو بچپن میں ہدایت دی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی طرف خدا نے فرشتہ بھیجا وہ خدا کی طرف سے حکم دیتا تھا کہ اس کو دل سے پہچانیں۔ اور زبان سے ذکر کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک میں نے ایسا کیا ہے۔ یہ نہ کہا کہ میں کروں گا۔ سو یہ ان کا رشد تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا اور ان کا بلا میں پڑنا اس

وقت تھا جبکہ ان کی عمر ۸ برس کی تھی۔ اسحق علیہ السلام کی آزمائش بھی اس وقت ہوئی جبکہ سات سال کے تھے۔ (مشہور اور منج مقام ابتلاء ذبح میں اسماعیل علیہ السلام ہیں کَمَا مَلَيْهِ الْمُعْتَبَرُ) اور ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں 'چاند' آفتاب سے دلیل پکڑنا اس وقت تھا جبکہ آپ پندرہ سال کے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس وقت وحی کی تھی جبکہ وہ بچے تھے۔ اور بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوْصِيَا لَيْكُمَا لَتُنَبِّئَهُمَا بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ بلاشبہ تم ان کو اس کام کی ایسے حال میں خبر دو گے اور علم ہوں گے 'وغیرہ آیات جن کا حال ذکر کیا گیا ہے۔

اہل سیر نے بیشک یہ بیان کیا ہے کہ آمنہ بنت وہب نے خبر دی ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیدا ہوئے تھے تو آپ نے زمین کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے اور سر کو آسمان کی طرف اونچا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے کہ۔

لَمَّا نَشَأْتُ بَغِضْتُ إِلَى الْاَوْتَانِ وَبَغِضُ إِلَى الشُّعْرُو لَمْ اَهْمُ بِشَيْءٍ مِّمَّا كَانَتْ الْجَاهِلِيَّةُ تَفْعَلُهُ اِلَّا مَرَّتَيْنِ فَمَعِصِيَةِ اللَّهِ مِنْهُمَا ثُمَّ لَمْ اَعُدْ

ترجمہ۔ جب میں جوان ہوا تھا۔ تو مجھ کو بتوں اور شعروں سے دشمنی پیدا ہوئی تھی۔ میں نے جہالت کی باتوں جو جاہلیت کے زمانہ کے لوگ کیا کرتے تھے سوائے دو دفعہ کے کبھی ارادہ نہیں کیا۔ سو خدا نے مجھ کو ان دونوں سے بچا لیا۔ پھر میں نے وہ کام نہ کیا۔

پھر یہ امر ان کے لئے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی عنایات پے درپے ہونے لگتی ہیں۔ اور ان کے معارف کے انوار چمکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس درجہ تک پہنچتے ہیں کہ خدا ان کو نبوت کے ساتھ ان خصائل شریفہ کے نہایت تک بدوں مزاوت و ریاضت کے پسند کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ جوانی اور کمال عقل کو پہنچا۔ تو اس کو حکم و علم دیا

اور ہم غیر انبیا علیہم السلام کو پاتے ہیں۔ کہ وہ ان اخلاق میں سے بعض پر پیدا ہوئے ہیں۔ نہ تمام اخلاق پر۔ اور بعض ان اخلاق پر پیدا کئے جلتے ہیں۔ تو ان پر ان سب کا حاصل کرنا خدا کی عنایت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم خدا کی مخلوق میں سے بعض بچوں کو اچھی روش اور ذہانت یا صدق زبان و سخاوت و جوانمردی پر دیکھتے ہیں اسی طرح ہم بعض بچوں کو اس کے برخلاف پاتے ہیں۔ پس کب سے ناقص کامل ہو سکتا ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ سے امر معدوم کو حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اس کا منحرف معتدل بن جاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں کے اختلاف سے لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک اس امر کی توفیق دیا گیا ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اسی لئے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خلق پیدائشی ہے یا کسبی۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ اچھا خلق بدہ میں پیدائشی ہے۔ اس کو عبد اللہ بن مسعود نے حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے۔ اور اس نے بھی یہی کہا ہے۔ اور صواب وہ امر ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

بیشک سعد بن ابی وقاصؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ **كُنْ اِنْخِلَالٍ يَطْبَعُ عَلَيْهَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا اِنْخِلَانَةً وَالتَّكْنِبَ** ہر خصلت پر مومن کی پیدائش ہوتی ہے۔ مگر خیانت و کذب نہیں ہوتی۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا ہے کہ جرات اور نامردی دونوں پیدائشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنہاں چاہتا ہے ان کو رکھتا ہے۔ یہ اخلاق محمودہ و خصائل شریفہ بہت ہیں۔ لیکن ہم ان کے اصول کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تعریف انشاء اللہ کرتے ہیں۔

## فصل ۱۱

اب اس کے فروغ کا اصل اس کے چشموں کا عنصر اس کے دائروں کا نقطہ وہ عقل ہے کہ جس سے علم و معرفت پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے روشن رائے۔ تیز ذہانت۔



صواب، سچا ظن۔ انجاموں پر نظر۔ نفس کی ضروریات۔ مجاہدہ۔ شہوت۔ حسن سیاست و تدبیر حصول فضائل۔ رذائل سے بچاؤ۔ متفرع ہوتے ہیں۔ اور ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے مرتبہ و مقام کا اور ان سب میں اور علم میں آپ کا ایسی اعلیٰ عنایت تک پہنچنے کا کہ کوئی بشر وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اشارہ کر دیا ہے۔ اور جب اس میں آپ کا بڑا مرتبہ اور جو اس سے متفرع ہوتا ہے متحقق ہے۔ اور یہ بات اس کو معلوم ہو سکتی ہے جو کہ آپ کے حالات کے مواقع کی تلاش کرے، آپ کے خصال کا مشاہدہ کرے۔ آپ کے جامع کلمات حسن فضائل عجائب حالات آپ کی احادیث و علم کا مطالعہ کرے۔ جو کہ تورات انجیل و کتب سلویہ حکماء کی حکمتوں گزشتہ امتوں کی تاریخوں اور ان کے واقعات ضرب الامثال سیاست مخلوق شریعتوں کے مقام آداب غیرہ کے اصل خصائل پسندیدہ وغیرہ مختلف علوم میں ہے۔ تو ان علما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ان میں اپنا پیشوا بنایا ہے۔ اور آپ کے اشارات کو حجت ٹھہرایا ہے۔ جیسے آپ کا خواب میں تعبیر کرنا طب حساب فرائض نسب وغیرہ کا جہت۔ جن کو ہم انشاء اللہ آپ کے معجزات میں بیان کریں گے۔ حالانکہ آپ نے نہ تعلیم پائی نہ کسی مدرسہ میں گئے نہ گزشتہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نہ ان کے کسی عالم کے پاس بیٹھے۔ بلکہ آپ نبی امی تھے۔ ان میں سے کسی علم سے مشہور نہ تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو کھول دیا۔ اور آپ کے حال کو ظاہر کیا۔ آپ کو علم سکھایا اور پڑھایا۔ یہ بات آپ کے حال کے مطالعہ و بحث سے بنیاد و ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو آپ کی نبوت پر برہان قاطع سے معلوم ہو سکتی ہے۔ پس ہم تمام قصوں اور بعض قصایا کے ذکر سے طول نہیں دیتے۔ کیونکہ ان کا مجموعہ اس قدر ہے جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی اس کو حفظ کر سکتا ہے۔ آپ کے کمال کے موافق آپ کے معارف تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا تھا۔ اور آپ کو گزشتہ اور آئندہ اور خدا کے عجائبات قدر و ملکوت اعلیٰ پر اطلاع دی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَلِكًا مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

(پ ۵ ع ۱۳)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ عقلیں اس بزرگی کے اندازے میں حیران ہیں اور زبانیں ان کی اوصاف سے درے جو ان کا احاطہ کریں یا وہاں تک پہنچ سکیں گونگی ہیں۔

## فصل ۱۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم۔ تحمل بلوجود قدرت کے معاف کر دینے اور مکروہ چیزوں پر صبر کرنے کے حل میں ہے۔ اور ان القاب میں فرق ہے۔ کیونکہ علم ایک حالت ہے کہ جس میں محرکت کے اسباب کے وقت قرار و ثبات ہو۔ اور تحمل یہ ہے کہ تکلیفوں اور موذی چیزوں کے وقت نفس کو روک لینا۔ ایسا ہی صبر ہے ان کے معانی قریب قریب ہیں۔ غصہ یہ ہے کہ معاوضہ ترک کیا جائے۔ اور یہ وہ اوصاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوب سکھایا تھا۔ اور فرمایا کہ۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

ترجمہ :- اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھيرو۔

روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ آیت اتری تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں عالم (یعنی خدا) سے پوچھ کر بتاؤں گا پھر چلا گیا۔ اور واپس آکر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ آپ اس شخص سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے۔ اور اس کو آپ دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے۔ اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں۔

اور آپ کو یہ فرمایا ہے کہ۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا آتَاكَ إِنَّ ذَٰلِكُمْ مِّنْ أَمْرِ الْأُمُورِ (پ ۱۱ ع ۱۱)

ترجمہ :- اور جو اٹلو تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ امت کے کام ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفِرَةً ذَلِكِ لِمَنْ مَّوْمِنٌ الْأَمْرُ

ترجمہ :- اور جس نے صبر اور معاف کیا۔ تو بیشک یہ امر عظیم الشان امور سے

ہے۔

اور اس میں خفا نہیں کہ آپ کا علم و تحمل بکثرت منقول ہے۔ اور بلاشبہ ہر حلیم میں کوئی لغزش اور کوئی بے قاعدہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ کہ کثرت ایذا کے باوجود آپ کا صبر اور جاہل کے اسراف پر علم ہی بڑھتا تھا۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبد اللہ محمد بن علی منطلی وغیرہ نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہ سے انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کبھی دو امر میں اختیار دیا جاتا تھا۔ تو آپ ان دونوں میں سے زیادہ آسان امر کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ جب تک کہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر گناہ کی بات ہو تو تو اس سے لوگوں کی نسبت بہت دور ہی بھاگتے تھے۔ آپ نے اپنے نفس کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ خدا کے حدود کی بے حرمتی کی جائے۔ تب آپ انتقام لیتے تھے۔

روایت کیا گیا ہے کہ جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ تو آپ کے اصحاب پر یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اور سب نے عرض کیا۔ کہ حضور ان کفار پر بددعا کریں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

إِنَّكُمْ أَبْعَثْتُمْ لَعَنًا وَ لَعْنَتِي بَعْثْتُ نَارِيَا وَرَحْمَةً أَكْثَرُ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ :- میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا۔ لیکن دعا مانگنے والا اور رحمت بھیجا گیا

ہوں۔ خداوند میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اور حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قرین ہوں۔ بیشک نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی۔ اور کہا تھا کہ رب لا تذرنی الا دخن من الکافرین و یاربا۔ (اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ) اور اگر آپ ہم پر یہ دعا کرتے تو ہم سب آخر تک ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا۔ آپ کے اگلے چاروں دانت توڑے گئے۔ آپ نے سوائے کلمہ خیر کے بددعا سے انکار ہی کیا۔ اور فرمایا کہ خداوند! میری قوم کو معاف کر دینا۔ کیونکہ وہ جلتے نہیں۔

قاضی ابو الفضل کہتا ہے خدا اس کو توفیق دے۔ کہ خیال کر اس کلام میں کس قدر بزرگی و درجات احسان حسن خلق۔ کرم نفس۔ نہایت صبر و حلم جمع ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے صرف سکوت پر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کو معاف کر دیا۔ پھر ان پر شفقت و رحمت کی ان کے لئے دعا مانگی اور سفارش کی۔ اور فرمایا۔ کہ خداوند! ان کو بخش دے یا فرمایا کہ ہدایت دے۔ پھر شفقت و رحمت کے سبب کو ظاہر فرمایا۔ اور ان کو اپنی قوم کہل۔ پھر ان کی طرف سے ان کی جہالت کا عذر کیا۔ اور فرمایا کہ بلاشبہ وہ جاہل ہیں۔ اور جب آپ سے ایک شخص نے کہل کہ آپ انصاف کریں۔ کیونکہ یہ ایسی تقسیم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں آپ نے اس سے زیادہ نہیں فرمایا کہ اس کو اس کی جہالت بتلائی۔ اس کو نصیحت کی۔ اس کو یہ کہہ کر نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ تجھے افسوس اگر میں انصاف نہ کروں گا۔ تو کون کرے گا۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام اور ناقص رہوں۔ اور اس شخص کو جو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا منع فرمایا۔

اور جب غورث بن حارث نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کو غفلت میں قتل کرے۔ دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تھنا تھے۔ اور دوپہر کو سو رہے تھے لوگ بھی سو رہے تھے۔ آپ اسی وقت بیدار ہوئے جب کہ وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ کون تم کو میرے وار سے پھلے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ۔ تب اس کے ہاتھ سے تلواریں گر پڑیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار پکڑ لی۔ اور فرمایا کہ تم کو میرے وار سے کون روکے گا۔ تو اس نے کہا کہ آپ اچھے پکڑنے والے نہیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور اس کو معاف کر دیا۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

ترجمہ :- آپ کی بڑی مہربانیوں اور معافیوں میں سے اس یہودیہ کا قصہ ہے کہ جس نے آپ کو بکری میں زہر ملا کر دیا تھا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اس نے اس کا اقرار کر لیا تھا۔

آپ نے لبید بن العاصم پر جب کہ اس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ کوئی مواخذہ نہ فرمایا تھا۔ حالانکہ آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا۔ اس کے سارے حل پر وحی آگئی تھی۔ آپ نے اس پر عتاب تک نہیں کیا تھا۔ چہ جائیکہ سزا دی ہو۔

ایسا ہی عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقین پر بلو جو اس کے کہ ان سے بڑی بات آپ کے بارہ میں قولاً و فعلاً مذکور ہوئی۔ مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ جس نے ان میں سے بعض کے قتل کا اشارہ کیا تھا فرمایا۔ کہ قتل نہ کرنا۔ کیونکہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

انسؓ سے منقول ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ پر ایک چادر گاڑنے کی حاشیہ دار تھی۔ اس کو ایک اعرابی نے سخت کھینچا۔ حتیٰ کہ چادر کے حاشیہ کا نشان آپ کی گردن مبارک پر ظاہر ہوا۔ پھر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان دونوں اونٹوں پر اس مل سے جو کہ خدا نے تجھے دیا ہے لا دو۔ کیونکہ تم مجھے نہ اپنے مل نہ اپنے باپ کے مل میں سے دیتے ہو۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ مل تو اللہ تعالیٰ کا مل ہے۔ اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ لیا جائے گا کہا اس لئے کہ آپ برائی کا بدلہ

برائی سے نہیں لیا کرتے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کے ایک اونٹ کو جو سے بھر دو اور ایک کو کھجوروں سے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک کہ خدا کی محرم چیزوں کی ہنگ نہ کی جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ مگر ایسے حل میں کہ اللہ کی راہ میں جملو کریں۔ نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ کسی عورت کو۔

آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تو ڈریو مت ڈریو مت اور اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو تجھے ہرگز اس پر قابو نہ ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید بن سعد (یہودیوں کا عالم) اسلام سے پہلے آیا اور آپ سے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ آپ کے کپڑے کو آپ کے کندھے مبارک سے کھینچ لیا۔ اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا۔ سختی سے کلام کرنے لگا پھر کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزندو تم دیر کر دینے والے اور خلاف وعدہ ہو۔ تب حضرت عمرؓ نے اس کو جھڑکا اور سختی سے اس کو جواب دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے تھے۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ ہم اس سے سوا اور بات کے تمہاری طرف زیادہ محتاج تھے مجھ کو تم اچھی طرح ادا کرنے کے لئے کہتے۔ اور اس کو اچھے تقاضے کی نصیحت کرتے۔ فرمایا کہ ابھی اس کی مدت میں تہائی باقی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اس کا مال ادا کرو اور میں صلح اس کو اور زیادہ دو۔ کیونکہ تم نے اس کو ڈرایا۔ پھر اس کے اسلام کا یہی باعث ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ نبوت کی علامات میں سے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ میں سب علامتیں دیکھ لی تھیں۔ صرف دو باقی تھیں۔ کہ میں نے ان کا امتحان نہیں کیا تھا کہ آپ کا علم آپ کی جہالت پر پردہ جائے گا۔ اور سخت جہالت آپ کے علم ہی کو برعکس کی۔ سو میں نے اس کو بھی آزما لیا۔ اور ویسا ہی پایا۔ جس طرح کہ آپ کی تعریف میں آچکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و صبر غو بوقت قدرت کی اتنی حدیثیں ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تم کو جو ہم نے صحیح اور مصنفات معتبرہ سے لے کر ذکر کیا ہے جو تواتر اور یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ آپ کا قریش کی ایذا و جالوں کی تکلیف و ایذا سے سخت مقابلہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح دی۔ اور ان میں حاکم بنایا۔ حالانکہ وہ اپنی جماعت کے استیصال اور اپنے مجمع کی ہلاکت میں شک نہ کرتے تھے۔ پھر آپ نے معافی اور درگزر پر اور کچھ زیادہ نہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اس بارہ میں کیا خیال کرتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہمتری کا گمان کرتے ہیں۔ آپ نخی بھائی ہیں اور کریم برادر زادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہی کہتا ہوں۔ جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ لَا تَتَوَبَّعَ عَلَيْكُمْ اَيُّوْمَ تَمَّ بِكُمْ سِرْزُشْخِمْ۔ تم جاؤ۔ تم آزاد ہو۔ (۳۳ ع ۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی (۸۰) مرد مقام نصیب سے فجر کی نماز کے وقت اترے۔ تاکہ رسول اللہ علیہ وسلم سے لڑیں۔ پھر وہ پکڑے گئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ۔

وَمُوَا تَدُوْا كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِطَلْحٍ مَّكْفٍ وَاَنْ اَعْطَوْكُمْ مَّا فِيْهِمْ وَكَانَ تَعْمَلُوْنَ بَيِّنًا (پ ۱۱ ع ۱)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔ اور وہی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

اور ابو سفیان کو جبکہ وہ آپ کی خدمت میں پکڑا آیا۔ بعد اس کے کہ وہ آپ پر متفرق قبائل لے کر چڑھ آیا تھا۔ آپ کے چچا اور اصحاب کو قتل کیا تھا۔ ان کو مشکہ بنایا تھا۔ آپ نے معاف فرمایا۔ اور بات کرنے میں نرمی کی۔ اور فرمایا کہ "اے ابو سفیان! افسوس! کہ تم پر یہ وقت نہیں آیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کیا ہی حلیم ہیں۔ کیا ہی ملنے والے ہیں۔ کیا ہی کریم ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی نسبت غضب سے بہت دور رہتے تھے۔ اور خوشی کی طرف بہت جلدی کرتے تھے۔

### فصل ۱۳

آپ کے جود و کرم سخاوت جو انمردی میں اور ان سب کے معانی قریب قریب ہیں۔ بعض نے ان میں کچھ فرق بھی کیا ہے۔

کرم کا تو یہ معنی کیا ہے کہ بخوشی خاطر اس امر میں خرچ کرنا کہ جس کا مرتبہ و نفع بڑا ہو اس کو جرات بھی کہتے ہیں۔ اور یہ خست کی ضد ہے۔ سادہ یہ ہے کہ بخوشی خاطر اس حق سے جو غیر کے پاس ہے دور رہنا جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ اور یہ شکار یعنی بھل کی ضد ہے اور سخاوت یہ ہے کہ بہ سہولت خرچ کرے۔ اور ایسی باتوں سے جو کہ قابل تعریف نہیں علیحدہ رہے۔ اور یہ جود ہے جو کہ تنگی کی ضد ہے۔ پس اخلاق کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی برابر نہ تھا۔ نہ کوئی معارض جس نے آپ کو پہچانا۔ وہ آپ کی تعریف کرتا تھا۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو الولید باجی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر ہروی نے کہا حدیث بیان کی ابو الیثم کشمیری اور ابو محمد سرخی ابو اسحاق بلخی نے۔ ان سب نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ فربری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے ابن المنکدر سے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کبھی سوال کیا جاتا تھا۔ تو آپ لایعنی نہیں کا لفظ کبھی نہ فرماتے تھے۔ انسؓ اور سہل بن سعدؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سے بڑھ کر نخی تھے اور رمضان شریف میں تو بہت نخی ہوتے تھے۔ اور جب آپ سے جبرئیل علیہ السلام ملتے تو سخاوت آمد می سے بھی تیز ہوتی۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے

marfat.com

Marfat.com



اس کو اس قدر بکریاں دیں جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان آگئیں۔ وہ اپنی قوم کی طرف آیا۔ اور کہنے لگا مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی سی سخاوت کرتے ہیں۔ جو کہ فاقہ سے خدا کا خوف نہیں کھاتا۔ بہت لوگوں کو آپ نے سوانٹ تک دیا۔ صفوان کو آپ نے سو دیا پھر سو دیا۔ پھر سو دیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے پہلے یہ اخلاق تھے کہ آپ سے ورقہ بن نوفل نے کہا (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا) کہ آپ تھکے ہوئے قبیل دار بے بس محتاج کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ یعنی اس کی مدد کرتے ہیں۔ آپ نے ہوازن کو ان کے قیدی لوٹا دیئے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تک تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا دیا کہ وہ اٹھانہ سکا۔

آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم آیا۔ آپ نے اس کو بوریئے پر رکھا دیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور تقسیم کرنا شروع کیا۔ کسی سائل کو رو نہ کیا۔ یہاں تک کہ سب ختم کر دیا۔ اس وقت ایک شخص نے آکر سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب میرے پاس کچھ نہیں۔ لیکن تم میرے نام پر خریدو۔ یعنی جو تم نے لینا ہو دکاندار سے لے لو۔ اور اس کی قیمت۔ محمدؐ پر رہے گی۔ جب ہمارے پاس کچھ مل آئے گا۔ تو ہم ادا کر دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر تکلیف نہیں دی کہ جس پر آپ قادر نہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کو اچھا نہ سمجھا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! آپ خرچ کرتے رہیں۔ اور عرش کے مالک سے فخر کا خوف نہ کھائیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھ کو اسی بات کا حکم ہوا ہے اس کو تندی نے ذکر کیا ہے۔

معوذ بن عفرار سے متقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک طبق اور گکڑی لایا۔ تو آپ نے مجھ کو زیور اور سنا منھی

بھر عنایت کیا۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز جمع نہ رکھتے تھے۔ آپ کے کرم و جود کی خبریں بہت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو آدھا وسق عنایت کیا (وسق وزنی ساٹھ صاع) ایک اور شخص آپ کے پاس تقاضا کرتا ہوا آیا۔ تو آپ نے اس کو پورا وسق دیا۔ اور فرمایا کہ نصف تو قرعہ ہے اور نصف بخشش ہے۔

## فصل ۱۴

شجاعت و نبلہ بھی منجملہ صفات علیہ ہے۔ شجاعت یہ ہے کہ غضب کی قوت ہو۔ مگر وہ عقل کے تابع ہو۔ نبلہ یہ ہے کہ موت کے وقت نفس مطمئن ہو۔ اور اس کے بے دھڑک فعل کی تعریف کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بے باکانہ بہادری اس مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ مشہور تھی۔ آپ پر بہت سے سخت مواقع پیش آئے۔ بڑے بڑے بہادر شجاع آپ سے کئی بار بھاگے۔ آپ ثابت قدم رہے۔ اور نہ ٹپے۔ آپ آگے بڑھتے تھے۔ پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ نہ وہاں سے سرکتے تھے۔ حالانکہ کوئی شجاع بھی ہو۔ اس کا بھاگنا بھی شمار میں آجاتا ہے۔ اور اس کے ٹل جانے کی یاد رہتی ہے۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ میں یہ ہمت نہ تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی جیان نے جو مجھ کو لکھی تھی۔ کما حدیث بیان کی ہم سے اس کے قاضی سراج نے۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اسماعیل نے۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو زید فقیہ نے کما حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کما حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کما حدیث بیان کی ہم سے ہشام نے کما حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کما حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ابو اسحق سے کہ اس نے براہ

سے سند دریاں حالیکہ اس سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ کو سفید خچر پر سوار دیکھا تھا۔ اور ابو سفیان نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ لَقَدْ التَّبِيتُ لَا حَنْبُتٌ مِّنْهُ وَهِيَ نِيَّاهُ جَوْكَ جَهْوَا نَمِيسُ۔

اور دوسرے راوی نے یہ بھی زائد کیا ہے کہ لَقَدْ بَيْنَ عَبْدِ الْمُطَلِبِ مِّنْ عَبْدِ الْمُطَلِبِ کَا بِنَا هُو۔

پس اس دن آپ سے بڑھ کر کوئی بڑا بھلا نہیں دیکھا گیا۔ ایک راوی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر سے اتر پڑے تھے۔

اور مسلم نے عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ جب مسلمان اور کفار کی مٹھ بھیڑ ہوئی اور مسلمان بھاگ نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر کو ایڑی مار کر کفار کی طرف بڑھتے تھے۔ اور میں اس کی لگام تھامے ہوئے تھا۔ اور آپ کو روکتا تھا۔ کہ جلد نہ کریں۔ ابو سفیان آپ کی رکب تھامے ہوئے تھا۔ پھر پکارا اے مسلمانو! الحدیث۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غضب میں آتے تھے۔ اور غصہ آپ کا محض اللہ ہوتا تھا۔ تو کوئی شے آپ کے غضب کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو بھلا اور صاحب حوصلہ و سختی اور (ہر معاملہ میں) خوش نہیں دیکھا۔

علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی لڑائی گرم ہوا کرتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب لڑائی سخت شروع ہوتی اور آنکھیں سرخ ہوتیں (یعنی لڑائی کی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہچاؤ کیا کرتے تھے۔ پس آپ سے کوئی بھی دشمن کے قریب تر نہیں ہوتا تھا۔ اور بلاشبہ میں نے دیکھا کہ بدر کی لڑائی کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ لی تھی۔ آپ ہم سے بڑھ کر دشمن کے قریب تھے۔ اس روز لوگوں سے بڑھ کر لڑائی میں تھے۔ اور کہتے ہیں کہ بھلا وہی شخص شمار کیا جاتا تھا جو کہ دشمن کے قریب ہونے کے وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ سب سے بڑھ کر بخئی تھے۔ سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ گھبرا گئے اور لوگ آواز کی طرف جو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوھر سے لوٹے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ آپ ان کی آواز کی طرف پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ اور خیر کی خبر لا رہے تھے۔ ابو طلحہ کے گھوڑے پر برہنہ پشت پر بیٹھ کر گئے تھے۔ اور نکوار آپ کی گردن میں لٹکتی تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ تم ہرگز نہ ڈرو۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کسی لشکر کے مقابل ہوتے تو سب سے پہلے حملہ کرتے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابی بن خلف نے جنگ احد میں دیکھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ کر نکل گئے تو میں نجات نہ پاؤں گا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جبکہ بدر کے دن آئے۔ اس سے ندیہ لیا تھا۔ کہا تھا۔ کہ میں گھوڑے کو ہر روز چنے کا ایک ٹوکرا بھرا فراق (۴ رطل) کھلاتا ہوں۔ اور تم سے اس پر چڑھ کر ٹوٹوں گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں تم کو قتل کروں گا۔ جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احد کی لڑائی کے دن دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیزی سے گھوڑا دوڑا کر آیا۔ اور مسلمان اس کے سامنے ہو گئے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اور آئے دو۔ آپ نے حارث بن محمد سے حربہ لیا۔ اور آپ نے اس کو ہلایا۔ تو کفار اس طرح بھاگے جیسے کھیاں اونٹ کی پشت سے بھاگتی ہیں۔ جبکہ وہ حرکت کرتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سامنے ہوئے۔ اور اس کی گردن میں ایک زخم لگایا۔ جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سے کئی دفعہ گرا۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس کی ایک پہلی ٹوٹ گئی۔ پھر وہ قریش کی طرف لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر لوگوں کو وہ درد

اور زخم محسوس ہوتا۔ جو مجھے ہوا ہے تو وہ سب کو قتل کر ڈالو۔ کیا اس نے یہ نہ کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ واللہ! اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تو مجھ کو قتل کر ڈالتے۔ پھر وہ مقام سرف میں مکہ سے واپس آتے ہوئے مر گیا۔

## فصل ۱۵

### حیا و چشم پوشی

حیا تو یہ ہے کہ وہ ایک رقت ہے۔ جو انسان کے چہرہ پر ایسے فعل کے وقت آتی ہے۔ جس سے کراہت کی توقع ہو یا اس کا ترک اس کے فعل سے بہتر ہے۔ اور چشم پوشی یہ ہے کہ ان باتوں سے تعافل کرنا۔ جن کو انسان طبعاً مکروہ سمجھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں بڑی حیا والے تھے۔ اور ان سے بڑھ کر برائیوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ :-

إِنَّ ذَالِكُمْ كَانَ يُؤَيِّدُ الشَّيْءَ فَيَسْتَعْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَعْيِي مِنَ الْحَقِّ وَلَئِنْ أَسْأَلْتُمُوهُنَّ مَتَّامًا فَسُئِلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِهِنَّ حِجَابٍ ذَالِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُدْخِلُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ أَبْنَاءَ ۖ إِنَّ ذَالِكُمْ كَانَ مِنْ أَثَمِ الْعَظِيمِ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :- بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرمتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پرہے کے باہر مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتاب نے اور میں نے ان کے سامنے پڑھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن قلابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم

سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ نے کہا خبر دی ہم کو شعبہ نے قتادہ سے کہا کہ میں نے عبد اللہ مولیٰ انسؓ سے سنا وہ ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باکرہ عورت سے جو کہ پردہ میں ہو بڑھ کر صاحب حیا تھے اور جب کسی شے کو آپ مکروہ سمجھتے تو ہم وہ آپ کے چہرہ سے پہچان لیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک لطیف تھا۔ آپ کا ظاہر رقیق (باریک) تھا۔ جس بات کو آپ کسی میں مکروہ سمجھتے۔ حیا و شریف النفسی کی وجہ سے اس سے رو در رو کلام نہ کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی کی طرف سے کوئی مکروہ امر کی خبر پہنچتی۔ تو یوں نہ فرماتے۔ کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے۔ کہ یوں کہتا ہے۔ لیکن یوں فرماتے تھے کہ قوم کا کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہیں یا ایسا کہتے ہیں اس سے منع کرتے تھے۔ اور کرنے والے کا نام نہیں لیتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرد آپ کی خدمت میں ایسے حل میں آیا۔ کہ اس پر زردی کا رنگ تھا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ کہا اور کسی سے مکروہ شے کی نسبت اس کے سامنے کلام نہ کرتے تھے۔ اور جب وہ چلا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر تم اس کو کہتے کہ اس کو دھو ڈالے اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کو اتار دے (تو وہ ایسا کر لیتا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو فحش گو تھے نہ عداۃ فحش کہتے تھے نہ بازاروں میں چلایا کرتے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے کرتے تھے۔ لیکن معاف کرتے تھے۔ اور درگزر فرماتے تھے۔

اور ایسا ہی بروایت عبد اللہ بن سلام اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ قورات سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ حیا کی وجہ سے آپ کی نگاہ کسی کے سامنے ٹھہرتی نہ تھی۔ اور کسی کی مکروہ چیز کو نہایت اضطراب کے وقت کہنا۔

فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

## فصل ۸

آپ کا حسن ادب و نیک سیرت اور وسیع طلق جو عام لوگوں سے تھا اس قدر ہے کہ اخبار مجھ میں بکثرت آچکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف میں فرماتے ہیں۔ کہ آپ لوگوں میں سے بڑھ کر فراخ سینہ۔ سب سے بڑھ کر سچ بولنے والے سب سے بڑھ کر نرم طبیعت۔ سب سے بڑھ کر شریف برتاؤ والے تھے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن مشرف اناطلی نے اور مجھے انہوں نے اجازت دی تھی۔ اور اس کو میں نے دوسرے محدث کے سامنے پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن جبل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن نوح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ہشام بن مروان اور محمد بن تقی نے ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے اوزاعی نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالرحمن بن اسعد بن زرارہ نے قیس بن سعد سے کہا کہ دیکھا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکایت بیان کی اس کے آخر میں کہا کہ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تو سعدؓ نے گدھا آپ کے قریب کیا۔ اس پر ایک کبیل ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ سعدؓ نے کہا کہ اے قیس! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ قیس نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم سوار ہو۔ میں نے انکار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یا تو سوار ہو یا واپس جاؤ۔ پھر میں لوٹ آیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

میرے آگے تم سوار ہو۔ کیونکہ مالک جانور کا آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الفت کیا کرتے تھے۔ ان کو نفرت نہیں ڈالتے تھے۔ ہر قوم کے کریم کی عزت کرتے تھے۔ ان پر اس کو حاکم بناتے تھے۔ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور ان سے بچتے تھے۔ بدوں اس کے کہ ان سے منہ چھپائیں یا بد خلقی کریں۔ اپنے اصحاب کی نگرانی کرتے تھے۔ ہر ہم نشین کو اس کا حصہ دیتے تھے۔ آپ کا ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا۔ کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت کے لئے نزدیک ہوتا۔ تو آپ اس پر صبر کرتے۔ حتیٰ کہ وہی آپ سے الگ ہوتا۔ جو شخص آپ سے حاجت مانگتا۔ تو اس کو دے کر ہی بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے (جس سے اس کو تسلی ہوتی)۔

آپ کا وسیع خلق تمام لوگوں پر محیط تھا۔ آپ ان کے باپ بنے ہوئے تھے۔ اور تمام امت آپ کے نزدیک حق میں برابر تھی۔ ابن ابی حاتم نے آپ کی یہی تعریف کی۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے رہتے۔ نرم خلق نرم دل تھے۔ نہ بد خلق نہ سخت کلام نہ چلانے والے نہ فحش گو نہ عیب کرنے والے نہ بڑی تعریف کرنے والے تھے۔ جس چیز کو نہ چاہتے تھے اس سے تغافل کرتے تھے۔ آپ کے فیض سے کوئی مایوس نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ :-

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ  
(پ ۸ ع ۸)

ترجمہ :- تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔ اور فرمایا۔ کہ :-

ادْفَعْ بِالَّتِي فِي يَدَيْكَ إِلَى الْكَافِرِ نَعْمَ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ (پ ۱۸ ع ۶)

ترجمہ :- سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں

marfat.com

Marfat.com



یہ بتاتے ہیں۔

جو آپ کو بلاتا اس کی بات مانتے۔ اس کا تحفہ قبول کرتے۔ اگرچہ ایک کراع یعنی پارہ گوشت کا ہوتا۔ اور اس کا بدلہ دیتے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی تھی۔ لیکن کبھی آپ نے مجھے اف یعنی اوئے کر کے نہیں پکارا۔ اور نہ کسی شے کو کہ میں نے کہا تھا یہ کیوں ایسا کیا۔ اور نہ کبھی ایسی بات کو جو میں نے ترک کیا تھا، فرمایا کہ کیوں تم نے ترک کیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی خلق نہ تھا۔ آپ کے اصحاب یا گھر والوں سے جو کوئی آپ کو بلاتا، تو آپ لبیک فرماتے۔

جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ کبھی آپ نے مجھ سے پردہ نہیں کیا۔ یعنی مجھے روکا نہیں۔ اور جب مجھے دیکھتے آپ ہنستے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے ہنسی بھی کیا کرتے۔ ان سے مل کر بیٹھتے ان سے باتیں کرتے۔ ان کے بچوں سے پیار کرتے، ان کو اپنی گود میں بٹھاتے، آزاد و غلام لونڈی، مسکین کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔ بیماروں کی خبر شہر کے آخری حصہ تک جا کر لیتے۔ معذور کا عذر قبول کرتے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آپ کے کلن میں منہ رکھ کر بات کی۔ آپ نے کبھی اپنا سر نہیں ہٹایا۔ حتیٰ کہ وہی شخص اپنا سر ہٹاتا۔ اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑتا۔ جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ چھوڑتا۔ آپ اپنا ہاتھ نہ چھوڑاتے تھے۔ آپ کو کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کہ آپ اپنے ہم جلیس کے سامنے اپنے تھنوں کو اس سے بڑھا کر بیٹھے ہوں (چہ جائے کہ پاؤں) جو آپ کو ملا پہلے آپ سلام کہتے تھے۔ اپنے اصحاب سے پہلے خود مصافحہ کیا کرتے تھے۔ کبھی آپ کو نہیں دیکھا گیا کہ صحابہ کے درمیان آپ نے پاؤں دراز کئے ہوں۔ کہ ان سے کسی کو تنگی ہو۔ جو آپ کی خدمت میں آتا۔ آپ اس کی عزت کرتے اور بہت دفعہ آپ اپنا کپڑا اس کے لئے بچھا دیتے۔

اور اپنے نیچے کا پھوٹنا اس کو دیتے۔ اور اس کو اس پر بیٹھنے کی تاکید فرماتے۔ اگرچہ وہ انکار کرتا۔ اصحاب کی کنیت مقرر کرتے ان کو ان کے بہتر ناموں سے پکارتے۔ جن سے ان کی عزت ہوتی۔ کسی کی بات کاٹتے نہ تھے۔ یہاں تک کہ وہ بڑھ جاتا۔ تو پھر آپ اس کو روک دیتے۔ منع کرنے سے یا کھڑے ہونے سے یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ نماز میں ہوتے اور کوئی آکر بیٹھ جاتا تو آپ نماز کو مختصر کر کے اس سے مطلب پوچھتے۔ جب اس سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے۔ آپ لوگوں میں سے اکثر زیادہ تبسم فرماتے۔ لوگوں میں سے نہایت ہی پاکیزہ نفس تھے۔ جب تک کہ آپ پر قرآن نازل نہ ہوتا یا وعظ نہ کرتے یا خطبہ نہ پڑھتے۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر تبسم فرماتے ہوئے نہیں دیکھا۔

انسؓ سے مروی ہے کہ مدینہ شریف کے غلام لونڈیاں صبح کے بعد جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ کی خدمت میں پانی کے برتن لاتے۔ آپ ہر ایک برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اکثر سردی کا موسم بھی آجاتا تھا۔ اس سے لوگ تھک لیا کرتے تھے۔

## فصل ۱۷

شفقت مہربانی رحمت جو تمام مخلوق پر آپ کرتے۔

سو اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے۔ **عَزَّوَجَلَّ عَلَيْنَا مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَالْمُؤْمِنِينَ** **رُؤُفٌ رَحِيمٌ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) وہ باتیں ناگوار معلوم ہوتی ہیں جو کہ تم کو تکلیف دہ ہیں۔ تم پر آپ حریص ہیں۔ مومنین پر مہربان رحیم ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہی کر کے بھیجا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے آپ کو دو نام دیئے ہیں۔ فرمایا۔ کہ مومنین پر

آپ رؤف رحیم ہیں۔

امام ابو بکر بن غورک نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے فقیہ ابو محمد عبداللہ بن محمد خشتی نے اور میں نے ان کے سامنے حدیث پڑھی۔ کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے امام الحرمین ابو علی طبری نے، کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالفاطر قاری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلووی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو طاہر نے۔ کہا خبر دی ہم کو ابن وہب نے کہا بیان کیا ہم سے یونس نے ابن شہاب سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیا۔ اور حنین کا ذکر کیا۔ تب آپ نے صفوان بن امیہ کو سواونٹ دئے پھر سو دئے پھر سو دئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ سعید بن مسیب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ صفوان نے یوں کہا۔ کہ واللہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دیا۔ جو کچھ کہ دیا۔ اور وہ تمام مخلوق میں سے میرے نزدیک برے تھے۔ لیکن آپ مجھے برابر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے بہتر ہو گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک اعرابی آپ کے پاس کچھ طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اس کو مل دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ کیا میں نے تم پر احسان کیا ہے؟ اعرابی نے کہا نہیں۔ اور نہ تم نے کچھ احسان کیا۔ تب مسلمانوں کو غصہ آیا۔ اور اس کے مارنے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کو اشارۃً روک دیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور اس کی طرف اور زائد مل بھیجا۔ پھر فرمایا کہ کیا میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے؟ کہا ہاں، آپ کو اللہ تعالیٰ اہل و قبیلہ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا۔ کہ تم سے جو کچھ کہا تھا۔ اور میرے اصحاب میں تمہاری طرف سے رنج تھا۔ اگر تو پسند کرے۔ تو ان کے سامنے یہ بات کہہ دے جو میرے سامنے کہی ہے۔ تاکہ ان کے دلوں سے کدورت جاتی رہے۔ اس نے کہا وہاں (کہہ دوں گا)

جب اٹلا دن ہوا یا شام ہوئی تو وہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے جو کچھ کہا تھا تم کو معلوم ہے۔ ہم نے اس کو اور مل دیا۔ اب وہ کہتا

marfat.com

Marfat.com

ہے کہ میں راضی ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ سو تم کو اللہ تعالیٰ اہل و قبیلہ کی طرف سے جزاء خیر دے۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور اس کی مثل اس شخص کی ہے کہ جس کے پاس اونٹنی ہو۔ جو کہ بھاگ جائے۔ پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں۔ تو وہ اور بھی متفر ہو کر بھاگے۔ تب اس کا مالک ان کو پکارے کہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ تم سے میں اس کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کروں گا۔ اور تم سے زیادہ واقف ہوں۔ پھر وہ اس کی طرف اگلی طرف سے متوجہ ہوا۔ اور زمین کی سبزی دکھا کر اس کو پکڑ لیا۔ اور لوٹا لایا۔ یہاں تک کہ وہ آگئی اور بیٹھ گئی۔ اس پر اس نے اپنا کچادہ ڈالا اور سیدھا بیٹھ گیا۔ میں اگر تم کو چھوڑ دیتا۔ اور تم اس کو اس کے کہنے پر قتل کر ڈالتے۔ تو وہ دوزخ میں جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ لَا تُحَدِّثُوا أَحَدًا بِمَنْكُم مِّنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِنَا شَيْئًا فَإِنَّ أَحَبَّ أَنْ أَخْرَجَ إِلَيْكُمْ سَلِيمُ الْعَنَدِ۔ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس میرے اصحاب کی کوئی بات نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرے دل میں کچھ بات نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ شفقت تھی کہ ان پر آپ تحفہ و تسہیل کرتے تھے۔ اور بعض اشیاء کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نَوَلَا أَنْ تُشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمْرٍ سُرَّ بِالْيَتَوَاكِبِ مَعَ كُنٍّ وَضَوْوٍ کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو ان کو حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا کریں۔

رات کی نماز کی حدیث اور روزہ وصل سے صحابہ کو منع فرماتا اور کعبہ میں داخل ہونے کو مکروہ سمجھتا۔ تاکہ آپ کی امت رنج میں نہ پڑ جائے۔ آپ کا اپنے رب سے دعا مانگنا کہ ان کی گالی اور لعنت کو ان کے لئے رحمت کر دے۔ آپ بچہ کا روٹا سنا کرتے تو نماز میں اختصار کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت میں سے یہ بات تھی۔ کہ اپنے رب سے دعا مانگی۔ اور اس سے عہد لیا۔ کہ خداوند ا جس شخص کو

میں گلی دوں یا لعنت کروں۔ تو اس کے لئے یہ امر پاکیزگی رحمت صلوٰۃ ظہور اور قرب کر دے۔ کہ جس سے تیرے تک قیامت کے دن پہنچ جائے۔

اور جب آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی۔ تو جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں جو آپ کے کلام کو رد کرتی ہے سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو حکم دیا ہے کہ آپ جو اس کو چاہیں ان کے بارہ میں حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو پکارا اور سلام کہا اور عرض کیا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو ان پر دونوں پہاڑوں کو ڈال دوں۔ (اور یہ دب کر ہلاک ہو جائیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ نکالے گا۔ جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

ابن المنکدر نے روایت کیا ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان۔ زمین کے۔ پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنی امت کو ڈھیل دیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا گیا۔ تو آپ نے ان میں سے آسان کو پسند فرمایا۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہماری نشاط خاطر سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ ہمارے آگہانے سے ڈرتے تھے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ اونٹ پر سوار ہوئیں جو سخت تھا۔ پس کبھی اس کو آگے بڑھاتیں اور کبھی پیچھے ہٹاتی تھیں۔ (تاکہ رام ہو جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم نرمی اختیار کرو۔

فصل ۱۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وفا اور حسن عہد و صلہ رحم میں جو غلطی تھا۔

marfat.com

Marfat.com

اس کا ذکر یہ ہے :-

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عامر محمد بن اسماعیل نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن صلیح نے بدیل سے وہ عبدالکریم بن عبداللہ بن شفیق سے وہ اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن ابی الجساء سے اس نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے آپ سے ایک سودا کیا۔ اور اس کا روپیہ کچھ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ اسی جگہ میں آؤں گا۔ لیکن میں بھول گیا۔ تیسرے دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ پھر میں جو آیا۔ تو دیکھا کہ آپ اسی جگہ پر موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے جوان تم نے مجھے تکلیف دی۔ میں تو تین دن سے تمہارا یہاں ہی انتظار کر رہا ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کبھی ہدیہ آتا۔ تو آپ فرماتے کہ اس کو فلاں عورت کے گھر لے جاؤ۔ کیونکہ وہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھی۔ وہ حضرت خدیجہؓ کو دوست رکھتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ میں نے جس قدر خدیجہؓ پر غیرت کھائی ہے کسی عورت پر نہیں کھائی۔ کیونکہ میں آپ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا کرتی تھی۔ آپ بکری ذبح کرتے تھے۔ تو حضرت خدیجہؓ کی سیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ آپ سے ان کی بہن نے اجازت مانگی۔ تو آپ ان کے آنے سے خوش ہوئے۔ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو آپ خوشی سے پیش آئے۔ اور اچھی طرح اس سے باتیں کیں۔ اور جب وہ نکل گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ خدیجہؓ کے زمانہ میں ہمارے گھر میں آیا کرتی تھی۔ اور اچھا برتاؤ ایمان میں سے ہے۔

بعض نے آپ کی یوں تعریف کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت والوں سے ملا کرتے تھے۔ بدوں اس کے کہ ان کے افضل پر ان کو ترجیح دیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ فلاں شخص کی اولاد میری وارث تو نہیں۔ لیکن یہ بات ہے کہ ان کو مجھ سے قرابت ہے۔ اس کی تری سے ان کو ترک کرنا

ہوں۔ یعنی ملتا ہوں۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو کندھے پر اٹھا کر نماز پڑھی ہے۔ جب سجدہ کرتے تو اس کو اتار دیتے۔ اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔

لبی قلۃ سے مروی ہے کہ نجاشی یروشلم کی طرف سے ڈیپوٹیشن آیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ آپ سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کو کلنی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے اصحاب کی خاطر کرتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی خاطر کروں۔

جب آپ کی رضاعی بہن شیماء ہوازن کے قیدیوں میں آئی۔ اور اس نے آپ کو پہچان لیا۔ تو آپ نے اس کے لئے چادر بچھائی۔ اور اس سے کہا۔ کہ اگر تو چاہتی ہے کہ میرے پاس عزت سے رہے تو رہو۔ یا تجھے میں کچھ دے کر واپس کر دوں۔ اس نے اپنی قوم کی طرف جانا پسند کیا۔ اور آپ نے اس کو کچھ دیا (یعنی ایک غلام ایک لونڈی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ تو آپ نے اس کو تین غلام اور ایک لونڈی اور لونٹ و بکریاں دیں)۔

ابو العیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ بحالے کے میں لڑکا تھا۔ کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ حتیٰ کہ آپ کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ تو آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا یہ کون ہے۔ تو صحابہ نے کہا کہ یہ آپ کی ماں ہے۔ جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔

عمو بن السائب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ کا رضاعی باپ آیا۔ آپ نے اس کے لئے چادر کا ایک حصہ بچھایا۔ اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کی (رضاعی) بہن آئی۔ تو اس کے لئے دوسرا حصہ چادر کا بچھایا۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور اس کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثویبہ کی طرف جو کہ ابولسب کی آزادہ شدہ لونڈی تھی۔ اور آپ کی رضاعی ماں تھی۔ کپڑے اور نقد بھیجا کرتے تھے۔ اور جب وہ

فوت ہو گئی تو آپ نے اس کے قرابتوں کی نسبت دریافت کیا تو کہا گیا کہ کوئی باقی نہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ تو صلہ رحم کرتے ہیں۔ اور قبیل دار کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہماں نوازی کرتے ہیں۔ فقیر محروم سے ملاپ کرتے ہیں۔ یعنی دیتے ہیں۔ اور حق کی مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔

## فصل ۱۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع کرنا باوجود بلند منصب اعلیٰ مرتبہ کے۔ سو آپ لوگوں میں سے بڑے ہی متواضع تھے۔ اور تکبر نہ کرتے تھے۔ اور تم کو یہ حدیث کافی ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔ کہ آپ نبی بلا شلہ بننا چاہتے ہیں یا نبی بندہ۔ سو آپ نے نبی بندہ ہونا اختیار کیا۔ تب آپ کو اسرائیل علیہ السلام نے اس وقت کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کی وجہ سے یہ عظمت کی کہ آپ قیامت کے دن اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین سے آپ نکلیں گے۔ اور سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو الولید بن عواد فقیہ رحمہ اللہ نے میں نے ان کے روایت سے ان کے مکان میں جو قرطبہ میں تھا پڑھی تھی۔ ۵۰۷ ہجری میں۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن درسہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن مسعود سے وہ ابی العباس سے وہ ابی العدیس سے وہ ابی مرزوق سے۔ وہ ابی غالب سے۔ وہ ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر تکیہ کئے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ تو ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ لا



تَقُومُوا كَمَا يَقُومُ الْأَعَارِمُ يُعْظِمُ بَعْضُهُمْ تَمَّ مَجِيسٍ كِی طَرَح كُھڑے نہ ہوا کرو۔ جو کہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

اور فرمایا۔ اَنَا عَبْدٌ اَكْبَرُ كَمَا يَكُنُ الْعَبْدُ وَاجْلِسْ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ میں تو ایک بندہ ہوں۔ جس طرح بندہ کھاتا ہے میں بھی کھاتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے میں بھی بیٹھتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ اپنے پیچھے دوسرے کو بیٹھا لیا کرتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کیا کرتے تھے۔ فہرائے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔ اپنے اصحاب سے ملے جلے بیٹھا کرتے تھے۔ جہاں موقع ملتا بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ لَا تَطْرُقُنِي كَمَا طَرَقَتِ النَّصَارَى ابْنُ مَرْيَمَ ابْنًا عَبِيدًا لَوْ كُنَّا عَبِيدًا لَنُؤَدِّسُكَ، مجھ کو اتنا نہ بڑھاؤ جتنا کہ نصاریٰ نے ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا ہے میں تو بندہ ہوں۔ سو تم کہا کرو۔ کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں فتور تھا۔ وہ آپ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے اور فلاں تو مدینہ کے جس راستہ میں چاہے بیٹھ۔ میں وہیں بیٹھ کر تمہاری باتیں سنوں گا۔ وہ بیٹھ گئی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اس کی باتوں سے فارغ ہوئے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ غلام کی دعوت منظور کرتے تھے۔ نبی قریظہ کے دن آپ گدھی پر سوار تھے۔ جس کی مہار سی کی تھی۔ جو کہ کھجور کی بیٹی ہوئی تھی۔ اس پر پالان تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ جو کی روٹی اور باسی سالن کی طرف بلائے جاتے تھے۔ تو وہ بھی قبول کر لیا کرتے تھے۔

کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرانے کجاوہ پر حج کیا۔ اور آپ پر

صوف کی چادر تھی۔ جو کہ چار درہم کی قیمت سے زائد نہ تھی۔ آپ نے یہ دعا مانگی تھی کہ خداوند اس کو خالص حج بنا۔ جس میں ریا اور نمود کو دخل نہ ہو۔ اور حضورؐ نے یہ خود عدا "اختیار کیا ہوا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر زمین کو کھول دیا تھا۔ (یعنی خزانہ زمین) اور اس حج میں آپؐ سوانٹ ہدی کے طور پر لے گئے تھے (اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر ذبح کئے تھے)۔

اور جب آپؐ پر مکہ فتح ہوا۔ اور آپؐ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوئے تو عاجزی و تواضع کے طور پر آپؐ نے اپنی سواری کے کبلوہ پر سر جھکا لیا۔ یہاں تک کہ عنقریب اس کے اگلے حصے کے ڈنڈے سے ملنے لگا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع میں سے یہ ہے کہ فرمایا ہے مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ اور انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ موسیٰ علیہ السلام پر مجھ کو پسند نہ کرو۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک سے مستحق ہیں۔ اور اگر میں اتنی مدت (قید خانہ میں) ٹھہرتا۔ جس قدر یوسف علیہ السلام رہے تھے۔ تو میں بلانے والے کی بات مانتا۔ (اور جلد چلا جاتا) اور اس شخص کو جس نے آپؐ سے کہا تھا کہ اے مخلوق میں سے بہتر یہ فرمایا تھا۔ کہ یہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان احادیث پر اس کے بعد کلام ہو گا۔

حضرت عائشہؓ و حسنؓ و ابی سعیدؓ وغیرہم سے آپؐ کی صفت میں آیا ہے۔ اور بعض نے زیادہ کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں گھروالوں کی خدمت میں لگے رہتے۔ اپنے کپڑوں میں جوئیں دیکھتے تھے۔ (اگرچہ جوئیں موجود نہ ہوتیں) اپنی بکری کا دودھ دوہتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگاتے تھے۔ اپنی جوتی کاٹھ لیتے تھے۔ اپنی خدمت کرتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔ اونٹ کا گھٹہ باندھتے تھے۔ اونٹ کو گھاس چارہ دیتے تھے۔ خادم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور خادمہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور خادمہ کے ساتھ آٹا گوندھا کرتے تھے۔ اپنا سودا بازار سے لے آیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے بھیجی ہے

ٹھک آپ کا ہاتھ پکڑ لیا کرتی۔ پھر آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔ یہاں تک کہ آپ اس کا کام کر دیا کرتے۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ کی ہیبت سے اس کے بدن پر رعشہ ہو گیا۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ میں تو قریش کی ایک عورت کا لڑکا ہوں۔ جو کہ سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار میں گیا۔ آپ نے پاجامہ خریدا۔ اور تولنے والے سے فرمایا کہ وزن کر دے اور جھٹکا ہوا تول۔ پورا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ پھر جلدی سے وزن کرنے والا صرف اٹھا۔ اور آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ کام عجمی اپنے بادشاہوں سے کیا کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو تم میں سے ایک مرد ہوں۔ پھر آپ نے پاجامہ لے لیا۔ میں جلدی سے اٹھانے لگا۔ تو فرمایا شے کا مالک اپنی شے کے اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے۔

## فصل ۲۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل امانت عفت صدق زبان کا یہ حل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے زیادہ امانت دار زیادہ عادل زیادہ پاک دامن زیادہ راست گو تھے۔ جب سے کہ آپ دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس بات کا آپ کے دشمن و مخالف بھی اقرار کرتے تھے۔ نبوت سے پہلے آپ کا نام امین تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کا نام امین اس لئے پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اخلاق صالحہ جمع کر دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَطَاعَ نَمِّ يَمِينٍ آپ کی تابعداری کی گئی ہے۔ وہاں پر یعنی طاء اعلیٰ میں امین ہیں۔

اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

اور جب قریش نے بنیاد کعبہ کے وقت اختلاف کیا تھا کہ کون حجر اسود کو رکھے۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ جو شخص سب سے پہلے آئے وہ حجر اسود رکھے۔ تب نبی

صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور یہ نبوت سے پہلے کا ذکر ہے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ محمدؐ ہیں۔ یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

ربیع بن خثیم کہتے ہیں۔ کہ جہالت کے زمانہ میں اسلام سے پہلے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلے لے جایا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **وَاللّٰهُ اِنَّكَ لَا تَمِيْنُ فِي السَّمَاوٰتِ وَلَا اَرْضٍ**، اللہ (اللہ کی قسم) میں آسمان میں امین ہوں زمین میں سچے امین ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی صوفی حافظ سے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ بن زوج الحرمہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو کرب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے معاویہ بن ہشام نے سفیان سے وہ ابوالخثی سے وہ ثعلبیہ بن کعب سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو تم لائے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

**فَاَنَّهُمْ لَا يَكْتُمُوْنَكَ وَلَئِنْ اَتَاٰكَ بِالْبَيِّنَاتِ لَنُجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمُنْكَرِيْنَ (۱۰)**

ترجمہ :- تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اور اس کے سوا دوسرے نے کہا ہے کہ ہم تم کو نہیں جھٹلاتے اور آپ ہم میں جھوٹے نہیں ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق ابو جہل سے جنگ بدر کے دن ملا اور اس سے کہا کہ اے ابوالحکم یہاں پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں۔ جو ہماری کلام کو سنتا ہو۔ مجھ کو محمدؐ کی بابت بتلا کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ اس نے کہا کہ واللہ! محمدؐ ضرور سچا ہے۔ اور کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور ہر قتل بادشاہ نے ابو سفیان سے آپ کی نسبت یہ پوچھا کہ کیا تم لوگ پہلے اس کے جو وہ کہتے ہیں۔ کبھی ان کو جھوٹ کا عیب لگایا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔

نضر بن حارث نے قریش سے کہا کہ بے شک تم میں محمدؐ جوان اور بچے رہے ہیں۔ جو کہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے بڑھ کر امانت میں تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی کنپٹی میں پیدی دیکھی۔ اور تمہارے پاس لائے جو کچھ کہ لائے۔ تو تم نے کہا کہ وہ جادوگر ہے۔ واللہ وہ جادوگر نہیں ہیں۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے۔ کہ آپ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو جو کہ آپ کے ملک میں نہ ہو نہیں چھوا۔ (اور جہاں آیا ہے وہاں کپڑے کے اوپر سے مراد ہے)

اور صحیح حدیث میں ہے۔ کہ تم پر افسوس ہے۔ اگر میں عدل نہیں کرتا تو پھر اور کون کرتا ہے۔ اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں خسارے والا ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کلموں میں اختیار دیا جائے۔ تو آپ ان میں سے آسن ہی کو اختیار کرتے تھے۔ جب تک گناہ کی بات نہ ہوتی۔ اور اگر وہ گناہ ہو۔ تو اس سے سب سے بڑھ کر بھاگتے۔

ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ نوشیرواں نے اپنے دنوں کو یوں تقسیم کر رکھا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہوا کا دن نیند کا ہے۔ ابر کا دن شکار کے لئے ہے۔ بارش کا دن شراب کے لئے ہے۔ آفتاب کا دن لوگوں کی ضروریات کے لئے ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں۔ کہ وہ نوشیرواںؒ میں سے دنیاوی سیاست کا دانا تھا۔ (جیسا کہ قرآن میں ہے) وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دن کے تین حصے کئے ہوئے تھے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اور ایک گھر والوں کے لئے۔ اور ایک اپنے نفس کے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر رکھا تھا۔ اور آپ خاص لوگوں سے عام لوگوں کی مدد لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم ایسے لوگوں کی ضرورت کو مجھ تک پہنچاؤ۔ جو میرے پاس نہیں آسکتے۔ کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کو پہنچاتا ہے۔ جو کہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی گھبراہٹ کے

دن امن دے گا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو دوسرے کے گناہ کے عوض نہیں پکڑا کرتے تھے۔ اور نہ کسی کی تصدیق دوسرے کے برخلاف کرتے تھے۔ (یعنی بلا تحقیق)

ابو جعفر طبری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ میں نے دو دفعہ کے سوا ایام جاہلیت کے کاموں کا ارادہ نہیں کیا۔ اور ان دونوں دفعہ خدا تعالیٰ مجھ میں اور میرے ارادہ میں حائل ہو گیا تھا۔ پھر میں نے کبھی برائی کا ارادہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو خدا نے رسالت سے مشرف کیا۔

میں نے ایک رات ایک لڑکے سے کہا۔ جو کہ میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا کہ اگر تو میری بکریوں کو سنبھالے تو میں مکہ میں جاؤں۔ اور مکہ میں جا کر جس طرح جو ان لوگ باتیں کرتے ہیں میں بھی کروں۔ پھر میں اس ارادہ سے نکلا۔ یہاں تک کہ پہلے گھر میں آیا۔ تو میں نے وہاں پر دف بجنے اور بلچوں کی آواز سنی۔ جو کہ کسی کی شادی تھی۔ پھر میں وہاں بیٹھ گیا۔ کہ دیکھوں کیا گاتے ہیں۔ اتنے میں مجھے غینہ آگئی۔ اور سو گیا۔ پھر مجھے دن چڑھے ہی جاگ آئی۔ میں وہاں سے لوٹ آیا۔ اور اپنی ضرورت پوری نہ کی۔ پھر ایک اور دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی برا ارادہ نہیں کیا۔

## فصل ۲۱

آپ کے وقار۔ آپ کی خاموشی۔ بردباری۔ موت۔ حسن میرت کا بیان یہ ہے۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حبابی حافظ نے بطور اجازت کے اور میں نے اس کے نسخہ سے اپنے نسخہ کا مقابلہ کیا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس دلالی نے کہا خبر دی ہم کو ابو ذر ہروی نے کہا خبر دی ہم کو ابو عبد اللہ وراق نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے لولوی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے

marfat.com

Marfat.com

عبدالرحمن بن سلام نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مجاہد بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی زید نے عمر بن عبدالعزیز بن وہب سے کہا کہ میں نے خارجہ بن زید سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں لوگوں سے زیادہ بلوقار تھے۔ آپ کے (اطراف) اعضاء میں کوئی چیز نہ نکلتی تھی۔ یعنی کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوتی تھی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں بیٹھے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اجبا کرتے تھے۔ (اجبا ایک قسم کا بیٹھنا ہے یعنی گھٹنوں کو کھڑا رکھ کر پیٹھ پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھوں یا کپڑے سے گھٹنوں سے احاطہ کر لینا) اور جابر بن سمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چوکڑی مار کر بیٹھنا آیا ہے اور بعض دفعہ پیٹھ پر بدوں اجبا کے بیٹھے تھے۔ اور یہ قبلہ کی حدیث میں ہے۔

آپ بہت خاموش رہتے تھے۔ بلا ضرورت کلام نہ کرتے تھے۔ جو شخص کہ اچھی بات نہ کہے اس سے اعراض کرتے تھے۔ آپ کا ہنسا تبسم ہوتا تھا۔ آپ کا کلام صاف صاف کھلا ہوتا تھا۔ فضول اور ناقص نہ ہوتا تھا۔ اور آپ کے صحابہ کا آپ کے سامنے توقیر اور پیروی کے لئے ہنسا تبسم ہوتا تھا۔ آپ کی مجلس علم و حیا خیر و امانت کی ہوتی تھی۔ جب آپ کلام کرتے تھے تو آپ کے صحابہ سروں کو نیچا کر لیتے تھے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور آپ کی صفت میں ہے کہ آپ آگے کو جھک کر چلتے تھے۔ اور نرمی سے چلتے تھے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف چلتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو تمام اعضاء کو ملا کر چلتے تھے۔ (یعنی یہ نہیں کہ سر ہلاتے چلے یا کوئی اعضاء خاص) آپ کی چال میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ نہ تو گھبراہٹ ہے نہ سستی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

جابر رضی اللہ عنہما منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل یا تریل تھی۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلام کرتے تھے۔

ابن ابی ہالہ کہتے ہیں کہ آپ کا سکوت چار چیزوں پر تھا۔ علم۔ خوف۔ تقدیر

تفکر۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی باتیں کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا اس کو شمار کرے تو کر سکتا تھا۔ اور حفظ کر لیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو اور عمدہ ہوا کو پسند کرتے تھے۔ اور اکثر اس کو استعمال کرتے تھے۔ اور ان پر برانگیختہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ كُنْيَاكُمْ الْيَسَاءُ وَالْيَكِيبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ تمہاری دنیا میں سے مجھ کو عورتیں اور خوشبو محبوب ہے۔ اور نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت میں سے یہ ہے کہ آپ کھانے اور پانی میں پھونک مارنے کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔ مسواک کا حکم کیا کرتے تھے۔ انگلیوں کے جوڑوں کو صاف کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور خصال فطرۃ کے استعمال کا حکم دیا کرتے تھے۔ (خصال فطرت سے مراد ختنہ موئے زیر ناف کا لینا۔ مونچھوں کا کترنا۔ ناخنوں کا کلنا۔ بغلوں کے بل لینا۔ منصف۔ داڑھی کا بڑھانا۔)

## فصل ۲۲

آپ کا دنیا میں زہد سو اس کا حال پہلے حدیثوں میں آپکا ہے۔ جو اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں۔ جو کافی ہیں۔ اور تجھ کو یہ بات کافی ہے۔ کہ آپ دنیا میں تھوڑے پر قناعت کرتے تھے۔ اس کی خوبصورتی سے اعراض کرتے تھے۔ حالانکہ دنیا بھلہ آپ کے لئے جمع کی گئی تھی۔ آپ پر متواتر فتوحات ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے ہیں تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس عیال کے خرچ میں گروی تھی۔ اور آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقِيْ اِلٰی مُسْتَقِيْمًا قَوِّمًا۔ خداوند اے آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رزق کو قوت بنائیو۔

حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن المعاصی اور حسین بن محمد حافظ اور قاضی ابو عبد اللہ تھیں۔ ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے۔ کہا

marfat.com

Marfat.com



حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن بن حجاج نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو مخلوبہ نے اعش سے وہ ابراہیم سے وہ اسود سے۔ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اور اگر خدا چاہتا۔ تو آپ کو اتنا مل دیتا۔ کہ جو دل میں نہ آسک۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۔

عمرو بن حارث کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ہتھیار اور ایک فخر اور زمین کے جس کو صدقہ کر دیا تھا۔ اور کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں فوت ہوئے اور گھر میں کوئی ایسی شے نہ تھی۔ جس کو کوئی جگر والا کھاتا ہو۔ مگر کچھ جو کہ طاقچہ میں رکھے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے آپ نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے یہ پیش کیا گیا ہے کہ مکہ کا میدان سونے کا بنا دیا جائے۔ لیکن میں نے کہا کہ اے رب! ایک دن میں بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں۔ جس دن کہ بھوکا رہوں۔ تو تیرے سامنے عاجزی کروں۔ اور دعا مانگوں۔ اور جس دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو تیری حمد و تعریف کروں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس پہاڑ کو تمہارے لئے سونے کا بنا دوں۔ اور جہاں آپ چاہیں آپ کے ساتھ رہے۔ آپ نے تھوڑی دیر سرنجاکا۔ پھر کہا کہ اے جبرئیل! بے شک دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا

کوئی گھرنہ ہو۔ اور اس کا مل ہے جس کا کوئی مل نہ ہو۔ اس کو وہ جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ تب آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک ماہ تک ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ایسے حل میں کہ آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا تھا۔ حضرت عائشہؓ ابوالمہ ابن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کئی کئی راتیں خالی پیٹ کاٹے رہے اور کھانے کو کچھ نہ پاتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خوان پر کھانا نہ چھوٹی پیالیوں میں نہ کبھی چپاتی کھائی اور نہ کبھی ثابت بکری آپ کے لئے بنوائی گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش جس پر آپ سویا کرتے تھے۔ چمڑہ کا ہوتا تھا جس پر کھجور کے چھیکے بھرے ہوتے تھے۔

حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش گھر میں کبھل کا ہوتا تھا جس کو ہم دوہرا کر دیتے تھے۔ اس پر آپ سوتے تھے۔ ایک رات ہم نے اس کی چارتہ کر دیں۔ جب صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو اپنے حل پر چھوڑ دو۔ کیونکہ اس پر سونے نے مجھے نماز سے روک دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی چارپائی پر سوتے تھے جو کہ کھجور کے چھلکوں سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ جس سے آپ کے پہلو پر نقش پڑ جاتا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ

بھر کر نہیں کھلیا۔ اور کسی سے آپ نے شکوہ نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک پیٹ بھرنے سے فائدہ زیادہ محبوب تھا۔ اور بلاشبہ آپ ساری رات بھوکے رہتے تھے۔ لیکن یہ فائدہ اگلے دن کا روزہ نہ روکتا تھا۔ اور اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے تمام خزانے تمام پھل اور فراخ عیش مانگ لیتے۔ اور میں جب آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تو مجھے آپ کی بھوک پر رحم آتا اور رو پڑتی۔ میں کہتی کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ اگر دنیا میں سے آپ اتنا لیتے جو آپ کی غذا کے لئے کافی ہو۔ تب آپ فرماتے کہ اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا مطلب۔ میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے اس سے بڑھ کر صبر کیا تھا۔ وہ تو گذر چکے اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سو اس نے ان کو اچھی جگہ دی۔ اور بہت ثواب دیا۔ اور میں شرماتا ہوں کہ اگر میں (یہاں) خوش حال رہوں۔ تو قیامت کے دن ان سے کم درجہ رہوں۔ اور مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جا ملوں۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ ایک ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

## فصل ۲۳

آپ کا خوف الہی آپ کی عبادت اور اس کی مشقت اس قدر تھی۔ جس قدر کہ آپ کو خدائے تعالیٰ کا علم تھا۔ اس لئے آپ نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ جو ہم سے ابو محمد بن عتبہ نے بیان کی ہے۔ میں نے اس کو ان کے سامنے پڑھا تھا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم طرابلسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن بکیر نے لیث سے وہ عقیل سے وہ ابن شہاب سے وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَوْ تَعْلَمُونَ مَا آتَاكُمْ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَتَبَكَّيْتُمْ كَثِيرًا

ترجمہ: اگر تم وہ باتیں جانتے جو کہ میں جانتا ہوں تو بالضرور تم تھوڑا ہنسا کرتے

اور بہت روتا کرتے۔

marfat.com

Marfat.com

روایت میں ابو یحییٰ ترمذی نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس کو مرفوع کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا :-

رَأَيْتُ أَدْنَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطْلَتِ السَّمَاءُ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَنْطَا مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعٍ إِلَّا وَمَلَكَتْ وَأَضْيَعُ جَبْهَةٍ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَّيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالتَّصَاوَرِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى السُّعْمَاتِ تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ لَوِ دُنْتُ لَنِي شَجَرَةٌ تَعْبُدُ رُؤْيَىٰ هَذَا كَلَامٌ وَبَدَتْ لَنِي شَجَرَةٌ تَعْبُدُ مِنْ قَوْلِ لَبِيٍّ ذِي نَفْثَةٍ وَهُوَ أَصَحُّ

ترجمہ :- میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چلاتا ہے۔ اور اس کا حق ہے کہ چلائے۔ اس میں چار باشت کی جگہ خلل نہیں۔ جس میں کہ کوئی فرشتہ نہ ہو۔ وہ فرشتہ سجدہ کرتا ہے۔ واللہ اگر تم وہ باتیں جانتے جن کو میں جانتا ہوں۔ تو تھوڑا ہنسا کرتے۔ اور بہت رویا کرتے۔ اور فرشتوں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے۔ اور جنگل کو نکل جاتے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔ اور کہتے کہ کاش میں درخت ہو جاتا جو کاٹا جاتا۔ اور یہ کلام ابو ذر سے روایت کیا گیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

مغیرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ (نفل) حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک پھول گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک درم کر جلتے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ کیوں ایسی تکلیف کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہیں ہوں۔

اور اسی طرح ابو سلمہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بطور دوام کے تھا۔ تم میں سے کون شخص آپ کی سی طاقت رکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ آپ روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب افطار نہ کریں گے۔ اور افطار کرتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے۔ کہ اب روزے نہ رکھیں گے۔

ایسا ہی ابن عباس۔ ام سلمہ۔ انسؓ سے منقول ہے۔ اور ان سب نے کہا ہے کہ اگر تم رات کو آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتے ہو۔ تو آپ نماز پڑھتے ہی ملتے۔ اور اگر سوئے ہوئے دیکھنے کا ارادہ کرتے تو آپ کو سوئے ہوئے پاتے (یعنی آپ کی دونوں طرح کی علوت تھی)۔

عوف بن مالک کہتے ہیں۔ کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے مسواک کی پھر وضو کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۃ بقرہ شروع کی پھر آپ رحمت کی آیت پر پہنچے۔ تو ٹھہر جاتے۔ اور دعا مانگتے۔ اور آیت عذاب پر پہنچتے جب بھی آپ ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ اور جس قدر قیام کیا تھا۔ اس قدر اس میں ٹھہرے۔ اور یہ کہتے۔ **سُبْحَانَكَ يَا عَزِيزُ** اور **سُبْحَانَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ** یعنی وہ ذات پاک ہے جو کہ جابر مالک بڑی عظمت والی ہے۔ پھر سجدہ کیا۔ اور اسی طرح کہل۔ پھر آل عمران پڑھی۔ پھر سورۃ سورۃ پڑھی۔ اسی طرح سے (جو مذکور ہوا)۔

حذیفہؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ اس نے کہا کہ سجدہ بھی قیام کی طرح کیا اور دونوں سجدوں میں بھی اسی قدر بیٹھے۔ اور کہا یہاں تک کہ سورۃ بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ کو پڑھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات قرآن کی ایک آیت ساری رات قیام میں پڑھتے رہے۔

عبداللہ بن شعیب سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے پیٹ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جس طرح کہ ہنڈیا پکنے کی آواز آتی ہے۔

ابن ابی ہاشم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمزہ، ہمیشہ بانکر رہتے تھے۔ آپ کو آرام نہ آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں بالضرور دن میں سو دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ اور ستر کی روایت بھی کی گئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و سلم سے آپ کی سنت کی بابت سوال کیا۔ تو فرمایا۔ کہ معرفت میرا اصل مل ہے۔ اور عقل میرا اصل دین ہے۔ محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ خدا کا ذکر میرا پیار ہے۔ توکل میرا خزانہ ہے۔ غم میرا رشتہ ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ مہر میری چادر ہے۔ رضا میری غنیمت ہے۔ عاجزی میرا ثمر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری غذا ہے۔ صدق میرا شفیع ہے۔ بندگی میری حب ہے۔ جہاد میرا خلق ہے۔ اور نماز میں میری ٹھنڈی آنکھ ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے۔ اور میرا غم امت کے لئے ہے۔ میرا شوق اپنے رب عزوجل کی طرف ہے۔

## فصل ۲۴

جان لے خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق (خیر) دے۔ کہ بلاشبہ تمام انبیاء اور رسولوں صلوات اللہ علیہم کے صفت یعنی کمال خلق حسن ظاہری شرف نسب حسن خلق ہے۔ اور تمام خوبیاں اس صفت میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ یہ کمال صفت ہیں۔ انسانی کمال و تمام اور پوری فضیلت انہیں کے لئے ثابت ہے۔ صلوات اللہ علیہم کیونکہ ان کے مرتبے سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان کے درجے اعلیٰ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کہ یہ وہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (پ ۱۶۳)

اور یہ فرمایا کہ وَلَقَدْ اخْتَرْنَا هُم مِّنْ عِلْمٍ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ہم نے ان کو اپنے علم سے جہان والوں پر پسند کر لیا۔ (پ ۱۶۵ تا ۱۷۵)

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ قَوْلَ لُمْرَةٍ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَىٰ صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةً اَبْسَدَ کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہو گا۔

پھر آخر حدیث میں فرمایا۔ کہ عَلَىٰ عِلِّيِّ رَجُلٍ وَابِدٍ عَلَىٰ صُورَةِ اَبِيهِمْ اَدَامَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

marfat.com

Marfat.com

طوله' مستون فدا' فی السماء وہ سب ایک ہی مرد کی علوت پر ہوں گے اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر جن کا طول قد ساٹھ گز تھا۔ آسمان میں یا جنت آسمان میں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ایک شخص تھے۔ جن کی ٹاک اونچی۔ باریک اور وسط بھی اونچا تھا گویا کہ وہ قبیلہ شتوہ میں سے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ معتدل قد تھے۔ اور ان کے چہرہ پر بہت سے خل تھے۔ سرخ رنگ گویا کہ وہ حمام سے نکلے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ لاغر بطن تھے تلواری کی طرح۔ اور فرمایا۔ کہ میں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں سے ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں۔ ایک اور حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ وہ گندم گوں مردوں میں سے جن کو تم دیکھتے ہو بہت خوبصورت تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوط نبی علیہ السلام کے بعد جو نبی بھیجا ہے وہ اپنی قوم کے شریفوں میں سے ہی ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ کثرت اور خدام میں یعنی وہ کثرت مطلق اور خدام والے ہوئے ہیں۔ اور تنزی نے قلہ سے اور دار قطنی نے اس کو حدیث قلہ سے اس نے انس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوبصورت اور خوش آواز پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ خوش آواز تھے۔

اور ہر قل کی حدیث میں ہے کہ میں نے تجھ سے اس کی نسب کی بابت پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ ہم میں صاحب نسب ہے۔ اور ایسا ہی رسول اچھے نسبوں میں بھیجے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ انا وجنتا صبرا۔ نعم العبد اللہ ایوب۔ ہم نے بے شک ان کو صابر پایا ہے۔ وہ اچھا بردہ تھا۔ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا كِتَابَ قُوَّةٍ ۖ وَاتَّبِعُوا الْحُكْمَ مِمَّا بَيْنَا وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ لَفَمًا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا  
وَبَرًّا ۖ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۚ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا  
(پ ۱۶ ع ۴)

ترجمہ :- اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے صریحی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا زبردست و مافرمین نہ تھا اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

اور فرمایا کہ :-

إِنَّ اللَّهَ يُشْرِكُ بِعَيْنِي مُصِيقًا يُكَلِّمُ مِنَ اللَّهِ وَاسِيًا وَحَمُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ  
الْقَالِجِينَ (پ ۳ ع ۱۲)

ترجمہ :- بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

اور فرمایا۔ کہ :-

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَابْرَاهِيمَ ۚ وَالْإِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ :- بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

اور نوح علیہ السلام کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ **إِنَّمَا مَبْنُا شُكُورًا** وہ بندہ  
شکر گزار تھا۔ (پ ۵۸ ع ۱)  
اور فرمایا کہ :-

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الثُّلَاثَةِ وَكَالْآخِرَةِ  
وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

ترجمہ :- اللہ تجھے بشارت دے گا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح  
عیسیٰ مریم کا بیٹا روادار ہو گا۔



الْمُحْتَدِ وَكَهَلًا وَوَمِنَ الشَّالِصِينَ۔ (پ ۳ ع ۱۳)

دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہو گا۔

اور فرمایا کہ۔

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ إِنِّي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مَبْرُكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصِيَنِي بِالْعَلَوَةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (پ ۱۲ ع ۵)

میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

اور فرمایا کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ مَعَ قَوْمٍ وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (پ ۲۲ ع ۶)

اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مُوسَىٰ رَجُلًا صَحِيحًا سَيِّئًا مَا يُرَىٰ مِنْ جَمِيدِهِ شَيْئًا سَيِّئًا ۝

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ موسیٰ (علیہ السلام) بڑے حیا والے بدن کو چھپانے والے تھے۔ آپ کے بدن سے شرم کی وجہ سے کوئی حصہ دیکھا نہ جا سکتا تھا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

فَوَهَبْنَا لِرَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُؤْمِلِينَ۔ پس دیا میرے رب نے مجھ کو حکم اور کیا مجھ کو پیغمبروں سے۔ (پ ۱۹ ع ۶)

اور ان میں سے ایک جماعت کے وصف میں یہ کہا کہ إِنْ لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاشْكُ فِي تَمَارِئِهِ لِي رَسُولٌ أَمِينٌ ہوں۔

اور یہ بھی کہا کہ إِنَّ غَيْرَ مِمَّا جَزَا الْعُقُوتِ الْأَمِينِ بیشک یہ ان میں سے بہتر ہے جس کو آپ اجیر بنائیں اور قوی امین ہے۔

اور فرمایا کہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرْنَا وَتَوَلَّ الْعُزْمَ مِنَ الرُّمْلِ پھر صبر کر جیسا کہ اوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔

اور فرمایا۔ وَوَعَدْنَاكَ إِنْ شِئْتَ وَتَعْقُوبًا كَلًّا هَدَيْنَا نُوحًا مَدْيَنًا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَذَكَرْنَا وَيْحَ يَعْقِبَ وَإِسْمَاعِيلَ وَابْنَيْ إِسْحَاقَ وَيُوسُفَ وَتَوَلَّاهُ وَكَذَلِكَ مَلَكُ الْعَالَمِينَ وَمِنْ آيَاتِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ذَا لِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَكَوْنُوا شُرَكَاءَ لِعِبَادَةٍ عَنْهُمْ تَرَكُوا يَفْعَلُونَ أَوَلَيْكَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ فَإِنْ يَتَكَفَّرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيُؤَيِّسُوا بِهَا بِكُفْرِيْنٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْمُ اقْتَدِ (پ ۷ ع ۱۶)

ترجمہ :- اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسماعیل اور اسحٰق اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں جن لیا اور سیدھی راہ دکھائی یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جانتا۔ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔ اب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیک بختی ہدایت پسندیدگی۔ حکم نبوت کے اوصاف کے ساتھ بڑی تعریفیں کی ہیں۔ اور فرمایا کہ فَبَشِّرْنَا هَؤُلَاءِ بِمَوْلَاهُمْ ہم نے

اس کو علیم اور علیم لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

اور فرمایا کہ وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ اِذْ اَوَّلَتْ اَنْبِيَاؤُہُمْ  
اللہ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُولٌ اَمِیْنٌ۔ (پ ۲۵ ع ۳) اور بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون  
کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے  
سپرد کر دو بے شک میں تمہارے لئے امت و الامت والا رسول ہوں۔

اور فرمایا کہ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللہُ مِنَ الْعَابِدِیْنَ عَنقَرِیْبَ اَپ مجھ کو صابریں میں  
سے پائیں گے۔

اور اسمعیل علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ کَانَ رُسُوْلًا  
نَبِیًّا بِشَکِّ وہ سچے وعدہ والے تھے اور تھے پیغمبر نبی۔ (پ ۱۱ ع ۷)  
اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ اِنَّہٗ کَانَ مُنْعَمًا وَ تَحْلِسَ تھے۔  
سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ یَقُمُ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوْ اَبَّ وہ اچھا بندہ تھا بیشک وہ  
(خدا کی طرف) رجوع کرنے والا تھا۔

اور فرمایا کہ وَ اِذْ کَرَّمْنَا دَاوُدَ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُوْلٰی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْحَارِ اِنَّا  
اَخْلَصْنٰہُمْ خَیْرَۃً ذِکْرٰی الدَّارِ وَ اِنّہُمْ وَنَدَّ اَلِیْمَ الْمُصْطَفٰی الْاَخْبَارِ وَ اِذْ کَرَّمْنَا سَمُوْعَ  
الْقِیْسَ وَ ذَا النُّعْمِ وَ کُلٌّ مِّنَ الْاَخْبَارِ۔

ترجمہ ۳۔ اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم  
والوں کو بے شک ہم نے انہیں گہری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گہری یاد ہے اور  
بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ اور یاد کرو اسمعیل اور اسحٰق اور  
ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔

اور داؤد علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ۔ وَ حَٰدَّۡنَا مُلْکَہٗ وَ اٰتٰیْنٰہُ الْجِبْتَا وَ قَفَّصَ  
اَلْنِّیْکَاطِیْبِ ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کیا اور اس کو حکمت اور فصل خطاب دیا۔  
اور یوسف علیہ السلام کی طرف سے کہا کہ اِجْعَلْنِیْ مِلَّیْ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ  
مَوْفِقٌ عَلَیْہِمْ مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے۔ کہ بیشک میں حفظ علیم ہوں۔  
اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللہُ صَابِرًا عَنقَرِیْبَ

تم مجھ کو انشاء اللہ صابر پاؤ گے۔

اور شعیب علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ۔ مَتَّعِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الْعَالَمِيْنَ  
عنقریب تم مجھ کو صالحین میں سے پاؤ گے۔

اور فرمایا کہ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اَخْلِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهَكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا اِصْلَاحَ مَا  
اسْتَطَعْتُ۔ میں تمہاری مخالفت کا ارادہ نہیں کرتا۔ جس سے کہ میں تمہیں منع کرتا  
ہوں۔ میں جہاں تک ہو سکے اصلاح ہی کا ارادہ کرتا ہوں۔

اور فرمایا۔ وَتُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔ اور لوط کو ہم نے حکم و علم دیا۔  
اور فرمایا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِى الْغَيْبَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وہ بیشک  
نیکیوں میں جلدی کرتے تھے۔ اور یہ لوگ ہیں صالحوں سے۔

سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ غم رانگی تھا کہ جن کا ذکر بہت سی  
آیات میں ان کی عمدہ علوات و اخلاق کی نسبت کیا گیا ہے۔ جن سے ان کا کمال معلوم  
ہوتا ہے۔ اور بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْكُورِيُّمُ ابْنُ الْكُورِيِّمِ ابْنُ الْكُورِيِّمِ يُوْسُفُ بْنُ  
يَعْقُوْبَ ابْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ نَبِيٍّ بْنِ نَبِيٍّ بْنِ نَبِيٍّ كَرِيْمٌ بْنُ كَرِيْمٍ كَرِيْمٌ  
يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ ہیں۔ جو کہ نئی بن نئی بن نئی بن نئی بن نئی ہیں۔

اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایسا ہی تمام انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جن  
کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔

روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام بلوچوں کے بڑا ملک دیئے گئے تھے۔ پھر بھی آسمان  
کی طرف خدا سے تواضع و خشوع کی وجہ سے سر نہ اٹھاتے تھے۔ لوگوں کو عمدہ اور لذیذ  
کھانے کھلاتے تھے۔ اور خود جو کی روٹی کھلایا کرتے تھے۔ ان کی طرف وحی کی گئی۔ کہ  
اے عابدین کے سردار اور اے زاہدین کے مقتدا کے فرزند۔ آپ کو بڑھیا روک لیا  
کرتی تھی۔ بھائی کہ آپ ہوا پر اپنے لشکر کے ساتھ اڑے جایا کرتے تھے آپ ہوا کو  
حکم دیتے تو وہ ٹھہر جاتی۔ پھر اس کی حاجت پر غور کرتے اور چلتے۔

یوسف علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ بھوکے رہتے ہیں۔ ملائکہ

آپ زمین کے خزانوں پر مالک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ پیٹ بھروں اور بھوک کو بھول جاؤں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام پر قرآن آسمان کر دیا گیا تھا۔ (یعنی زور) پھر وہ حکم دیتے کہ سواری کسی جائے۔ اس پر زمین کے جانے تک آپ قرآن پڑھ لیا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ کی کمالی میں سے ہی کھاتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَإِنَّكَ لَعَلَّيْكَ أَنْ أَعْمَلَ مَا يَنْتَ وَقَدْ رَفِيَ الْقُرْآنُ** (پ ۲۲ ع ۸)

اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی تھی۔ اور سب سے پیارا روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا۔ وہ آدھی رات تک سوتے تھے۔ تیسرا حصہ کھڑے رہتے۔ اور چھٹا حصہ سوتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ صوف کا کپڑا پہنتے تھے۔ بالوں کے کپڑے کا فرش بناتے تھے۔ جو کی روٹی نمک و راکھ کے ساتھ کھاتے تھے (راکھ سے مقصود یہ ہے کہ جو کی روٹی پر لگے تھے نہ یہ کہ روٹی کے ساتھ کھاتے تھے) تاکہ لذت حاصل نہ ہو اپنے پانی کو آنسوؤں سے ملائے تھے۔ اور کسی نے ان کو خطاب کے بعد ہنستے نہیں دیکھا۔ اپنے رب عزوجل کی وجہ سے کسی نے ان کو آسمان کی طرف سر اٹھاتے نہ دیکھا۔ اپنی تمام عمر روتے رہے۔

بعض کہتے ہیں وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ آیا تھا۔ اور یہاں تک کہ آنسوؤں نے ان کے رخسارہ میں گڑھے بنادئے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ پوشیدہ اوپر سے بن کر نکلتے تھے۔ اپنی خصلت کو معلوم کرتے۔ پھر اپنی تعریف سنتے۔ اور تواضع میں بڑھتے تھے۔

یہی علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر آپ ایک گدھا رکھتے تو اچھا تھا۔ فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس سے برتر ہوں کہ وہ مجھے گدھے سے مشغول کرے۔ بالوں کا کپڑا

پہنتے تھے۔ درخت کے پتے کھاتے تھے۔ ان کے لئے گمر نہ تھا۔ جہاں کہیں ان کو نیند آتی سو جاتے۔ ان کے نزدیک ان کا سب سے پیارا نام یہ تھا کہ ان کو مسکین کہا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔ تو ان کے پیٹ میں ضعف کی وجہ سے ترکاری کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔ (کیونکہ اکثر سبزی ہی کھاتے تھے۔ اور کچھ نہ ملتا تھا)۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پہلے انبیاء بلا میں ڈالے جاتے تھے۔ بعض تو فقر اور جوؤں کی بلا میں مبتلا ہوتے تھے۔ اور یہ ان کے نزدیک تمہارے علیہ سے جو تم کو ملے زیادہ پیارا ہوتا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام نے خنزیر سے جب وہ آپ سے ملا کہا جا سلامتی کے ساتھ تب آپ سے اس بارہ میں کہا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس امر کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی زبان کو بری بات کا علوی بناؤں۔

مجلد کہتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام کا کھانا ترنگھاس تھا۔ اور خدا کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ یہاں تک ان کے رخسارہ میں نشان پڑ گئے تھے۔ اور وحشی جانوروں سے مل کر کھایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں سے نہ ملیں۔

طبری نے وہب سے حکایت بیان کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کجور کی چھت کے نیچے سلیہ لیا کرتے تھے۔ اور پتھر کے گڑھے میں کھا لیا کرتے تھے۔ اور جب پانی پینا چاہتے تو پتھر کے گڑھے میں جانوروں کی طرح پانی منہ سے پیتے تھے۔ اور یہ بت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی وجہ سے تھی۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنے کلام سے مکرم کرتا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ تمام خبریں لکھی ہوئی ہیں۔ ان کے کمال اور عمدہ اخلاق حسن صورت و خصائل کے صفات مشہور ہیں۔ ان کو بیان کر کے ہم طول نہیں دیتا چاہئے۔ اور تم بعض جہل مورخوں اور مفسروں کے اقوال کی طرف جو اس کے برخلاف

ہم نے تم سے (خدا تم کو مکرم کرے) چند اخلاق حیدہ فضائل مجیدہ خصال کمال بتلا دیئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی صحت تم کو دکھلا دی۔ آثار و احادیث سے وہ باتیں ہم نے بیان کیں۔ جن میں قناعت ہے۔ حالانکہ آپ کا مقام بڑا وسیع ہے۔ پس اس باب کا میدان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بڑا پھیلا ہوا ہے۔ کہ جس کے ختم ہونے سے پہلے دلائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ آپ کے خصال کے علم کا سمندر اس قدر بھرا ہوا ہے کہ جس کو ڈول مکدر نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم نے اس میں وہ مشہور اوصاف بیان کئے ہیں۔ جو اکثر صحابہ میں ہیں۔ اور مشہور کتابوں میں ہیں۔ ہم نے اس میں کل میں سے تھوڑا سا اور بہت سے پانی میں سے تھوڑا سا لیا ہے۔ اور اسی پر اختصار کیا ہے۔ اور مناسب سمجھا کہ ان قصوں کو حسن بن ابی ہلہ کی حدیث پر ختم کریں۔ کیونکہ اس نے آپ کے خصال و عادات بہت جمع کئے ہیں۔ وہ آپ کے تمام اوصاف و فضائل پر کافی طور سے مشتمل ہے۔ ہم اس کے غریب و مشکل الفاظ و معانی کے لطیف نکات کی تنبیہ پر اس کو ختم کر دیں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حسین محمد حافظ رحمہ اللہ نے اور میں نے ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی۔ ۵۰۸ھ میں کہ۔ حدیث بیان کی ہم سے امام ابو القاسم عبد اللہ بن طاہر تمیمی نے اور میں نے ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی تھی۔ کہا کہ خبر دی ہم کو فقیہ اویب ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن الحسن نیشاپوری اور فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن الحسن المحدثی اور قاضی ابو علی حسن بن علی بن جعفر وحشی نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم علی بن احمد بن محمد بن الحسن خزاعی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو سعید ہیشم بن کلیب شاشی نے کہا خبر دی ہم کو ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ حافظ سے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن وکیع نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے جمیع بن عمر بن عبد الرحمن عجل نے ان کی کتاب سے نقل کی۔ کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے ایک شخص نے بنی تمیم سے جو کہ ابی ہلہ کی اولاد میں سے تھا۔

جو ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ کا (پسلا) خاوند تھا۔ اس کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ وہ ابوہالہ کے بیٹے تھے۔ وہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے سنا قاضی ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابی طاہر احمد بن الحسن بن احمد بن خداواد کرجی باقلانی کے سامنے پڑھا۔ کہا۔ اور اجازت دی ہم کو شیخ بزرگ ابو نفیس احمد بن الحسن بن خیرون نے ان دونوں نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حسن بن احمد بن ابراہیم بن حسن بن محمد بن شاذان بن حرب بن مران فارسی نے بطور قرات کے ان کے سامنے تب انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبد اللہ بن حسین بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب مشوع برادر زادہ طاہر علوی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے کہا۔ حدیث بیان کی مجھ سے علی بن جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے وہ جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ محمد بن علی سے۔ وہ علی بن حسین سے وہ کہتے ہیں کہ حسن بن علی نے کہا۔ اور لفظ اس سند کے یہ ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ کیا تھا۔ وہ آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور مجھے امید تھی کہ ان میں سے کچھ بیان کریں۔ کہ میں اس کو حفظ کر لوں۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسیم تھے۔ آپ کا چہرہ بدر کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ پست قد۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ کے بل نہ بالکل سیدھے تھے نہ پیچیدہ بلکہ متوسط تھے۔ اگر آپ کے بل دو طرفہ ہوتے تو مانگ نکل آتی۔ ورنہ نہیں۔ آپ کے بل جب آپ چھوڑ دیتے کانوں کی لو سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ گورا تھا۔ فراخ پیشانی تھی۔ باریک ابرو اور لمبے تھے۔ پوست نہ تھے۔ دونوں ابروؤں میں ایک رگ تھی۔ جو کہ غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ کی ناک اونچی باریک تھی۔ اس کا نور تھا جو کہ بلند تھا۔ جو شخص بلا تاس آپ کو دیکھتا تھا۔ وہ آپ کی ناک کے درمیانی حصہ کو اونچا خیال کرتا تھا۔ آپ کی



ریش مبارک گھنی تھی۔ آپ کی سیاہ آنکھیں تھیں۔ پتلے رخسارے تھے۔ فراخ منہ تھا۔ چمکتے ہوئے دانت تھے۔ آپ کے دانت کھلے تھے۔ سینہ سے ٹک ایک باریک سا خط تھا۔ آپ کی گردن گویا کہ صاف چاندی کی خوبصورت گڑیا تھی۔ آپ کے اعضا معتدل تھے۔ بھرنے ہوئے گوشت والے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے شکم اور سینہ برابر تھا۔ فراخ سینہ دونوں کندھوں میں فاصلہ تھا۔ فریہ جوڑوں والے تھے۔ برہنہ بدن کی حالت میں بدن چمکتا اور روشن ہوتا۔ گلے سے لے کر ہنک تک بالوں کا ایک خط نظر آتا تھا۔ پستانوں پر پل نہ تھے۔ اس کے سوا پاؤں اور کندھوں اور چھاتی پر بست بل تھے۔ آپ کے بازو لمبے تھے۔ آپ کی ہتھیلی چوڑی تھی۔ گوشت سے بھری ہوئی۔ اور دونوں قدم بھی بھرے ہوئے تھے۔ انگلیاں لمبی تھیں۔ سائل الاطراف کمایا سائن الاطراف (کچھ بھی ہو مطلب ایک ہی ہے۔ لام کو نون سے بدل دیا) اور سائر الاطراف (یعنی باقی اطراف بھی موٹے تھے) لمبے پٹھوں والے۔ آپ کے پاؤں بیچ میں سے بلند (قدرے) صاف نرم تھے۔ ان دونوں سے پانی ٹپ جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تھے اور جھٹ پاؤں اٹھا لیتے تھے۔ آپ جھک کے وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ لمبے لمبے قدم ڈالتے تھے۔ جب آپ چلتے تو گویا لوہے سے نیچے کی طرف اترتے تھے۔ اور جب متوجہ ہوتے تو پورے طور پر متوجہ ہو کر دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ آپ کا زمین کی طرف دیکھنا بہ نسبت آسمان کے زیادہ تھا۔ آپ کی اکثر نظر گوشہ چشم سے ہوتی تھی۔ اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے۔ جس سے ملتے آپ پہلے السلام علیکم کرتے تھے۔

میں نے کہا کہ آپ کی باتوں کی تعریف کرو۔ تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غمزہ رہتے تھے۔ ہمیشہ متشکر رہتے۔ آپ کو آرام نہ تھا۔ بلا ضرورت آپ کلام نہ کرتے تھے۔ بڑے خاموش رہتے۔ کلام کو شروع و ختم اپنے جبرؤں سے کرتے۔ (وجہ فراخی دہن) آپ جوامع العلم تھے۔ کھول کھول کر بیان کرتے تھے۔ جس میں فضول اور کمی نہ ہوتی تھی۔ نرم خلیق تھے۔ نہ سخت طبیعت تھے۔ نہ ذلیل یعنی نہ بالکل سخت اور نہ بالکل حقیر بلکہ حقیر بلکہ متوسط تھے۔ معتدل سختی اور معتدل نرمی۔ نعمت کو بڑی سمجھتے تھے۔ اگرچہ تھوڑی ہوتی۔ کسی شے کی خدمت نہیں کرتے تھے۔

کسی کھانے کی برائی نہیں کرتے تھے۔ نہ تعریف کرتے تھے۔ آپ کے غضب کے سامنے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ کسی حق کے لئے کوئی رکاوٹ ڈالہ حتیٰ کہ اس حق کی حمایت کرتے۔ اپنے نفس کے لئے نہ خفا ہوتے اور نہ انتقال لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے۔ اور جب تعجب کرتے تو ہاتھ کو ہلاتے۔ بات کرتے تو اپنے کلام کو ہتھیلی سے لاتے اور اپنے دائیں انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ اور جب خفا ہوتے تو الگ ہو جاتے اور منہ پھیر لیتے۔ جب خوش ہوتے تو آنکھیں پچی کر لیتے۔ آپ کا ہنسا تبسم ہوتا تھا اور آپ کے دانت ایسے کھلتے جیسے اولے ہوتے ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حدیث حسین بن علی سے ایک مدت تک چھپائی رکھی۔ پھر میں نے اس سے بیان کی۔ تو وہ مجھ سے پہلے ہی سبقت کر گیا تھا۔ یعنی ان کو یاد تھی۔

پھر اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے اور نکلنے مجلس شکل سے پوچھا۔ تو اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کی بات دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ آپ کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ (یعنی جب چاہیں جس حجرہ میں جاسکتے تھے) اور جب آپ اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔ تو اپنے داخل ہونے کے تین حصے ہلاتے تھے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے اور ایک اپنے اہل کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان مقرر کرتے۔ اور اس کو پھر عام پر بذریعہ خاص لوٹاتے تھے۔ اور ان سے کوئی بات ذخیرہ نہ کرتے تھے۔ آپ کی علوت مبارک یہ تھی کہ امت کے حصہ میں اہل فضل کو اپنی مرضی سے ترجیح دیا کرتے تھے۔ اور جس قدر کسی کو دین میں فضیلت ہوتی۔ اس کے لئے اسی قدر وقت تقسیم کرتے تھے۔ ان میں سے بعض ایک ضرورت والے ہوتے اور بعض دو ضرورتوں والے اور بعض کئی ضرورتوں والے۔ پھر آپ ان سے مشغول ہوتے۔ ان سے ان کی اصلاح میں مشغول ہوتے۔ امت کا حل دریافت کر کے ان کی اصلاح کرتے۔ ان کو وہ خبریں سناتے۔ جو

ان کے مناسب ہوتیں۔ اور فرماتے کہ حاضر کو چاہئے کہ غائب کو خبریں پہنچا دے۔ اور مجھ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو اپنی حاجت خود پہنچا نہیں سکتا۔ کیونکہ جو شخص کہ بلاشبہ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو قیامت کے دن ثابت رکھے گا۔ آپ کی خدمت میں سوائے ان باتوں کے اور کچھ ذکر نہ ہوتا۔ اور کسی سے سوا اس کے اور کچھ قبول نہ کرتے۔

سفیان بن دکح کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ منجانبہ آپ کی خدمت میں ممکن سائل ہو کر داخل ہوتے تھے اور آپ کی خدمت سے پیٹ بھر کر نکلتے تھے (یعنی اپنی حاجت کو پورا کر کے) اور فقہا ہو کر نکلتے تھے۔

میں نے کہا کہ آپ کے نکلنے کی بابت خبر دیجئے کہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کو سنبھالتے تھے مگر جو باتیں ان کو نفع دیتی تھیں۔ وہ فرماتے۔ ان سے محبت کرتے۔ لوگوں کو علیحدہ نہ کرتے۔ ہر قوم کے کریم کی تعظیم کرتے۔ اور اس کو ان پر حاکم بناتے۔ لوگوں سے ڈرتے۔ اور ان سے بچتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان سے منہ پھیر لیں۔ اور بد خلقی سے پیش آئیں۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے۔ اور لوگوں سے لوگوں کے حال دریافت کرتے۔ اچھی چیز کی تعریف و توصیب کرتے تھے۔ بری چیز کو برا کہتے۔ آپ کا کام معتدل تھا۔ مختلف نہ ہوتا تھا۔ آپ اس خوف سے غفلت نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ غافل نہ ہو جائیں۔ یا ست نہ ہو جائیں۔ آپ کے نزدیک ہر ایک حل کی تیاری تھی۔ حق سے قصور نہ کرتے تھے۔ اور اس سے غیر حق کی طرف تجاوز نہ کرتے تھے۔ جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ بہتر لوگوں سے ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک ان میں سے افضل وہ شخص ہوتا تھا جو ان میں سے اکثر خیر خواہ ہوتا تھا۔ بڑے مرتبے والا وہ شخص ہوتا تھا۔ جو ان میں سے زیادہ فائدہ رساں اور قوت بازو ہو سکتا تھا۔

پھر میں نے آپ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کی بابت پوچھا۔ کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ تب فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھنا اٹھنا خدا کے ذکر پر ہوتا تھا۔ اور کسی جگہ کو اپنے لئے وطن مقرر نہ فرماتے تھے۔ اور اس

کے وطن بنانے سے منع فرماتے تھے۔ جب کسی قوم کے جلسہ میں جلتے تو جہاں کہیں موقع پاتے بیٹھ جاتے۔ اور اسی بات کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ ہر ایک ہم نشین کو اس کا نصب دیتے۔ یہاں تک کہ ہر ایک صحابی یہ نہیں خیال کرتا تھا کہ کوئی بھی اس سے بڑھ کر حضور کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص آپ کے ساتھ بٹھایا آپ کے ساتھ کسی کام کے لئے کھڑا ہوتا تو آپ صبر کرتے۔ حتیٰ کہ وہی آپ سے رخصت ہوتا۔ جو شخص آپ سے کچھ مانگتا آپ اس کو دے کر ہی لوٹتے تھے یا نرم بات کہتے تھے۔ آپکا ہاتھ اور علق تمام لوگوں پر وسیع تھا۔ آپ ان کے لئے باپ بنے ہوئے تھے۔ اور لوگ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے۔ اور اس میں تقویٰ کے ساتھ بڑھنے والے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب حق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم و حیا و صبر و امانت تھی۔ اس میں شور نہ ہوتا تھا۔ اس میں عورتوں کی برائی نہ ہوتی تھی۔ اور برائیوں کو دہرایا نہ جاتا تھا۔

اور یہ فقرہ ان دونوں روایتوں کے علاوہ ہے۔ کہ صحابہ ایک دوسرے پر تقویٰ کے باعث مہربانی کرتے تھے۔ تواضع کرتے تھے۔ اس میں بڑے کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ اہل حاجت کی مدد کرتے تھے۔ غریب پر رحم کھاتے تھے۔

پھر میں نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و خصلت کی بات جو ہم نشینوں میں کرتے دریافت کیا۔ تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے۔ نرم خلق متواضع تھے۔ بدخلق و سخت نہ تھے۔ نہ چلاتے تھے نہ عیب لگاتے تھے۔ نہ بڑے مداح تھے۔ جس کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے قائل کرتے تھے۔ کسی کو آپ سے ناامیدی نہ ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے نفس سے تین چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ریا۔ کثرت مال و فضول کلام۔ اور غیر ضروری شے۔ آپ نے لوگوں کی تین باتوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ آپ کسی کی مذمت نہ کرتے تھے۔ اس کو عار نہ دلاتے تھے۔ اس کے عیب کی تلاش نہ کرتے تھے۔ آپ وہی بات کرتے کہ جس میں ثواب کی امید رکھتے۔ جب آپ کلام کرتے تو آپ کے صحابہ اپنے سروں کو جھکاتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور جب آپ چپ کرتے تو پھر بات کرتے تھے۔ آپ کے

روبو کسی بات میں جھگڑتے نہ تھے۔ جو شخص آپ کے سامنے بات کرتا تو سب لوگ اس کے لئے چپ کر جاتے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہوتا۔ ان کا بات کرنا ایسا ہوتا کہ (گویا) اول شخص بات کرتا ہے (یعنی ہر ایک کی بات بہ رغبت سنا کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ہنسنے پر ہنس پڑا کرتے تھے۔ اور جس سے وہ خوش ہوتے آپ بھی خوش ہوتے۔ اور کسی مسافر کے ظلم و سختی کلام پر صبر کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ جب تم لوگ کسی حاجتمند کو حاجت طلب کرتے ہوئے دیکھو۔ تو اس کو دیا اس کی مدد کرو۔ اور اسی شخص کی تعریف مقبول فرماتے۔ جو آپ کی تعریف کا مستحق ہوتا (یا تعریف میں متوسط طریق اختیار کرتا) اور کسی کی بات کو جب تک وہ پوری نہ کرے کٹتے نہ تھے۔ پھر اس کو ختم پر یا مجلس سے اٹھنے کے ساتھ قطع کرتے تھے۔ یہاں تک سفیان بن وکاح کی حدیث ختم ہو چکی۔

دوسرے راوی نے یہ زائد کیا ہے۔ کہ میں نے کہا (یعنی امام حسن یا حسینؑ نے) کہ آپ کا خاموش رہنا کس کس امر پر ہوتا تھا۔ تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت چار چیزوں پر ہوتا تھا۔ علم پر، خوف پر، تقدیر پر، فکر پر۔  
تقدیر پر یہ سننے نہ آپ نظر کرنے اور نفع دینے میں لوگوں کے درمیان برابری کیا کرتے تھے۔ اور آپ کا فکر ان اشیاء میں ہوتا تھا کہ جو باقی رہیں۔ اور جو فنا ہو جائیں۔ صبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم جمع کیا گیا تھا۔ آپ کو کوئی شے ایسی غضب ناک نہ بیاتی تھی کہ آپکو ہلکا کر دے۔ اور گھبرا ڈالے۔ اور خوف میں آپ کے لئے چار چیزیں جمع کی گئی تھیں۔ اچھی بات کو آپ لیتے تھے۔ ناک لوگ آپ کی پیروی کریں۔ بدی بات کو آپ اس لئے چھوڑتے کہ اس سے لوگ باز رہیں۔ آپ اس امر کی کوشش کرتے تھے کہ جس سے آپ کی امت کی اصلاح ہو۔ امت کے لئے آپ اس بات پر قیام کرتے تھے کہ جس سے ان کی دنیا و آخرت درست ہو۔

## فصل ۳۶

اس میں اس حدیث کے الفاظ مشکوٰۃ غریبہ کی تشریح ہے جس کا ترجمہ ہم نے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس کا ترجمہ پہلے آچکا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

## باب سوم

ان صحیح حدیثوں کے بیان میں کہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دونوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی مخصوص ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں میں سے بزرگ تر ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور قرب میں سب سے بلند ہیں۔ واضح رہے کہ اس بارہ میں ہم نے بارہ فصلوں میں انحصار کیا ہے۔

### فصل ۱

(اس بارہ میں کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ ہے۔ آپ کا برگزیدہ ہونا آپ کی فضیلت و اولاد آدم میں سے سرداری۔ دنیا میں آپ کے زائد مرتبہ آپ کے پاک اسم کی برکت۔)

خبر دی ہم کو شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد عدل نے کہ جس نے زبانی اجازت دی تھی۔ کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن فرغانی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم کی والدہ نے جو کہ ابو بکر بن یعقوب کی بیٹی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے حاتم نے جو کہ ابن عقیل ہے۔ وہ یحییٰ سے جو کہ ابن اسماعیل ہے۔ وہ یحییٰ حنلی سے کہتا ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے قیس نے وہ امش سے وہ عبالہ بن ربیع سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَسَمَ لَخَلْقِ قِسْمَيْنِ فَمَعْلُومٌ مِنْ غَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ الْيَمِينِ وَأَصْحَابُ الْيَمَانِ قَاتِلِينَ أَصْحَابُ الْيَمِينِ وَأَنَا غَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسم کا بنایا۔ مجھ کو ان میں سے بہتر قسم میں بنایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا

قول ہے۔ اصْحَابُ الْيَمِينِ وَاصْحَابُ الشِّمَالِ یعنی دائیں طرف والے اور بائیں طرف والے پس میں دائیں طرف والا ہوں۔ اور دائیں طرف والوں میں سے بہتر ہوں۔  
 ثُمَّ جَعَلَ الْيُسْرَى ثَلَاثًا فَعَمَلْنِي فِيْ غَيْرِهَا ثَلَاثًا وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى اصْحَابُ الْيَمِينِ وَاصْحَابُ الشِّمَالِ وَالتَّائِبُونَ التَّائِبُونَ فَتَأْتِي مِنَ التَّائِبِينَ وَأَنَا غَيْرُ التَّائِبِينَ پھر پروردگار نے ان دو قسموں کو تین قسم بنایا۔ اور مجھ کو ان تین قسموں میں سے تیسرا بہتر قسم بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اصحابِ مینہ اور اصحابِ مشمہ ہیں۔ اور السابِقون السابِقون یعنی دائیں بائیں والے یعنی بڑھنے والے ہیں۔ پس میں بڑھنے والوں میں سے ہوں اور میں سابقین میں سے بہتر ہوں۔

ثُمَّ جَعَلَ الْثَلَاثَ قَبَائِلَ فَعَمَلْنِي مِنْ غَيْرِهَا قَبِيلَةً وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَى فَإِنَّا آتَيْنَاكُمْ وَآدَمَ وَآكْرَمَهُمْ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخْرَ پھر ان تین قسموں کے قبیلے بنائے مجھ کو ان کے بہتر قبیلوں میں سے بنایا۔ اور یہی خدائے تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے تم کو شیعے اور قبیلے بنایا۔ پس میں اولادِ آدم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ متقی ہوں اور زیادہ کرم ہوں۔ اور یہ فخر نہیں۔

ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ يُبُورًا فَعَمَلْنِي مِنْ غَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا پھر قبیلوں کے گھر بنائے۔ اور مجھ کو ان کے بہترین گھروں سے بنایا اور خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ تم سے نپاکی کو دور کر دے۔

وَمَنْ آتَيْنَا سَلَامَةً مِّنْ آيَاتِنَا هُوَ يُرِيدُ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ لَكَ الْبُيُوتُ قَالَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ أَبُو سَلَمَةَ أَبُو هَرِيرَةَ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے یہ عرض کی کہ آپ کے لئے نبوت کب سے ضروری ہوئی۔ فرمایا اس وقت کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم میں تھے۔

وَمَنْ وَآئِلَتُهُ بَيْنَ الْأَشْجَعِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَى مِنْ رُؤَسَاءِ أَهْلِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَهْلِ الْأَنْبِيَاءِ بَيْنَ كَتَانَةٍ وَأَهْلِ الْأَنْبِيَاءِ بَيْنَ كَتَانَةٍ





وَإِنِّي لَهَذَا أَشَدُّ الْغَبَاؤِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِقَوَائِمِ حُبِّ اللَّهِ تَعَالَى لِي أَدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُوْ بَدَا كِيَا تُوْ مَجْهُ كُوْ اِن كِي پِشْت ميں زمين كِي طَرَف اَتَارا۔ اور مجھ كُو نوح عليہ السلام كِي پِشْت ميں كِشْتِي ميں اَتَارا۔ اُگ ميں ابراهيم عليہ السلام كِي پِشْت ميں اَتَارا۔ پھر اسي طَرَح مجھ كُو شريفوں كِي پِشْتوں ميں پاك رحموں كِي طَرَف اَتَارا۔ يہاں تِك كہ مجھ كُو ميرے والدين سے نكلا اور وہ كبھی بھي بدوں نكلج كے نہيں سَلے۔ اسي امر كِي طَرَف حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے اشعار ميں اشارہ كيا ہے۔ (اشارہ)

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظَّلَالِ وَفِي مَسْتَوْدَحَيْتُ يُعْصَفُ الْوَدَقُ

آپ دنيا يا ولادت سے پہلے جنت كے سائيوں ميں (آدم عليہ السلام كِي پِشْت ميں اور مقام (آدم و حوا عليهما السلام) ميں تھے۔ جہاں كہ بچے ليٹے جاتے تھے (يعني جب آدم حوا نكلے گئے تھے تو جنت كے پتوں كُو بدن پر ليٹتے تھے)۔

ثُمَّ مَبِطَتِ الْيَلَادَ لَا بَشَرُ أَنْتَ وَلَا مَعْصِيَةٌ وَلَا مَلَكُ

پھر آپ شہروں كِي طَرَف اترے بھايكہ اس وقت آپ نہ انسان تھے نہ مَعْصِيہ خُون

بستہ

بَنُ نَظْفَةٍ تَرَكَّكَ السَّيِّدُ وَقَدْ أَلْعَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْفَرَقُ

بلکہ ايک نظفہ تھے كہ كِشْتِي نوح ميں سوار ہوئے اور بلاشبہ لگام دي نسر كُو اور اس كے اہل يعني قوم نوح غرق ہو گئی تھی

تُفَرِّدُ مِنْ صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ إِذَا مَضَى عَالِمٌ بِدَا طَبَقِ

آپ پِشْتوں سے رحموں كِي طَرَف آتے رہے۔ جب ايک قرن گزر گيا تو دوسرا قرن آيل۔

ثُمَّ اسْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيَّمُ مِنْ عِنْدِ عَلِيَاءَ تَعْتَمُهَا السُّطُكُ

پھر آپ كے شہر نسب نے خندف (الياس بن مضر كِي بيوي) سے بلندی كُو گھير ليا جس كے نيچے چلے تھے۔

وَلَمَّا وُيِدَتَا أَخْبَرَتِ الْأَرْحُومُ وَخَاءُ تَبْنُوْرِكَ الْأَهْلُ

اور جب آپ پيدا ہوئے تھے تو تمام زمين روشن ہو گئی تھی۔ اور آب كے نور

marfat.com

Marfat.com

سے آسمان کے کنارے بھی روشن ہو گئے تھے۔

فَنَعْنُ فِي ذِيكَ الْغَيْبِ وَفِي التَّوْرِ وَمِثْلِي الْوَشَادِ نَعْنُ فِي

سو ہم اس روشنی اور نور و ہدایت کے راستوں میں داخل ہوتے ہیں۔

يَا بَرُّوْنَا وَالْغَلِيْلِي يَا سَبِيَا يَعْمَدَةُ النَّارِ وَهِيَ تَخْتَرِقُ

اے غلیل کی آگ کی ٹھنڈک اور آگ سے بچنے کا سبب بھالیکہ وہ جلتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو ذرا بن عمر۔ ابن عباس۔ ابو ہریرہ۔ جابر

بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

أَعْطَيْتُ خَمْسًا وَبَعْضُهَا يَمَانٌ لَمْ يُعْطَوْا نَبِيٌّ قَبْلِي نَصِرْتُ بِاللَّهِ مَسِيْرًا شَهْرًا

مِثْلَتِ لِي الْآرْضُ مَسْجِدًا وَكُلُّهُ رَايَ قَائِمًا رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهَا لَعْلُوَّةً قَلْبِي وَ

أُحِلَّتْ لِي الْفَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِنَبِيِّ قَبْلِي وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَأَقْدَمِ وَأَعْطَيْتُ الشَّقَاةَ وَفِي

رِوَايَةٍ أُخْرَى وَعُرِضَ عَلَيَّ أُمَّتِي فَلَمْ يَخَفْ عَلَيَّ التَّائِبُ مِنَ الْمَتْبُوعِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى

إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ قِيلَ السُّودُ وَالْعَرَبُ لَا ذَا لِقَابٍ عَلَى الْوَاوِيهِمْ إِلَّا دُمْنُهُ فَهُمْ مِنَ السُّودِ

وَالْأَحْمَرُ لَعْنَمُ وَقِيلَ الْبَيْضُ وَالسُّودُ الْيَمَنُ وَفِي الْحَدِيثِ الْآخِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَصِرْتُ بِاللَّهِ مَسِيْرًا شَهْرًا وَأُوتِيْتُ جَوَامِيعَ الْكَلِمِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى

الْآرْضُ قُوضِيَتْ فِي يَدَيَّ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَخَرَجْتُ مِنَ النَّبِيِّ

مجھ کو پانچ چیزیں دی گئی ہیں اور بعض میں ہے کہ چھ دی گئی ہیں۔ وہ مجھ سے پہلے

کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ کے راستہ تک میرے رعب کی نصرت مجھے دی

گئی ہے۔ میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک بنادی گئی ہے اب میری امت کا کوئی

فحش ہو جہاں کہیں اس کو نماز کا وقت آجائے پڑھ لے، منیتوں کا مل میرے لئے

حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے نبیوں پر حلال نہیں کیا گیا تھا۔ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا

کیا ہوں۔ مجھے شفاعت دی گئی ہے۔ اور اس کلمہ کے بدلے ایک روایت میں ہے کہ

مجھ سے کہا گیا کہ آپ سوال کریں دئے جائیں گے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ مجھ

پر میری امت پیش کی گئی۔ پھر مجھ پر تابع اور متبوع مقرر نہ رہا۔ اور ایک روایت میں

ہے کہ میں سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ سیاہ سے عرب کے

لوگ مراد ہیں۔ کیونکہ ان کے رنگوں پر گندم گوں زیادہ ہوتی ہے۔ اور وہ سیاہ ہوتے ہیں۔ اور سرخ عجم کے لوگ ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے سفید سیاہ آنتیں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سرخ سے مراد انسان ہیں اور سیاح سے جن۔ اور دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو ایک مہینہ تک رعب سے نتمندی دی گئی ہے۔ اور مجھ کو دو باتیں دی گئی ہیں جو کہ جوامع ہیں۔ اور میں سو رہا تھا کہ اتنے میں مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ پھر میرے ہاتھوں پر رکھ دی گئیں۔ اور ان سے ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِنِّي فَرَطُكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا تَنْظُرَانِي حَتَّىٰ الْآنَ وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَذَ عَلَيْكُمْ أَنْ تُخْرِكُوا بَعْدِي وَلِيَكُنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

میں تمہارے لئے فرط یعنی آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں۔ واللہ میں اپنے حوض کی طرف اس وقت بلاشبہ دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی۔ واللہ میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَنَا مُعَقَّدُ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ لَا نَبِيَّ بَعْدِي أَوْ قَبْلِي جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَةُ وَمِلَّتُ خَزَنَةُ النَّارِ وَحَمَلَةُ الْمَرْثِ

میں وہ محمد نبی امی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھ کو جوامع الکلم اور اسکے خواتم دئے گئے۔ مجھے دوزخ کے خزانچی اور عرش کے اٹھانے والے بتلائے گئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِي قِيَامَتِ كَيْ سَأُنْجِي سَائِمًا بِهَا هَلْ هِيَ

marfat.com

Marfat.com

ابن وہب کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سِرِّيَ مُحَمَّدٍ فَقُلْتُ مَا أَسْتُرُ يَا رَبِّ اتَّقِذْتُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَ  
كَكَلَّمْتُ مُوسَى تَحَلُّيًا وَأَعْطَيْتُ سُلَيْمَانَ مُلْكًا لَا يَنْجَلِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ  
فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا أَعْطَيْتُكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ أَعْطَيْتُكَ الْكُفْرَ وَجَعَلْتُ إِيْسَكَ  
مَعَ إِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ فِي السَّمَاءِ وَجَعَلْتُ الْآرْضَ طُفُورًا لَكَ وَلَا تَيْتِكَ وَفَرَرْتُ  
لَكَ مَا تَقْدَرُونَ ذَنْبِكَ وَمَا تَعْرِفَانَتْ تَمِشُ فِي النَّارِ مَفْضُورًا لَكَ وَلَمْ أَصْنَعْ  
ذَلِكَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ وَجَعَلْتُ قُلُوبَ أُمَّتِكَ مَعًا حِفْظًا وَغِيَاثًا لَكَ شَظَا مَتَكَ وَلَمْ أَغِيَا  
مَا لِيَبْنِي خَيْرُكَ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ رَوَاهُ حُذَيْفَةُ بَشَرِي يَعْنِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوَّلُ مَنْ  
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِي مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ وَ  
أَعْطَانِي أَنْ لَا تَمُوتَ أُمَّتِي وَلَا تَقْلَبَ وَأَعْطَانِي الْكُفْرَ وَالْإِيمَانَ وَالرُّسُوبَ بِمَعْنَى بَيْنِ أُمَّتِي  
شَهْرًا وَطَيْبَ لِي وَلِقَائِي الْمَخَارِمَ وَأَحَلَّ لِي كَثِيرًا مِمَّا شَاءَ عَلَى مَنْ قَبْلِي وَلَمْ يَحْصَ  
عَلَيْنَا فِي الدُّنْيَا مِنْ حَوْجٍ -

ترجمت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے محمد! آپ سوال کریں۔ میں نے کہا اے  
رب میں کیا سوال کروں۔ تم نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اور موسیٰ علیہ  
السلام سے کلام کیا۔ نوح علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک دیا کہ  
کسی کو ان کے بعد لائق نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو دیا ہے وہ اس  
سے بہتر ہے میں نے تم کو حوض کوثر دیا اور تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا۔  
کہ وہ آسمان کے درمیان پکارا جاتا ہے۔ زمین کو تمہارے اور تمہاری امت کے لئے  
پاک کر دیا۔ تمہارے پہلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے۔ سو اب تم لوگوں میں  
بخشے ہوئے گناہ چلتے ہو اور یہ باتیں میں نے کسی اور کے لئے نہیں کیں۔ میں نے  
تیری امت کے دلوں کو مصاحف بنا دیا یعنی ان کے دلوں میں قرآن شریف رکھ دیا۔  
میں نے تیرے لئے شفاعت کو چھپا رکھا ہے۔ تیرے سوال اور کسی نبی کے لئے میں نے  
اس کو نہیں چھپایا۔ ایک اور روایت میں ہے جس کو حذیفہ نے روایت کیا ہے۔ آپ

نے فرمایا۔ کہ مجھ کو میرے رب عزوجل نے بشارت دی ہے کہ اول سب سے جو میرے ساتھ جنت میں میری امت داخل ہو گی ستر ہزار ہو گی۔ اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن کا کوئی حاسب نہ ہو گا۔ اور مجھے یہ علمیت کی ہے کہ میری امت بھوکی نہ رہے گی۔ اور مظلوم نہ ہو گی۔ مجھ کو فتح و عزت دی گئی ہے۔ میری امت کے سامنے ایک مینہ تک (رعب) ہو گا۔ مجھ پر اور میری امت پر خیمتوں کا بل حلال کر دیا گیا ہے۔ اور ہم پر بہت سی وہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ جو ہم سے پہلے لوگوں پر حلال نہ تھیں۔ ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ڈلائی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا وَقَدْ أَهْلَى مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أَمِنْ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الْإِلَهُ أَوْشَيْتٌ وَحَيًّا أَوْحَى إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنَا أَكُونُ أَكْثَرَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ترجمہ۔ کوئی نبی انبیاء میں سے ایسا نہیں گزرا کہ جو ایسے نشانات نہ دیا گیا ہو کہ جس پر لوگ ایمان لائیں۔ لیکن مجھ کو جو دیا گیا ہے وہ ایک وحی (یعنی قرآن) ہے جو خدا نے میری طرف اتارا ہے (جو کہ ہمیشہ رہنے والا ہے) پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت میرے تابعین زیادہ ہوں گے۔

محققین کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ آپ کا معجزہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ دنیا باقی رہے گی۔ اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات اسی وقت جلتے رہے۔ اور ان کو حاضرین کے سوا اور کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن قرآن پاک کا معجزہ ایسا ہے کہ اس پر قیامت تک نہ نہ بعد نہ نہ کے لوگ کھلے طور پر واقف ہوتے رہیں گے۔ نہ خبر کے طور پر۔ اور اس میں لبا کلام ہے یہ اس کا خلاصہ ہے ہم نے اس کے سوا اس میں آخر باب معجزات میں مفصل لکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر نبی کو سات شریف وزیر رفق اس کی امت سے دئے گئے۔ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجیب رفق دئے گئے۔ ان میں سے ابوبکر، عمر، ابن مسعود، عمار ہیں۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو روک لیا۔ اور اس پر اس کے رسول اور مومنین کو مقرر کیا۔ اور وہ میرے بعد کسی پر حلال نہیں۔ یعنی اس میں لڑنا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی تک حلال نہیں ہوا تھا۔

عریض بن ساریہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے۔ کہ اِنِّیْ مَبْدُؤُ الدُّوَا غَاثُمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَدَاْمُ کَمُنْعِدِیْ فِیْ شِیْئِهِمْ وَ مَدَّةُ اِبْنِ اِبْرٰهیمَ وَ بَشَارَةُ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمَ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خاتم النبیین بحالیکہ آدم علیہ السلام بلاشبہ ابھی مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ میں اپنے باپ ابراہیم کا وعدہ ہوں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان والوں اور انبیاء علیہم السلام والصلوة پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان والوں سے کہتا ہے کہ وَمَنْ یَقُنْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مُّوَدِّعٌ لِّکُمْ فِیْ ہٰذَا لَیْسَ بِکُمْ نَجْوٰی جِہَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْوٰی الظّٰلِمِیْنَ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں۔ تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیں گے۔ (پ ۷ ع ۲) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا یَبْفِرُ لَکَ اللّٰهُ مَا تَدَّ اَمْرٌ وَّ ذٰلِکَ وَ مَا تَاَخَّرُوْا وُتَمِّمَ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَ یَهْدِیْکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَ یَمْحُوْکَ اللّٰهُ نَصْرًا عِزًّا۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھلوے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔ (پ ۱۶ ع ۹) لوگوں نے کہا کہ ان کی انبیاء علیہم السلام پر کیا فضیلت ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانٍ قَوِیْمٍ لِّیُبَیِّنَ لَکُمْ فِیْہِیْضُ اللّٰهُ مِنْ بَیْنِکُمْ وَ یَهْذُوْا مِنْ بَیْنِکُمْ وَ مَوَ اَنْعَزَ یُزِیْرُ اَنْعَکُمْ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی

عزت و حکمت والا ہے۔ (پ ۱۶ ع ۱۷)

marfat.com

Marfat.com

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ وَمَا أَدْرَاكَ سَلَكْتَ إِلَّا سَبِيلَ نَارٍ۔ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔

خالد بن معدون سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ اپنی نسبت ہم کو خبر دیجئے۔ اور اسی قسم کی روایت ابو ذر شداد بن اوس ابن مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اپنے باپ ابرہیم کی دعا ہوں۔ یعنی ان کا یہ قول کہ اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے میری خوشخبری دی۔ میری ماں نے جب مجھے جنم دیا تو اس نے دیکھا کہ اس سے ایک نور نکلا ہے کہ جس سے ہمرے شر کے محل جو کہ زمین شام میں ہے روشن ہو گئے۔ سعد بن ابی بکر کی اولاد میں مجھے دودھ پلایا گیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں اپنے بھائی (رضائی) کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چراتا تھا کہ اتنے میں دو مرد آئے۔ جن پر سفید کپڑے تھے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ تین مرد تھے۔ اور ایک طشت سونے کا جو کہ برف سے بھرا ہوا تھا لائے۔ مجھے انہوں نے پکڑ لیا۔ اور میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اس حدیث کے علاوہ دوسری میں یوں آیا ہے۔ کہ گلے سے لے کر پیٹ کے نرم حصہ تک پھاڑ دیا۔ پھر اس سے میرے دل کو نکالا۔ اس کو پھاڑ دیا۔ اور اس سے ایک سیاہ خون جیسے ہوئے کا ٹکڑا نکالا۔ اور اس کو پھینک دیا۔ پھر انہوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برف سے دھو ڈالا یہاں تک کہ صاف کر دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر ان میں سے ایک نے کوئی چیز لی۔ کیا دیکھا ہوں کہ وہ ایک نور کی انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ کہ دیکھنے والا اس سے حیران رہتا ہے۔ پھر اس نے میرے دل پر مر لگا دی۔ اور وہ ایمان و حکمت سے بھر گیا۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ دوسرے نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے چاک پر پھیرا تو وہ مل گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دل سخت ہے اس میں وہ آنکھیں ہیں۔ جو دیکھتی ہیں۔ دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا

marfat.com

Marfat.com

کہ امت کے دس مردوں سے وزن کر۔ اس نے مجھے ان کے ساتھ وزن کیا۔ تو میں ان سے بڑھ گیا۔ پھر کہا کہ ان کو ان کی امت کے سو مردوں کے ساتھ وزن کرو۔ وزن کیا۔ تو میں ان سے بھاری ہوا۔ پھر کہا کہ ان کو ان کی امت کے ساتھ ہزار مرد کے ساتھ وزن کر۔ پھر اس نے مجھے ان کے ساتھ وزن کیا۔ تو میں ان سے بھاری ہوا۔ پھر اس نے کہا کہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم ان کی تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے۔ تب بھی وہ بھاری نکلیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر انہوں نے مجھے سینہ سے لگایا۔ اور میرے سر اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اے حبیب (اللہ) تم ڈرو مت۔ اگر تم کو معلوم ہوتا جو تم سے بہتری کا ارادہ کیا گیا ہے۔ تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اس حدیث کے باقی حصہ میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم اللہ کے کس قدر مکرم ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تمہارے ساتھ ہیں۔

ابو ذرؓ کی حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں فرشتے مجھ سے پنہ بھیر کر جھپٹ کر چلے گئے۔ گویا کہ یہ معاملہ میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (یعنی نبوت و رسالت کا معاملہ اب میں مشاہدہ کر رہا ہوں)۔

ابو محمدؓ کی اور ابو الیثؓ سرقندی وغیرہ نے حکایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کی توبہ کے وقت کہا تھا 'خداوند اے بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری خطا بخش دے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ میری توبہ قبول کر۔ تب ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانے انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جنت کے ہر مقام پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا دیکھا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ محمدؐ میرا بندہ اور رسول ہے۔ تب میں نے جان لیا کہ وہ مخلوق میں سے تیرے نزدیک زیادہ مکرم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ اور ان کو بخش دیا۔ اور یہ اس قائل کے نزدیک اس آیت کی تلویل ہے۔ جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات سیکھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو



میں نے اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ میں نے جان لیا۔ کہ تیرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ مرتبہ پر نہیں۔ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ کر دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ کہ مجھ کو اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ بیشک وہ نبیوں میں سے جو تیری اولاد میں ہوں گے آخری نبی ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ راوی کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو البشر تھی۔

سرخ بن یونس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد کے نام کا کوئی مرد ہو۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بعض عزت کی وجہ سے اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ابن قانع قاضی ابی الحمرائے سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھ کو آسمان کی سیر کرائی گئی۔ تو میں نے عرش پر کیا دیکھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ میں نے اس کو علیؑ کے ساتھ مدد دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول وَكَانَ تَحْتَهُ كَنُزُّنُهُمَا (یعنی اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ وہ ایک تختی سونے کی تھی۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ اس شخص پر تعجب ہے جو کہ تقدیر پر یقین رکھتا ہے، کیسے رنج اٹھاتا ہے۔ اور اس شخص پر تعجب ہے جو کہ دونخ کا یقین رکھتا ہے، کیسے رنج اٹھاتا ہے۔ اور اس شخص پر تعجب ہے جو کہ دونخ کا یقین رکھتا ہے، کیسے ہنستا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے۔ جو کہ دنیا اور اس کی گردش کو جو لوگوں پر کرتی ہے دیکھتا ہے، کیسے اس کی طرف سے مطمئن ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا بندہ اور رسول ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے کہ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ ہیں۔ میں اس کے کہنے والے کو عذاب نہ دوں گا۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ایک قدیمی پتھر پر لکھا ہوا پایا گیا۔ کہ محمدؐ پر ہیز گار ہیں۔  
اصلاح کرنے والے سردار ہیں۔

سمطاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بلو خراسان میں ایک بچہ پیدا ہوا دیکھا کہ  
جس کے ایک پہلو پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا تھا۔  
مورخین ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان کے ملک میں ایک گلاب کا سرخ پھول ہے۔  
اس پر سفید خط سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے۔

اور جعفر بن محمدؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب  
قیامت کا دن ہو گا۔ تو پکارنے والا پکارے گا کہ جس کا نام محمدؐ ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اور  
جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے داخل ہو جائے۔

ابن قاسم نے اپنے سلمؒ میں اور ابن وہب نے اپنے جامع میں مالکؒ سے روایت  
کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ والوں سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ جس گھر میں محمدؐ نام  
کا کوئی شخص ہو وہ گھر ضرور بڑھتا ہے۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ اس کے پڑوسیوں کو  
رزق دیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ جس گھر میں ایک محمدؐ دو محمدؐ  
تین محمدؐ ہوں تو تم کو کچھ ضرر نہ ہو گا۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو  
ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کیا۔ پھر اس کو اپنے لئے پسند کیا۔ اور  
اس کو رسالت کے ساتھ بھیجا۔

نقاش نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا آيَاتِهِ مِنْ بَعْدِ مَا بَدَأَ إِنَّ  
كَانُكُمْ كَانُ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا۔ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد  
کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔  
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا

marfat.com

Marfat.com

اے گروہ اہل ایمان بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تم پر فضیلت دی ہے اور میری عورتوں کو تمہاری عورتوں پر فضیلت دی۔

## فصل ۲

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں جو معراج کی کرامت کو شامل ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کا دیدار ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی امامت اور آپ کا عروج سدرۃ المنتہی تک۔ اور جو بڑے نشانات خدائی کے آپ نے دیکھے مذکور ہیں۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے قصہ معراج ہے۔ جس میں آپ کی رفعت و ترقی کے درجات پوشیدہ ہیں۔ جن کی قرآن مجید نے خبر دی ہے۔ اور حدیث صحیح نے اس کی تشریح کی ہے۔

مُبَحَّانَ الْكَذِبِ آسَرَى بِعَبْدِهِ كَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (پ ۱۵ ع ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننا دیکھتا ہے۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّٰ صَافِيكُمُومًا وَهَوَىٰ عَنِ الْقُوَىٰ إِنَّهُ هُوَ لَا وَهَىٰ يُوحِي مَعَهُ سِدْرًا مِّنَ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهَوَىٰ لَّا فُتًى إِلَّا عَلَيَّ ثُمَّ دَنَىٰ فَقَدَسَ الْقَابُ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ أَنَّىٰ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ أَعْيَىٰ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزَاهَةً أُخْرَىٰ مِّنْ سِدْرَةٍ مِّنْهُنَّ مَخْلُوعَةٍ الْهَوَىٰ إِذْ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ أَعْيَىٰ مَا يُفَصِّلُ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگروہی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے پھر اس جلوہ نے قصد

فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھلے تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے پاس جنت الملوٰی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (سورہ النجم پ ۲۷ ع ۵)

مسلمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ نص قرآن ہے۔ اس کی تفصیل و عجائبات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جو کہ منتشر ہیں۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کمال ترکو مقدم کریں۔ اور اس کے علاوہ دوسری حدیثوں کا جن کا ذکر واجب ہے اشارۃً زیادہ کریں۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی اور فقیہ ابو الخیر نے میں نے ان دونوں سے اور قاضی ابو عبد اللہ تمیمی وغیرہ نے اپنے مشائخ سے سنا وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو العباس عذری نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلوہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شیبان بن فروخ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حماد بن سلمہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ثابت بنانی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

أَتَيْتُ بِالْبَرَاءِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَيْتِ يَخْرُجُ حَرْفًا مِنْهُ  
مُسْتَهْجًا حَرْفًا قَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُهُ بِأَتَمِّ الْبَيْتِ يُرِيدُ بِهَا  
الْبَيْتَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ بِأَتَمِّ الْبَيْتِ  
وَأَنَا مِنْ لَبَنٍ فَأَخْمَرْتُ الْبَيْتَ فَقَالَ جِبْرِيلُ إِنَّ تَرْتِ الْفِطْرَةَ ثُمَّ رُجَّ بِهَا إِلَى الْمَسْجِدِ

وَسَفَتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ  
 بُعِثَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ لَنَا وَإِذَا أَنَا بِآدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَانِي بِغَيْرِ ثُمَّ مَرَّ  
 بِنَارِ لِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ  
 مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ لَنَا وَإِذَا أَنَا بِإِسَى الثَّانِيَةِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
 وَبِعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ يَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا بِي وَدَعَا بِي بِغَيْرِ-

ترجمہ۔ میرے پاس براق لایا گیا۔ اور وہ ایک جانور ہے جو کہ سفید لبا تھا۔  
 گدھے سے اونچا اور نچر سے چھوٹا اپنے کمر (قدم) کو وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نظر  
 پڑتی تھی۔ فرمایا کہ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس میں پہنچ گیا۔ اور  
 اس کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے  
 تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس میں دو رکعت (نفل) پڑھے۔ پھر میں نکلا تو  
 میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا لایا۔ میں نے دودھ  
 کو پسند کیا۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت اسلام کو پسند کیا۔ پھر  
 مجھ کو آسمان کی طرف چڑھالے گیا۔ اور جبرئیل نے دروازہ کھلوا دیا۔ تو کہا گیا کہ تم کون  
 ہو؟ کہا کہ جبرائیلؑ نہا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم) ہیں۔ کہا گیا کہ کیا ان کو حکم ہوا ہے؟ کہا کہ بیشک حکم ہوا ہے۔ تب اس نے  
 دروازہ کھول دیا۔ اور میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا  
 اور دعا خیر دی۔ پھر ہم کو دوسرے آسمان کی طرف لے گئے۔ اس کو جبرائیلؑ نے  
 کھلوا دیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کون ہے۔ اس نے کہا جبرائیلؑ۔ کہا گیا کہ تمہارے ساتھ  
 کون ہے۔ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا گیا کہ کیا ان کی طرف حکم بھیجا گیا  
 ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں بیشک پھر کھول دیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم و زکریا  
 بن یحییٰ علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور مجھ کو دعا خیر دی۔

ثُمَّ مَرَّ بِنَارِ لِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَفَتَحَ لَنَا وَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحَمْدِ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَانِي بِغَيْرِ-

ترجمہ:- پھر ہم کو تیسرے آسمان کی طرف چڑھالے گئے۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ وہ کھولا گیا۔ تو یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ جن کو نصف حسن دیا گیا ہے۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

ثُمَّ مَرَجَ بَنَاتِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ وَذَكَرَ مِثْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِأُورُشَلِيمَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:- پھر ہم کو چوتھے آسمان کی طرف لے گئے اور ایسا ہی ذکر کیا۔ میں نے دیکھا کہ اور یس علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَدَعَمْنَا هُمُكَ مَكَانًا حَبِيبًا۔ ہم نے اس کو بلند مکان پر اٹھایا۔  
ثُمَّ مَرَجَ بَنَاتِي السَّمَاءِ الْخَامَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِبَهْرُوتَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:- پھر ہم کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور ایسا ہی ذکر کیا میں نے دیکھا کہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

ثُمَّ مَرَجَ بَنَاتِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَإِذَا أَنَا  
ترجمہ:- پھر ہم کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور ایسا ہی ذکر کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ۔

يُوسُفُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ۔

ترجمہ:- موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا خیر دی۔

ثُمَّ مَرَجَ بَنَاتِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِأَبْرَاهِيمَ مُسَيِّدًا ظَهَرَ إِلَيَّ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ وَإِذْ أَيْدِي خُلَّةٍ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَمُوتُونَ إِلَّا بِيَوْمٍ۔

ترجمہ:- پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے گئے اور ایسا ہی ذکر کیا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو کہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور دیکھا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر نہیں لوٹتے۔

پھر مجھ کو سدرہ المنتہی تک لے گئے۔ اس کے پتے ہانسی کے کٹوں کے برابر تھے۔ اور اس کے پھل (بیر) مشکوں کی طرح تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کو خدا

کے حکم نے ڈھانک لیا تو وہ بدل گیا۔ خدا کی مخلوق میں سے کسی کو طاقت نہیں کہ اس کی تعریف کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی جو کچھ کہی۔ اور مجھ پر پچاس نمازیں دن رات میں فرض کیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ کہا کہ آپ رب کی طرف پھر جاؤ۔ اور ان سے تخفیف کا سوال کرو۔ کیونکہ آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں ہو گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں پھر اپنے رب کی طرف لوٹا۔ اور کہا کہ اے میرے رب میری امت پر تخفیف کر۔ تو مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا۔ اور کہا کہ پانچ کم کر دیں۔ کہا کہ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں۔ پھر اپنے رب کی طرف جائیے۔ اور تخفیف کی درخواست کیجئے۔ فرمایا کہ میں اسی طرح بار بار جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! وہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن رات میں۔ اور ہر نماز کے لئے دس نمازیں۔ سو یہ پچاس ہو گئیں۔ جو شخص ایک نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کرے اس کے لئے ایک نیکی کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور اگر عمل کر لے گا۔ تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور عمل نہ کیا۔ تو اس کی برائی نہ لکھی جائے گی۔ اور اگر کر لے گا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔ فرمایا کہ پھر میں اتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور ان کو خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ پھر جاؤ اور تخفیف مانگو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔

قاضی خدا اس کو توفیق خیر دے، یہ کہتا ہے کہ ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو انسؓ سے نہایت عمدہ صحیح بیان کیا ہے۔ اور دوسرا کوئی اس سے بڑھ کر بہتر نہیں لایا گیا۔ خاص کر شریک بن ابی نمر کی روایت، کیونکہ اس کے شروع میں آپ کی طرف فرشتے کے آنے آپ کے شکم کے چاک کرنے۔ آپ زمزم سے دھونے کا ذکر ہے۔ اور یہ تو بچپن کی حالت میں اور وحی سے پہلے ہوا تھا۔ اور بلاشبہ شریک نے اپنی

حدیث میں کہا ہے۔ کہ وحی سے پہلے ہوا تھا۔ اور شب معراج کا قصہ بیان کیا۔ اور اس میں خلاف نہیں۔ کہ معراج وحی کے بعد ہوئی تھی۔

اور اکثر نے یہ کہا ہے کہ یہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے ہوئی۔ اور بلاشبہ ثابت ہے کہ انسؓ سے جو کہ حملہ بن سلمہ کی روایت سے بھی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے محل میں آنا کہ آپؐ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبکہ آپؐ اپنی دائی کے پاس تھے۔ اور آپؐ کے دل کو چیرنا روایت کیا ہے۔ اور یہ قصہ حدیث معراج سے علیحدہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں نے روایت کیا ہے اس نے دونوں قصوں میں پوری صحت سے کام لیا ہے۔

اور اس بارہ میں کہ معراج بیت المقدس اور سدرۃ المنتہی کی طرف ہوئی ہے۔ یہ ایک قصہ تھا۔ آپؐ بیت المقدس تک گئے۔ پھر وہیں سے اوپر کو چڑھے۔ اس نے ان تمام اشکال کو دور کر دیا۔ جن کا اوروں نے وہم ڈالا تھا۔

اور یونسؑ نے اپنے والد شہاب سے اس نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ابو ذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی۔ تو جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرے سینہ کو چاک کیا۔ پھر اس کو زمزم سے دھویا۔ پھر سونے کا طشت لائے جو کہ حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں ڈالا۔ پھر اس کو وہیں رکھ دیا۔ پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھ کو آسمان کی طرف لے گیا۔ اور قصہ بیان کیا۔ اور قلادہ نے ایسے ہی حدیث انسؓ سے اس نے مالک بن معمر سے بیان کی ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے زیادتی و نقصان ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آسمانوں کی ترتیب میں خلاف ہے۔ حدیث ثابت کی جو انسؓ سے ہے وہ صحیح اور عمدہ ہے۔ حدیث معراج میں بہت سی زیادتیاں ہیں۔ جن سے ہم مفید نکتے اپنے مطلب میں بیان کریں گے۔ ان میں سے حدیث ابن شہاب ہے اس میں ہر نبیؑ کا یہ قول ہے کہ مرحبا ہو۔ نبی صلح اور بھائی صلح کو۔ مگر آدمؑ اور ابراہیمؑ علیہما السلام نے آپؐ کو یہ کہا تھا کہ مرحبا فرزند نیک کو۔ اور اس میں طریق ابن عباسؓ



سے ہے پھر مجھ کو لے گئے یہاں تک کہ میں ایک فراخ مقام تک پہنچا۔ جس میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پھر مجھے لے گئے۔ حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہی تک آیا اس کو ایسے رنگوں نے گھیرا ہوا تھا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کیسے ہیں۔ فرمایا کہ پھر میں جنت میں داخل ہوا۔

مالک بن صعصہ کی حدیث میں ہے کہ جب میں موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ ان کو آواز دی گئی۔ تم کیوں روتے ہو۔ کہا کہ اے میرے رب! ایک جوانمرد کو تم نے میرے بعد بھیجا۔ جس کی امت کے لوگ جنت میں میری امت سے زیادہ جائیں گے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہ السلام کی جماعت میں دیکھا۔ اور نماز کا (نماز عشاء کا وقت مراد ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ تھے اور وہ زندہ ہیں) وقت آگیا۔ تو میں نے ان کی امت کی۔ ایک کہنے والے نے کہا۔ اے محمد! یہ مالک ہے دونوں کا داروغہ آپ اس کو سلام کہیں۔ میں نے جب اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے مجھے پہلے سلام کہا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس میں آئے۔ آپ اترے اور اپنے گھوڑے کو پتھر سے باندھ دیا۔ اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز پڑھی گئی۔ تو کہنے لگے۔ اے جبرئیل علیہ السلام یہ تمہارے ساتھ کون ہے اس نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ انہوں نے کہا کیا ان کی طرف حکم بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ کہنے لگے۔ کہ خدا اس کو زندہ رکھے۔ وہ بھائی اور خلیفہ ہیں۔ وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں۔

پھر انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کی ملاقات کی۔ اور اپنے رب کی تعریف کرنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کے کلام کا ذکر کیا۔ وہ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان علیہم السلام ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ تم سب

نے اپنے رب کی تعریف کی۔ اور میں اپنے رب کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ :-

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَنِي رَسُولًا لِّلْعَالَمِينَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَأَنْزَلَ عَلَيَّ  
الْفُرْقَانَ فِيهِ تِبْيَانٌ كُلِّ شَيْءٍ وَجَمَلٌ أَمَّتِي خَيْرَ أُمَّةٍ وَجَمَلٌ أَمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا وَجَمَلٌ أَمَّتِي هُمُ الْأَوَّلُونَ  
وَهُمُ الْآخِرُونَ وَشَرَحَ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ مَعَنِي وَزِيرِي وَرَفَعَ لِي ذِكْرِي

ترجمہ :- اس رب کی حمد ہے۔ جس نے مجھے رحمتہ للعالمین اور تمام جہان کے لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بھیجا ہے۔ مجھ پر قرآن نازل کیا۔ جس میں ہر ایک شے کا بیان ہے۔ میری امت کو تمام امت سے بہتر بنایا۔ میری امت کو متوسط کیا۔ میری امت کو اول اور آخر بنایا۔ میرے سینے کو کھول دیا۔ مجھ سے بوجھ ہلکا کر دیا۔ میرے ذکر کو بلند کیا۔ مجھ کو شروع کرنے اور ختم کرنے والا بنایا۔

تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وجہ سے تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بڑھ گئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے آسمان دنیا کی طرف اٹھا کر لے گئے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک لے گئے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہی تک لے گئے اور وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ جو زمین سے اوپر چڑھتے ہیں وہاں تک منتہی ہوتے ہیں۔ پھر وہاں سے قبض کئے جاتے ہیں (یعنی ملائکہ لکھ لیتے ہیں) اور جو چیز اوپر سے اترتی ہے وہ بھی وہیں منتہی ہوتی ہے۔ پھر قبض کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَذِيقَنَّ السِّدْرَةَ مَا يَفْشَىٰ۔ جب کہ سدرہ کو ڈھانکا جس نے کہ ڈھانکا۔ فرمایا کہ وہ سونے کے پتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو کہ ربیع بن انس کے طریق سے ہے یہ ہے کہ پھر مجھ سے کہا گیا 'یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ جس کی طرف تمہاری امت کے عمل جو تمہارے طریقہ پر فوت ہوتا ہے پہنچتے ہیں۔ اور اس سدرۃ المنتہی کی جڑ میں سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ صاف پانی کی نہریں 'دودھ کی نہریں' جس کا مزہ نہیں بدلا' شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہیں۔ صاف شد کی نہریں 'سدرۃ المنتہی ایک

درخت ہے۔ جس کے سایہ میں سوار ستر سال تک چل سکتا ہے۔ اس کا ایک پتہ ایک مخلوق کو ڈھانکتا ہے۔ اس کو نور اور ملانکہ نے ڈھانکا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہی قول ہے کہ سدرہ کو ڈھانکا جس نے ڈھانکا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مانگو۔ آپ نے کہا کہ خداوند! تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اور ان کو بڑا ملک دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے تو نے کلام کیا۔ داؤد علیہ السلام کو تو نے بڑا ملک دیا۔ ان کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا۔ پہاڑوں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو تو نے بڑا ملک دیا۔ جن و انس و شیاطین، ہواؤں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ اور اس کو ایک ایسا ملک دیا کہ اس کے بعد وہ کسی کو لائق نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی۔ اور اس کو ایسا کر دیا۔ کہ وہ مادر زاد اندھے صاحب برص کو اچھا کرتا تھا۔ اس کو اور اس کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی۔ پس اس کو ان دونوں پر کوئی داؤ نہیں چلتا تھا۔ تب آپ کو آپ کے رب عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تم کو خلیل و حبیب (دونوں) بنایا۔ اور یہ تو رات میں لکھا ہوا ہے کہ محمد حبیب الرحمن ہے۔ میں نے تم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ تمہاری امت ہی کو اول و آخر بنایا ہے۔ تمہاری امت کے لئے میں نے یہ کر دیا ہے کہ ان کا کوئی خطبہ جب تک کہ وہ اس امر کی گواہی نہ دیں کہ تم میرے بندے اور رسول ہو جائز نہیں۔ تم کو میں نے نبیوں سے پہلے پیدا کیا۔ اور سب سے آخر بھیجا ہے۔ میں نے تم کو سات آیتیں جو کہ دوبارہ پڑھی جاتی ہیں دیں (یعنی سورہ فاتحہ) وہ میں نے تم سے پہلے اور کسی نبی کو نہیں دیں۔ میں نے تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔

دوسری روایت میں ہے کہا (ابن مسعود نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چیزیں (خاص) دی گئیں۔ پنج وقتہ نماز، سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ اور آپ کی امت میں سے جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے اس کے ہلاکت کرنے والے کبیرہ گناہ معاف کر دیئے۔

اور فرمایا کہ مَا كُتِبَ الْقَوَادِمَ لَكُمْ۔ نہ جھوٹ بولا دل اس میں جو کہ دیکھا، یہ دو آیتیں ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اپنی صورت میں دیکھا۔ جس کے چھ سو پر تھے۔

شریک کی حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا۔ فرمایا کہ یہ درجہ ان کو بوجہ کلیم اللہ ہونے کے ملا۔

فرمایا کہ پھر مجھے اس سے اوپر لے گئے۔ جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا یہ گمان نہ تھا کہ مجھ سے کوئی بھی بڑھ کر ہو گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر سے یہ کلام بعید ہے حالانکہ ان کو پہلے تورات سے آپ کی فضیلت معلوم تھی۔ دوم تواضع کے خلاف ہے اس لئے یہ روایت شریک کی متکلم فیہا ہے کذافی نسیم الریاض مترجم

اور انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا اتنے میں جبرئیل علیہ السلام داخل ہوئے۔ اس نے میرے کندھوں کو ہلایا (اور بعض روایات میں ہے کہ یہ بیت المقدس کا ذکر ہے) پھر میں کھڑا ہوا ایک درخت کی طرف جو وہاں پر تھا جیسا کہ پرندہ کے دو گھونسلے ہوں وہ ایک میں بیٹھا اور میں ایک میں بیٹھا۔ پھر وہ بڑھ گیا حتیٰ کہ اس نے مشرق مغرب کو ڈھانپ لیا۔ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ میں ادھر ادھر دیکھتا تھا۔ جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ باریک کپڑا (جو اونٹ گھوڑے کے بدن پر ڈالا جاتا ہے) زمین سے ملا ہوا ہے۔ تب میں نے اس کی علمی فضیلت (یہ جزوی فضیلت ہے۔ اور کلی فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) کو جو مجھ پر اس کو ہے معلوم کیا۔ میرے لئے آسمان کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ اور مجھ سے ورے پر وہ ڈالا گیا۔ اس کی دراڑیں موتی اور یاقوت کی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی جو چاہا۔

بزار نے حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان سکھائے۔ تو جبرئیل علیہ السلام ایک جانور لائے جس کو براق کہتے ہیں۔ آپ اس پر سوار ہونے لگے۔ تو اس نے شونہ کی۔ جبرئیلؑ نے اس کو کہا کہ ٹھہر جا۔ واللہ تم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور سوار نہیں ہوا۔ پھر آپ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس پر

تک لے گیا۔ جو اللہ تعالیٰ تک ملا ہوا تھا۔ ایسے حال میں آپ تھے۔ کہ پردہ میں سے ایک فرشتہ نکلا۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'اے جبرئیل یہ کون شخص ہے۔' کہا قسم ہے اس کی جس کو آپ نے سچا نبیٰ بھیجا ہے۔ میں خدا کا بڑا مقرب ہوں۔ لیکن اس فرشتہ کو میں نے اپنی پیدائش سے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ اس فرشتہ نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس کو پردہ میں سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں بہت بڑا ہوں۔ میں بہت بڑا ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کو پردہ میں سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بقیہ اذان کو اسی طرح ذکر کیا۔ مگر حَتَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَتَّ عَلَى الصَّلٰحِ کے جواب کا ذکر نہیں کیا۔ اور کہا کہ پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور آپ کو آگے لے گیا۔ تب آپ نے آسمان والوں کی امامت کی۔ جن میں آدم و نوح علیہم السلام تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اس کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت کو آسمان و زمین والوں پر کمال کر دیا۔

کہا قاضیؒ نے خدا اس کو نیک توفیق دے۔ کہ اس حدیث میں جو پردہ کا ذکر ہے تو وہ مخلوق کے حق میں ہے۔ نہ کہ خالق کے حق میں۔ پس وہ لوگ محبوب ہیں۔ اور اللہ عزاسمہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کو چھپائے۔ کیونکہ حجاب اس کو چھپاتے ہیں۔ جو کہ اندازہ میں آئے اور محسوس ہو۔ لیکن اس کے پردے اس کی مخلوق کی آنکھوں اور عقولوں اور سمجھوں پر ہیں جس کے ساتھ چاہے اور جیسے چاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے آج کے دن پردوں میں ہیں۔ اب اس پردہ کی حدیث میں یعنی جبکہ فرشتہ پردہ میں سے نکلا۔ بالضرور یہ معنی کئے جائیں گے۔ کہ وہ ایک پردہ تھا۔ کہ دوسرے ملائکہ اس فرشتے کو سوائے خدائے تعالیٰ کی عظمت و سلطنت عجائب ملکوت و جہوت پر مطلع نہیں تھے۔ حدیث میں اس امر پر جبرئیلؑ کا قول دلالت کرتا ہے۔ جو انہوں نے اس فرشتہ کی بابت کہا 'جو نکلا تھا۔ کہ اس فرشتہ کو میں نے پیدائش سے لے کر اب تک دیکھا ہی نہیں۔ پس یہ بات اس پر

دلیل ہے کہ یہ پردہ ذات الہی سے مختص نہیں۔

اس پر کعبہ کا قول جو کہ سدرۃ المنتہی کی تفسیریں ہے دلالت کرتا ہے کہ کمال اس کی طرف فرشتوں کا علم منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس خدا کا حکم پاتے ہیں۔ اس سے آگے ان کا علم بڑھتا نہیں۔ لیکن اس کا یہ قول کہ رحمٰن کے متصل ہے تو یہ حذف مضاف پر محمول ہے یعنی رحمٰن کے عرش سے متصل ہے یا اس کی بڑی آیات کے کسی امر سے یا اس کے معارف کے حقائق کے مبادی کے ساتھ جن کو وہی زیادہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اہل قریہ سے اور اس کا یہ قول کہ پردہ کے پیچھے یہ کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کمال میں بہت بڑا ہوں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا لیکن پردہ کے پیچھے سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكْلِمَہُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ۔ کہ کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر یا پردہ کے پیچھے سے۔ یعنی وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ اس کی آنکھ کو اپنے دیکھنے سے پردہ میں کر دیا۔

پھر اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ تو یہ احتمال ہے کہ اس مقام کے علاوہ اس کے بعد یا اس سے پہلے اور موقع پر دیکھا ہو۔ کہ آپ کی آنکھ سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا ہو۔ واللہ اعلم۔

### فصل ۳

پھر سلف علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ کو معراج روح سے ہوئی ہے یا جسم سے۔ اس میں تین اقوال ہیں :-

ایک گروہ تو ادھر گیا ہے کہ آپ کی معراج روح کے ساتھ تھی۔ اور یہ غیث کا دیکھنا ہے۔ باوجودیکہ اس کا سب پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حق اور وحی ہوا کرتی ہے۔ اسی کی طرف معاویہؓ گئے ہیں۔ اور حسن بصریؒ سے یہی حکایت کی

گئی ہے۔ اور ان سے اس کے خلاف مشہور ہے۔ اسی کی طرف محمد بن اسحاق نے اشارہ کیا ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي ارٰىكُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ہم نے تم کو اس خواب کو نہیں دکھایا مگر اس لئے کہ لوگوں کو فتنہ ہو۔ (پ ۶۱۵)

اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے یہ حکایت کی گئی ہے اور ان سے ان کے خلاف مشہور ہے (یعنی بیداری میں ہوا ہے) اور اسی کی طرف محمد بن اسحاق نے اشارہ کیا ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ہم نے وہ رویا جو تم کو دکھایا وہ لوگوں کے لئے فتنہ ہی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صلح حدیبیہ کے سال دیکھا تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو گرم نہیں کیا تھا۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا جسم گرم نہیں کیا گیا تھا۔ اور یہ صحیح ہے اور یہ اوروں سے خبر دی ہے۔ ورنہ اس وقت وہ آپ کی بیوی نہ تھیں کذا فی الشرح) اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلَا تَرٰوْنَہُمْ۔۔۔ الخ میں سو رہا تھا۔

اور انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ اور قصہ بیان کیا۔ پھر آخر میں فرمایا کہ میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔ (یہ دلائل خواب کے قائلوں کے ہیں)۔

اور بڑے بڑے سلف اور اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ یہ معراج جسم و بیداری میں تھی۔ یہی حق ہے۔ اور یہی قول حضرت ابن عباس۔ جابر۔ انس۔ حذیفہ۔ عمر۔ ابو ہریرہ۔ مالک بن معمر۔ ابی حبیہ۔ بدری۔ ابن مسعود۔ ضحاک۔ سعید بن جبیر۔ قتادہ۔ ابن مسیب۔ ابن شہاب۔ ابن زید۔ حسن۔ ابراہیم۔ مسروق۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ابن جریج رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور یہی حضرت عائشہ کے قول کی دلیل ہے۔ (یعنی ابن عباس کا صحیح مذہب بھی یہ ہے۔ اور خلاف اس کے ضعیف ہے) اور یہی طبری۔ ابن حنبل اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا قول ہے۔ یہی اکثر فقہاء۔ محدثین۔ متکلمین۔ مفسرین۔ متاخرین کا قول ہے۔

ایک گروہ کا قول ہے کہ معراج جسم کے ساتھ بیداری میں مسجد حرام سے بیت المقدس کا ہے۔ اور وہاں سے آسمان تک روح کے ساتھ تھا۔ ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے **سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِكَ**۔ الخ۔ پس مسجد اقصیٰ تک غایت معراج ٹھہرائی ہے۔ جس میں کہ آپ کی بڑی قدر و تعریف و مدح وہاں تک تشریف لے جانے اور معراج ہونے کی بزرگی نکلتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر معراج جسم کے ساتھ مسجد اقصیٰ سے آگے ہوتی تو اس کا ذکر اللہ تعالیٰ ضرور کرتا۔ اور اس کا ذکر مدح میں زیادتی ہوتی۔ پھر یہ دونوں فرقے اس میں مختلف ہیں۔ کہ آیا آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی یا نہیں۔ حدیث انس وغیرہ میں ہے جو گذر چکی کہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اور حذیفہ بن الیمان نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام براق کی پشت سے جدا نہیں ہوئے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔ قاضی کہتا ہے کہ ان میں سے حق روایت اور صحیح انشاء اللہ یہ ہے کہ آپ کی معراج جسم و روح کے ساتھ تمام حصہ میں ہوئی ہے۔ اسی پر آیت اور صحیح احادیث اور قیاس دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر و حقیقت سے تاویل کی طرف اس وقت جلتے ہیں جبکہ ظاہری معنی لینا محال ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور بیداری میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ اگر خواب میں ہوتا تو فرماتے کہ اپنے بندے کی روح کو سیر کرائی۔ نہ یہ کہ بندہ کو۔ اور خدا کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ آنکھ نہ ٹیڑھی ہوئی نہ بھکی۔ اور اگر خواب میں ہوتی تو اس میں نہ نشانی تھی۔ نہ معجزہ اور نہ کفار اس سے تعجب کرتے۔ نہ جھٹلاتے نہ ضعیف مسلمان مرتد ہوتے نہ فتنہ میں پڑتے۔ کیونکہ ایسے خوابوں کا انکار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ انکار ان سے اس لئے ہوا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ نے اپنے جیسی اور بیداری کے معراج کی خبر دی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں یہ بیان ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی جو انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ یا آسمان میں پڑھی۔ جیسا کہ اوروں نے روایت کیا ہے۔ پھر اس میں اس کا ذکر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام براق لے کر آئے۔ معراج کی خبر۔ آسمان کا کھانا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ اس کا کہنا کہ محمدؐ ہیں۔ پھر



انبیا علیہم السلام کی ملاقات۔ ان کی ساری باتیں۔ ان کا مرحبا کہنا۔ نماز کے فرض ہونے کا بیان موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس بارہ میں کئی بار آنا جائے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ پھر جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آسمان تک لے گیا۔ پھر مجھے اوپر لے گیا۔ یہاں تک کہ ایک مکان پر میں چڑھا۔ وہاں پر میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔ اور یہ کہ آپ مدورۃ النہدی تک پہنچے۔ جنت میں داخل ہوئے۔ اور اس میں وہ امور دیکھے جن کا ذکر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ معراج آنکھ کا دیکھنا تھا۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا۔ خواب کا دیکھنا نہ تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں مقام حجر میں سویا ہوا تھا۔ تو میرے پاس جبرئیلؑ آیا۔ مجھے پیچھے سے ہلایا۔ میں بیٹھ گیا اور کچھ نہ دیکھا۔ پھر میں لیٹ گیا تین دفعہ یہ معاملہ ہوا۔ تیسری دفعہ میرے کندھے کو پکڑ کر اس نے ہلایا۔ اور مسجد کے دروازہ تک لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جانور ہے۔ اور براق کا ذکر کیا۔

ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو جو تشریف لے گئے تھے۔ تو اس رات آپ میرے گھر میں عشاء کی نماز پڑھ کر ہمارے درمیان سوئے تھے۔ فجر سے کچھ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جگایا۔ اور جب آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے بھی پڑھی تو فرمایا۔ کہ اے ہانی۔ بے شک میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز جیسا کہ تم کو معلوم ہے اس وادی یعنی مکہ میں پڑھی تھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا۔ اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسم کے ساتھ تھی۔ (ام ہانی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں وہ توفیق مکہ کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ ا۔ ق)

اور شداد بن ادس کی روایت میں ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کی صبح کو دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ

کو مکان میں رات کو تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو مسجد اقصیٰ تک اٹھا کر لے گیا تھا۔

اور عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی مسجد اقصیٰ کے سامنے نماز پڑھی۔ پھر میں صخرہ کے نیچے داخل ہوا۔ تو ایک فرشتے کو کھڑے ہوئے پایا۔ اس کے پاس تین برتن ہیں۔ اور حدیث کو ذکر کیا۔ پھر تصریحات ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی امر محال نہیں اور اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں۔

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی۔ اور میں مکہ میں تھا۔ تب جبرئیل علیہ السلام اترے۔ اور میرے سینہ کو چاک کیا۔ پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔ (آخر حدیث تک) پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھ کو چڑھالے گیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آیا اور پھر وہ مجھ کو زمزم کی طرف لے گیا۔ اور میرے سینہ کو کھولا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حجرہ میں دیکھا۔ بحالیکہ قریشی مجھ سے میرے معراج کی بابت پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے ایسی باتیں پوچھیں۔ کہ جو مجھے یاد نہیں تھیں۔ تب تو میں بڑا گھبرایا کہ پہلے کبھی ایسا گھبرایا نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے میرے سامنے ظاہر کر دیا۔ کہ میں اسے دیکھتا تھا۔

ایسا ہی جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بارہ میں مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ پھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا۔ بحالیکہ اس نے اپنا پہلو ابھی پھیرا نہ تھا۔

فصل ۴

ان لوگوں کے ابطال میں جو کہتے ہیں کہ معراج خواب میں ہوئی ہے۔ انہوں نے

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل بیان کی ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الْاَلَيْسَ اَرَيْتَكَ لَعْنَىٰ نَحْنُ  
بتایا ہم نے اس خواب کو جو آپ کو دکھائی تھی اٹھ۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے رویا قرار دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت مُبَعَّنَ الْاَلَيْسَ اَرَيْتَكَ لَعْنَىٰ  
اس کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ نیند میں اسری نہیں کہا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ہم  
نے اس کو لوگوں کے لئے فتنہ بتایا۔ اس امر کی تائید کرتا ہے کہ یہ آنکھ کا دیکھنا تھا۔  
اور یہ معراج جسمانی تھی۔ کیونکہ خواب میں فتنہ نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کو کوئی جھٹلایا  
نہیں کرتا۔ خواب تو ہر شخص دیکھ لیا کرتا ہے کہ وہ ایک گھڑی میں مختلف اطراف میں  
چلا جایا کرتا ہے۔

علاوہ یہ کہ مفسرین کے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض تو یہ کہتے  
ہیں کہ یہ آیت حدیبیہ کے بارہ میں اور جو کچھ کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے آیا  
نازل ہوئی ہے۔ اور بعض نے اس کے سوا اور بیان کیا ہے۔ لیکن ان کا یہ قول کہ  
آپ نے حدیث میں اس کا نام نیند رکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ ہے کہ میں  
نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ اور یہ قول کہ آپ سوتے تھے۔ اور آپ کا یہ قول کہ  
پھر میں جاگ اٹھا۔ اس میں کوئی دلیل نہیں (کہ نیند میں معراج تھی) کیونکہ یہ احتمال  
ہے کہ فرشتہ کے آنے سے پہلے آپ سوتے تھے یا شروع اٹھانے کے وقت آپ سوتے  
تھے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ معراج کے تمام واقع میں سوتے رہے تھے۔  
مگر ہاں یہ آپ کا فرمانا کہ پھر میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔ شاید آپ کے اس قول  
بیداری کے یہ معنی ہوں۔ کہ میں پھر صبح کے وقت داخل ہوا۔ یا یہ کہ معراج سے آکر  
آپ سو گئے ہوں۔ پھر جاگے ہوں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ کی یہ سیر ساری  
رات تک نہیں تھی۔ بلکہ رات کے بعض حصہ میں تھی۔ اور کبھی یوں کہا جاتا ہے۔  
کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو  
آسمانوں اور زمین کے ملکوت کے عجائبات کے مطالعہ نے ڈھانک لیا تھا۔ اور آپ کے  
باطن کو طلاء اعلیٰ کے مشاہدہ نے ڈھانک لیا تھا۔ اپنے رب کی آیات کبریٰ کو بھی دیکھا  
تھا۔ پس آپ انسانی حل کی طرف اسی وقت لوٹے جبکہ مسجد حرام میں آگئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی نیند و بیداری بھی حقیقتاً ظاہری لفظ کے موافق تھی۔ لیکن آپ کو معراج جسمانی ہوئی۔ آپ کا دل حاضر تھا اور انبیاء علیہم السلام کے خواب حق ہوا کرتے ہیں۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔ اور بعض اصحاب اشارات بھی اس طرف مائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ کا دونوں آنکھیں بند کرنا اس لئے تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی محسوسات نہ روکے۔ اور یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز پڑھنے میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور شاید کہ اس سیر میں آپ کے کئی حالات ہوں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نیند سے یہاں مراد ہے کہ سونے والے کی طرح آپ پہلو پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور اس تاویل کو آپ کا یہ فرمانا قوی کرتا ہے۔ جو کہ عبد بن حمید کی روایت میں ہے جو ہمام سے مروی ہے کہ میں سوتا تھا۔ اور بعض دفعہ فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور ہدیہ کی روایت میں جو آپ سے ہے یہ ہے کہ میں عظیم میں سوتا تھا۔ اور بعض دفعہ فرمایا کہ حجرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور دوسری روایت میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ پس آپ نے نیند کی شکل کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ سونے والے کی شکل غالب تھی۔

بعض ادھر گئے ہیں کہ یہ زیادات یعنی آپ کا سونا آپ کا شکم چاک ہونا پروردگار سے قرب و بعد ہونا صرف شریک کی ریت میں ہے جو کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لیکن یہ روایت انکار شدہ ہے۔ کیونکہ شق بطن صحیح احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں اور نبوت سے پہلے واقع ہوا تھا۔ اور اس لئے بھی کہ حدیث میں بعثت سے پہلے فرمایا ہے۔ اور معراج بلا اتفاق بعد بعثت کے ہوئی۔ اور یہ سب دلائل انسؓ کی روایت کو ضعیف بناتے ہیں۔ بلو جودیکہ انسؓ نے کئی طریق سے سنا۔ ایک دفعہ تو مالک بن معمر سے کہا۔ اور کتاب مسلم میں ہے۔ کہ شاید یہ مالک بن معمر سے ہے۔ بلغة شک ہے۔ اور ایک دفعہ کہا کہ ابو ذر حدیث بیان کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ میں نے آپ کے روح کو گم نہیں پایا۔ سو عائشہؓ نے اپنے مشاہدہ کی خبر تو نہیں دی۔ کیونکہ اس وقت وہ آپ کی بیوی ہی نہ تھیں۔ اور نہ

وہ اس سن تک پہنچی تھیں۔ کہ واقعہ کو ضبط کرتیں۔ اور شاید کہ وہ اب تک پیدا بھی نہ ہوئی ہوں گی۔ اس بنا پر کہ معراج کے وقوع کے زمانہ میں اختلاف ہے کہ وہ کب ہوا۔ کیونکہ ذہری وغیرہ کے قول کے موافق معراج شروع اسلام میں بعثت سے ڈیڑھ سال بعد ہوئی ہے۔ اور عائشہؓ ہجرت میں ۸ سال کے قریب تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے۔ اور زیادہ صحیح پانچ سال پہلے کی روایت ہے۔ اور اس کی دلیل طویل ہے۔ جو ہماری غرض کے متعلق نہیں ہے۔ پھر جب عائشہؓ نے اس کو خود تو نہیں دیکھا۔ تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اوروں سے یہ بیان کیا ہے۔ اب ان کی حدیث اوروں پر منتج نہ ہو گی۔ اور دوسرے راوی ان کے برخلاف کہتے ہیں۔ جو کہ حدیث ام ہانی وغیرہ میں صاف طور پر آچکا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور دوسری احادیث ثابت اور صحیح ہیں۔ ہماری مراد اس سے نہ تو ام ہانی کی حدیث ہے۔ اور نہ جو کچھ اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ میں نے گم نہیں کیا (جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) ملائکہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مدینہ میں ملے ہیں۔ (نہ پہلے) اور یہ تمام باتیں اس قول کو ضعیف بناتی ہیں۔ بلکہ آپؐ کے جسم سے تشریف لے جانے پر انہیں کا صحیح قول دلالت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے دیدار الہی کا آنکھ کے ساتھ ہونے کا انکار کرتی ہیں۔ اور اگر ان کے نزدیک خواب سے ہوتا۔ تو اس کا انکار نہ کرتیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَسْكَنَتِ الْفُؤَادِ وَمَا زَنِیْ، یعنی دل نے جو دیکھا اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ پس جو کچھ دیکھا۔ وہ دل کے لئے بتایا۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ خواب کا دیکھنا تھا۔ اور وحی تھی۔ نہ دیکھنا آنکھ اور حس کا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کے مقابل دوسری آیت ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا كُنْیْ، یعنی آنکھ نہ ٹھہری ہوئی نہ ہٹکی۔ پس اس دیکھنے کو آنکھ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اہل تفسیر میں (پہلی آیت) یعنی مَسْكَنَتِ الْفُؤَادِ میں کہا ہے کہ دل نے آنکھ کو

حقیقت کے سوا وہم میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کے دیکھنے کی تصدیق کی ہے۔  
بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دل نے اس بات کا انکار نہیں کیا۔ جس کو آپ کی  
آنکھ نے دیکھا ہے۔

## فصل ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الہی میں سلف نے اختلاف کیا ہے۔ اس کا  
عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن سراج بن عبداللہ حافظ نے۔ میں نے ان کے  
سامنے پڑھا۔ کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ اور ابو عبد اللہ بن عتب فقیر  
نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی یونس بن مغیث نے کہا کہ  
حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل صلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ثابت بن قاسم  
بن ثابت نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے  
عبد اللہ بن علی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمود بن آدم نے۔ کہا حدیث بیان کی  
ہم سے وکیع نے ابن ابی خالد سے وہ عامر سے۔ اس نے مسروق سے روایت کی ہے  
کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ام المومنین کیا محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ تو کہا تمہارے اس سوال سے میرے بل کھڑے ہو گئے۔  
تین باتیں ہیں جو تم سے کہے وہ جھوٹا ہے۔

جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ وہ جھوٹا  
ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ یعنی آنکھیں نہیں پا سکتیں۔ اور حدیث بیان  
کی۔ ایک اور جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے موافق ہے اور یہی ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ ایسے ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔  
کہ آپؐ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ اور ان سے ان کے خلاف بھی مروی ہے۔  
اس کے انکار اور دنیا میں دیکھنے کی ممانعت میں۔ محدثین۔ فقہاء و متکلمین کی ایک  
جماعت قائل ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ عطا نے ان سے روایت کیا ہے کہ دل سے دیکھا تھا۔ ابو العلیہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ دل سے دو بار دیکھا ہے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر نے ابن عباس کی طرف کسی شخص کو بھیجا کہ ان سے پوچھے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو کہا ہاں۔ اور زیادہ مشہور ان سے یہ ہے کہ اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ ان سے یہ بات کئی طرح سے روایت کی گئی ہے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ اور ابراہیم علیہ السلام کو خلعت کے ساتھ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے ساتھ۔ خاص کیا ہے۔ ان کی دلیل خدا کا یہ قول ہے کہ مَا كُنْتُمْ تُفَوِّدُوا مَا دَايَ دِلَّ نِي جَو دِيكْهَ اَ جَعُوْثَ نَحِيْثَ كَلَا۔ کیا جو انہوں نے دیکھا ہے تم اس میں شک کرتے ہو۔ اور بے شک اس کو دو بار دیکھا ہے۔

ماوردی کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور دیدار کو موسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام میں تقسیم کر دیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس کو دیکھا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اس سے کلام کیا ہے۔

ابو الفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی نے کعب سے بیان کیا ہے۔ اور عبد اللہ بن حارث نے روایت کی ہے کہ ابن عباس و کعب دونوں جمع ہوئے۔ تو ابن عباس نے کہا کہ ہم بنی ہاشم کہتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ تب کعب نے عجیر کہی۔ حتیٰ کہ اس کا جواب پھاڑوں نے دیا۔ اور کہا (کعب نے) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمد اور موسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم میں تقسیم کر دیا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کلام کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دل سے اس کو دیکھا۔

اور شریک نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اپنے رب کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دل سے آنکھ سے نہیں دیکھا۔

مالک بن نجہم نے معاذ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کہ قَالَ رَأَيْتُ رَبِّي وَفَكَرْتُ كَلِمَةً فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيمَ يَتَّعِظُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى (الحديث) فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اور اس نے بڑی بات بیان کی۔ اور فرمایا کہ اے محمد۔ بڑی جماعت کس میں جھگڑتی ہے۔ (حدیث)

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ خدا کی قسم کھاتے تھے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ابو عمر طلحہ نے عکرمہ سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

بعض متکلمین نے یہ مذہب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ نقاشی نے احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں ابن عباس کے قول کا قائل ہوں۔ کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا حتیٰ کہ ان کا سانس بند ہوا۔ یعنی احمد کا سانس۔

ابو عمر نے کہا کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ دل سے دیکھا ہے۔ اور اس بات سے کہ آپ نے دنیا میں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کمزوری کی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ کہ میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ آپ نے دیکھا ہے اور نہ یہ کہ نہیں دیکھا۔ آیت کی تاویل میں ابن عباس عکرمہ حسن بن مسعود سے اختلاف ہے۔

ابن عباس عکرمہ سے مروی ہے کہ آپ نے دل سے دیکھا حسن اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ عبداللہ بن احمد حنبل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔



ابن عطا سے اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ اَنْتُمْ نَخْرُجُ لَكَ مَدَدًا ہے۔ یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ دیدار کے لئے کھول دیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے لئے۔

ابوالحسن بن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور صاحب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ اور سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اشعری کہتے ہیں کہ جو نشانی کسی نبی کو انبیاء علیہم السلام میں سے دی گئی ہے۔ بے شک اس جیسی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے۔ اور ان میں سے آپ کو دیدار کے ساتھ فضیلت کی خصوصیت دی گئی۔ ہمارے بعض مشائخ اس میں توقف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے لیکن یہ امر جائز ہو سکتا ہے۔

قاضی ابوالفضل وقتہ اللہ کہتا ہے۔ حق الامر جس میں کچھ شک نہیں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں عقلاً جائز ہے۔ عقل میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کو محل بنائے۔ اس کے جواز پر دنیا میں دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا سوال کیا تھا۔ اور یہ امر محل بنائے کہ نبی اس امر سے جو خدا پر جائز ہو اور جو جائز نہ ہو جاہل رہے۔ بلکہ انہوں نے وہی سوال کیا تھا جو جائز تھا۔ اور محل نہ تھا۔ لیکن اس کا وقوع اور غیب سے اس کا مشاہدہ وہ ہے۔ کہ جس کے سوائے اس کے جسے خدا علم دے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی تمہیں ہرگز اس کی طاقت نہیں ہوگی۔ اور نہ تم میرے دیدار کو برداشت کر سکتے ہو۔ اور اس تمام بیان میں کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کو دنیا میں محل بنائے۔ بلکہ اس میں فی الجملہ اس کا جواز لکھا ہے۔ اور شرع میں اس کے محل و تمتع ہونے پر کوئی دلیل قانع نہیں۔ کیونکہ ہر موجود کا دیکھنا جائز ہے محل نہیں۔ اور اس شخص کے لئے کوئی حجت نہیں۔

جو اس کے منع پر اس آیت سے دلیل لاتا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْآبَعَادُ یعنی اس کو آنکھیں نہیں پاتیں، کیونکہ اس آیت کی کئی تالیلیں ہیں۔ اور اس لئے کہ جو شخص دنیا میں (اس کو منع کرتا ہے) یہ (مطلقاً) محل کا مستغنیٰ میں۔ (بلکہ دنیا کی تخصیص سے سمجھا جاتا ہے کہ آخرت میں جائز ہے۔ پس یہاں بھی جائز نکلا۔ کذافی الشرح)۔

اور بلاشبہ بعض علماء اسی آیت سے دیدار کے جواز و عدم محل پر فی الجملہ دلیل لاتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو کفار کی آنکھیں نہیں پاسکتیں، بعض کہتے ہیں کہ اس کو احاطہ نہیں کر سکتیں۔ اور یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو آنکھیں تو نہیں پاسکتیں بلکہ اس کو دیکھنے والے پاتے ہیں۔ اور یہ سب تالیلیں دیدار کے منع اور محل ہونے پر دلالت نہیں کرتیں۔

اسی طرح قول من تولى ان کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ قول نُبِتْ قَبْكَ یعنی میں نے تیری طرف توبہ کی۔ اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس لئے کہ یہ بالعموم نہیں۔ اور اس لئے کہ جس نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ تو دنیا میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بھی تو تاویل ہے۔ اور یہ بھی۔ کہ اس میں محل پر نص (صراحت) نہیں یہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں آیا ہے۔ اور جب بہت سی تالیلیں اور مختلف احتمالات ہوں تو قطعی امتناع کی طرف کوئی سبیل نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے کہ میں نے توبہ کی یہ معنی ہیں۔ کہ میں اس سوال سے جب تک تم مجھ میں قدرت نہ دو۔ توبہ کرتا ہوں۔

ابوبکر ہذلی نے اس قول میں کہ تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ یہ کہا ہے کہ کسی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ دنیا میں میری طرف دیکھے۔ جو شخص میری طرف دیکھے وہ مر جاتا ہے۔ میں نے بعض سلف و متاخرین کو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں اس لئے منع ہے کہ اہل دنیا کی ترکیب اور قوی میں ضعف ہے۔ وہ آفات و فتنہ کے سامنے رہتی ہیں۔ اس لئے ان کو دیکھنے کی طاقت نہیں۔ لیکن آخرت میں ہوگی۔ اور ان کو دوسری ترکیب دی جائے گی۔ تو قوتیں ثابت باقیہ دی جائیں گی۔ ان کی آنکھوں اور دلوں کے انوار پورے ہوں گے۔ تو ان کو دیدار

کی قوت دی جائے گی۔

اور میں نے اسی طرح امام مالکؒ بن انس کا قول دیکھا ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ دیکھا نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ بقی ہے۔ اور بقی کو قتل کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جب آخرت ہوگی۔ اور آنکھیں بقی رہنے والیاں دی جائیں گی۔ تو بقی کو بقی کے ساتھ دیکھ لیں گے۔ یہ کلام عمدہ اور خوب ہے۔ اور اس میں محل پر دلیل نہیں ہے مگر ضعف قدرت کے باعث۔ اور جب اللہ تعالیٰ جس کو بندوں میں سے قوت دے۔ اور دیدار کے بوجھ اٹھانے پر قادر کر دے۔ تو اس کے حق میں محل نہیں۔

اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موسیٰ اور محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قوت بصارت کیسی تھی۔ اور قوت ابیہ سے جو ان کو ان چیزوں کا لوراک دیا گیا تھا۔ جس کو انہوں نے دریافت کیا تھا۔ اور دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔ وہ بھی مذکور ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور قاضی ابوبکرؒ نے ان آیتوں کے جواب دینے میں یہ بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب ہی تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ اور پہاڑ نے بھی اپنے رب کو دیکھا تھا۔ جب ہی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اور اس کو خدا نے لوراک دیا تھا۔ انہوں نے۔ واللہ اعلم۔

خدا کے اس قول سے کہ وَلَیْسَ لَکُمْ اَنْظُرَ اِلَیَّ الْحَبِیْرَ فَاِنْ اَسْتَقَرَّ مَکَانَہُ فَسَوْفَ تَرٰوْنِ (لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا۔ تو تم جلد مجھ کو دیکھ لو گے) استنبلا کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے بنا دیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑ پر تجلی کے یہ معنی ہیں کہ اس پر اس کا ظہور ہوا۔ حتیٰ کہ اس کو دیکھ لیا۔ اور یہ تقریر اس (قاضی ابوبکر کے) قول کے موافق ہے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی طرف مشغول کیا۔ یہاں تک کہ تجلی کی۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ بیہوش ہو کر مر جاتے۔ اور پھر ہوش میں نہ آتے۔ اس کا یہ قول اس پر دال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب کو دیکھا۔

بعض مفسرین نے بے شک پہاڑ کے بارہ میں کہا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا۔ اور پہاڑ کے دیکھنے سے اس شخص نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رب کو دیکھا ہے۔ کیونکہ اس نے اس کو جواز کی بڑی دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ آیات میں منع پر کوئی نص نہیں۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیدار کا ضروری ہونا اور یہ کہنا کہ آپ نے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نص نہیں کیونکہ اس میں معتبر تو سورۃ نجم کی دو آیتیں ہیں۔ جن میں اختلاف منقول ہے۔ اور دونوں کا احتمال ممکن ہے۔ اور کوئی مشہور قطعی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر منقول نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اپنے اعتقاد کی خبر ہے۔ انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تاکہ ان کے مضمر اعتقاد پر عمل واجب ہو۔ ایسے ہی آیت کی تفسیر میں ابو ذرؓ کی حدیث ہے۔ معاذ کی حدیث تاویل کا احتمال رکھتی ہے۔ اس کی اسناد و متن بھی مضطرب ہے۔ ابو ذرؓ کی دوسری حدیث بھی مختلف۔ محتمل۔ مشکل ہے۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ وہ نور ہے۔ میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اور ہمارے بعض شیوخ نے یہ روایت کی ہے کہ وہ نورانی ہے۔ جو مجھے دکھائی دیا تھا۔ اسی کی ایک حدیث میں ہے کہ میں نے آپ سے پوچھا۔ تو فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک حدیث سے بھی صحت و دیدار پر دلیل لانا ممکن نہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے کہ میں نے نور دیکھا تو بلاشبہ آپ نے خبر دی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ اور صرف نور دیکھا ہے۔ جس نے آپ کو دیدار سے روک دیا ہے۔ اور دیدار الہی سے وہ حجاب بن گیا۔ اسی طرف یہ قول وہ نور ہے میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے جو اور جگہ آئی ہے کہ اس کا حجاب نور ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اس کو آنکھ سے نہیں دیکھا۔ لیکن اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور یہ آیت بڑھی۔ ثُمَّ مَا قَاتِلَتْ یعنی پھر قریب ہوا۔ اور

اترا۔ اور اللہ اس پر قہر ہے کہ جو اوراک آنگھ میں ہے وہ دل میں پیدا کر دے۔ یا جیسے چاہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اگر کوئی صریح حدیث اس باب میں وارد ہو۔ تو اس پر اعتقاد رکھا جائے گا۔ اور اس طرف رجوع ضروری ہو گا۔ کیونکہ اس میں کوئی امر عمل نہیں۔ اور کوئی قطعی مانع نہیں۔ جو اس کو رد کر دے۔ اللہ تعالیٰ ثواب کی توفیق دینے والا ہے۔

## فصل ۶

لیکن جو اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنا اور اس سے کلام کرنا خدائے تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے۔ *ماوحی الی عبده ما یوحی*۔ اور اس کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہیں۔

اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں۔ کہ وحی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے جبرئیل علیہ السلام کی طرف اور جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گراں میں سے تھوڑے ایسے ہیں جو اس کے خلاف پر ہیں۔

کیونکہ جعفر بن صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی طرف وحی بلا واسطہ ہوئی۔

اسی طرح واسطی کہتے ہیں۔ اسی طرف بعض متکلمین گئے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اپنے رب سے کلام کیا ہے۔ اشعری سے اس کی حکایت کی گئی ہے۔ ابن مسعود۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی حکایت لوگوں نے کی ہے۔ لیکن دوسروں نے اس کا انکار کیا ہے۔

نقاش نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قصہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قول خداوندی *ما فتلی* میں ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو جبرئیلؑ نے چھوڑ دیا۔ تب مجھ سے آوازیں منقطع ہو گئیں۔ پھر میں نے اپنے رب کا کلام سنا وہ کہتا تھا۔ کہ تمہارا خوف جاتا رہا۔ اے محمدؐ قریب آ۔ قریب آ۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو معراج میں ہے اسی کے قریب ہے اور

marfat.com

Marfat.com

اس میں انہوں نے اس آیت سے دلیل لی ہے :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ  
مَا يَشَاءُ یعنی کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ اس سے خدا کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ  
کے پیچھے سے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بات کی اور فرشتوں کے بھیجنے سے جیسا کہ  
تمام انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر حل رہا ہے۔ تیسرے  
وحی کے طور پر باتیں کرنا اور کلام میں سے سوا اس کلام کے کہ سامنے ہو اور مشاہدہ  
ہو۔ اور باقی نہیں رہا۔

بعض کہتے ہیں کہ وحی یہاں پر یہ ہے کہ اس نیا کے دل میں بدوں واسطہ کے  
ڈال دے۔

اور ابوبکر بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج میں ذکر کیا ہے  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائی کلام سننے میں بہ نسبت آیت کے واضح تر ہے  
اس میں ذکر کیا ہے کہ فرشتے نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مجھ سے کہا گیا کہ  
بندے نے سچ کہا ہے۔ میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں۔ اذان کے باقی کلمات میں  
بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور ان دونوں حدیثوں کے مشکلات میں اس فصل کے بعد اور اس  
کے ساتھ جو اس کے مشابہ ہو گا۔ اور اس باب کے اول فصل میں کلام ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان پیغمبروں سے جن کو اس سے  
مخصوص کیا ہے کلام کرنا جائز ہے عقلاً محل نہیں۔ اور شرع میں بھی کوئی ایسی قلعی  
دلیل نہیں۔ جو کہ اس کو منع کرے۔ پھر اگر اس میں کوئی خبر صحیح ثابت ہے۔ تو اس پر  
اعتبار کیا جائے گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے خدا کا کلام کرنا حق اور یقینی ہے۔ اس پر  
خدا کے کلام میں تصریح کی گئی ہے۔ اور اس کو مصدر سے ذکر کیا ہے کہ حقیقت پر  
دلالت کرے۔ اور آپ کا مرتبہ بڑھایا۔ جیسا کہ ساتویں آسمان کی حدیث میں ہے۔ کہ  
وہ بوجہ کلام کے (اس درجہ کو پہنچے) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے اوپر  
پہنچایا۔ یہاں تک کہ مقام مستوی تک پہنچے۔ اور قلموں کی آواز سنی۔ پھر کیسے نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہو گا کہ کلام کا سنا بعد ہو گا۔ پس وہ خدا پاک ہے

جس کو چاہتا ہے اور جس کے ساتھ چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔ اور بعض کو بعض پر درجہ میں فوقیت دی ہے۔

## فصل ۷

اور جو حدیث معراج میں اور قرب کی ظاہر آیت **مَنَا فَتَدَّتْ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ** **أَوْ أَمْنًى** میں وارد ہوا ہے۔ تو اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ قرب و نزول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام میں منقسم ہے۔ یا ان دونوں میں سے ایک ساتھ خاص ہے یا سدرۃ المنتہی سے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ قریب ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے ایک معنی ہیں۔ یعنی قریب ہوئے۔

مکی اور بلوردی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ وہ رب ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ پس اس کی طرف اتر یعنی اس کا امر اور حکم۔

نقاش نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ پھر اس کو دکھایا۔ جو چاہا کہ دکھائے اپنی قدرت و عظمت کو۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا ہے یہاں تقدیم و تاخیر ہے معراج کی شب میں رُفِعَ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتر آئی۔ پھر آپ اس پر بیٹھ گئے۔ اور اٹھائے گئے۔ پھر اپنے رب کے قریب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے

جدائی کی۔ تو آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں۔ میں نے رب عزوجل کا کلام سنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھ کو جبرئیلؑ سدرۃ المنتہی تک چڑھالے گیا۔ اور جبار رب العزت قریب ہوا۔ پھر اتر آیا۔ حتیٰ کہ وہ آپ

سے دو کمانوں کے گوشوں کے مقدار کے موافق ہو گیا۔ یا اس سے قریب ہوا۔ پس وحی کی اس کی طرف جو چاہی اور پچاس نمازوں کا حکم دیا۔ اور حدیث اسرا کا ذکر کیا۔

محمد بن کعب سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے قریب

marfat.com

Marfat.com

ہوئے۔ پس دو کمان کے قلاب کے مقدار پر ہو گئے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ ان کے رب نے ان کو اپنے قریب کیا۔ حتیٰ کہ دو کمانوں کے گوشوں کے مقدار کے برابر ہو گئے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ قرب کے لئے کوئی حد نہیں۔ اور بندوں سے حدود کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ قریب سے کیفیت منقطع ہے (یعنی اس کا قرب بلا کیفیت ہے) کیا تم کو معلوم نہیں۔ کہ جبرئیلؑ اس کے قرب سے کیسے پردہ میں رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و ایمان کی امانت سے قریب ہوئے۔ پھر سکون دل کے ساتھ وہاں تک اترے جہاں تک کہ ان کو قریب کیا۔ آپ کے دل سے شک و شبہ کو دور کیا۔

قاضی ابوالفضل وقفہ اللہ نے کہا۔ یہ بات معلوم کر لے۔ کہ یہاں پر قرب خدا سے یا خدا تک مذکور ہے۔ وہ قرب مکانی نہیں۔ نہ قرب علویت ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے جعفر بن محمد صادق سے ذکر کیا ہے کہ یہ قرب حد نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب سے قرب تو یہی تھا کہ آپ کے بڑے مرتبہ شریف رتبہ آپ کی معرفت کے انوار کی روشنی آپ کے اسرار غیب و قدرت کے مشاہدہ کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے نیکی محبت خوشی اکرام ہے اور اس میں بھی وسیع تلویل کی جاتی ہے۔ جو آپ کے اس قول میں ہے۔ کہ ہمارا رب ہماری طرف دنیا کے آسمان کی طرف اترتا ہے۔ ان وجہوں میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ اترنا فضیلت و خوبصورتی قبول و احسان کا ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ جس نے یہ وہم کیا کہ وہ بذاتہ قریب ہوتا ہے تو اس نے یہاں مسافت مراد لی ہے۔ (لیکن قرب مسافت غیر ممکن ہے) بلکہ جو چیز کہ بذاتہ خدا سے قریب ہوگی وہ اتنا ہی بعد کے قریب ہوگی۔ یعنی اس کی حقیقت کے دریافت میں۔ کیونکہ خدا کے لئے قرب و بعد نہیں ہے۔ اور خدا کا یہ قول قلاب قوسین لولہنی اس معنی سے ہے کہ جس کا بیان گذر چکا پس جس نے ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیری نہ جبرئیل کی طرف۔ تو اس تلویل کے موافق اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ



علیہ وسلم سے نہایت قرب و لطف محل و ظہور معرفت و شرافت حقیقی کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی مقصود ہے کہ وہ (قرب معنوی) آپ کی رفعت و مطلوب کا پورا کرنا اور اظہار نیکی و رفعت منزلت ہے جو خدا تعالیٰ سے ہے۔ اس میں بھی تاویل ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک ہاشت بھر قریب ہوا۔ تو میں اس سے ایک گز بھر قریب ہوتا ہوں اور جو شخص چل کر میرے پاس آتا ہے میں اس کو دوڑ کر ملتا ہوں۔ سو یہ قرب اجابت و قبول احسان اور مقصود کا جلدی پورا کرتا ہے۔

## فصل ۸

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن خاص بزرگی کے شرف ہوں گے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالفضل اور ابوالحسن نے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو یعلیٰ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن محبوب نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالسلام بن حرب نے یث سے وہ ربیع بن انس سے وہ انس سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

لَمَّا أَوَّلَ النَّاسِ خُرُوجًا إِذْ بَعَثُوا وَإِنَّا غَطِيَهُمْ إِذَا وَقَدُوا وَإِنَّا مَبْشِرُهُمْ إِذَا أَيْسُوا لِوَادِ الْحَمْدِ  
بَيِّنَةٍ وَإِنَّا لَكُرْمٌ وَلَدِ أَدَمَ عَلَى رَيْتٍ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ :- میں قیامت کے دن جب لوگ اٹھیں گے سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور ان کا خطیب ہوں گا۔ جب کہ وہ آئیں گے ان کا خوشخبری سنائے والا ہوں گا جب کہ وہ تائید ہوں گے۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا۔ اور اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

ابن زحر کی روایت میں ربیع بن انس سے اس حدیث کے الفاظ میں ہے کہ :-

لَمَّا أَوَّلَ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بَعَثُوا وَإِنَّا قَائِدُهُمْ إِذَا وَقَدُوا وَإِنَّا غَطِيَهُمْ إِذَا أَيْسُوا وَإِنَّا شَفِيعُهُمْ إِذَا

حَسْبُوا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِنَّا آتَيْنَاهُ الْوَاهُ الْحَكِيمُ بَيْتِي وَاَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي وَلَا فَخْرَ وَيَطُوفُ  
عَلَى آفِ خَادِمٍ كَانَهُمْ لَوْ لَوْ مَكْنُونٌ

ترجمہ :- میں لوگوں میں پہلے اٹھوں گا۔ میں ان کے آگے ہوں گا۔ جب وہ آئیں  
گے میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ چپ کریں گے میں ان کا شفیع ہوں گا۔ جب وہ  
روکے جائیں گے میں ان کا مبشر ہوں گا جبکہ وہ حیران اور ساکت ہوں گے بزرگی کا  
جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ میں اپنے کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بزرگ ہوں  
گا۔ اور میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ میرے گرد ایک ہزار غلام چکر لگائیں گے۔ گویا کہ وہ  
چھپے ہوئے موتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

وَأَسْمَاءُ حُلَّةٌ مِّنْ حُلِيِّ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقْوَمُ مِّنْ يَّمِينِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ فَتِلْكَ  
الْمَقَامِ غَيْرِي

ترجمہ :- میں جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جاؤں گا۔ پھر میں عرش کی  
دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ وہاں پر میرے سوا کوئی شخص کھڑا نہیں ہو گا۔  
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے :-

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَبَيْتِي لَوَاهُ الْحَمْدُ وَلَا فَخْرَ كَمَا مَنِّي يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ يَوْمَئِذٍ  
تَحْتَ يَوَائِي أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ مِنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ

ترجمہ :- میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا  
جھنڈا ہو گا اور فخریہ نہیں کہتا۔ اور آدم اور اس کے سوا تمام پیغمبر میرے ہی جھنڈے  
کے تلے ہوں گے۔ میں ان میں سے اول اٹھوں گا۔ جن سے زمین پھٹ کر نکلے گی۔  
اور فخریہ نہیں کہتا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔  
فرمایا کہ :-

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ مِنْهُ الْقُرُوءُ أَوَّلُ شَفِيعٍ وَأَوَّلُ مُخْطَبٍ

ترجمہ :- میں اولاد آدم کا قیامت کے روز سردار ہوں گا۔ اور قبر سے میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :-

أَنَا حَامِلُ لَوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَحْرُكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ لِي قَبْدٌ خَلَّاهَا مَعَ فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ :- قیامت کے دن میں حم کا جھنڈا اٹھاؤں گا اور فخریہ نہیں کہتا۔ میں اول شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور اول میری شفاعت مقبول ہوگی۔ اور فخر نہیں کرتا۔ میں پہلے ان میں سے ہوں۔ کہ جو جنت (کے دروازہ) کا حلقہ کھٹ کھٹ کھٹائے گا پھر میرے لئے کھولا جائے گا۔ اس میں داخل ہوں گا۔ اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین داخل ہوں گے۔ اور کوئی فخریہ نہیں کہتا۔ میں اولین و آخرین میں سے زیادہ کرم ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :-

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُونَ فِي الْجَنَّةِ وَلَكِنَّ النَّاسَ كَيْفَا۔

ترجمہ :- میں ان لوگوں میں سے اول ہوں جو جنت میں شفاعت کریں گے اور میرے تابع سب سے زیادہ لوگ ہوں گے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَتَدْعُونَ لِي فَأَلِكَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَنَكَرَ حَدِيثَ الشَّافِعِ۔

ترجمہ :- میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا اور تم جانتے ہو کہ یہ کیوں

ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

marfat.com

Marfat.com

أَطْمَعُ أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ أَجْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ :- مجھے اس بات کی طمع و امید ہے کہ قیامت کے دن اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت مجھے زیادہ اجر ملے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو۔ کہ ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام تم میں قیامت کے دن ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام تو یہ کہیں گے۔ کہ تم میری دعا اولاد میں سے ہو۔ پس مجھ کو میری امت میں سے کر دے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام (اس لئے امت میں ہے) کہ انبیاء علیہم السلام باہمی علاقائی بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں۔ مجھ میں ان میں اور کوئی نبی نہیں۔ اور میں لوگوں کی نسبت ان کا زیادہ حقدار ہوں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ میں قیامت کے لوگوں کا سردار ہوں گے۔ سو آپ دنیا اور قیامت کے دن میں ان کے سردار تو ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اشارہ اس پر کیا ہے۔ کہ آپ سرداری اور شفاعت میں اور سب سے متفرد ہیں۔ جب کہ لوگ اس بارہ میں آپ کی طرف التجا کریں گے۔ تو آپ کے سوا اور کسی کو نہ پائیں گے۔ اور سردار وہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ اس کی طرف اپنی ضروریات میں پناہ لیں۔ پس اس وقت آپ ایسے سردار ہوں گے کہ جو لوگوں میں متفرد ہوں گے۔ اس میں آپ کا کوئی مزاحم نہ ہو گا۔ اور نہ کوئی دعویٰ کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ لَيَمُنَّ الْمَلَكُ الْيَوْمَ آج کے دن کس کا ملک ہے۔ تو (کوئی جواب نہ دے گا۔ پھر خود ہی کہے گا) لَيَذُو الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اللہ ہی ملک ہے جو کہ اکیلا اور قہار ہے۔ اور اس کا ملک تو دنیا اور آخرت میں ہے۔ لیکن آخرت میں مدعیوں کے ملکی دعویٰ منقطع ہو جائیں گے اور ایسا ہی تمام لوگ شفاعت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التجا کریں گے۔ پھر آپ آخرت میں ان سب کے سردار بدوں دعوے اور جھگڑے کے ہوں گے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

أَتَى بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَاسْتَضَحَّ فَيَقُولُ الْمَلَائِكَةُ مَنْ أَنْتَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ بِكَ  
أَمْرٌ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ۔

ترجمہ :- میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کھلوائیں  
گا۔ داروغہ کہے گا کہ تم کون ہو؟ میں کہوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ وہ  
کہے گا کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔  
عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-  
حَوْضِيْ مَسِيْرَةٌ شَهْرٌ ذَوَايَاہُ سَوَاءٌ وَمَاؤُهُ بَيْضٌ مِّنَ الْوَرَقِ وَرِيْحُهُ طَيِّبٌ مِّنَ الْمِسْكِ  
كَيْرَانُهُ كَنَجْوَى السَّمَاءِ مَن شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْلَمَ أَبَدًا۔

ترجمہ :- میرا حوض ایک مہینہ کے راستہ تک کا ہے۔ اور اس کے کونے برابر  
کے ہیں (یعنی مربع ہے) اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ اس کی خوشبو کستوری  
سے زیادہ ہے۔ اس کے آنخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں (چمک اور تعداد  
میں) جو شخص اس سے پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے اور فرمایا کہ اس کا طول عمان سے  
ایلیہ تک ہے۔ اس میں نہت سے وہ میزاب (پرٹالہ) گرتے ہیں۔  
ثوبان سے اسی کے مثل روایت ہے۔ اور کہا کہ ایک ان میں سے سونے کا ہے  
اور دوسرا چاندی کا۔

حارث بن وہب کی روایت میں ہے۔ جیسا کہ مدینہ اور صنعاء کے درمیان راستہ  
ہے۔

انسؓ نے کہا کہ ایلیہ اور صنعاء تک۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ جیسا کہ کوفہ اور حجاز سود کے درمیان راستہ ہے۔

حدیث حوض کو انسؓ، جابر بن سمرہ ابن عمر عقبہ بن عامر حارث بن وہب خزاعی  
مستورد ابو ہریرہ اسلمی خدیفہ بن یحییٰ۔ ابو امامہ زین بن ارقم ابن مسعود عبداللہ بن زید  
سل بن سعد سوید بن جبہ ابو بکر بن عمر بن الخطابؓ ابو ہریرہ۔ ابو سعید خدری۔ عبداللہ

بن مناجی۔ ابو ہریرہ براء۔ جندب عائشہ و اسماء دختران ابوبکر۔ ابوبکر۔ خولہ بنت قیس وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

## فصل ۹

محبت و خلعت کی وجہ سے آپ کی فضیلت۔ اس کے بارہ میں احادیث صحیحہ آئی ہیں۔ اور مسلمانوں کی زبانوں پر آپ حبیب اللہ سے مخصوص ہیں۔

خبر دی ہم کو ابوالقاسم بن ابراہیم خطیب وغیرہ نے کریمہ بنت احمد سے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالشیم نے اور حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے بطور سماع کے۔ اس کے سامنے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قلیج نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالنصر نے بسر بن سعید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا:-

كُنْتُ مُتَعِينًا خَلِيلًا لِعَبْدِي لَا تَقْنَعُنِي إِلَّا بِكَوْنِي.

ترجمہ: اگر میں اپنے رب کے بغیر کسی اور کو خلیل بنانا تو ابوبکر کو بنانا۔

اور دوسری حدیث میں ہے اور تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود کے طریقے سے ہے۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ پھر آپ نکلے یہاں تک کہ جب ان کے قریب ہوئے۔ تو وہ باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ ایک نے کہا کہ تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ یہ بات اس سے زیادہ عجیب نہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ چوتھے نے کہا کہ آدم علیہ السلام اللہ کے صفی اور برگزیدہ ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

marfat.com

Marfat.com

وسلم من کے سامنے تشریف لائے۔ سلام کہا اور فرمایا کہ میں نے تمہارا کلام اور تعجب سنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی باتیں کرتے تھے۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ آدم علیہ السلام اللہ کے صنفی ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔ دیکھو میں خدا کا حبیب ہوں۔ اور فخریہ نہیں کہتا۔ اور میں حمد کا جعزاً قیامت کے دن اٹھنے والا ہوں۔ اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور کوئی فخر نہیں۔ میں سب سے پہلے جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹاؤں گا۔ تو خدائے تعالیٰ میرے لئے کھول دے گا۔ پھر وہ مجھے اس میں داخل کرے گا۔ اور میرے ساتھ مومنین کے فقرا ہوں گے۔ اور فخر نہیں۔ میں اولین اور آخرین سے زیادہ کرم ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں۔

اور حدیث ابو ہریرہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا ہے میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے یہ ہے کہ آپ تورات میں یوں لکھے ہوئے ہیں کہ تم حبیب الرحمن ہو۔

قاضی ابو الفضل وقتہ اللہ کہتے ہیں کہ غلت کی تفسیر و اشتیاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا منقطع ہو جائے کہ اس کے اختلاص و محبت میں کوئی خلل نہ پڑے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیل وہ ہے جو کہ خلقت سے مخصوص ہے۔ اس قول کے بہت سے لوگ قائل ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل غلت صفائی محبت کا نام ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کا خلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں دوستی کرتے تھے۔ اور اسی کی راہ میں دشمنی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ان سے غلت یہ ہے کہ وہ ان کی مدد کرتا تھا۔ اور ان کو پھلوں کے لئے امام بنا دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ خلیل دراصل فقیر محتاج منقطع کو کہتے ہیں۔ جو کہ عہد سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ نام اس لئے رکھا گیا۔ کہ انہوں نے اپنی حاجت اپنے رب تک بند کی ہوئی تھی۔ اپنے ارادہ سے اسی طرف

منتقطع ہو گئے تھے۔ اور غیر کی طرف اپنا ارادہ نہیں رکھا تھا۔ جب ان کے پاس جبرئیل علیہ السلام ایسے وقت میں آئے کہ وہ منجیق (گوہیا) میں تھے۔ تاکہ آگ میں ڈالے جائیں۔ کہا کہ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے تو کہا کہ تجھ سے کوئی حاجت نہیں۔

ابوبکر بن خورک کہتے ہیں کہ خلعت اس صاف دوستی کو کہتے ہیں۔ جو کہ اسرار کے ہونے سے اختصاص کو واجب کر دے۔

بعض کہتے ہیں کہ اصل خلعت کے معنی محبت کے ہیں۔ اور اس کے معنی مدد و مہربانی بلندی دنیا و شفاعت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ يَهُودُ وَنَصَارَى کہتے ہیں۔ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تم کہو کہ پھر کیوں اس نے تم کو تمہارے گناہوں کے سبب عذاب دیا تھا۔

پس محبوب کے لئے یہ امر ضروری کر دیا کہ وہ گناہوں کے سبب ماخوذ نہ ہو۔ کہا کہ اس کو یاد رکھ (یا بات یہ ہے) اور خلعت نبوت سے زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ نبوت میں کبھی عداوت بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

إِنَّ مِنْ آذٍ وَاجِبِكُمْ وَأُولَٰئِكَ مَدُّوْا لَكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَضَعُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پ ۲۸ ع ۲۸)

ترجمہ: تمہاری کچھ بی بیایاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہ صحیح نہیں کہ دوستی کے ساتھ عداوت ہو۔ پس اب ابراہیم و محمد صلی اللہ علیہما وسلم کا نام خلعت رکھنا یا تو اس معنی کو ہے کہ یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف منتقطع ہو گئے۔ اور اپنی حاجات کو اسی کی طرف انہوں نے وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے ماسوا ان کو انقطع ہوا تھا۔ واسطوں اور اسباب سے ان کو اعراض ہو گیا تھا یا ان کے لئے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ خصوصیت تھی۔ اور ان دونوں کے ساتھ پوشیدہ مہربانی تھی۔ ان دونوں کے دلوں کو اسرار الہی سے چپے ہوئے غیب و



معرفت میں کسی اور چیز کو نہیں ملایا تھا۔ یا خدائے تعالیٰ نے ان دونوں کو برگزیدہ کر لیا تھا۔ اور ان کے دلوں کو ماسوائے اللہ سے صاف کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے دلوں میں غیر اللہ کی محبت خلل انداز نہ ہوئی تھی۔

اس لئے بعض نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اس کا دل ماسوائے اللہ کے گنجائش نہ رکھے۔ اور ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے (کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا) (لیکن اخوت اسلام ہے) یہی معنی ہیں)

علماء اہل دل کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں سے کون سا بڑا مرتبہ ہے۔ آیا غلت کا درجہ بڑھ کر ہے یا محبت کل بعض نے تو دونوں کو برابر کہا ہے۔ سو حبیب خلیل ہی ہو گا۔ اور خلیل حبیب ہی ہو گا۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کو غلت کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کے ساتھ خاص کیا گیا۔

بعض نے کہا ہے کہ غلت کا درجہ بڑھ کر ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل لی ہے۔ کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا، سو آپ نے نہیں بنایا۔ محبت کا اطلاق حضرت فاطمہ اور اس کے دونوں صاحبزادوں (امام حسن و حسین علیہما السلام) اور اسامہ وغیرہ پر آپؐ نے کیا ہے۔

اور اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ غلت سے بڑھ کر ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب کا درجہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر ہے۔ اصل محبت کا یہ ہے کہ میلان طبیعت کا اس طرف ہو۔ جو کہ محبوب کے موافق ہو۔ لیکن یہ اس کے حق میں ہے کہ اس سے میلان صحیح ہو سکے۔ اور موافقت سے نفع ہو۔ یہ درجہ مخلوق کا ہے۔ لیکن خالق تو اغراض سے پاک ہے۔ پس اس کی محبت اپنے بندہ کے لئے یہ ہے کہ اس کو سعادت و عصمت توفیق اسباب قرب کی تیاری کی قدرت دے۔ اور اپنی رحمت اس پر نازل کرے۔ اس کی غایت یہ کہ اس کے دل سے حجاب اٹھ جائیں۔ حتیٰ کہ اس کو اپنے دل سے دیکھنے لگے۔ اپنی بصیرت سے اس کو دیکھے۔ پھر وہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

وَإِذَا حُبِّبْتُ أَحَدًا لِّأَخِي فَقَدْ حُبَّبْتُهُ لِنَفْسِي ۖ وَإِذَا كَرِهْتُ أَحَدًا لِّأَخِي فَقَدْ كَرِهْتُهُ لِنَفْسِي ۖ

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ:- کہ جب میں اس کو دوست بناتا ہوں تو میں اس کے کلن بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کی زبان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ باتیں کرتا ہے۔ اور اس سے سوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ وہ اللہ کے لئے مجروح ہو جاتا ہے۔ اس کی طرف اس کا انتہاء ہوتا ہے۔ غیر اللہ سے اس کو اغراض ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے اس کا دل صاف ہوتا ہے۔ اس کی حرکت خالص اللہ کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی خوشی آپ کی خوشی تھی۔ اور اس کا غصہ آپ کا غصہ تھا۔ اسی لئے بعض نے غلت کی یہ تعریف کی ہے۔

قَدْ تَغَلَّلْتَ مَسِيكَ الرُّوحِ مِنِّي وَبِذَاتِي الْغَلِيلِ خَيْلًا

یعنی تم اس طرح مجھ میں سرايت کر گئے ہو۔ جیسے روح نے سرايت کی ہے۔ اسی لئے خلیل کو خلیل کہتے ہیں۔

فَإِذَا مَا نَطَقْتُ كُنْتُ حَبِيبِي وَإِذَا مَا سَكَتُ كُنْتُ الْغَلِيلِ

جب میں بات کرتا ہوں تو تم میری بات ہوتے ہو۔ اور جب میں چپ کرتا ہوں تو تم میرے دل میں ہوتے ہیں۔

پس غلت کی زیادتی اور محبت کی خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل ہے۔ جس پر آثار عجیب مشورہ مقبول امت ولالت کرتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول کلن ہے۔

قُرْآنُكُمْ يُعْبَوْنَ اللَّهُ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ مُنْقِذُ الْمُضْمِرِينَ

ترجمہ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ:- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرما تہرار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اہل تفسیر بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو کفار نے کہہ دیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ ہے کہ ہم اس کو معبود بنائیں۔ جس طرح کہ نصاریٰ نے عیسیٰ

marfat.com

Marfat.com

بن مریم کو معبود بتایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے غصہ دلانے کے لئے اور ان کے کلام کے برخلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ مِّنْ طَعْمِ اللّٰهِ وَالتَّوَسُّوْلِ (تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو) پس آپ کو زیادہ شرف دیا۔ اور اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت کو ملایا۔ پھر ان کو نافرمانی سے ڈرایا۔ اور فرمایا۔ کہ فَاَنْ تَوْتُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ (اگر تم نافرمانی کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا)۔

اور بلاشبہ امام ابو بکر بن فورک نے بعض متکلمین سے ایسا قول نقل کیا ہے۔ جس میں کہ غلت و محبت میں فرق ہو۔ اور اس کے تمام اشارات مقام محبت کو مقام غلت پر بڑھانے میں طول ہیں۔ لیکن ہم ان میں سے کچھ بیان کرتے ہیں۔ جو کہ مابعد کی طرف ولالت کرے۔

اس میں سے ان کا یہ قول ہے کہ خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے۔ اور یہ خدا کے قول سے لیا گیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ يُوَفِّيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور ایسا ہی ابراہیمؑ کو ہم نے آسمان اور زمین کے ملکوت دکھائے تھے اور حبیب اس کی طرف بذاتہ پہنچتا ہے۔ اور یہ خدا کے اس رسول سے لیا گیا ہے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی

اور بعض کہتے ہیں۔ خلیل وہ ہے کہ اس کی مغفرت حد طمع میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ مجھے اس کی طمع ہے وہ میرے گناہ معاف کر دے۔ اور حبیب وہ ہے کہ جس کی مغفرت یقین کی حد میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَدْنٰی مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاْخَّرَ وَبِعَمَلٍ يَّمُنُّكَ عَلَيْهِ وَيَهْدِيْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ (پ ۱۶ ع ۹)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے انگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

اور خلیل نے یہ کہا تھا کہ لَا تُخَيِّرُنِيْ يَوْمَ يُعْتَوٰكُ خداوند! مجھ کو قیامت کے دن رسوا نہ کیجیو۔ اور حبیب کی نسبت یوں کہا گیا یَوْمَ لَا تُخَيِّرُ اللّٰهُ النَّبِيَّ۔ جس روز کہ اللہ تعالیٰ نبی کو رسوا نہ کرے گا۔ پس سوال سے پہلے بشارت کی ابتدا کی گئی۔ خلیل نے

marfat.com

Marfat.com

امتحان اور بلا کے وقت (جبکہ آگ میں ڈالے گئے تھے) کہا تھا کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور حبیب سے کہا گیا تھا۔ حَسْبُكَ اللّٰهُ تم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ خلیل نے کہا تھا وَاجْعَلْ لِّي سَدَقًا مِّمَّيْ میرے لئے عقی زبان (یعنی ذکر جمیل) آخرین امت میں کر دے۔ اور حبیب کے لئے یوں کہا گیا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ آپ بدوں سوال دیئے گئے۔ خلیل نے کہا تھا کہ وَاجْعَلْ لِّي سَدَقًا مِّمَّيْ اَنْ تَعْبُدَ الْاَوْثَانَ اور میری اولاد کو اس سے بچاؤ۔ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں اور حبیب سے کہا گیا کہ اِنْعَازِيْ بِدُ اللّٰهِ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ اَيُّوْجَسَ اَهْلِ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی دور کر دے۔

اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ اس امر پر اطلاع دیتا ہے۔ جو اصحاب اقوال کا تفصیل مقامات و احوال میں مقصد ہے۔ اور ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور تمہارا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو کہ سیدھے راستہ پر ہے۔

## فصل ۱۰

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور مقام محمود سے فضیلت کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

مَنْ اَنْ يَكُنْ بِكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

ترجمہ۔ عنقریب تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود پر اٹھائے گا۔

خبر دی ہم کو شیخ ابو علی غسانی جیانی نے اس میں سے جو اس نے مجھے اپنے خط سے میری طرف حدیث لکھی تھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے سراج بن عبد اللہ قاضی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اصلی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید اور ابو احمد نے۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اسماعیل بن ابان نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالاحوص نے آدم بن علی سے اس نے کہا کہ میں نے ابن عمر سے سنا وہ کہتے تھے کہ بلاشبہ لوگ "قیامت کے دن جماعت دار ہوں گے ہر ایک امت اپنے نبی کے تابع ہوگی۔

marfat.com

Marfat.com

کہیں گے کہ اے نبی ہماری شفاعت کیجئے، اے نبی ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک شفاعت کی انتہا ہو گی۔ اور یہ وہ دن ہو گا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود پر اٹھائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت **عَمَّا آذَنَ تَبَتَّكَ** سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شفاعت ہے۔

کعب بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پس میں اور میری امت ایک ٹیلہ پر ہوں گے۔ میرا رب مجھ کو ہز مد پہنائے گا۔ پھر مجھے حکم ہو گا۔ میں جو خدا چاہے گا کہوں گا۔ سو یہ مقام محمود ہے۔

ابن عمر سے منقول ہے انہوں نے حدیث شفاعت کا ذکر کیا کہ پھر آپ چلیں گے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑیں گے۔ پھر اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر جس کا وعدہ ہے اٹھائے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کا قیام عرش کی دائیں جانب ہو گا۔ وہ یہاں مقام ہو گا۔ جہاں پر اور کوئی کھڑا نہ ہو سکے گا۔ اس پر اولین و آخرین رشک کھائیں گے۔ ایسا ہی کعب و حسن سے مروی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام ایسا ہے کہ جس میں اپنی امت کے لئے میں شفاعت کروں گا۔

ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں مقام محمود پر کھڑا ہونے والا ہوں۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ کیا ہے۔ فرمایا وہ وہ دن ہو گا۔ کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کرسی پر اترے گا۔ (یہ مشابہات میں سے مترجم)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ۔

خَيْرُ مَا بَيْنَ آذَنِي غُلِّ نِصْفِ اُمِّي الْجَنَّةِ وَبَيْنَ الشَّاعَةِ لَا تَهَا اَمَّا اَقْرَبُهَا لِمَنْ يَنْتَقِلُ  
وَلِكُنْهَا لِمَنْ يَنْتَقِلُ

ترجمت۔ مجھ کو اس امر پر اختیار دیا گیا ہے کہ میری آدمی امت جنت میں داخل ہو۔ اور اس بارہ میں کہ میں شفاعت کروں۔ لیکن میں نے شفاعت اختیار کی۔ کیونکہ وہ عام فائدہ مند ہے۔ کیا تم اس کو متقیوں کے لئے خاص کرتے ہو۔ لیکن وہ گنہگاروں خطا کاروں کے لئے ہوگی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کمایا رسول اللہ۔ آپ کے لئے شفاعت کے بارہ میں کیا وارد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ شَفَاعَتِيْ يَمَنْ شَهِدَا اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا يَّعْذُقُ لِسَانُهُ قَلْبُهُ۔ میری شفاعت اس شخص کے لئے جو کہ خلاصہ اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو۔

ام حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔  
اِنَّ يَتَّيْنِ مَا تَلْفِيْ اَمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَ مَخَّكَ بَعْضُهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ وَ سَبَقَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا سَبَقَ لَآئِمٍ قَبْلَهُمْ فَسَأَلَتْ اللّٰهَ اَنْ يُؤْتِيَنِيْ شَفَاعَةَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ فِيْهِمْ فَخُذَ۔

ترجمت۔ مجھ کو میری امت کا حل دکھلایا گیا۔ جو میرے بعد وہ بھگتیں گے۔ اور اس بارہ میں کہ ایک نے دوسرے کا خون بہایا ہے۔ اور ان سے پہلی امتوں کے لئے جو کچھ کہ عذاب سبقت کر چکا ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھ کو ان کے بارہ میں قیامت کے دن شفاعت دے۔ سو خدا نے ایسا کیا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک زمین میں جمع کرے گا جہاں کہ ان کو پکارنے والا سنائے گا ان کو آنکھ دیکھتی ہوگی۔ وہ ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسا کہ پیدا ہوئے تھے۔ کوئی شخص بدوں حکم کلام نہیں کرے گا پھر آواز آئے گی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمائیں گے لبیک و سہ یک۔ یعنی میں حاضر ہوں۔ اور نیکی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اور برائی تیری طرف نہیں ہے۔ جس کو تو ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔ تیرا بندہ تیرے سامنے حاضر ہے۔ ہر امر تیرے لئے اور تیری طرف سے ہے۔ تجھ سے ٹھکانا اور نجات تیری ہی طرف سے ہے۔ تو بابرکت اور بابرکت ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

کہ یہ وہ مقام محمود ہے۔ کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور جنتی جنت میں۔ پھر جنت کا آخری گروہ اور دوزخ کا آخری گروہ باقی رہے گا۔ دوزخ کا گروہ جنتیوں کے گروہ سے کہے گا۔ کہ کیا تم کو تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا۔ تب وہ اپنے رب کو پکاریں گے۔ اور چلائیں گے۔ پھر جنگ کے لوگ ان کی آواز سنیں گے۔ پھر وہ آدم وغیرہ انبیاء علیہم السلام سے اس کے بعد اپنی شفاعت کے لئے سوال کریں گے۔ تو ہر ایک نیا عذر کرے گا۔ حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ تب آپ ان کے لئے شفاعت کریں گے۔ پس وہ مقام محمود ہے۔ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہد سے بھی ہے۔

اور اس کا ذکر کیا علی بن الحسن رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جابر بن عبد اللہ نے یزید فقیر سے کہا کہ کیا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سنا۔ یعنی وہ مقام محمود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب اہل نار کو نکالے گا۔ اور حدیث شفاعت کا جہنمیوں کے نکالنے میں ذکر کیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ہے اور کہا کہ یہ وہی مقام محمود ہے کہ جس کا خدا نے آپ کو وعدہ دیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ بعض کی حدیث بعض میں داخل ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ پھر وہ گھبرائیں گے۔ اور فکر کریں گے یا فرمایا کہ ان کو الہام ہو گا۔ پھر کہیں گے۔ کہ کاش اپنے رب کی شفاعت لیجاتے۔ دوسرے طریق سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ لوگ ایک دوسرے میں داخل ہوں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب قریب ہو گا۔ پھر لوگوں کو اس قدر غم ہو گا۔ کہ جس کی برداشت نہ کر سکیں گے۔ پھر کہیں گے کہ تم ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھتے۔ کہ جو تمہاری شفاعت کرے۔ تب آدم علیہ السلام کے پاس آئیں

گے اور کہیں گے۔

بعض نے یہ زیادہ کیا کہ تم آدم انسانوں کے باپ ہو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تم میں اپنی روح پھونکی۔ تم کو اپنی جنت میں داخل کیا۔ تمہارے جسم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ ہر شے کے نام تم کو سکھائے۔ تم ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کرو۔ تاکہ وہ ہم کو یہاں سے راحت دے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج اس قدر خفا ہے کہ پہلے اس سے ایسا خفا نہیں ہوا۔ اور نہ اس کے بعد ایسا خفا ہو گا۔ اس نے مجھ کو ایک درخت سے منع کیا تھا۔ لیکن میں نے نافرمانی کی۔ میں اپنے نفس کی خیر مانتا ہوں (مجھے اوروں سے کیا کام) تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

پھر لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ آپ اللہ زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاکر بندہ کہا ہے۔ کیا آپ ہم کو اس حالت میں نہیں دیکھتے۔ جو ہم کو پہنچی ہے۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غصے ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا خفا نہ ہوا تھا۔ اور نہ اس کے بعد ایسا خفا ہو گا۔ میں اپنے نفس کی خیر چاہتا ہوں۔ اپنے نفس کی خیر چاہتا ہوں۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ اپنی اس خطا کو یاد کریں گے۔ جو انہوں نے بغیر علم کے اپنے رب سے سوال کیا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لئے دعا مانگی تھی۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم زمین والوں میں سے نبی اللہ اور خلیل اللہ ہو۔ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کرو۔ کیا آپ ہم کو اس مصیبت میں نہیں دیکھتے۔ جس میں کہ ہم ہیں۔ وہ کہیں گے کہ میرا رب آج کے دن خفا ہے۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور تین جموٹوں کا ذکر کریں گے۔ نفسی نفسی پکاریں گے۔ میں اس کے لائق نہیں۔ لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

marfat.com

Marfat.com



کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسا بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تو رات دی ہے۔ اس سے کلام کیا ہے۔ اس کو سرگوشی کے لئے قریب کیا ہے۔

پھر وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ میں اس کے قتل نہیں ہوں۔ وہ اپنی اس خطا کا ذکر کریں گے۔ اور آدمی کے قتل کا ذکر کریں گے۔ لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔

پھر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے قتل نہیں۔ لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں کہ جن کے اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہوئے ہیں۔

پھر میرے پاس آئیں گے اور میں ان سے کہوں گا۔ کہ میں اس کے قتل ہوں۔ میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اذن طلب کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا۔ جب میں اس کو دیکھوں گا۔ تو سجدہ کرتا ہوا گر جاؤں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ اور اس کی تعریف کروں گا۔ ایسے الفاظ کے ساتھ کہ میں ان پر قادر نہیں ہوں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت الہام کر دے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تعریفوں اور حمد و ثناء کے (دروازہ کو) کھول دے گا۔ کہ وہ پہلے مجھ سے کسی پر نہیں کھولا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں فرمایا۔ کہ کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ۔ مانگو جو مانگو گے دئے جاؤ گے۔ شفاعت کرو مقبول ہوگی۔ پھر میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اور کہوں گا اے میرے رب میری امت اے میرے رب میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ اپنی امت میں سے جس پر کچھ حساب نہیں۔ جنت کے دائیں دروازہ کی طرف سے داخل کر۔ اور وہ اور لوگوں کے دوسرے دروازوں میں شریک ہیں۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس فصل کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی جگہ یہ ہے۔ کہ پھر میں سجدہ میں کہوں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ کہ اے محمد! اپنے سر کو

اٹھائیے۔ اور کہئے سنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے مقبول ہو گی۔ سوال کیجئے دئے جاؤ گے۔ پھر میں کہوں گا۔ اے رب میری امت 'اے رب میری امت۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ کہ جاؤ جس کے دل میں ایک گیسوں کے دانہ یا جو کے دانہ کی برابر ایمان ہو۔ تو اس کو نکال لو۔ پھر میں جاؤں گا اور یوں ہی کروں گا۔

پھر میں اپنے رب کی طرف جاؤں گا اور انہیں تعریفوں سے اس کی تعریف کروں گا۔ اور پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور اس میں یہ کہا کہ نکالو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے۔ پھر میں یہ کام کروں گا۔ اور پھر لوٹوں گا۔ پہلے کی طرح ذکر کیا۔ اور اس میں یہ کہا کہ نکالو۔ جس کو نکالو جس کے دل میں رائی کے اونٹنی دانے کے برابر ایمان ہو۔ پھر میں ایسا کروں گا۔

چوتھی دفعہ یہ کہا کہ مجھ سے یوں کہا جائے گا۔ کہ اپنا سر اٹھاؤ۔ اور کہو۔ سنا جائے گا۔ شفاعت کرو مقبول ہو گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے۔ پھر میں کہوں گا۔ کہ اے رب! مجھے اجازت دے کہ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (صرف) کہا ہو۔ فرمائے گا کہ یہ تمہارے متعلق نہیں۔ لیکن مجھ کو اپنی عزت و بزرگی۔ عظمت و جبروت کی قسم ہے کہ میں دوزخ سے اس شخص کو نکال لوں گا۔ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو گا۔

فقہاء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو کہ انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ تیسری دفعہ کہا یا چوتھی دفعہ کہ میں کہوں گا۔ خداوند دوزخ میں سوائے اس کے کہ قرآن نے اس کو روک لیا ہو، اور کوئی باقی نہیں رہا۔ یعنی جس پر خلود اور ہمیشگی ہے۔

اور ابوبکر و عقبہ بن عامر ابو سعد حذیفہ سے اس کی مثل ہے کہا کہ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ پھر آپ کو اذن دیا جائے گا۔ امت و رحم آپ کے اور پل صراط کے ایک طرف کھڑے ہو جائیں گے۔

ابو مالک کی روایت میں جو کہ حذیفہ سے ہے ذکر کیا گیا ہے کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں گے۔ آپ شفاعت کریں گے۔ پھر پل صراط کھڑا کیا جائے گا۔ اول کے لوگ اس پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پھر ہوا اور پھر عہدہ اور

تیز رو مردوں کی طرح اور تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صراط پر ہو گا۔ خداوند اچھا ہو پچائو۔ یہاں تک کہ لوگ گزر جائیں گے۔ اور سب سے آخر گزرنے والے کا ذکر کیا۔ اللہ شہد۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں سب سے پہلے گزروں گا۔ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے منبر رکھے جائیں گے۔ جن پر وہ بیٹھیں گے۔ میرا منبر باقی رہے گا۔ مگر اس پر نہ بیٹھوں گا۔ اور اپنے رب کے سامنے کھڑا رہوں گا۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ کہ تمہاری امت کے ساتھ معاملہ کروں۔ میں کہوں گا۔ کہ اے میرے رب! ان کا حساب جلد ہو جائے۔ پھر ان کو بتلایا جائے گا۔ ان کا حساب لیا جائے گا۔ بعض وہ ہوں گے جو جنت میں اس کی رحمت سے جائیں گے۔ اور بعض وہ ہوں گے کہ جنت میں میری شفاعت سے جائیں گے۔ میں برابر ان کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ ایسے لوگوں کو چک (یعنی پروانہ و ثمن جن پر حکم ہو گا) دیئے جائیں گے۔ جن کو دوزخ بھیجنے کا حکم دیا ہو گا۔ حتیٰ کہ دوزخ کا داروغہ یہ کہے گا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خدا کے غصہ و انتقام کے لئے اپنی امت میں کچھ نہیں چھوڑا اور زیادہ میری کے طریق سے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

أَنَا أَوَّلُ تَخْلُقِ الْأَرْضَ مِنْ جُجْجِيَّتِهِمْ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا فَخْرَ وَمَعِيَ لَوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَفْتَحُ لَهُ الْجَنَّةُ وَلَا فَخْرَ فَإِنَّ فَاغِذُ بِحَلَقَةِ الْجَنَّةِ فَيَقَالُ مَنْ هَذَا قَالُوا مُحَمَّدٌ فَيُفْتَحُ لِي تَكْسِيَّتِي الْجَبَّارُ تَعَالَى فَاخِرُهُ مَا جَدَا وَ ذَكَرَ نَحْوَ مَا تَقَدَّمَ۔

ترجمہ۔ میں اول ان لوگوں کا ہوں کہ جن کی کھوپڑیاں زمین سے اٹھیں گی۔ اور فخر یہ نہیں کہتا۔ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ اور فخر یہ نہیں کہتا۔ میرے ساتھ قیامت کے دن کا جھنڈا ہو گا۔ میں سب سے پہلے وہ ہوں جس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ اور کہا جائے گا۔ کہ یہ کون ہیں۔ میں کہوں گا کہ محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) پھر میرے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ پھر جبار اللہ تعالیٰ میرے سامنے ہو گا۔ تو میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اور پہلی حدیث کی طرح بیان کیا۔  
انہیں کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ میں ضرور قیامت کے دن زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ کے لئے شفاعت کروں گا۔

اب ان احادیث کے مختلف الفاظ سے یہ بات اتفاقاً ثابت ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا مقام محمود اور شفاعت کا اول سے لے کر آخر تک بیان اس وقت ہو گا۔ کہ جب حشر میں لوگ جمع ہوں گے۔ ان کے گلے تنگ ہوں گے ان کو پسینہ آتا ہو گا۔ آفتاب قریب ہو گا۔ دیر تک کھڑا رہنا ہو گا۔ یہ پہلے حساب کے ہو گا۔ تب آپ اس وقت کھڑے ہونے سے راحت دینے کے لئے شفاعت کریں گے۔ پھر بل صراط کھڑی کی جائے گی۔ اور لوگوں کا حساب ہو گا۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ و حذیفہ میں آچکا ہے۔ اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ جن پر کوئی حساب نہ ہو گا۔ کہ جنت کی طرف جلدی بھیجے جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں پہلے گزر چکا ہے۔ پھر اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو گا۔ شفاعت کریں گے۔ اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو حاصل نہ ہو گا۔

اور مشہور صحیح حدیث میں ہے۔

يُكْفَى نَبِيٍّ دَعْوَةً يَدْعُو بِهَا وَاجْتَبَاتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَا تَمُنُّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ترجمہ۔ ہر ایک نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو اس نے مانگ لی ہے۔ لیکن میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھی ہے۔

اہل علم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس کا مجھے علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان کے لئے مقبول ہو گی۔ ان کی خواہشات ان کو دی جائیں گی۔ ورنہ نبیوں کی بہت سی دعائیں ہیں۔ جو مقبول ہوتی ہیں۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی مقبولہ دعائیں تو بے شمار ہیں۔ لیکن ان کا حائل دعا کے وقت امید و خوف کے درمیان رہا ہے۔ اور بعض دعا کی مقبولیت کی خدا کی طرف سے ضمانت ہوتی ہے۔ کہ جس کے لئے چاہیں یقیناً مقبول ہوگی۔

عمر بن زیاد اور ابو صلح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں کہا ہے۔ کہ ہر نئی کے لئے ایک دعا ہے۔ جو انہوں نے اپنی امت کے بارہ میں مانگی ہے۔ جو مقبول ہو گئی۔ اور میں ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی دعا کو اپنی امت کے لئے قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھوں۔

ابو صلح کی ایک روایت میں ہے کہ ہر نئی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو مقبول ہوتی ہے۔ پھر ہر نئی نے اپنی دعا میں جلدی کی۔

ایسا ہی ابو زرہ کی روایت میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ اور انسؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ جس طرح ابن زیاد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ پس یہ مذکورہ دعا جو امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کی مقبولیت ضمانت شدہ ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ نے اپنی امت کے لئے بہت سی باتیں دین دنیا کی مانگی تھیں۔ لیکن بعض تو دی گئیں۔ اور بعض سے منع کیا گیا۔ اور یہ دعا ان کے لئے محتاجی کے دن اور سختی کے خاتمے اور بڑے سوال و رغبت کے لئے ذخیرہ رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جزا سے بہتر جزا دے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہو۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا۔

## فصل ۱۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل کے بارہ میں جو کہ جنت میں آپ کو وسیلہ و درجہ بلند اور کوثر و فضیلت عنایت ہوگی۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی اور فقیہ ابو الولید ہشام بن احمد نے۔ اور میں نے ان دونوں کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی غسالی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے نمری نے۔ کہا حدیث

marfat.com

Marfat.com

بیان کی ہم سے محمد بن سلمہ نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے ابن لہیعہ اور حیوہ سعید بن ابی ایوب سے وہ کعب بن علقمہ سے وہ عبدالرحمن بن جیر سے وہ عبداللہ بن عمر بن العاص سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْرَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَى مَرَّةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا مِثْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنُورَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْتَعِلُ إِلَّا الْعَبْدَ مِنْ مِبادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونُ، هُوَ مَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّامَةُ

ترجمہ: جب تم مؤذن سے سنو۔ تو کچھ وہ کہے تم وہی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود پڑھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے سوائے ایک اللہ کے بندے کے اور کسی کے لئے لائق نہیں۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرے۔ اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔

دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔  
بَيْنَا أَنَا وَسَيِّدِي الْجَنَّةِ إِذْ مَرَّ عَلَيْنَا نَهْرٌ حَافَّتُهُ قُتَابُ اللَّؤْلُؤِ لَوْ فُطِّتْ لَجَبُرَتْ بِهَا هَذَانِ  
قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ خَرَبَ بَيْنِي وَالْجَنَّةِ فَاسْتَخَرَجَ مِنِّي سَكَنًا  
ترجمہ: میں جنت میں سیر کر رہا تھا۔ اتنے میں میرے سامنے ایک نہر آئی۔ جس کے دونوں کناروں پر موتی کے قے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا چیز ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ فرمایا کہ پھر اس کی مٹی تک ہاتھ مارا۔ تو اس سے کستوری نکلی۔

عائشہ۔ عبداللہ بن عمرو سے اس کی مثل مروی ہے۔ فرمایا کہ اس کی گزر موتی اور یا قوت پر ہے۔ اس کا پانی شد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

ایک روایت میں ان سے ہے کہ نہر چلتی تھی۔ اور زمین کو پھاڑتی نہ تھی۔ اس پر حوض ہے۔ جس پر میری امت آئے گی۔ اور حدیث حوض کا ذکر کیا۔  
اسی طرح ابن عباس سے مروی ہے کہ کوثر وہ بہتری ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ وہ نہر جو جنت میں ہے اس خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی عنایت میں سے بیان کیا ہے۔ کہ مجھ کو اس نے کوثر دیا ہے جو کہ ایک نہر ہے جنت میں سے وہ میرے حوض میں جاری ہے۔

ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرَىٰ  
یعنی عنقریب تمہارا رب تم کو وہ کچھ دے گا۔ جس سے کہ آپ راضی ہوں گے۔  
کہا ہے کہ موتی کے ہزار محل ہوں گے۔ جن کی مٹی مشک کی ہو گی۔ ان میں وہ  
وہ چیزیں ہوں گی جو اس کے مناسب ہوں گی (یعنی حور و غلمان وغیرہ)۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں وہ کچھ ہو گا۔ جو اس کے لائق ہو گا یعنی  
بیویاں اور غلام۔

## فصل ۴

اگر تم یہ کہو کہ جب قرآن کی دلیل اور صحیح حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں سے مکرم ہو گا۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے افضل  
ہونا قرار پا چکا۔ تو پھر ان حدیثوں کا کیا مطلب ہے۔ کہ جس میں آپ نے اپنی فضیلت  
سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا۔ جس کو بیان کیا ہم سے اسدی نے  
کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے سمرقندی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلوودی نے کہا  
حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے کہا  
حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ثنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے کہا

marfat.com

Marfat.com

حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قلادہ سے کہا کہ میں نے ابو العالیہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حدیث بیان کی مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر چچا زاد یعنی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُؤْنُسَ بْنِ مَتَّى وَفِي مَعْنَى هَذَا الْقَوْلِ يَقُولُ-

ترجمہ: کسی بندہ کو یہ لائق نہیں کہ یوں کہے۔ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اور اس طریق کے سوا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندہ کو لائق نہیں۔ الحدیث۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہودی کے بارہ میں ہے۔ جس نے کہا تھا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی۔ کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو انسانوں پر پسند کیا۔ تب انصار میں سے ایک شخص نے اس کو تھپڑ مارا تھا۔ اور کہا تھا کہ تم ایسا کہتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں۔ پھر یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام میں ایک دوسرے پر فضیلت مت دو۔

اور ایک روایت ہے کہ فرمایا۔ کہ جو شخص کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ تم میں سے ہرگز کوئی نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اس کی دوسری حدیث میں ہے۔ پھر آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے مخلوق میں سے بہتر تو آپ نے فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

سو اس بارہ میں تم کو معلوم رہے کہ علماء نے ان احادیث میں تلویلیں کی ہیں۔ (۱) پہلی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضیلت سے منع کرنا پہلے اس سے تھا کہ آپ جان لیں کہ میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں۔ تب آپ نے فضیلت دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ فضیلت وقوف کی محتاج ہے۔ اور جس نے بدوں علم کے فضیلت



دی۔ تو اس نے جھوٹ کہا۔ اسی طرح آپ کا یہ قول کہ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ کوئی یونس علیہ السلام سے افضل ہے۔ اس امر کا تقاضا نہیں کرتا۔ کہ آپ نے ان کو تفصیل دی ہے۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے تفصیل سے روکا ہے۔

دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بطور تواضع و انکسار کہی ہے۔ جس سے تکبر و عجب کی نفی کی ہے۔ مگر یہ جواب بھی اعتراض سے نہیں بچتا۔

تیسری یہ کہ انبیاء علیہم السلام میں ایسی تفضیل نہ دے کہ جو بعض انبیاء کی تنقیص شان تک پہنچا دے۔ یا ان میں کوئی عیب نکالے۔ خصوصاً "یونس علیہ السلام کے بارہ میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت خبر دی جو خبر دی (یعنی سب کو معلوم ہے) تاکہ کسی جاہل کے دل میں ان کی طرف سے حقارت پیدا نہ ہو۔ اور ان کے بلند مرتبہ میں کمی نہ آئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت کہا ہے۔ کہ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف نکلا۔ اور جب وہ غصے ہو کر گیا۔ اور گمان کیا کہ ہم اس پر ہرگز قیام نہ ہوں گے۔ سو بسا اوقات بے علم آدمی ان کی طرف کمی درجہ کا خیال کر بیٹھتا ہے (اس لئے آپ نے اس کا ذکر خصوصاً کیا)۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ نبوت و رسالت کے حق میں تفضیل کی ممانعت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام نبوت و رسالت میں ایک ہی حد میں ہیں۔ وہ تو ایک ہی شے ہے۔ جس میں فضیلت نہیں۔ اور فضیلتیں احوال کی زیادتی خصوصیت و کرامات مراتب و عنایات میں ہیں۔ لیکن نفساً نبوت میں کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت زائد امور میں ہے جو نبوت سے اوپر ہیں۔ اس لئے ان میں سے کوئی تو رسول ہیں۔ کوئی اولو العزم۔ کسی کا مکان بلند ہے۔ کسی کو لڑکپن میں حکمت دی گئی۔ کسی کو زبور دی گئی۔ کسی کو جنت و نشانات دیئے گئے۔ بعض ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَفَدَ فَضْلًا بَعْضًا لِّبَعْضٍ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَاكَ وَدَّ زَبُورًا

(پ ۱۵ ع ۶)

marfat.com

Marfat.com

اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

اور فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتَيْنَا مِنْكَ الْكِتٰبَ الْفُرْقٰنَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مِّنْ حَكَمٍ اَللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ  
قَدْرَ جَبِيَّتٍ

ترجمہ :- یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔  
وَ اٰتَيْنَا عِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاٰتَيْنَاهُ بُرُوْجَ الْقُدُسِ (پ ۳ ع ۱)  
اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشائیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ ان کو دنیا میں فضیلت دی ہے۔ اور یہ تین حالت کے ساتھ ہے۔

(۱) یہ کہ اس کی آیات و معجزات زیادہ روشن و زیادہ مشہور ہیں۔ یا اس کی امت زیادہ پاکیزہ و زیادہ شمار میں ہے یا یہ کہ اس کی ذات شریف زیادہ بزرگ اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس کی فضیلت ذاتی اس امر کی طرف راجع ہے۔ جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خاص کیا ہے۔ بزرگی و خصوصیت کلام سے یا خلقت سے یا ریت سے یا جو خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایات و ولایت کے تحفوں و اختصاص سے چاہا۔ اور بلاشبہ ریت کی گئی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نبوت کے بوجھ ہیں۔ اور بیشک یونس علیہ السلام ان سے ایسے علیحدہ ہوئے تھے۔ جس طرح کہ اونٹنی کا بچہ جو فصل ریح میں پیدا ہو (بوجھ سے دور ہوتا ہے)۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے مواقع سے ان لوگوں کے لوہام کی حفاظت کی جن کی طرف وہ اس سبب سے پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی یونس علیہ السلام کی نبوت میں حرج کریں یا ان کے برگزیدہ ہونے میں قصح کریں۔ ان کے درجہ کو کم کریں۔ ان کی عصمت میں سستی کریں۔ اور یہ سب امور اس طرح ہیں۔ کہ آپ کو اپنی امت پر شفقت منظور ہے۔ اور اس ترتیب پر پانچویں وجہ متوجہ ہوتی ہے۔

کہ ان (میں) کی ضمیر بذاتہ قائل کی طرف راجع ہو (نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) یعنی کسی کو ممکن نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ وہ پاکیزگی یا دانائی اور عصمت طہارت میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائے۔ کہ وہ یونس علیہ السلام سے بوجہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے جو ان کی طرف سے دی ہے۔ بہتر ہے۔ کیونکہ نبوت کا درجہ الفضل و اعلیٰ ہے۔ اور بلاشبہ یہ مراتب ان سے ایک رائی بلکہ اس سے بھی کمتر تک کم نہیں ہوئے۔ (یعنی یونس علیہ السلام کا مرتبہ کچھ بھی کم نہیں ہوا)۔

ہم تیسری قسم میں اس کا بیان انشاء اللہ اس سے زیادہ کریں گے۔ اب تم کو غرض معلوم ہو گئی۔ اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس سے معترض کا اعتراض جاتا رہا۔ اللہ ہی سے توفیق ہے۔ اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

### فصل ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کے بیان میں اور جو اس میں فضیلت ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو عمران موسیٰ بن ابی طلحہ فقیر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن نصر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم بن اسحاق نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن وضاح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے وہ محمد بن جیر بن مطعم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

لِيُغَمِّمَ أَسْمَاءُ لَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا مَا رَجَى الْذِي يَمَعُو اللَّهُ بِنَا الْكُفْرَ وَأَنَا  
الْعَايِرُ الَّذِي يُعْخَرُ النَّاسُ عَلَيَّ قَدِيمٌ وَأَنَا الْعَاقِبُ

میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ مہی یعنی مٹانے والا ہوں مجھ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدم پر حشر کریں گے۔ یعنی قیامت کے دن میرے بعد انھیں گے۔ اور میں عاقب ہوں۔ یعنی سب سے پیچھے

آیا ہوں۔

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا محمدؐ اور احمدؑ نام رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت دی ہے۔ آپ کے اسماء کے ضمن میں آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ کے ذکر کے اثاث میں آپ کے بڑے شکر کا ذکر بھی رکھا ہے۔

آپ کا نام احمد ہے۔ جو کہ بروزن افضل صفت حمد میں مبالغہ ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمد کرنے والوں میں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ اور ان سب سے افضل ہیں جن کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور حمد کرنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اب آپ احمد الحمودین اور احمد الخلدین ہوئے۔ آپ کے ساتھ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہو گا۔ تاکہ کمال حمد آپ کے لئے پورا ہو۔ اور اس میدان میں حمد کی صفت سے مشہور ہو جائیں۔

آپ کا رب آپ کو وہی مقام محمود پر اٹھائے گا۔ جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے اس مقام میں اولین و آخرین آپ کی شفاعت کی وجہ سے جو کہ ان کے لئے آپ کریں گے تعریف کریں گے۔ اس میں آپ کی وہ تعریفوں کے دروازے کھلیں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کو وہ نہیں دیئے گئے۔ کتب انبیاء علیہم السلام میں آپ کی امت کا نام اللہ تعالیٰ نے حملوین یعنی حمد کرنے والے رکھا ہے۔ اب آپ اس بات کے لائق ہیں کہ آپ کا نام محمدؐ اور احمد رکھا جائے۔

پھر ان دونوں ناموں میں عجائب۔ خصائص اور غرائب آیات سے ایک قسم اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ جل اسمہ نے آپ کو اس بات سے بچلایا کہ آپ کے زمانہ سے پہلے کوئی ان دونوں ناموں سے موسوم ہو۔

احمد آپ کا وہ نام ہے کہ جو پہلی کتابوں میں آچکا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اس کی خوشخبری دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے منع کر دیا۔ کہ کوئی اور آپ کے سوا اس نام کو رکھے۔ اور نہ آپ سے پہلے کوئی اس نام سے پکارا گیا۔ تاکہ کسی ضعیف دل پر اس سے اٹھایا یا شک نہ پڑے۔ اور ایسے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی عرب

دفعہ میں نام نہیں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے وجود سے اور پیدائش سے تھوڑے پہلے یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ ایک نبی بھیجا جائے گا جس کا نام محمد ہو گا۔ پھر تھوڑے لوگوں نے عرب میں سے اپنے فرزندوں کا نام محمد رکھا۔ اس امید پر کہ ان میں سے شاید کوئی وہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں کہ وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔

وہ لوگ یہ ہیں۔ محمد بن احمہ بن الجلاح اللوسی۔ محمد بن سلت انصاری۔ محمد بن براء البکری۔ محمد بن سفیان بن جاشع۔ محمد بن حمران جعفی۔ محمد بن خزاعی سلمی۔ اور ساتواں کوئی نہیں۔ کہتے ہیں کہ اول جس کا نام محمد رکھا گیا۔ وہ محمد سفیان ہے۔ اور یمن کے لوگ کہتے تھے۔ بلکہ محمد بن سہمہ ازہ میں سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو جس نے کہ اپنا نام محمد رکھا تھا۔ اس سے پہلایا۔ کہ وہ خود نبوت کا دعویٰ کرے یا دوسرے اس کو نبی کہیں۔ یا اس پر کوئی ایسا سبب ظاہر کرے۔ جو کسی کو اس کے امر میں شک میں ڈال دے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں صفتیں (محمد و احمد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوئیں۔ کہ جن میں آپ سے کسی نے نزاع نہ کی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں ماجی ہوں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا۔ سو اس کی تفسیر اسی حدیث کے بیان میں ہو چکی۔ کفر کا مٹانا یا تو مکہ اور عرب سے مراد ہے۔ اور وہ زمین بھی جو آپ کے قبضہ میں کی گئی۔ اور آپ وعدہ دیئے گئے کہ آپ کی امت کا ملک آپ کو ملے گا یا یہ کہ عالم طور پر مٹانا یہ ہو گا۔ کہ جس کا معنی ظہور و غلبہ کا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیظہرہ علی الدین حکمہ (تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے) اس کی تفسیر حدیث میں بیان ہو چکی ہے کہ آپ وہ ہیں۔ جن کے سبب ان لوگوں کے گناہ جو آپ کے تابع ہوں گے مٹا دیئے جائیں گے۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں وہ حاشر ہوں۔ جس کے قدموں پر لوگ اٹھیں گے۔ یعنی میرے زمانہ اور میرے عہد میں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

آپ کا نام عاقب بھی ہے۔ کیونکہ اور انبیاء علیہم السلام کے پیچھے آئے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ میں وہ عاقب یعنی پیچھے آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر کے یہ معنی ہیں۔ کہ لوگ میرے سامنے اٹھائے جائیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَوْمَ نَبْعِزُكَ شَهِيدًا عَلَى الْكَافِرِينَ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ ا ع ۷۱)

ترجمہ۔ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر یعنی میں ان سے پہلے آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَنَا لَهُمْ قَدَمٌ يَدِّي وَنَدَرِيهِمْ

ترجمہ۔ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میرے قدم پر یعنی میرے سامنے اور میرے گرد یعنی قیامت کے دن میری طرف جمع ہوں گے۔

بعض کہتے ہیں میرے قدم یعنی میری سنت۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ اس کا معنی بعض نے یہ بتلایا ہے کہ وہ کتب مقدمہ میں موجود ہیں۔ اور امت سابقہ کے اہل علم کے نزدیک یہ پانچ نام ہیں اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میرے دس نام ہیں۔ ان میں سے ط۔ یس کا ذکر کیا۔ اس کو کئی نے بیان کیا۔

بعض نے ط کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں اے طاہر اے ہادی۔ یس کے معنی میں کہا گیا ہے۔ اے سید۔ بیان کیا اس کو سلی نے واسطی اور جعفر بن محمد سے۔

اس کے سوا اوروں نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے میرے دس نام ہیں۔ پانچ تو وہ ہیں جن کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ فرمایا کہ میں رسول رحمت رسول راحت۔ رسول ملاحم یعنی لڑائیوں کا۔ اور میں معافی ہوں یعنی عیوں کے پیچھے

آنے والا ہوں۔ میں قیم ہوں۔ اس کے معنی جامع کمال کے ہیں۔ اس کو میں نے ایسا ہی پایا ہے۔ لیکن میں نے اس کو (بطریق معتبر) روایت نہیں کیا۔ اور میں جانتا ہوں کہ بہتر روایت قیم ہے ثاک کے ساتھ (یعنی آپ دینے والے ہیں۔ اور قاسم ہیں یا جامع الخیر ہیں۔ کذا فی الشرح) جیسا کہ ہم نے اس کے بعد حلی سے ذکر کیا ہے۔ وہ تفسیر کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔ اور کتب انبیاء علیہم السلام میں بیشک یہی آیا ہے۔

داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ خداوند اہم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیج جو کہ سنت کو بعد انقطاع وحی کے قائم کرے گا۔ پس قیم اس کے معنی میں ہے۔

نقاش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن میں میرے سلت نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ یس۔ ط۔ یثر۔ مزل۔ عبد اللہ۔

جیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ چھ نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ خاتم۔ عاقب۔ حاشر۔ ماتی۔

اور حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے خود نام ہم کو بتلایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ میں محمد۔ مقفی۔ حاشر۔ بنی التوبہ۔ بنی الملحم۔ بنی الرحمتہ۔ اور ایک روایت میں الرحمتہ راتہ ہے۔ اور ہر ایک نام صحیح ہے۔ انشاء اللہ (روایت اور درایت کے لحاظ سے) مقفی کے وہی معنی ہیں جو عاقب کے ہیں۔ اور بنی الرحمہ والتوبہ الرحمتہ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ یعنی ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہی بھیجا ہے۔

اور جیسا کہ خدا نے آپ کی تعریف کی ہے کہ يُؤْتِيهِمُ الْحِكْمَةَ وَهُوَ الْغَنِيُّ الرَّحْمَنُ۔ وہ ان کو پاک کرتا ہے ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ وَيَهْدِيهِمُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ ان کو سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔ وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ۔ اور مومنین پر رؤف رحیم ہے۔

اور بلاشبہ آپ کی امت کی صفت میں یہ فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے۔ اور ان کے بارہ میں کہا ہے کہ تَوَاصَوْا بِالْقَيْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ کہ وہ مبرا اور مرحمت کی

وصیت کرتے رہتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں۔

پس آپ کے رب تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لئے رحمت (بلکہ) تمام جہان کے لئے رحمت۔ رحیم۔ مہرحم اور ان کے استغفار کرنے والے بھیجا ہے۔ آپ کی امت کو مرحومہ بتایا ہے۔ اس کی رحمت کے ساتھ تعریف کی ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم کا حکم دیا ہے۔ اس کی تعریف کی ہے۔ اور فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور فرمایا مہربانوں پر رحمن مہربان ہے۔ تم نیک والوں پر رحم کرو۔ وہ تم پر رحم کرے گا۔ جو کہ آسمان میں ہے۔

لیکن نبی الملمح کی روایت سے اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی اور کھوار کے ساتھ بھیجے گئے۔ اور یہ صحیح ہے۔ حذیفہؓ نے ابی موسیٰ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔ اور اس میں ہے کہ آپ نبی رحمت نبی توبہ نبی ملاحم ہیں۔

حبلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میرے پاس فرشتہ آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم قہم ہو یعنی محمود (کمال) ہو۔ حبلی کہتے ہیں کہ قہم کے معنی ہیں نیکی کا جمع کرنے والا۔ اور یہ وہ نام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں معلوم تھا۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے القلب و صفات علاوہ اس کے ہیں ہم نے ذکر کئے ہیں۔ اور بہت سے قرآن میں آئے ہیں۔ مثلاً

نور۔ سراج۔ منیر۔ منذر۔ نذیر۔ مبشر۔ بشر۔ شہید۔ حق مبین۔ خاتم النبیین۔ رؤف رحیم۔ امین۔ قدم صدق۔ حرمت اللعالمین۔ رحمتہ اللہ۔ غرور و غمی۔ صراط مستقیم۔ نجم ثاقب۔ کریم۔ نبی امی۔ داعی اللہ۔ بلوجود اوصاف کثیرہ اور علامات جلیلہ کے خدا کی پہلی کتابوں میں اور کتب انبیاء علیہم السلام و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسماء شافیہ آچکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا نام مصطفیٰ بنی عبدالمطلب۔ ابو القاسم۔ حبیب رسول رب العالمین۔ شفیع۔ شفیع متقی۔



مصلح۔ ظاہر۔ ممکن۔ صادق۔ ہادی۔ سید اولاد آدم۔ سید المرسلین۔ امام  
المستقین۔ قائد العزائم۔ (یعنی آپ سفید چہروں۔ سفید ہاتھ پاؤں والوں کے پیشرو)  
قیامت کے دن ہیں۔ حبیب اللہ۔ تحلیل الرحمن۔ صاحب الخوض المورود والشفاعة۔  
وال مقام المحمود۔ صاحب الوسيلة والدرجة الرفیعة۔ صاحب اللج والمہراج۔  
واللواء القضب (یعنی باعصا) براق و اوغنی تیز رو کے اسوار۔ صاحب حجت و سلطان و  
خاتم و علامتہ و برہان صاحب عسل۔ صاحب نخلین۔

کتابوں میں آپ کے نام یہ بھی ہیں۔ متوکل۔ مختار۔ مقیم الست۔ مقدس۔ روح  
القدس۔ روح الحق۔ اور یہی معنی فار قلیط کا ہے جو انجیل میں ہے۔ یعنی وہ شخص جو  
کہ حق و باطل میں تمیز کرے۔ کتب گزشتہ میں آپ کا نام ملا ملا ہے۔ اس کا معنی طیب  
طیب ہے یعنی پاک مطایا یعنی حامی۔ خاتم۔ خاتم۔ یعنی قاضی۔ اس کو کعب احبار نے  
بیان کیا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں۔ پس خاتم وہ ہے۔ کہ انبیاء کو ختم کرنے والا ہے۔ اور  
خاتم وہ کہ انبیاء علیہم السلام میں خلق اور خلق میں بہتر ہو۔

سریانی میں آپ کا نام شمع یعنی محمد اور منمنا ہے۔ یعنی روح القدس یا محمد۔ آپ کا  
نام تورات میں احید بھی ہے۔ اور یہ ابن میرن سے مروی ہے۔ صاحب القضب کا  
معنی صاحب تلوار ہے۔ انجیل میں اس کی تفسیر آئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ  
آپ کے ساتھ لوہے کی قضب (تلوار) ہوگی۔ جس سے لڑیں گے۔ آپ کی امت بھی  
ایسے ہی ہوگی۔ یہ احتمال کیا گیا ہے کہ وہ لمبی شلخ تھی۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم لیا کرتے تھے۔ اور وہ اب خلفا کے پاس ہے۔ لیکن ہر اوہ جس کا بیان آیا ہے  
وہ لغت میں یعنی عصا ہے۔ اور مجھے خیال ہے۔ واللہ اعلم کہ وہ عصا ہے جو حدیث  
میں مذکور ہے۔ کہ میں لوگوں کو اس سے اپنے عصا سے اہل یمن کے لئے ہٹاؤں  
گلہ تلج سے مراد حمامہ ہے۔ اور اس وقت سوائے عرب کے اور کوئی حمامہ نہ پنتا  
تھا۔ علمے عرب کے تلج ہیں۔ آپ کے اوصاف۔ القاب۔ نشانات کتب میں بہت  
ہیں۔ اور ان ناموں میں کہ ہم نے ان کتب سے لے کر ذکر کیا ہے۔ انشاء اللہ کافی  
ہے۔ آپ کی مشہور کنیت ابو القاسم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب آپ کے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے۔ تو آپ کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اور آپ سے کلمہ السلام علیک یا ابا ابراہیم۔

### فصل ۱۳

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اسما حسنی کے ساتھ آپ کا نام رکھ کر اور اپنی صفات عالیہ کے ساتھ آپ کو موصوف کر کے شرف بخشا ہے۔  
قاضی ابو الفضل وقفہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ یہ فصل پہلے بابوں کے ساتھ بہت ہی لائق ہے۔ کیونکہ اسی مضمون کی لڑی میں یہ پرویا گیا ہے۔ اور اسی چشمہ شیریں سے جالما ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کسی سینہ کو اس کی استنباط کی ہدایت کی طرف اسی وقت کھولتا۔ اور کسی فکر کو اس کے جوہر نکالنے اور لینے کی طرف اسی وقت روشن کرتا ہے کہ جب وہ اس سے پہلے فصل میں غور و فکر کرے۔ پس ہم نے خیال کیا کہ اس کو اس کے ساتھ ملا دیں۔ اس کے متفرق کو جمع کریں۔

سو جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو ایک بزرگی کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ان پر ناموں کی خلعت عنایت کی ہے۔ جیسے کہ اسحق علیہ السلام کے نام علیم و حلیم ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا نام حلیم۔ نوح علیہ السلام کا شکور۔ عیسیٰ وہ یحییٰ علیہما السلام کا بر (نیکو کار) موسیٰ علیہ السلام کا کریم قوی۔ یوسف علیہ السلام کا حفیظ علیم۔ ایوب علیہ السلام کا صابر۔ اسماعیل علیہ السلام کا صلیح الوعد ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر کئی مقام پر ہوا ہے۔ جہاں ان کا ذکر آیا ہے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فضیلت دی کہ آپ کو ان ناموں سے اپنی کتاب عزیز اور اپنے انبیاء کی کتابوں میں جو بہت ہیں۔ لباس پہنایا اور آراستہ کیا۔ وہ ہم نے بعد فکر و ذکر کے جمع کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ہم نے کسی کو نہیں پایا۔ کہ ان میں سے دو ناموں سے بڑھ کر جمع کیا ہو۔ اور نہ ایسے شخص کو پایا کہ جس نے اس میں دو فصل تالیف کئے ہوں۔ مگر ہم نے اس فصاحہ "تیس نام ان سے لکھے

ہیں۔ اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ مجھے ان اسماء کا علم الہام کیا ہے۔ اور ان کی حقیقت بیان کی ہے۔ اسی طرح اپنی نعمتوں کو ان امور کے ظہور سے پوری کر دے۔ جو اب تک ہم کو ظاہر نہیں کی۔ اور اس کے بند و رواظوں کو کھول دے۔

پس اللہ تعالیٰ کے بلند ناموں میں سے ایک حمید ہے۔ جس کا معنی محمود ہے۔ کیونکہ اس نے آپ اپنی تعریف کی ہے۔ اور اس کے بندوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔ اس کے معنی حمد کے بھی ہیں۔ کہ وہ اپنی تعریف کرنے والا ہے اور اعمال عبادات مخلوق کی بھی تعریف کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس نے محمد احمد رکھا ہے۔ پس محمد کے معنی محمود کے ہیں۔ ایسا ہی آپ کا نام واؤد علیہ السلام کے زبور میں ہے۔ اور احمد کا یہ معنی ہے کہ وہ حمد کرنے والوں سے بہت بڑے ہیں۔ اور جن کی تعریف کی گئی ہے ان سے بہت بڑے ہیں۔ اور اسی طرف حسن بن ثابتؓ نے اشارہ کیا ہے۔

وَ حَقَّ كَذِبٌ مِّنْ اَسْمَاءِ يُجِيزُهُ  
هَذَا وَ اَلْعَرَبُ يَحْمَدُوْهُ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے نام سے نکالا۔ تاکہ اس کو بزرگ کرے۔

پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رؤف رحیم ہے۔ یہ دونوں نام قریب المعنی ہیں۔ اور آپ کا نام بھی اپنی کتاب میں یہی رکھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رُفِّحُوا رِجَالَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ یعنی آپ مومنین پر رؤف رحیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے الحق الحسین ہے۔ حق کا معنی موجود ہے۔ اور جس کا امر ثابت ہو۔ ایسا ہی حسین کا معنی یہ ہے۔ کہ اس کا امر روشن ہو۔ اس کی معبودیت ظاہر و روشن ہے۔ بان و ابن کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور یہ معنی بھی ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کے لئے ان کے دینی و مادی کے معاملات کو ظاہر کر دینے والا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام اپنی کتاب میں رکھا ہے۔ اور فرمایا۔ مَتَّى جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلُهُ

مُبِين۔ یعنی یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا۔ اور روشن رسول آیا۔ اور فرمایا قُلْ اِنِّیْ  
 اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ آپ کہیں کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور فرمایا قَدْ جَاءَکُمْ  
 الْحَقُّ مِنْ رَبِّکُمْ بِشَکِّ تَمَّارِے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے آیا۔ اور فرمایا قَدْ  
 کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ بِشَکِّ اَنسُوں نے حق کو جب کہ ان کے پاس آیا جھٹلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مقصود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ  
 قرآن ہے۔ اس کا معنی یہاں پر وہ حق ہے جو کہ باطل کے منافی ہے۔ اور اس کا  
 صدق و امر ثابت ہے۔ یہ پہلے سننے کو ہے۔ اور مبین کے سننے ہیں کہ جس کا امر جس  
 کی رسالت روشن ہو یا یہ سننے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں بیان کرنے والا ہے  
 جس کے ساتھ اس کو بھیجا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَیْسَیْنِیْ لَیْسَیْنِیْ مَا اُنْزِلَ  
 اِلَیْهِمْ لَکَ ظَہِرٌ کَرِے وہ چیز جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے۔ جس کے معنی ہیں صاحب نور یعنی اس  
 کا خالق یا آسمانوں اور زمین کا اتوار کے ساتھ روشن کرنے والا مومنین کے دلوں کو  
 ہدایت سے منور کرنے والا۔ اور آپ کا نام بھی نور رکھا۔ اور فرمایا جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ  
 وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتب روشن آئی۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ  
 قیامت کے دن اپنے بندوں کا شہید ہو گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی  
 شہید و شہید رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ رَاْنَا اَرْسَلْنَاکَ شَہِیْدًا۔ بیشک ہم نے آپ کو شہید  
 بھیجا ہے۔ اور فرمایا وَ یَعْبُوْہُ الرَّسُوْلُ مِنْکُمْ شَہِیْدًا لَّکَ رَسُوْلٌ تَمَّ پر شہید ہو۔ اور  
 اس کے معنی شہید کے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کریم ہے۔ جس کا معنی بہت سی نیکی والا ہے  
 بعض کہتے ہیں کہ احسان کرنے والا۔ بعض کہتے ہیں کہ معاف کرنے والا۔ بعض کہتے  
 ہیں بلند۔ اور اس حدیث میں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ہے (اس کا نام) اکرم  
 ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام کریم رکھا ہے۔ فرمایا کہ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ رَّسُوْلٌ مَّحْمُوْدٌ  
 بیشک یہ قول رسول کریم کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جبریل ہیں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَنَا أَكْرَمُ وَوَلَدِ آدَمَ مِنْ أَوْلَادِ آدَمَ  
سے اکرم ہوں۔ کریم اور اکرم کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح  
ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام عظیم ہے۔ اس کے معنی جلیل الشان ہیں۔  
 کہ اس سے سب کم ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرمایا کہ اِنَّكَ لَمَعْنٰ  
 خُلُقِيْ عَظِيْمٍ بیشک آپ عظیم خلق پر ہیں، تو رات کے اول سفر میں اسماعیل علیہ السلام  
 سے آیا ہے۔ کہ عنقریب ایک عظیم شخص عظیم امت کے لئے پیدا ہو گا۔ وہ عظیم ہو  
 گا اور بڑے خلق پر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام جبار ہے۔ اس کے معنی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قاهر یعنی غالب ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بلند عظیم الشان۔ بعض کہتے ہیں متکبر۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی کتاب و اواد میں جبار ہے۔ اور کہا کہ اے جبار تو اپنی تلوار کو لٹکا کیونکہ تیری ناموس یعنی وحی اور تیرے احکام تیرے تصرف کی قوت سے طے ہوئے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کے معنی ہیں۔ یا آپ کا اپنی امت کی اصلاح ہدایت و تعلیم سے کرنا یا آپ کا دشمنوں پر قہر کرنا۔ یا انسانوں پر آپ کا بلند درجہ یا آپ کا بڑا خطرہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس تکبر کے غلبہ کو جو آپ کی شان کے لائق نہیں نفی کر دیا۔ اور فرمایا کہ آپ ان پر جبار نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاكْسِرْ رِجْلَيْ خَبِيرٍ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ حَمْدُہٗ فَاَسْکُرُ بِہٖ خَیْرًا ۱

ترجمہ: وہ بڑی عمر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

قاضی بکر بن علاء کہتے ہیں کہ سوال کے لئے خیر نبی کو حکم دیا گیا ہے۔ اور مسئول و خیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسرے لوگ کہتے ہیں بلکہ سائل تو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔ اور مسؤل اللہ تعالیٰ ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ درجہ مذکورہ سے خیر ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ نہایت ہی عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پوشیدہ علم اور بڑی معرفت کا عالم بتایا ہے۔ اور اپنی امت کو ان امور کی خبر دی ہے۔ جن کی خبر دینے کا آپ کو اذن ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قراح ہے۔ جس کا معنی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان حکم کرنے والا ہے۔ یا رزق و رحمت کے دروازوں اور ان امور کو جو ان پر بند ہیں کھولنے والا ہے۔ یا ان کے دلوں اور عقولوں کو حق کی معرفت کے ساتھ کھولنے والا ہے۔ اور اس کا معنی مددگار کا بھی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔ **إِنَّا تَسْتَفْتِيهِمْ إِنْ جَاءَكَ مِنْهُمْ شَيْءٌ** اگر تم فتح ملتے تو بیشک تم کو فتح ہو گئی ہے یعنی اگر مدد چاہو تو تم کو مدد آگئی ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم فتح اور مدد کے موجد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام حدیث طویل معراج میں قراح رکھا ہے۔ جو کہ روایت ربیع بن انس سے وہ ابو العالیہ وغیرہ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ میں نے تم کو قراح اور خاتم بتایا ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو کہ آپ نے رب کی تعریف اور اپنے مراتب کے شمار کرنے میں فرمایا ہے۔ اور بلند کیا میرے ذکر کو اور مجھ کو قراح اور خاتم بتایا یہاں پر قراح معنی حاکم ہے یا آپ رحمت کے دروازوں کو اپنی امت پر کھولنے والے ہیں۔ اور ان کی عقولوں کو معرفت خدا اور اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ کھولنے والے ہیں یا آپ حق کے مددگار ہیں یا آپ امت کی ہدایت کے شروع کرنے والے یا ابتدا کرنے والے اور انبیاء میں مقدم ہیں۔ اور ان کے خاتم ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب انبیاء سے پہلے پیدائش میں ہوں اور بعثت میں ان سے پیچھے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے حدیث میں ایک نام شکور آیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تمہوڑے عمل پر بہت ثواب دینے والا۔ بعض نے کہا ہے کہ اطاعت کرنے

والوں کی تعریف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی اس سے تعریف کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا۔ بیشک وہ بندہ شکر گزار تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف اس لفظ سے کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ أَفَلَا آخُذُونَ مَبْدَأَ شَكُورًا کیا میں بندہ شکور نہیں ہوں۔ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا اقرار کرنے والا۔ اس کی قدر جاننے والا۔ اس کی تعریف کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس میں زیادہ سہی کرنے والا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے عظیم۔ علام۔ عالم الغیب والشمسۃ ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علم کے ساتھ تعریف کی ہے۔ اور ان کو زیادہ علم خصوصیت کے ساتھ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ تم کو وہ علم دیا جس کو تم نہیں جانتے تھے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَظِيمًا اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

اور فرمایا۔ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ کہ وہ تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم جانتے نہ تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام آوَّلُ وَالْآخِرُ ہے۔ اور ان دونوں کے معنی یہ ہیں کہ اشیا کے وجود سے پہلے سبقت کرنے والا ہے۔ اور ان کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ نہ اس کا لول ہے نہ آخر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مُحَمَّدٌ أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَالْآخِرُ هُمْ فِي الْبَعْثِ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخر میں ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ اور ہم نے نبیوں سے ان کا عہد و پیمان لیا۔ اور تم سے اور نوح سے لیا۔ اسی کی تفسیر میں بتلایا گیا ہے۔ پس عمر صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسی کے قریب اشارہ کیا ہے۔ اور اسی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ نَعْنُ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ ہم آخر اور سابق ہیں۔ اور آپ کا یہ قول کہ میں سب سے پہلے ان لوگوں

میں سے ہوں گا کہ جن سے زمین پھٹے گی۔ اور ان لوگوں میں سے پہلے ہوں کہ جو جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اول شفاعت کرنے والا اول شفاعت قبول کیا گیا ہوں گا۔

آپ خاتم النبیین ہیں اور سب سے آخر رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قوی اور ذوالقُوَّةِ الْعَتِیَّةِ یعنی مضبوط قوت کا مالک۔ اور اس کے معنی قہر کے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس کے ساتھ تعریف کی ہے۔ فرمایا کہ ذی قُوَّةٍ مُنْتَدِی الْعَرْشِ مَکِیِّ وہ صاحب قوت ہے عرش کے صاحب کے نزدیک مرتبہ والا۔

بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ولی اور مولیٰ ہے۔ اور ان دونوں کے معنی ناصر (مددگار) کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا وَیُکْمِلُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ بَیْکَ تَمَّارِ اُولٰٓئِکَ اللّٰہُ اور اس کا رسول ہے۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اَنَا وَیُّکْمِلُ مَوْلٰی۔ میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْسَلُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ نبی مومنوں کے ساتھ والے ہیں۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ مَحَبَّتِ مَوْلَاہُ فَقَلِیْلٌ مِّنْ مَّوَلَاہُ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ پس علی اس کے مولیٰ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام الصّٰدِق ہے۔ اس کا معنی ہے کہ سچا ہوں۔

اور حدیث ماثورہ میں حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اَلْعَاقِبُ الْمَعْدُوْقُ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام غفور ہے۔ اس کے معنی درگزر کرنے کے ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ قرآن اور تورات میں۔ اور آپ کو معافی کا حکم دیا۔ اور فرمایا غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ



آپ ان کو معاف رکھیں۔ اور ان سے درگزر کریں۔

اور جب آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے معنی کی بابت پوچھا۔ کہ معافی اختیار کر۔ تو کہا کہ آپ اس کو معاف کر دیں۔ جو آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اور تورات و انجیل میں حدیث مشہور آپ کی صفت میں ہے کہ آپ نہ تو بدخلق ہوں گے اور نہ سخت دل ہوں گے۔ لیکن معاف اور درگزر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام حلوی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے۔ اور اس کے ولایت و دعاء کے معنی بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يَهْدِيْكَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور ہدایت کے سب معنوں کی اصل میلان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تقدیم ہے یعنی آگے پہنچانا۔

طہ کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ اے طاہر۔ اے ہادی۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بیشک آپ ضرور راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا وَ اِذْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ بِاٰذَنِهِ اَپ اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہو۔

پس اللہ تعالیٰ پہلے معنی کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لِيُكِنَّ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّخَافُكَ بیشک آپ جس کو دوست رکھتے ہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور ولایت کے معنی کے لحاظ سے غیر اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے مُؤْمِنٌ مُّهَيَّمٌ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں کے ایک معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں مومن کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے بندوں سے جو وعدہ کرتا ہے۔ اس کو پورا کرنے والا ہے۔ اور اپنی سچی باتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور اپنے بندوں مومنوں اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو ایک کہنے والا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا میں اپنے بندوں کو اپنے ظلم سے اور مومنین کو آخرت میں اپنے عذاب سے امن دینے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ٹھیکن بہ منی امین ہے۔ اور اس کی تصغیر ہے۔ اور ہمزہ پہلے بدل گیا۔ اور بلاشبہ یوں کہا گیا ہے۔ کہ مومنین کا وعاء میں یہ قول کہ آمین یہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اس کا معنی امن دینے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ٹھیکن کے معنے شہد اور حافظ کے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم امین، ٹھیکن، مومن ہیں۔ اور بالضرور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام امین رکھا ہے۔ مگر نام امین یعنی آپ کی اطاعت کی گئی ہے۔ وہاں امین ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین مشہور تھے۔ اور نبوت سے پہلے اور بعد نبوت اس نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے شعر میں ٹھیکن کہا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَيْكَ لِتَنصِفَ اَلْاُمُورَ ۚ  
فَاَصْحٰبُ الْاَيْمٰنٍ سَوٰى ۚ لَوْ اَنَّ اَلْاَوَّلِيْنَ  
كَانُوا يَفْقَهُوْنَ ۚ

ترجمہ:- پھر آپ کے شاہد نسب نے خندف (الیاس بن معمر کی بیوی) سے بلندی کو گھیر لیا۔ جس کے نیچے پکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے۔ کہ اے ممکن اس کو قسمی اور امام ابو القاسم  
قشیری نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِمَا مِّنْهُ وہ اللہ تعالیٰ پر  
ایمان رکھتا ہے اور مومنین پر یعنی تصدیق کرتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنَا مَدِيَنَ صَحَابِيٍّ مِّنْ اٰمِنِمْ  
 کے لئے امین ہوں۔ پس یہ معنی مومن ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے قدوس ہے۔ جس کا معنی ہے کہ وہ نقائص سے منزہ ہے۔ حدود کی علامت سے پاک ہے۔ اور بیت المقدس اس لئے بولتے ہیں کہ اس میں گناہوں سے پاکیزگی ہوتی ہے۔ اور اس میں سے وادی مقدس اور روح القدس

ہے۔

کتاب انبیا علیہم السلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مقدس ہے۔ یعنی گناہوں سے پاک۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یُخْفِرُ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ مَا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔ یا یہ کہ اس کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ اور اسی کی ابتداء سے ان سے ستھرا ہوا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ يُؤَيِّسُ بَيْنَهُمُ اور اندھیروں سے نور کی طرف یا وہ مقدس اس معنی کو ہے کہ وہ برے اخلاق اور کینے اوصاف سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک عزیز ہے۔ اس کا معنی ہے۔ کہ وہیں تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور وہ غالب ہو۔ یا وہ کہ جس کی نظیر نہ ہو۔ یا یہ کہ دوسرے کو عزت دینے والا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلِلَّهِ الْغَنَاءُ وَيَرْزُقُ مَا يَشَاءُ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے عزت ہے۔ یعنی رکاوٹ اور جلالت قدر بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بشارت اور ڈرانے کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ يُبَشِّرُكُمْ بِالْغَنَاءِ وَيُنذِرُكُمْ بِالْأَلْسِنَةِ کہ اللہ تعالیٰ خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت رضامندی سے اور فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكُمْ بِبَيْعَتِهِ بِكَلِمَاتٍ قَلِيلَةٍ کہ تم کو خوشخبری سناتا ہے کچھ کلمات کے ساتھ جو اس کی طرف سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ نے بشیر اور نذیر نام رکھا ہے۔ یعنی فرما ہماروں کے لئے آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔ اور گناہوں کو ڈرانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے جس کا ذکر بعض مفسرین نے کیا ہے۔ طہ اور یس ہے۔ اور بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشرف و مکرم کے نام ہیں۔

فصل ۱۵

قاضی ابو الفضل خدا اس کو توفیق دے۔ کہتا ہے کہ لو میں ایک نکتہ بیان کرتا

marfat.com

Marfat.com

ہوں۔ جو کہ ضعیف الوہم مریض النفس سے گزر چکا ہے۔ جو کہ اس کو تشبیہ کے گڑھوں سے نکالے اور طمع ساز باتوں سے دور کرے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا اعتقاد رکھے۔

اللہ تعالیٰ جل اسمہ، اپنی عظمت۔ بڑائی۔ حکومت۔ عمدہ ناموں اور بڑی صفات میں اس حد تک ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے مشابہ نہیں۔ اور نہ کسی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور بلاشبہ جو شرع میں خالق اور مخلوق پر بولا گیا ہے۔ ان دونوں میں حقیقی معنی کے لحاظ سے مشابہت نہیں۔ کیونکہ قدیم کی صفات حادثات کے خلاف ہوتی ہے۔ پس جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و ذاتوں کے مشابہ نہیں۔ ایسا ہی اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ ان کی صفات اعراض اور اغراض سے جدا نہیں ہوتیں۔ اور باری تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنی صفات و اسما کے ساتھ ہے۔ اس بارہ میں خدا کا یہ قول کافی ہے۔ تیسرے حکیمیدہ شہیدؒ یعنی اس کی مثل کوئی نہیں ہے، خدا کے لئے ان علماء عارفین تحقیقین کی بہتری ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ توحید ایسی ذات کے ثابت کرنے کا نام ہے جو کہ اور ذاتوں سے مشابہ نہیں۔ اور نہ صفات سے معطل ہے۔

اس نکتہ کو واسطی رحمتہ اللہ نے اچھی طرح بیان کر کے بڑھایا ہے۔ اور بھی ہمارا مقصود ہے اس نے کہا ہے کہ اس کی ذات کی طرح اور کوئی ذات نہیں۔ نہ اس کے نام کی طرح کوئی نام ہے۔ نہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل ہے نہ اس کی صفت کی طرح کوئی صفت ہے۔ مگر صرف لفظ کی لفظ کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ہے۔ اور ذات قدیمہ اس سے بڑی ہے۔ کہ اس کی صفت حادث ہو۔ جیسا کہ یہ محل ہے۔ کہ ذات محدثہ کی صفت قدیم ہو۔ اور یہ سب مذکورہ بالا اہل الحق والست و الجماعت رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔

بلاشبہ امام ابو القاسم غیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے اس قول کی اور زیادہ وضاحت سے تفسیر کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حکایت تمام مسائل توحید پر شامل ہے۔ اور کیونکہ اس کی ذات حادثات کی ذات کے مشابہ ہو۔ بحالیکہ وہ اپنے وجود میں

مستغنی ہے اور کیسے اس کا فعل مخلوق کے فعل کے ساتھ مشابہ ہو۔ بھائی کہ وہ فعل کسی محبت کے کھینچنے یا نقصان کے دفع کے لئے حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ کسی خطروں اور اغراض سے پایا گیا۔ اور نہ اعمال و محنت سے ظاہر ہوا۔ (بلکہ جس کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے)۔ اور مخلوق کا فعل ان تمام صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔

اور ہمارے مشائخ میں سے ایک اور نے کہا ہے۔ کہ جو کچھ تم اپنے وہموں سے وہم کرتے ہو۔ یا اپنی عقلوں سے معلوم کرتے ہو۔ تو وہ تمہاری طرح حادث ہو گا۔ امام ابو العالی جوینی فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس موجود تک مطمئن ہو بیٹھا کہ جس کی طرف اس کی فکر پہنچتی ہے تو وہ مشتبہ ہے۔ اور جس نے نفی محض کی طرف اطمینان کر لیا۔ تو وہ معطل ہے۔ اور اس نے ایک ایسے موجود پر یقین رکھا۔ اور اس کی حقیقت کے دریافت سے عجز کا اقرار کیا تو وہ موحّد ہے۔

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا کیا اچھا قول ہے کہ حقیقت توحید کی یہ ہے۔ تم اس بات کو جان لو کہ اشیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بلا علاج و آلہ و محبت ہے۔ اور اس کا مخلوق کو پیدا کرنا بلا مزاج و ملوہ ہے۔ (یعنی اس کو ملوہ کی احتیاج نہیں) ہر شے کی علت اس کی علت ہے۔ اور اس کی علت کوئی علت نہیں ہے۔ جو کچھ تمہارے وہم میں متصور ہو اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف ہے۔ یہ کلام عجیب نہیں محقق ہے۔ اس کا آخری فقرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے۔ کَيْتَسْ حَيِّثُہٗ یَشِیْءُ کہ اس کا مثل کوئی نہیں۔ اور دوسرا فقرہ خدا کے اس قول کی تفسیر ہے۔ لَا یُسْئَلُ مِمَّا یَعْمَلُ وَهُمْ یَسْتَلُوْنَ کہ وہ جو کرتا ہے اس سے سوال نہ کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ سوال کئے جائیں گے اور تیسرا فقرہ اس قول کی تفسیر ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنَّا نَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ بلاشبہ میں شے کو جس کا ہم ارادہ کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ تو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

ہم کو اور تم کو اللہ تعالیٰ توحید اور اثبات و تنزیہ پر قائم رکھے۔ ضلالت و گمراہی یعنی تعطیل و تشبیہ کی دونوں طرفوں سے اپنی مہربانی و رحمت سے بچائے۔

## چوتھا باب

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کئے ہیں۔ اور آپ کو خصوصیات و کرامات سے بزرگی دی ہے۔

قاضی ابو الفضل کہتا ہے کہ سوچنے والے کے لئے یہ امر کافی ہے کہ وہ اس کی تحقیق کرے کہ ہم نے اپنی یہ کتاب ایسے شخص کے لئے جمع نہیں کی کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے۔ اور نہ ایسے شخص کے لئے جو آپ کے معجزات میں طعن کرتا ہے۔ تاکہ ہمیں اس امر کی ضرورت ہو کہ اس پر دلائل قائم کریں۔ اور اس کے اطراف کی قلعہ بندی کریں۔ تاکہ معترض و نکتہ چین وہیں تک نہ پہنچ سکے۔ اور تاکہ ہم معجزہ مشروط اور تحدی (طلب معلومہ) اور اس کی تعریف اور ان لوگوں کے قول کے رد و فساد کا شریعتوں کے صحیح کو باطل کہتے ہیں ذکر کریں۔ بلکہ ہم نے اس کو اہل محبت کے لئے جمع کیا ہے۔ جو کہ آپ کی دعوت کو لبیک کرنے والے ہیں۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی محبت میں تاکید ہو جائے۔ ان کے اعمال میں زیادتی ہو۔ اور اپنے ایمان پر اور ایمان کو زیادہ کریں۔

ہماری نیت یہ ہے کہ اس باب میں آپ کے بڑے بڑے معجزے اور آپ کے مشہور نشانات ثابت کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بڑے مرتبہ پر ولالت کریں۔ ان میں سے ہم وہی لائے جو محقق اور صحیح الاسناد ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ نہیں جو یقین کے درجہ تک پہنچے ہوئے ہیں یا اس کے قریب ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہم نے وہ معجزات بھی شامل کر دیئے ہیں جو کہ آئمہ کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور جب کوئی مصنف ان میں تلویل کرے جو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ یعنی آپ کے عمدہ آثار و نشانات آپ کے عمدہ خصائل اعلیٰ علم۔ غلبہ۔ عقل و حلم آپ کے جمیع کمالات تمام خصائل مشاہدہ حالات۔ درستی کلام تو وہ آپ کی صحت نبوت و صدق دعوت میں شک نہ کرے گا۔ اور بے شک یہ امور بہت سے لوگوں کو آپ پر اسلام و ایمان لانے میں کافی ہوئے ہیں۔

ہمیں تہذیب۔ ابن قلع وغیرہما سے ان کے اسلو سے بیشک یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ کہ عبداللہ بن اسلام نے کہا جب مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں آپ کی زیارت کو آیا۔ اور جب میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو اچھی طرح دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہے۔

یہ حدیث ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی۔ اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن میری ابو الفضل بن خیرون نے ابی علی بغدادی سے وہ ابو علی سجکی سے وہ ابن محبوب سے وہ تہذیب سے اس نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن بشار نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے عبدالوہاب ثقفی محمد بن جعفر ابن ابی عدی یحییٰ بن سعید نے عوف بن ابی جلیلہ اعرابی سے وہ زرارہ بن ابی اوفیٰ سے وہ عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں۔ الحدیث۔

اور ابی رث سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور میرے ساتھ میرا بیٹا تھا۔ مجھے آپ دکھائے گئے (یعنی کسی نے کہا کہ یہ نبی اللہ ہیں) پھر جب میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے کہہ دیا کہ یہ نبی اللہ ہیں۔ اور مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب حضور آپ کی خدمت میں آیا۔ تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ۔

إِنَّا الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ مِنَ تَعَدُّهِ وَاللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ  
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جس کو وہ گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں کرتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اس نے کہا یہ کلمات دوبارہ پڑھو۔ کیونکہ یہ سمندر کی تہ تک پہنچ گئے ہیں (یعنی

فصاحت میں اعلیٰ درجہ کا کلام ہے) آپ اپنا ہاتھ برہائیں کہ میں آپ سے بیعت کروں۔

جامع بن شداد کہتے ہیں۔ کہ ہم میں سے ایک شخص جس کو تارک کہتے تھے۔ اس نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تمہارے پاس کوئی شے (جانور) ہے جس کو تم بیچتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ اونٹ ہے۔ فرمایا کہ کتنے دام سے بیچو گے۔ ہم نے کہا کہ اس قدر کھجوروں کے وسق سے (ساتھ صلح کا) تب آپ نے اس کی مہار پکڑ لی۔ اور مدینہ کی طرف چلے آئے۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے شخص کے پاس یہ اونٹ بیچا ہے۔ جس کے نام کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ ہمارے ساتھ ایک مسافر عورت تھی۔ اس نے کہا کہ میں اس اونٹ کی قیمت کی ضمانت ہوں۔ میں نے اس مرد کا چہرہ بدر کا سا چہرہ دیکھا ہے۔ وہ تم کو دھوکا نہ کرے گا۔ پھر جب ہم نے صبح کی۔ تو ایک شخص کھجوریں لے کر آئیں۔ اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول (الچی) ہوں۔ تمہارے پاس آیا ہوں۔ وہ تم کو حکم دیتے ہیں کہ یہ کھجوریں کھاؤ۔ اور ان کو ٹپ لو۔ حتیٰ کہ اپنے پورے دام کر لو۔ تب ہم نے ان کو ٹپ لیا۔

جلندی کی حدیث میں جو کہ عمان کا بادشاہ ہے یہ ہے کہ جب اس کو یہ خبر پہنچی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بالضرور دعوت اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ تو جلندی نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس امی نیا پر یہ دلیل ملتی ہے کہ وہ کسی نیکی کی طرف جب ہی بلا رہے ہیں۔ کہ پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور کسی برائی سے جب ہی روکتے ہیں کہ خود پہلے اس سے باز رہتے ہیں۔ اور بلاشبہ وہ غالب ہوتے ہیں۔ تو اتراتے نہیں۔ اور مغلوب ہوتے ہیں تو گھبراتے نہیں۔ اور عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور وعدہ وفا میں جلدی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ غلط یہ اللہ تعالیٰ کے قول میں جو یہ ہے۔ قریب ہے کہ اس کا نیت روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے کہتا ہے کہ یہ مثل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دی ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اس کا چہرہ اس کی نبوت پر عنقریب دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ



وہ قرآن نہ پڑھے۔ جیسا کہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَنْزِلَ فَبَدَأَ بِتِلْكَ

الْآيَةِ فَخَرَّ سَاجِدًا فَسَمِعَ مِنْ رَبِّهِ أَنْ يَقُولَ فَرِيقٌ

ترجمت یعنی اگر اس میں ثلاثت روشن بھی نہ ہوتے تو آپ کا چہرہ وہ تھا کہ تم کو (نبوت کی) خبر دیتا یعنی آپ کے چہرہ سے نبوت ٹپکتی تھی۔ اور بے شک اب وقت آگیا ہے کہ ہم نبوت 'وحی' رسالت کے حل کو شروع کریں۔ اس کے بعد قرآن کے معجزہ میں اور جو کچھ اس میں برہان و دلالت ہے بیان کریں۔

## فصل ۱

اس امر کو جان کہ اللہ جل اسمہ 'اس پر قادر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں معرفت پیدا کرے۔ ان کو اپنی ذات و صفات اور تمام تکلیفات کا بدون کسی واسطہ کے اگر چاہے تو علم دے دے۔ جیسا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس کی سنت کا بیان کیا گیا ہے۔

بعض اہل تفسیر نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ وَمَا كَانَ بِبَشِيرٍ آهٍ يُحْكِمُهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا (کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ اس سے بدون وحی کلام کرے) یہ ذکر کیا ہے۔ یہ بات جائز ہے کہ ان کی طرف یہ تمام علوم اسی واسطہ اور ذریعہ سے پہنچا دے۔ جس سے ان کو اپنا کلام پہنچا دے۔ اور یہ واسطہ یا تو انسان کے سوا ہو جیسے فرشتے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یا انہیں کے ہم جنس ہو۔ جیسے کہ انبیاء امتوں کے ساتھ ہیں اور اس امر کے لئے کوئی عس مانع نہیں۔ اور جب یہ جائز ہے۔ اور محال نہیں اور رسول و معجزات لائے ہیں جو ازا کے صدق پر دلالت کرتے ہیں۔ تو ان کی تصدیق ان سب امور میں جن کو وہ لائے ہیں۔ واجب ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تحدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے۔ مَدَقَّ مَبْدُوقًا مَطْمُوحًا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ تم اس کی اطاعت اور اتباع کرو۔ اور اس کے صدق پر جو وہ

کتاب ہے شاہد ہے۔ اور یہ کافی ہے۔ اور اس میں طول دینا مقصود سے خارج ہے۔ اب جو شخص اس کی تلاش کا ارادہ کرے گا تو اس کو پورے طور پر ہمارے آئندہ رحمہم اللہ کی تصنیفات میں پائے گا۔

پس نبوت اس شخص کی لغت میں جو اس کو ہمزہ سے پڑھتا ہے۔ بقاء سے مأخوذ ہو گی۔ اور کبھی اس تلویل پر ہمزہ نہیں دیا جاتا (بلکہ واو سے بدلا جاتا ہے) تخفیف و سہولت کے لئے اور معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر اطلاع دی ہے اور آپ کو معلوم کرا دیا ہے کہ بلاشبہ آپ اس کے نبی ہیں۔ پس نبی منبأ ہو گا۔ یعنی خبر دیا گیا۔ اب وہ فعل معنی مفعول ہو گا۔ یا ان امور کا مخبر ہو گا۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ منبأ یعنی ان باتوں کی آپ خبر دینے والے ہیں۔ جن پر خدائے تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی ہے۔ فعل معنی فاعل اور جو شخص اس کو ہمزہ نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک نبوة نبوہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں جو زمین سے بلند ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اپنے مولیٰ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ شریف اور پایہ بلند و مشہور ہے۔ پس دونوں وصف آپ کے حق میں متوافق ہیں۔

اب رہا رسول سو اس کے معنی مرسل کے ہیں۔ اور فاعل معنی مفعول لغت میں نادر آیا ہے۔ اور آپ کا رسول بنانا یہ ہے کہ خدا کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ ان لوگوں کو جن کی طرف آپ کو بھیجا ہے۔ (امرائی) پہنچادیں۔ اس کا اشتقاق تالیع سے ہے۔ یعنی پے درپے و تکرار۔ اور اسی سے ان کا یہ قول ہے کہ لوگ ارسلنا آئک یعنی جب ایک دوسرے کے پیچھے آئیں۔ گویا کہ تبلیغ کا مقرر لانا لازم کیا گیا ہے یا امت پر آپ کی اتباع لازم کی گئی ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا نبی و رسول کا ایک ہی معنی ہے یا دو معنی ہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ اور اس کی اصل انباء سے ہے۔ اور وہ خبر دینا ہے۔ ان کی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ کہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ (پ ۱۷ ع ۱۳) ہم نے تم سے پہلے کسی رسول و نبی کو نہیں بھیجا مگر جس وقت آرزو کرتا تھا۔

ہیں ان دونوں کے لئے ارسال ثابت کیا۔ (مستدل) یہ کہتا ہے کہ نبی رسول ہی ہوتا ہے۔ اور رسول نبی ہی ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں ایک وجہ سے فرق ہے۔ کیونکہ بیشک یہ دونوں معنی ایسی نبوت میں کہ جس میں غیب پر اطلاع ہو۔ اور نبوت کے خواص کی خبر دینا ہو۔ اس کی معرفت کے لئے اور اس کے درجہ حاصل کرنے میں بلندی ہو جمع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی رسول کے لئے زیادت رسالت میں جو کہ ڈرانے اور خبر دینے کا کام ہے۔ متفرق ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔ اور ان کی دلیل اسی آیت سے ہے۔ کہ دو ناموں میں تفریق ہے۔ اور اگر یہ ایک ہی شے ہوتی۔ تو ان دونوں کا تکرار بلیغ کلام میں اچھا نہ ہوتا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کسی رسول کو کسی امت کی طرف نہیں بھیجا۔ یا نبی کو جو کہ مرسل نہیں کسی کی طرف نہیں بھیجا۔ مگر ایلخ اور بلاشبہ بعض ادھر گئے ہیں۔ کہ رسول وہ ہے جو کہ نئی شرع لائے۔ اور جو نہ لائے وہ نبی ہے رسول نہیں۔ اگرچہ اس کو پہنچانے اور ڈرانے کا حکم دیا جائے۔ اور صحیح بات جس پر جمہور علماء متفق ہیں یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہے۔ لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور ذکر کیا ہے کہ ان میں سے رسول تین سو تیرہ ہیں۔ ان میں سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں۔

اب تم کو نبوت و رسالت کا معنی معلوم ہو گیا۔ محققین کے نزدیک یہ دونوں معنی نبی کے لئے ذاتی نہیں۔ اور یہ ان کے ذاتی وصف ہیں برخلاف کرامیہ کے کہ جن کا کلام طول ہے۔ اور ڈرانے والا ہے یا دھوکہ دینے والا ہے لیکن اس پر کوئی اعتبار نہیں۔

اب وحی کا یہ حال ہے کہ اس کے اصل معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو جو کہ خدا کی طرف سے آتا تھا۔ جلدی لے لیتے تھے۔

اس کا نام وحی رکھا گیا۔ الہیات کے اقسام کو جو وحی کہا جاتا ہے۔ تو نبی کی وحی سے ان کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ خط کو وحی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کتب کے ہاتھ کی حرکت جلد ہوتی ہے۔

ابرو اور گوشہ چشم کی وحی یہ ہے کہ ان کا اشارہ سرعت سے ہوتا ہے۔ اور اس سے خدا کا یہ قول ہے **قَاوْ حٰدِیْہُمْ اَدَّیٰہُ بِنُحْرُوْہُ وَ مَیِّتًا** پس ان کی طرف وحی کی۔ کہ تم صبح و شام تسبیح پڑھو، یعنی آنکھ یا لب سے اشارہ کیا کرو۔ اور اس سے ان کا یہ قول ہے **اَلُوْ حٰو حٰو** یعنی جلدی جلدی کرو۔

بعض کہتے ہیں کہ الہام کو وحی کہتے ہیں۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ **وَاَوْحٰی اِلٰی مُوسٰی کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی۔** یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بات خدا کے اس قول میں ہے۔ **مَا کَانَ لِیَشِیْءَ اَدَّیٰہُ یُکَلِّمُہٗ اِنَّا وَحٰی** کسی انسان کو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بدوں وحی کے کلام کرے۔ یعنی جو کچھ اس کے دل میں بلا واسطہ ڈال دے۔

## فصل ۲

جان لے کہ ہمارا ارادہ ان باتوں کو جو انبیاء علیہم السلام لائے ہیں۔ معجزہ کہنا اسی معنی سے ہے کہ لوگ اس کے مثل لانے سے عاجز ہیں۔ ان کی دو اقسام ہیں۔ ایک تو وہ ہے کہ انسان کی قدرت کے قسم میں سے ہے۔ لیکن وہ اس سے عاجز آگئے۔ پس اس سے ان کو عاجز کر دینا خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو اس کے نبی کے صدق کی دلیل ہے جیسا کہ ان کو (یہودیوں کو) موت کی آرزو سے پھیر دیا۔ اور ان کو مثل قرآن لانے سے عاجز کر دینا۔ اور یہ بعض علماء کی رائے پر ہے۔ اور اسی قسم کے معجزات۔

اور ایک قسم وہ ہے۔ کہ ان کی قدرت سے خارج ہے۔ اور وہ اس کے مثل لانے پر قادر ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا زندہ کرنا۔ اور عصا کا اڑنا۔ بن جانا۔ لوتھنی کا پتھر سے نکل آنا۔ درخت کا کلام کرنا۔ پانی کا انگلیوں سے نکل آنا۔ چاند کا پھٹ جانا۔ کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ کام کرنا ممکن نہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان امور کا ہونا خدا کے فعل سے ہے۔ اور اس کا طلب معارضہ اس شخص سے کرنا ہے جو آپ کو جھٹلائے۔ کہ تم بھی ویسا لاؤ۔ تاکہ وہ عاجز آجائے۔

اور جان لے کہ بلاشبہ وہ معجزات جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور آپ کی نبوت کے دلائل آپ کے صدق کے برابر ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے ہیں۔ (یعنی مقدور غیر مقدور ہر دو ثابت ہیں) اور دیگر رسولوں کی نسبت آپ کے معجزے بکثرت ہیں۔ ان کی نسبت آپ کے نشانات زیادہ روشن ہیں۔ آپ کے برہان ان کی نسبت زیادہ ظاہر ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا ضبط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں سے ایک قرآن ہی ایسا کلام ہے کہ جس کے معجزات اتنے ہیں کہ ان کا عدد نہ ہزار نہ ہزار نہ اس سے زیادہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک سورت سے طلب معارضہ کیا تھا۔ جس سے وہ عاجز آگئے۔

اہل قلم کہتے ہیں۔ کہ بہت چھوٹی سورت اِنَّا اَمَلْنَاكَ اَنْتَ وَتَوَّابٌ ہے۔ پس ہر ایک آیت قرآن یا کئی آیات اس کوثر کے عدد و انداز کے موافق معجزہ ہیں۔ پھر خاص اس سورت کوثر میں کئی معجزے ہیں۔ جس کی ہم عنقریب تفصیل بیان کریں گے۔ کہ اس میں یہ یہ معجزے شامل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دو قسم پر ہیں۔ ایک تو وہ ہے کہ جو قطعاً معلوم ہوا ہے۔ اور ہم تک بتواتر محمول ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قرآن ہے۔ پس اس میں نہ شک نہ خلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لائے ہیں۔ آپ کی طرف سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ آپ نے اپنی دلیل میں اس کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ اور اگر کوئی دشمن منکر اس کا انکار کرے۔ تو اس کا انکار ایسا ہی ہو گا جیسا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا دنیا میں انکار کرے۔ (جو محض غلط اور ضد ہے) اور منکرین کا انکار اس کی دلیل ہونے میں ہی رہا ہے (یعنی وہ کما کرتے تھے۔ کہ یہ جادو ہے خدا کا کلام نہیں وغیرہ) پس قرآن ہذا اور جن معجزات کو شامل ہے معجزہ ہے جس کا

علم ضروری ہے۔ اس کے اعجاز کی وجہ بدایت اور نظر سے معلوم ہے جیسا کہ ہم اس کی عنقریب تشریح کریں گے۔

ہمارے بعض آئمہ کہتے ہیں کہ معجزے کے قائم مقام فی الجملہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر آیات و خوارق علوات ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ایک خاص معجزہ یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا تو سب معجزے مل کر یقین کے درجہ تک پہنچ جائیں گے۔ پس ان کے معانی کے وقوع میں آپ کے ہاتھوں پر کوئی شک نہیں۔ مومن اور کافر اس میں مخالف نہیں۔ کہ بلاشبہ آپ کے ہاتھوں پر عجائبات جاری ہوئے ہیں۔ اور دشمن کا خلاف اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (یا نہیں) اور ہم پہلے بالضرور ان کا خدا کی طرف سے ہونا بیان کر چکے ہیں۔ اور بیشک یہ اس کے اس قول کے مشابہ ہے کہ تم نے سچ کہا ہے۔ پس اس قسم کا وقوع بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدایت معلوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ ان کے معانی کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ بالبدایت حاتم کی سخاوت عسہ (عرب کے شہسوار) کی بہلوری احنت کا علم۔ کیونکہ ان سب سے جو منقول ہے۔ اس پر اخبار کا اتفاق ہے۔ یعنی اس کی سخاوت اس کی شجاعت اس کا علم مشہور معروف ہے۔ اگرچہ ہر ایک خبر بذاتہ علم کے موجب نہیں۔ اور نہ اس کی صحت پر یقین ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ضرورت و یقین کے درجہ تک نہ پہنچے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو مشہور اور پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ وہ خبر محدثین اور راویوں اور ناقلین اخبار کے نزدیک شائع ہو چکی ہے۔ جیسے کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ کھانے کی کثرت ہونا۔ اور ایک قسم وہ ہے کہ ایک دو راویوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے راوی تھوڑے ہیں۔ وہ پہلی قسم کی طرح مشہور نہیں ہوئی۔ لیکن جب اس جیسے اور معجزات جمع کئے جائیں تو معنی میں اتفاق ہو جائے۔ اور معجزہ لانے پر دونوں جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

قاضی ابو الفضا کہتے ہیں۔ کہ میں حق ظاہر کرنا ہوا کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے

بت سے معجزات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئے ہیں قطعاً معلوم ہیں۔ اور چاند کے پھٹنے پر تو قرآن نص ہے۔ اور اس کے وجود سے اس نے خبر دی ہے۔ اور ظاہر آیت سے بدوں دلیل تجلوت نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے رفع اہل کے لئے صحیح حدیثیں کئی طریقہ سے آئی ہیں۔ اور کسی احمق کا خلاف جس نے دین کے کڑے کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہمارے پختہ اعتقاد کو ست نہیں کر سکتا۔ اور ایسے بدعتی کی کم عقلی کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ جو کہ ضعیف مومنوں کے دلوں میں شک ڈالتا ہے۔ بلکہ ہم اس کے ساتھ اس کی ٹاک کو خاک آلودہ کریں گے۔ اور میدان میں اس کی بیوقوفی کو پھینکیں گے۔

ایسا ہی معجزہ پانی کے پھوٹنے اور کثرت طہام کا ہے۔ جس کو معتبر راویوں اور جم غفیر صحابہ رضوان اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ بعض وہ معجزات ہیں کہ جن کو ایک جماعت نے دوسری جماعت سے متعلقاً ان راویوں سے جنہوں نے بہتر صحابہ سے روایت کیا ہے۔ بیان کیا ہے۔ کہ یہ معجزہ خندق کے دن ایک بڑے مجمع میں اور غزوہ بواط و عمرہ حدیبیہ و غزوہ تبوک وغیرہ مسلمانوں کی مجلسوں اور لشکر کے مجمع میں واقع ہوا ہے۔ اور کسی صحابی سے اس کی مخالفت منقول نہیں۔ جو راوی کے بیان کی مخالفت کرے۔ اور نہ ان کے اس ذکر کا کہ انہوں نے یہ دیکھا ہے۔ کسی نے انکار کیا۔ پس ان میں سے چپ رہنے والے کا چپ رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بولنے والے کا بولنا۔ کیونکہ وہ اس بات سے کہ باطل و جھوٹ پر سنت اور جھوٹ پر سستی اور نرمی کریں پاک تھے۔ اور یہاں پر نہ ان کو کوئی رغبت تھی نہ ڈر جو ان کو روک دیتا۔ اور اگر وہ شفیہ امر ان کے نزدیک قاتل انکار ہوتا۔ اور مشہور نہ ہوتا۔ تو اس کا ضرور انکار کرتے۔ جیسا کہ بعض صحابہ نے بعض باتوں پر انکار کیا ہے۔ جن کا احادیث۔ سنن۔ سیر و قرات قرآن میں ذکر آیا ہے۔ اور بعض نے بعض کی خطا کی ہے۔ اور اس میں اس کو وہی بتایا ہے جو معلوم ہو چکا ہے۔ پس یہ تمام اقسام معجزہ قطعی معجزات کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ ایسے اخبار جن کی کوئی اصل نہیں۔ اور باطل پر ان کی بناوٹ

ہے۔ ضرور ہے کہ وہ ایک مدت کے بعد اور لوگوں کے ہاتھوں ہاتھ لینے اور بحث کرنے والوں کی تحقیق سے ان کے ضعف کا ظہور ہو۔ اور ان کے ذکر کا نسیان ہو یعنی ان کو کوئی بیان تک نہ کرے۔ جیسا کہ اکثر جھوٹی اخبار و احادیث اور بتلٹی حکایات میں دیکھا جاتا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جو بطریق احوال مودی ہیں (یعنی ان کے راوی تھوڑے ہیں) مدت گزرنے کے بعد ظہور و شہرت کو بڑھاتے ہیں۔ (یعنی ان کی دن بدن شہرت ہوتی ہے) اور بلوجود فرقوں کے کلام کرنے اور دشمنوں کی کثرت طعن اور ان کی توہین اور اصل کے ضعف بنانے کی حرص اور لٹھوں کا اس کے نور کے بجھانے میں سعی کرتا۔ ان کی قوت و قبول اور ان پر طعن کرنے والے کی حسرت و کینہ کو ہی بڑھاتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیوں کی بابت خبر دینا اور آپ کا آنے والی اور گزشتہ خبروں کی خبر دینا معلوم ہے۔ کہ یہ فی الجملہ ”معجزہ یقیناً“ ہے۔ اور یہ ایسا حق ہے۔ جس پر کوئی پردہ نہیں۔ اور ہمارے آئمہ میں سے قاضی اور استاذ ابو بکر و غیرہ ہمارے اللہ اس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور میرے نزدیک جس قائل نے یہ کہا ہے کہ یہ مشہور قصے خبر واحد کے باب میں سے ہیں۔ اس کی وجہ اس کا اخبار و احادیث کا کم مطالعہ کرنا اور اس کے سوا دیگر علوم عقیدہ و آہیہ میں شغل رکھنا ہے۔ ورنہ جو شخص نقل کے طریقوں کا شغل رکھتا ہو۔ احادیث و کتب میر کا مطالعہ کرتا ہو۔ وہ ان مشہورہ قصوں میں اس طرح سے کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ شک نہ کرے گا۔ اور یہ کوئی بعید امر نہیں ہے۔ کہ ایک شخص کو تواتر کا علم ہو۔ اور دوسرے کو نہ ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ بغداد موجود ہے۔ وہ بڑا شہر ہے۔ دارالسلطنت والا مانتہ ہے۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اس کا نام تک نہیں جانتے۔ اس کے حل کا تو کیا ذکر۔ ایسا ہی وہ فقہاء جو امام مالکؒ کے شاگرد و اصحاب ہیں۔ ان سے باتواتر و یقیناً یہ منقول ہے۔ کہ امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے کہ سورہ فاتحہ کا وجوب امام اور اکیلے کے لئے ہے۔ اور رمضان کی پہلی رات کو روزہ کی نیت کرنا باقی تمام مہینہ سے کافی ہے۔ اور



بلاشبہ امام شافعی ہر رات نئی نیت کے قائل ہیں۔ اور بعض سر کے مسح پر کفایت جانتے ہیں۔ اور ان دونوں کا مذہب ہے کہ قتل کے ساتھ قصاص میں نکوار وغیرہ سے جائز ہے۔ اور وضو میں نیت واجب ہے۔ نکلح میں ولی شرط ہے۔ اور بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ ان دونوں کے ان مسائل میں مختلف ہیں۔ اور ان کے سوا بعض وہ لوگ بھی ہیں۔ کہ ان کے مذاہب میں مشغول نہیں ہوئے۔ اور نہ ان کے اقوال کی روایت کرتے ہیں۔ سو وہ ان کا یہ مذہب جانتے ہی نہیں۔ چہ جائیکہ دیگر مسائل یا وہ لوگ جو ان کے سوا ہیں (جنہوں نے علوم پڑھے نہیں اور نہ کتابیں دیکھیں) اور جب ہم نے مجملہ "ان معجزات کا ذکر کیا ہے۔ تو انشاء اللہ ان کو زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

### فصل ۳

(اعجاز قرآن میں)

جان لے کہ خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق دے کہ قرآن مجید کئی قسم کے بہت سے معجزات کو شامل ہے۔ اور ان کا ضبط کرنا ان کے اقسام کے ضبط کرنے کی جہت سے چار طریق پر ہے۔ اول اس کی تالیف کی خوبی اس کے کلمات کا جوڑ اس کی فصاحت اس کے اختصار کے وجوہ اس کی بلاغت جو عرب کی علوت کے برخلاف ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ لوگ اس شان کے مالک تھے۔ کلام کے شہسوار تھے۔ بلاغت و حکمتوں سے ایک خاص تھے۔ کہ ان کے سوا اور کسی امت کو یہ بات نہ دی گئی تھی۔ کسی اور انسان کو نہیں دی گئی۔ اور فصل خطاب (قول فیصل) میں سے وہ امر جو عقلاؤں کو متعید کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طبعی خلقی بنا دیا تھا۔ اور ان میں طبعی قوت تھی۔ کہ فی الفور عجیب باتیں کیا کرتے تھے اس کی وجہ سے ہر ایک سبب تک توصل کرتے تھے۔ وہ مقالات اور مشکل امور میں بڑا بہتہ خطبہ پڑھتے تھے۔ (لیکچر دیتے تھے) اور نیزے اور نکوار کی لڑائی میں اشعار فخریہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ (بعض کی) تعریف کرتے تھے اور (بعض کے) عیب بیان کرتے تھے۔ اپنے مطالب میں ان سے وسیلہ اور توصل کیا کرتے تھے۔ (لوگوں کو بڑھاتے اور گھٹاتے تھے)۔ پس اس سے وہ بحر حلال (بحر

حلال جو جادو سے کلام اعلیٰ درجہ کا عمدہ ہو) لاتے تھے۔ ان کی تعریفوں کے ایسے ہار بناتے تھے۔ کہ جو موتیوں کی لڑی سے زیادہ خوبصورت ہوتے تھے۔ پس عقلوں کو فریفتہ کرتے تھے۔ مشکل کاموں کو آسان بنا دیا کرتے تھے۔ کینوں کو دور کرتے تھے۔ اور کینوں کو جوش میں لاتے تھے۔ نامردوں کو جرات دلاتے تھے۔ بندھے ہاتھوں کو کھولتے تھے۔ (یعنی بخیلوں کو مخی بناتے تھے) ناقص کو کامل بناتے تھے۔ شریف مشہور کو متروک کرتے تھے۔ ان میں سے بعض بدوی جنگلی تھے۔ جن کا لفظ قاطع تھا۔ قول فیعل تھا۔ کلام بزرگ تھا۔ جوہری طبیعت تھے۔ یا بلند آواز (ایک نسخہ میں جمہوری ہے۔ جس کے معنی بلند آوازی کے ہیں) تھے۔ ان کا پانی نکالنا قوی تھا (یعنی ایسا کلام تھا کہ سننے والے کی گویا پیاس بجھ جاتی تھی) ان میں سے بعض شہری تھے۔ جو کہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت والے خالص الفاظ والے۔ جامع کلمات والے۔ نرم طبیعت والے۔ بلا تکلف تھوڑے کلام میں تصرف کرنے والے۔ جس کی خوبی بہت ہوتی تھی۔ اس کا حاشیہ رقیق ہوتا تھا (یعنی کلام نہایت موزوں ہوتا تھا) اور دونوں قسم کے لوگ بلاغت میں حجتہ بالغہ قوت غالب کامیاب تر طریق واضح اور وسیع تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کو اس میں شک نہ تھا کہ کلام ان کے مقصود کے موافق ہے۔ اور بلاغت ان کی رسی کے تابع ہے۔ بے شک انہوں نے اقسام بلاغت کو گھیر لیا ہے۔ اس کی خوبصورتیوں کو نکال لیا ہے۔ اس کے ہر ایک دروازہ میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ بلند۔ خوبصورت مکان پر اس کے اسباب کے پہنچنے سے چڑھ گئے ہیں۔ پس انہوں نے مشکل و آسان میں کلام کیا ہے۔ اور لاغر موٹے میں طرح طرح کا کلام کیا ہے۔ تھوڑے اور بہت میں کلام کیا ہے۔ نظم و نثر میں ڈول ڈالے ہیں۔ پھر ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی غالب کتاب لا کر ڈرایا تھا۔ کہ جس پر آگے اور پیچھے سے باطل نہ آتا تھا۔ وہ حکیم حمید سے اترا تھا۔ اس کی آیات مضبوط تھیں۔ اس کے کلمات منضبط تھے۔ اس کی بلاغت عقلوں پر غالب آگئی۔ (یا ان کو حیران کر دیا) اس کی فصاحت ہر کلام پر ظاہر ہوئی۔ اس کا اختصار اور اعجاز کامیاب ہوا۔ اس کی حقیقت و مجاز غالب ہوئی۔ خوبصورتی میں اس کے ابتدائی و انتہائی کلمات مضبوط ہیں۔ اس کے جوامع کلمات و مجاز ہر جگہ

کو حلوی ہیں۔ اس کے ایجاز کے ساتھ اس کا حسن نظم معتدل ہے۔ اس کے کثرت  
فوائد کے ساتھ اس کا پسندیدہ لفظ منطبق ہے حالانکہ عرب کے لوگ اس باب میں بڑی  
طاقت رکھتے تھے۔ ان کے مروبولنے میں بڑے مشہور تھے۔ بیح و شعر میں الفاظ غریب  
الاستعمال و لغت پر بڑے بولنے والے تھے۔ انہیں کی لغت میں جس کو وہ بولا کرتے  
تھے۔ اور انہیں کے جھگڑوں میں کہ جن میں وہ غالب آیا کرتے تھے۔ قرآن ان کو ہر  
وقت چلانے والا تھا۔ اور ان کے کان کھٹکنا تا رہا۔ بیس پر چند سال یعنی ۲۳ سال تک  
وہ تمام لوگوں کے سامنے یہ کہتا تھا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَفْتُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ  
كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (پ ۱۱ ع ۹)

ترجمت کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بتا لیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی کوئی ایک  
سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَ  
كُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا۔ (پ ۱ ع ۳)

ترجمت اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر  
اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر  
تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔  
اور فرمایا

قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَتَوْ  
كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (پ ۱۵ ع ۹)

ترجمت۔ تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن  
کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار

ہو۔

قُلْ فَأْتُوا بِشَيْءٍ مِّثْلِهِ مَفْتَرِينَ وَادْعُوا مَنِ اسْتَفْتُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ  
صَادِقِينَ۔ (پ ۱۴ ع ۲)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ تم ایسی باتی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اور یہ اس لئے کہ جھوٹ کا بیانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور باطل اور بتلونی کو لے لینا اختیار کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (مطلب یہ کہ اگر قرآن جھوٹا ہے۔ تو تمہیں جھوٹے کا معارضہ کرنا زیادہ آسان ہے) اور لفظ جب صحیح سننے کے تابع ہو تو زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ فلاں شخص ایسا لگتا ہے جیسا اس کو کہا جائے۔ اور فلاں جیسا ارادہ کرتا ہے لگتا ہے۔ اول شخص کے لئے دوسرے شخص پر فضیلت ہے۔ اور ان دونوں میں مسافت بعیدہ ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کے کان سخت کھٹکتے تھے۔ ان کو نہایت جھڑکتے تھے۔ ان کی عقلوں کو خفیف ہلاتے تھے۔ ان کے جھنڈوں کو اتارتے تھے۔ یعنی ان کے بڑوں کو ذلیل کرتے تھے۔ ان کے جتنے کو پر آگندہ کرتے تھے۔ ان کے معبودوں اور خاص ان کو برا کہتے تھے۔ ان کی زمینوں ان کے گھروں ان کے مالوں کو مباح ہلاتے تھے۔ وہ ان سب باتوں میں اس کے معارضہ سے پیچھے ہٹتے تھے۔ اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے تھے۔ شور مچانے جھٹلانے اور افترا پر برا بھلا کہنے میں اپنے آپ کو دھوکہ دیتے تھے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ انسان ہی کا کلام ہے۔ یہ جلودی ہے کہ منقول ہوتا ہوا آیا ہے۔ اور ہمیشہ کا جلودی ہے۔ یہ شخص جھوٹ ہے جو بتا لیا ہے۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اور بہتان ہے۔ کہیں باتوں سے راضی ہوتے تھے۔ جیسا کہ ان کا یہ قول تھا کہ ہمارے دل پردہ میں ہیں۔ اور وہ پردہ میں ہیں۔ اس بات سے کہ تو ہم کو اس طرف بلاتا ہے۔ ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے۔ ہم میں اور تجھ میں پردہ ہے۔ وَلَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالنَّوْافِسُ يُفْضِلُكُمْ تَلْفِيْوًا۔ اور مت سنو اس قرآن کو۔ اس میں شور مچاؤ۔ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

اور بلوجود عاجزی کے ان کا یہ دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ اگر ہم چاہتے تو اس جیسا لے آتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم ہرگز نہ لادو گے۔ پھر انہوں نے نہ کیا۔ اور نہ اس پر قہر ہوئے۔ اور ان کے بیوقوفوں میں سے جس نے معارضہ

کید جیسے مسلمہ (کذاب) تو اس کا عیب ان سب کے نزدیک ظاہر ہو گیا۔  
 اللہ تعالیٰ نے ان کی فصاحت کو جو ان کو عطا کی گئی تھی ان سے چھین لیا تھا ورنہ  
 عقلمند پر یہ بات عقلی نہیں کہ قرآن ان کی فصاحت کی طرز کا نہیں۔ اور نہ ان کی  
 بلاغت کی جنس کا ہے۔ بلکہ وہ اس سے پیشہ پھیر کر بھاگے اور مطیع بن کر آئے۔ کچھ تو  
 ہدایت یافتہ ہو کر اور کچھ شیعتہ بن کر۔ اسی لئے جب ولید بن المغیرہ نے نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے یہ آیت سنی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يُطِيعُكُمْ تَذَكَّرُوا

ترجمہ۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا  
 اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم  
 دھیان کرو۔ (پ ۱۳ ع ۸)

تو کہنے لگا واللہ اس کلام میں شیرینی ہے۔ اور بالخصوص اس پر رونق ہے۔ اس کے  
 نیچے بہت سا پانی ہے۔ اور اس کا اوپر کا حصہ پھل دار ہے۔ اس کو انسان نہیں کہہ  
 سکتا۔

ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک شخص سے سنا کہ وہ یہ آیت پڑھ  
 رہا ہے۔ قَائِدٌ غِيَاظٌ مُّوَوَّاءٌ مُّوَضَّعٌ عَنِ الْمُشْرِيقِ۔ یعنی آپ حکم کو کھلا کھلا سنائیں  
 اور مشرکین سے اعراض کریں۔ (پ ۱۳ ع ۶)

اس نے سجدہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ میں اس کی فصاحت پر سجدہ کرتا ہوں۔  
 کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔  
 اتفاقاً آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کے سر پر کھڑا ہوا کلمہ شہادت پڑھ رہا ہے۔  
 آپ نے اس سے حل دریافت کیا اس نے آپ کو یہ بتلایا۔ کہ میں روم کے رئیسوں  
 میں سے ہوں۔ جو کہ عرب وغیرہ کلام کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے ایک شخص کو  
 مسلمان قیدیوں میں سے سنا کہ تمہاری کتب میں سے ایک آیت پڑھتا ہے۔ میں نے  
 اس میں غور کیا تو کیا دیکھا کہ اس میں وہ باتیں جمع ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن

مریم پر دنیا و آخرت کے حالات میں اتاری ہیں۔ وہ خدا کا یہ قول۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ وَيَتَّقِ نَفْسَهُ فَإِنَّ لَكَ مِنْهُمُ الْمُغْنَى وَكَفًا

(پ ۱۸ ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اسمعی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک لونڈی کا کلام سنا۔ اور اس سے کہل کہ تجھ کو خدا کی مار۔ تو کیا ہی فصیح ہے۔ اس نے کہل کیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سامنے یہ فصاحت میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنِّي عَجِزٌ فَلْيَصْبرُوا عَلَيَّ فَإِنِّي خَشِيتُ اللَّهَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

تَعَزَّيْنِ إِنَّا رَأَيْنَا أَكْبَادًا وَمِنَ الْمُزَكَّيْنِ۔ (پ ۲۰ ع ۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

پس ایک ہی آیت میں دو امر اور دو نہی، اور دو خبریں، اور دو بشارتیں، جمع کر دیں۔ اب اس کے معجزہ کی یہ قسم تو اس کی ذات سے مخصوص ہے۔ غیر کی طرف منسوب نہیں۔ اور دو قولوں سے یہی محقق و صحیح ہے۔ اور قرآن شریف کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونا اور یہ کہ آپ ہی اس کو لائے ہیں بالضرور معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے معارضہ کیا کرتے تھے۔ اور عرب کا اس کے مثل لانے سے عاجز ہونا بھی یقیناً معلوم ہے۔ اور فصاحت میں اس کا خارق عادت ہونا بھی فصاحت اور اقسام بلاغت کے عالموں کو بالضرور معلوم ہے۔ اور جو لوگ فصیح نہیں ان کا طریق یہ ہے۔ کہ وہ یہ جان لیں۔ کہ اہل فصاحت کے منکرین اس کے معارضہ سے عاجز تھے۔ اور اقرار کرنے والے اس کی بلاغت کے معجزہ کے مقرر تھے۔

اور جب تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو سوچو کہ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى ابْنِ مَرْيَمَ إِذْ قَالَ لَهُ رَبِّي أَعِزِّي لِي فِي الْغَايَةِ وَكَفًا

الْأَبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اسے عقل مندوں  
 کہ تم کہیں بچو۔ (پ ۲۷ ع ۶)  
 اور اس قول کو۔

وَكُونُوا ذُرِّيَّةً مَوْافِقِينَ وَأُغْذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ  
 ترجمہ۔ اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ  
 نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔ (پ ۲۲ ع ۳)  
 اور اس کے اس قول کو۔  
 ادْفَعُ بِلَتِّي مِنْ أَحْسَنِ مَآذٍ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ  
 (پ ۲۳ ع ۱۹)

ترجمہ۔ برائی کو بھلائی سے مل جیسی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو  
 جائے گا جیسا کہ گمراہ دوست۔  
 اور اس قول کو۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَ حَيْكِ وَيَسْمَأُ أَقْلِعِي وَخَبَضِ الْمَاءَ وَقِضِي الْأَمْرَ وَاسْتَوْتِ  
 عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بَعْدَ الْفُلُوحِ الظَّالِمِينَ۔ (پ ۳ ع ۴)  
 ترجمہ۔ اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان کھم جا اور  
 پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں  
 بے انصاف لوگ۔  
 اور اس قول کو۔

فَكُلَّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُمْ مَن آدَسْنَا عَلَيْهِ حَارِبًا وَمِنْهُمْ مَن آخَذْتَهُ الْيَسْعَدُ وَمِنْهُمْ مَن خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَن أَعْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔

ترجمہ۔ تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے  
 پتھر اڑا دیا اور ان میں کسی کو چمکاڑے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور  
 ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی

جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (پ ۲۰ ع ۱۶)

اور ان کے مثل اور آیات بلکہ اکثر قرآن کو اگر سوچو گے تو تم کو یہ امر ثابت ہو جائے گا۔ جو میں نے بیان کیا ہے یعنی اس کا اختصار الفاظ کثرت معانی اس کی عبارت کی خوبصورتی اس کے حروف کی بیلوث کی خوبصورتی۔ اس کے کلمات کی مناسبت اور بیشک اس کے ہر ایک لفظ کے نیچے بہت سے جملے اور ہیں۔ بہت سے علوم ہیں۔ ان کے بعض استفادوں سے دیوان بھر گئے ہیں۔ ان کے استنباطات میں بہت کلام ہوا ہے۔ پھر کے لیے قصوں کو بیان کرنے اور گزشتہ اہل زمین کے اخبار میں جن میں فصحاء کی عادت میں کلام ضعیف ہو جایا کرتا ہے۔ اور بیان کی رونق جاتی رہتی ہے۔ سوچنے والے کے لئے ایک معجزہ ہے کہ کلام آپس میں مربوط رہتا ہے۔ اس کے مناسب الفاظ کا باہمی برابر ربط ہے۔ اس کے وجود و بلاغت میں خوبی قائم ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قصہ باوجود لمبا ہونے کے پھر جب اس کے قصے بار بار آتے ہیں۔ تو باوجود تکرار ہونے کے ان کی عبارتیں مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ عنقریب ہر ایک قصہ بیان میں اپنے ساتھی کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ کا چہرہ جس میں مناسب ہوتا ہے طبیعتوں کو اس کے بار بار آنے سے نفرت نہیں ہوتی۔ وہ اس کے تکرار عبارت کی دشمن نہیں ہوتیں۔

## فصل ۴

اس کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کی نظم کی عجیب صوت اور غریب طرز ہے جو کہ عرب کے کلام کے طرز اور اس کی نظم و نثر کے طریق کے مختلف ہے۔ جس پر وہ آئی ہے۔ اس کے آیات کے آخر کا وقف ہوا ہے۔ اس کے کلمات کے فاصلے اس پر منتہی ہوئے ہیں۔ اور اس کی نظیر اس کے پہلے نہ اس کے بعد پائی نہیں گئی۔ کسی کو اس کے کسی حصہ کے ہم مثل لانے کی طاقت نہیں ہے بلکہ اس میں ان کی عقلیں حیران ہیں۔ اور اس کے پاس ان کی عقلیں مدہوش ہیں۔ اپنے ہم جنس کلام میں نثر میں یا نظم سمجھ ہو یا رجز یا شعر اس کے مثل تک ان کی رہنمائی نہ ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com



اور جب ولید بن مغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا۔ اور آپ نے اس کے سامنے قرآن پڑھا۔ تو وہ نرم دل ہو گیا۔ تب اس کے پاس ابو جہل انکار کرتا ہوا آیا۔ اس نے کہا واللہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر شعروں کا عالم نہیں ہے۔ واللہ جو وہ کہتا ہے وہ ان شعروں کے مشابہ نہیں۔

اس کی دوسری حکایت میں یہ ہے کہ جب ولید نے قریش کو حج کے موسم میں جمع کیا۔ اور کہا کہ عرب کے لوگ آتے ہیں۔ تم اس کے بارہ میں اتفاق رائے کر دو۔ ایک دوسرے کو جھٹلاؤ نہیں۔ وہ کہنے لگے۔ کہ ہم کہیں گے۔ وہ کاہن ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ وہ کاہن نہیں۔ کاہن کا نہ اس میں زمزمہ ہے نہ جمع ہے۔

کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے نہ اس کو کسی جن نے پکڑا ہے۔ نہ اس کو وہ دوسرے ہوتا ہے (جو مجنوں کا خاصہ ہے)۔

کہنے لگے کہ ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شاعر نہیں ہے۔ ہم تمام شعروں کو پہچانتے ہیں۔ شعر کا رجز ہرج اس کا حسن و قبح اس کا مبسوط مقبوض سب جانتے ہیں۔ وہ شاعر نہیں ہے۔

کہنے لگے پھر ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔ کہا کہ وہ جادوگر نہیں ہے نہ جادوگر کا سا اس میں پھونکنا ہے نہ گرہ لگانا ہے۔

کہنے لگے کہ پھر ہم کیا کہیں؟ کہنے لگا کہ تم ان میں سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ اور بلاشبہ اس کے بارہ میں زیادہ قریب الفہم یہ بات ہے کہ وہ جادوگر ہے۔ کیونکہ وہ ایسا جادو ہے کہ مرد اور اس کے بیٹے میں مرد اور بھائی میں، مرد اور بیوی میں مرد اور اس کے قبیلے میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ متفرق ہو گئے۔ اور راستوں پر بیٹھ گئے۔ لوگوں کو ڈراتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ذَرِّينِ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا یعنی اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا (سورہ المدثر آیت ۱۱)۔

اسی طرح عتبہ بن ربیعہ نے جب قرآن سنا۔ تو کہا۔ اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ مگر اس کو جانا ہے اور پڑھا ہے واللہ میں نے ایسا

کلام سنا ہے کہ کبھی ایسا نہیں سنا۔ نہ وہ شعر ہے نہ جاوہر ہے نہ کمالت ہے۔  
نضر بن الحارث نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

ابوزر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک حدیث ہے اس نے اپنے  
بھائی انیس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے۔ واللہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر  
کوئی شاعر نہیں دیکھا۔ اس نے جمالت کے زمانہ میں بارہ شاعروں کا مقابلہ کیا تھا۔ ان  
میں سے ایک میں ہوں۔ وہ مکہ کی طرف گیا۔ اور ابوزر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خبر لایا۔ میں نے کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا شاعر کاہن جاوہر کہتے ہیں۔  
(لیکن) میں نے بلاشبہ کاہنوں کی باتیں سنی ہیں۔ وہ ان کی سی باتیں نہیں۔ اور میں نے  
اس کو اقسام شعر کے سامنے رکھا ہے۔ تو اس کے مناسب بھی نہیں۔ اور میرے بعد  
کسی کی زبان پر یہ نہ آئے گا۔ کہ وہ شعر ہیں۔ بلاشبہ وہ سچا ہے اور یہ سب جھوٹے  
ہیں۔ اس بارہ میں خبریں صحیح اور بہت ہیں۔ اور اس کا معجزہ ہونا دونوں قسم کے طور پر  
ہے۔ ایجاز و بلاغت کے لحاظ سے بھی اور طرز عجیب کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں  
سے ہر ایک حقیقتاً ایک قسم کا معجزہ ہے۔ عرب کے لوگ ان میں سے ایک کے لانے  
پر بھی قادر نہ ہوئے۔ کیونکہ ہر ایک قسم ان کی قدرت سے خارج ہے ان کی فصاحت  
و کلام سے جدا ہے۔ اسی طرف بہت سے آئمہ محققین گئے ہیں۔ اور بعض پیشوا اس  
طرف گئے ہیں کہ معجزہ بلاغت و اسلوب کے مجموعہ میں ہے۔ اور اس پر وہ قول  
(دلیل) لائے ہیں کہ جس کو کان دفع کرتے ہیں اور دل نفرت کرتے ہیں۔ صحیح وہی ہے  
جو کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس سب کا علم ضروری اور قطعی ہے۔ جو شخص  
علوم بلاغت کے فنون کو جانتا ہے۔ اور اس علم کے ادب نے اس کی طبیعت و زبان کو  
تیز کر دیا ہے۔ اس پر یہ امر جو ہم نے کہا ہے مخفی نہ ہو گا۔

آئمہ اہل السنہ ان کے عاجز ہونے کی وجہ میں مختلف ہوئے ہیں۔ ان میں سے  
اکثر یہ کہتے ہیں کہ ان کے عجز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لطیف معانی۔ شریف الفاظ۔  
حسن نظم و ایجاز عمدہ تالیف و طرز ایسے جمع کئے گئے ہیں۔ کہ کسی بشر کی طاقت میں  
نہیں۔ اور یہ ان ذوارق میں سے ہے کہ مخلوق کی قدرتوں سے محال ہے۔ جیسے مردوں

کا زندہ کرنا، عصا کا بدل دینا، کنکروں کا تسبیح پڑھنا۔

شیخ ابو الحسن اس طرف گئے ہیں کہ یہ امور ان میں سے ہیں کہ اس جیسے کسی انسان کی قدرت میں نہ داخل ہو سکیں۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ ان پر قدرت دے۔ لیکن یہ بات نہ پہلے ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے روک دیا۔ اور اس سے عاجز کر دیا۔ اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت نے یہی کہا ہے۔ اور دونوں طریقوں پر عرب کا عجز اس سے ثابت ہے۔ اور ان پر ایسی شے کے ساتھ حجت قائم کرنا کہ جو مقدور بشر میں صحیح ہے۔ اور ان سے معارضہ کرنا کہ اس جیسا لاؤ قطعی ہے۔ اور یہ عاجز کرنے میں اعلیٰ درجہ ہے۔ ان کے جھڑکنے میں زیادہ مناسب ہے۔ اور اس بات پر حجت لانا کہ ان جیسا کوئی انسان ایسی شے لائے۔ کہ انسان کی قدرت میں نہ ہونا لازمی ہے۔ اور یہ کھلا ہوا نشان ہے اور قاطع دلیل ہے۔

بہر حال انہوں نے اس بارہ میں کوئی کلام نہیں کیا۔ بلکہ جلا وطنی اور قتل پر صبر کر گئے حقارت و ذلت کے پیالوں کے گھونٹ پی گئے۔ حالانکہ وہ اونچی ٹاکوں والے ظلم و حقارت سے انکاری تھے۔ اس طرح کہ اس سے اختیاراً خوش نہ تھے۔ مجبوری کے سوا اس سے خوش نہ ہوتے تھے۔ ورنہ اگر معارضہ ان کی قدرتوں میں ہوتا۔ تو اس کے ساتھ مشغول ہونا ان پر زیادہ آسان ہوتا۔ کامیابی اور قطع عذر خصم کے چپ کرانے میں ان کو بہت جلدی ہوتی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ کہ ان کو کلام پر قدرت تھی۔ وہ کلام کی شناخت میں تمام لوگوں کے پیشوا تھے۔ ان میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ بڑی سعی کرتا تھا۔ اور قرآن کے ظہور کے خفا اور اس کے نور کے بجھانے میں اپنا سارا سرمایہ خرچ کرتا تھا۔ لیکن اس بارہ میں انہوں نے اپنے منہوں کی بیٹیوں سے چھپی ہوئی بات کو ظاہر نہ کیا۔ اور اپنے میٹھے چشموں میں سے تھوڑا سا قطرہ بھی نہ لائے۔ باوجود مدت دراز اور کثرت تعداد (مخالفین) اور والد و مولود کی مدد کے بلکہ ناامید ہوئے اور نہ بولے۔ وہ روکے گئے پھر بند ہو گئے۔ پس یہ قرآن کے دو قسم اعجاز کے ہیں۔

## فصل ۵

معجزے کی تیسری قسم وہ ہے کہ جو غائب کی خبروں پر مشتمل ہے۔ اور جو ابھی نہ

marfat.com

Marfat.com

ہوئی ہیں۔ نہ واقع ہوئی۔ پھر جس طرح پر خبر دی تھی ویسے ہی ہوئی۔

جیسا کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تَتَذَكَّرُونَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنًا تَمَّ  
مسجد حرام میں انشاء اللہ امن کے ساتھ داخل ہو گئے۔

اور خدائے تعالیٰ کا یہ قول وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ وہ ان کے غلبے کے بعد  
غالب ہوں گے۔

اور اس کا یہ قول يُظَاهِرُہُ عَلَىٰ اِيْتِیْنِ کُتُبَہُ۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب  
کرے۔

اور اس کا یہ قول وَعَدَ اللَّهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی  
الْاَرْضِ کَمَا اَسْتَخْلَفَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰ لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ  
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا یَّعْبُدُوْنَ رَبَّیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَّمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ  
فَاِنَّ لَیْسَ لَکَ الْغٰیظُوْنَ۔ (پ ۱۸ ع ۱۳)

ترجمہ:- اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ  
ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے  
جمارے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو  
امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے  
بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

اور اس کا یہ قول کہ۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاٰیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ  
بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا۔

ترجمہ:- جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں  
فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی شاکرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے  
بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (پ ۳۰ ع ۳۵)

پس یہ سب کچھ جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔ روم۔ فارس پر چند سال میں غالب ہو  
گئے۔ لوگ اسلام میں فوج فوج داخل ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی

انتقل نہیں ہوا تھا کہ تمام عرب میں ہر جگہ اسلام داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ اور اس میں ان کے دین کو قدرت اور جگہ دے دی۔ ان کو زمین کے آخر مشرق اور آخر مغرب تک مالک بنا دیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ذُو يَتِي لِي الْأَرْضُ فَارِبْتُ مَخَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَيَّلْتُ أَمْتِي مَا ذُو يَ لِي مَتَّحًا**۔ میرے لئے زمین لپیٹی گئی ہے۔ پھر مجھ کو اس کے مشرق و مغرب دکھائے گئے۔ اور عنقریب میری امت کا ملک جہاں تک زمین میرے لئے لپیٹی گئی ہے پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ: **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ الْأَرْضَ وَمَغَارِبَهَا وَمَخَارِقَهَا** ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

سو ایسا ہی ہوا اس کے تغیر و تبدل میں اس قدر لمحوں معطل نے سعی کی ہے۔ کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اپنے مکرو قوت آج قریباً پانچ سو سال (اور اب تو ۳ سو سے زائد) ہو چکے ہیں۔ جمع کید۔ لیکن اس کے تھوڑے سے نور کو نہ بجھا سکے۔ اس کے کلام میں سے ایک کلمہ کو بدل نہ سکے۔ مسلمانوں کو شک ڈالنے کے لئے ایک حرف بھی تغیر نہ کر سکے والحمد للہ!

اور اسی سے خدا کا یہ قول ہے کہ **سَيُفْزَمُ الْكَاذِبُ وَيُؤْتُوْنَكَ الذُّبُرَ عَنْ قُرْبٍ** جماعت (کفار) بھاگ جائے گی۔ اور پیٹھ پھیر لے گی۔

اور خدا کا یہ قول کہ **قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيِّبِكُمْ** (پ ۱۰ ع ۸)

ترجمہ :- ان سے لڑو خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا۔

اور خدا کا یہ قول کہ **مُؤْتِنُوْا أَرْسَ رَسُوْلِهِ بِأَهْلِيْهِ وَيُؤْتِ الْعَقِيْلُ لِيُظْهِرَهُ مَلَكُ الْيَمِيْنِ**

**كَلْبُهُ وَتَوَكَّرَ الْمَشْرِكُونَ** (پ ۱۰ ع ۱۱)

ترجمہ :- وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے

سب دلوں پر غالب کرے ' پڑے براہین مشرک۔

اور اس کا یہ قول کہ كُنْ تَبْخَرُكُمْ اِلَّا اَنَّى وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يَوْتُوْكُمْ اَلَا اَبَارَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُوْنَ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ :- وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے۔ پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

پس یہ سب کچھ واقعہ ہوا۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ کہ منافقوں اور یہودیوں کے اسرار اور ان کی باتوں اور جھوٹوں کا ان کے حلقوں میں اظہار اور ان کو ان سے جھڑکنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَيَقُولُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَيِّنُ اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (پ ۲۵ ع ۶) ترجمہ :- اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔

اور اس کا یہ قول کہ يُعْذِرُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْعُوْنَ لَكَ يَقُولُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هٰهٰنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُورِكُمْ وَلِيُمْحِصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّوْرِ (پ ۳ ع ۷) ترجمہ :- اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اور اس کا یہ قول کہ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَانُوْا سَمْعُوْنَ لِيَكْذِبَ سَمْعُوْنَ يَقُوْمُ اَعْرَبَيْنَ لَمْ يَأْتُوْكَ يَحْرِقُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُوْنَ اِنْ اُوْتِيتُمْ هٰذَا فَمَنْنُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتُوْهُ فَاَحْذَرُوْا وَمَنْ يُرِ اللّٰهُ نِفْتَةً فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ الشَّيْءِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِ اللّٰهُ اَنْ يُطَهِّرْ قُلُوْبَهُمْ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا عِزٌّ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پ ۶ ع ۱۰)

ترجمہ :- اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو

تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو۔ اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنانا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

اور اس کا یہ قول کہ **مِنَ الَّذِينَ هَانُوا يُعْرِفُونَ الْكَلِمَ مِنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعِمَا لَيًّا بِالْمُنْتَهَمِ وَطَعْنَا فِي التَّيْنِ (پ ۵ ع ۴)**

ترجمہ :- کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور نہ آپ سنانے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے۔

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس بات کو جو مقدر کیا تھا۔ اور مومنوں کا اعتقاد تھا۔ ظاہر کرتے ہوئے کہل۔

**وَإِذْ يَعِدُكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهُمَا لَكُمْ وَتَوْتُونَ أَنْ غَيْرَ قَاتِ الشُّوْكَهِ تَكُونُ لَكُمْ (پ ۹ ع ۱۵)**

ترجمہ :- اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں۔

اور اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ بَ شَكِ ان** ہنسے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں (الحجر آیت ۹۵)

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (کے شر) سے کفایت کر دی ہے۔ ہنسے والے مکہ میں چند آدمی تھے۔ (مکہ میں یہ لوگ ہنسی کرتے تھے اور ہلاک ہوئے۔ اسود بن غوث۔ اسود بن عبدالمطلب ولید بن مغیرہ۔ عامر بن وائل۔ سہمی عدی بن قیس بعض کہتے ہیں کہ ان میں حارث بن عطلہ۔ کعبہ بن عامر۔ حارث بن طلاطلہ بھی ہیں اور روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ہلاک

ہونے اور اس کی کیفیت کی خبر دی تھی کتب سیر میں مذکور ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ سب ایک ہی رات میں ہلاک ہوئے اور دوسرے راوی کہتے ہیں کہ وہ قریب قریب ہلاک ہوئے (کذابی الشرح) کہ لوگوں کو آپ سے نفرت دلاتے تھے۔ اور آپ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ پھر وہ ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ **وَاللّٰهُ بِمَعْمَلِكُمْ** **مِّنَ النَّاسِ** اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ باوجودیکہ بہت لوگوں نے آپ کے ضرر اور قتل کا قصد کیا تھا اور اس بارہ میں خبریں مشہور اور صحیح ہیں۔

## فصل ۶

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جس کی گزشتہ زمانہ کے لوگوں اور فنا ہونے والی امتوں کی پرانی شریعتوں نے خبر دی ہے۔ وہ ایسے قصے تھے کہ ان میں سوا اہل کتاب کے ایک فرد عالم کے جس نے اپنی عمر اس کے سیکھنے میں خرچ کر دی تھی۔ اور کوئی جانتا نہ تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اسی طرح بیان کرتے تھے۔ اور جیسا ہوتا اس کو کال لاتے۔ جس کی وہ عالم تصدیق کرتا۔ اور اس کو صحیح مانتا۔ حالانکہ آپ جیسا تعلیم سے بھی اس درجہ تک نہ پہنچتا۔ اور لوگ یقیناً جانتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ ہیں۔ کچھ آپ نے پڑھا نہیں نہ لکھا ہے۔ آپ حفظ کرنے اور اہل علم کے پاس رہنے میں مشغول نہ ہوئے۔ اور نہ ان سے غائب رہے تھے۔ ان میں سے آپ کے حال سے کوئی واقف نہ تھا۔ اکثر اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی خبروں کی نسبت پوچھا کرتے تھے۔ پھر آپ پر قرآن نازل ہوتا۔ تو ان پر آپ اس کا ذکر پڑھا کرتے تھے جیسے انبیاء علیہم السلام کے قصے اپنی قوم کے ساتھ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ اصحاب کف اور ذوالقرنین کا قصہ۔ لقمان اور ان کے بیٹے کا قصہ۔ اس کے سوا اور خبریں۔ شروع پیدائش کی خبریں۔ اور جو کچھ تو رات۔ انجیل۔ زبور۔ اور ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا ذکر ہے۔ جن کی علماء تصدیق کرتے تھے۔ اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو جھٹلانے کی ان کو قدرت نہ تھی۔ بلکہ اس کو یقین کرتے تھے۔ پس ان میں سے



بعض تو ایسے ہوئے کہ ان کو یہ توفیق ملی۔ کہ وہ اپنی قسمت گزشتہ کی وجہ سے ایمان لے آئے۔ اور بعض بد بخت دشمن حاسد تھے۔ اور باوجود اس کے نصاریٰ و یہود کو آپ سے سخت عداوت تھی۔ آپ کے جھٹلانے کی حرص تھی۔ آپ ان پر ان کی کتابوں سے دلیل لاتے تھے۔ ان کو ان باتوں سے جھڑکتے تھے۔ جو ان کی کتابوں میں درج تھیں۔ وہ آپ کو انبیاء علیہم السلام کی خبریں بتلانے میں رنج میں ڈالتے تھے۔ ان کے علوم کے اسرار اور ان کی علوات کی امانتوں کی بابت پوچھا کرتے تھے۔ آپ ان کو ان کی شریعتوں کی پوشیدہ باتیں اور ان کی کتابوں کے احکامات وغیرہ بتلایا کرتے۔ جیسے کہ ان کا روح 'ذوالقرنین' اصحاب کف 'عیسیٰ' اور رحم کے حکم اور جو کچھ اسرائیل نے اپنے پر حرام کیا تھا۔ اور جو کچھ ان پر جانور حرام ہوئے تھے۔ سوال کرنا اور جیسے اس کا یہ قول کہ ان کی مثل تورات میں ہے۔ ان کی مثل انجیل میں ہے۔ اور اس کے اور امور جن میں قرآن نازل ہوا تھا۔ پھر آپ نے ان کو جواب دیا۔ اور وہ باتیں ان کو جتلائیں۔ جو آپ کی طرف وحی کی گئی تھیں۔ کسی ایک شخص سے بھی منقول نہیں۔ کہ اس نے ان باتوں کا انکار کیا ہو یا اس کو جھٹلایا ہو۔ بلکہ ان میں سے اکثر نے آپ کی نبوت کی صحت کی تصریح کی۔ اور آپ کی بات کو سچ مانا۔ اپنی دشمنی اور حسد کا اقرار کیا۔ جیسے نجران والے اور ابن صوریہ اور اخطب کے دو بیٹے وغیرہم اور جس شخص نے اس بارہ میں بہتان کی نسبت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو یہ بیان کرتا ہے۔ تو اس کو اقامت حجتہ اور دعویٰ کی طرف بلایا گیا۔ اور آپ سے کہا گیا کہ

قُلْ فَاتُوا بِالَّتُورَةِ فَاتْلُوهَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَمِنْ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پ ۳ ع ۱)

ترجمہ: تم فرماؤ تورات پڑھو اگر سچے ہو۔ تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

پھر ان کو جھڑکا۔ اور ممکن شے کے لانے کی طرف جو محل نہ تھی بلایا تھا۔ پس بعض تو وہ ہوئے کہ جس کا انکار کیا تھا اقرار کرنے لگے۔ اور بعض بے شرم ہوئے کہ

marfat.com

Marfat.com

باوجود رسوائی کے اپنی کتاب پر ہاتھ رکھنے لگے۔ (جیسے ابن سوریا) اور نہ کسی سے نقل نہیں کیا گیا۔ کہ کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف اپنی کتابوں سے ظاہر کر کے دکھلایا ہو۔ اور نہ صحیح و ضعیف کو اپنے صحیفوں سے ظاہر کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے :-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ مَجِئَ السَّلامُ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (پ ۶ ع ۷)

ترجمہ :- اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

## فصل ۷

یہ معجزہ کی چار وجوہ ظاہر ہیں۔ ان میں نزاع نہیں اور نہ کچھ شک ہے۔ اور ان روشن وجوہ میں جو کہ قرآن کے اعجاز میں ان وجوہ کے سوا ہیں وہ آیات ہیں۔ کہ جو کسی گروہ کے بعض حادثوں میں عاجز کرنے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ان کو خبر دے دی کہ وہ ایسا نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے وہ کام نہ کیا۔ اور نہ اس پر قادر ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہود سے یہ کہنا کہ :-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ النَّارُ الْآخِرَةُ يَتَخَلَّفُوا عَالِيَةً مِّنْ قُوَّةِ النَّاسِ فَتَقْتُلُوا أَلْسِنَتَكُمْ مَكْرًا

مُتَّفِقِينَ (پ ۱ ع ۱۱)

ترجمہ :- تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خاص تمہارے لئے ہو نہ اوروں

marfat.com

Marfat.com

کے لئے تو بھلا موت کی آرزو کرو اگر سچے ہو۔

ابو اسحاق زجاج کہتے ہیں کہ اس آیت میں بڑی دلیل ہے۔ اور رسالت کی صحت پر واضح حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ کہا ہے۔ کہ پھر تم موت کی آرزو کرو۔ اور ان کو بتلادیا کہ تم ہرگز کبھی نہ چاہو گے۔ پھر ان میں سے ایک نے بھی موت کی خواہش نہ کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ کوئی شخص ان میں سے ایسا کئے گا۔ تو ضرور اس کے محلے میں تھوک اٹکے گا۔ یعنی اسی وقت مرجائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی آرزو سے باز رکھا اور ان کے دلوں میں خوف خدا ڈال دیا۔ تاکہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کی صحت ظاہر ہو۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے آرزو نہ کی۔ وہ آپ کے جھٹلانے پر اگر قتل ہوتے تو بڑے حریف تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس اس سے قرآن کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اس کی حجت واضح ہو گئی۔

ابو محمد اصل کہتے ہیں۔ کہ ان کا عجیب معاملہ یہ ہے کہ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس کا حکم دیا۔ ان میں سے کوئی جماعت نہ کوئی ایک شخص پلایا گیا کہ آپ کے سامنے آتا اور جواب دیتا۔ اور اس کے لئے جو اس امر کا ان سے امتحان کرنا چاہے (اب بھی) یہ امر موجود اور مشاہدہ ہے۔

ایسا ہی مباہلہ کی آیت ہے۔ اس معنی میں جبکہ آپ کے پاس نجران کے پادری آئے تھے۔ اور اسلام سے انکار کیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کی آیت نازل کی۔ اور فرمایا کہ :-

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَاوَابِنَاكُمْ وَنِسَاءَ نَاوَابِنَاكُمْ وَانْفُسًا وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ تَبَيَّنَ لَهُمْ فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (پ ۳ ع ۱۳)

ترجمہ :- پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آپکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی

marfat.com

Marfat.com

عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مہلہ کریں تو جھوٹوں  
 پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پس وہ اس سے باز رہے۔ اور جزیہ کے اوپر راضی ہو گئے۔ اس طرح ہوا کہ ان  
 کے سردار عاقب نے ان سے کہا تھا۔ کہ تم یقیناً "جانتے ہو کہ وہ نبی ہے اور یہ کہ  
 جس نبی نے کسی قوم سے مہلہ کیا تو ان کے بڑے اور چھوٹے میں سے کبھی بقی  
 نہیں رہا۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ :-

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي وَفَّعَ النَّاسَ وَالْحِجَارَةَ لَعْنَتُ  
 لِلْكَافِرِينَ (پ ۱ ع ۳)

ترجمہ :- اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے  
 پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حما-نیوں کو بلا لو  
 اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔ تو ڈرو  
 اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔  
 پس ان کو خبر دی کہ وہ نہیں کریں گے۔ جیسا کہ ہوا۔ اور یہ آیت غیب کی  
 خبروں میں سے ہی واضح ہے۔ لیکن اس میں بھی عاجز کرنا پایا جاتا ہے۔ جیسے پہلی آیت  
 میں ہے۔

## فصل ۸

ان وجوہ میں سے ایک خوف ہے۔ کہ جو قرآن کے سننے والوں کے دلوں اور ان  
 کے کانوں کو سننے کے وقت لاحق ہوتا تھا۔ اور وہ سببت جو ان کو اس کی تلاوت کے  
 وقت اس کی قوت حال اور بڑے مرتبہ کی وجہ سے پیش آتی تھی۔ اور یہ امر اس کے  
 جھٹلانے والوں پر بہت بڑا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے سننے کو بھاری سمجھتے تھے۔ اور وہ  
 ان کی نفرت کو بڑھاتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَيَوْمَ تَوَدُّ أَنْ تَطْلُعَ مِنْكُمْ لَعْنَتُهُمْ

لہ وہ اس کے نہ پڑھنے کو دوست رکھتے تھے۔ کیونکہ اس سے وہ کراہت کرتے تھے۔  
اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

إِنَّ الْقُرْآنَ صَعْبٌ مُّصْتَضَبٌ عَلَى مَنْ كَرِهَهُ وَهُوَ الْحَكَمُ وَأَمَّا الْمُؤْمِنُونَ فَلَا تَزَالُ ذَوِّعْتُهُ بِهِ  
وَمِيسَتُهُ آيَاتُهُ مَعَ تِلَاوَتِهِ تُؤَلِّمُهُ إِنَّ عِبَادًا وَتَكْثِيرُهُ مَخَاشَةُ لِمَنْ قَلْبُهُ إِلَيْهِ وَتَمَنِّيُّهِ بِهِ

ترجمہ :- کہ قرآن اس شخص پر سخت اور مشکل ہے جو اس کو مکروہ سمجھے۔ وہ حاکم  
اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور مومن کو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت  
اس کی عظمت اور ہیبت طاری رہتی ہے۔ اور قرآن پاک سے رغبت قلبی اور تصدیق  
قلبی کی وجہ سے شوق اور مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَقْشِرُونَ عَنْهُ جُلُودَ الْفَنِينِ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ يَلْبِثُونَ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ  
إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ :- اس سے ہل کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے  
ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں۔

اور فرمایا۔ نَوَلَّوْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّمًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ  
وَبَلَكَ الْأَمْثَالَ نَعْرِبُهَا لِلَّهِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (پ ۲۸ ع ۶)

ترجمہ :- اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش  
پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ  
سوچیں۔

اور دلیل اس امر پر کہ یہ خوف قرآن سے مخصوص ہے یہ ہے کہ یہ رقت اس  
شخص کو بھی ہوتی ہے جو کہ اس کے معانی نہ سمجھتا ہو۔ اور اس کی تفسیر کو نہ جانتا ہو۔  
جیسا کہ ایک نصرانی سے منقول ہے کہ وہ ایک قاری قرآن کے پاس سے گذرا۔ تو ٹھہر  
گیا۔ اور رونے لگا۔ اس سے کہا گیا۔ کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی  
خوشی اور نظم سے اور یہ خوف ہے اسلام سے پہلے اور اس کے بعد ایک جماعت کو  
لاحق ہوا ہے۔ پس بعض ان میں سے تو وہ ہیں کہ پہلی ہی دفعہ اس پر اسلام اور ایمان  
لائے۔ اور بعض وہ ہوئے کہ انکار کر بیٹھے۔

صحیح حدیث میں جبر بن معلوم سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ہر نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہیں۔ اور جب اس آیت پر پہنچے۔

أَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ أَمْ عِنْدَ هُمْ  
خَزَائِنُ رَحْمَتِ رَبِّكَ أَمْ لَّهُمُ الْمَعْطِطُونَ (پ ۲۷ ع ۴)

ترجمہ :- کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (خود مختار) ہیں۔

تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کی طرف اڑ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اور یہ اول بات تھی۔ کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

عتبہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہ آپ لائے ہیں۔ اپنی قوم کے اختلاف میں کلام کیا۔ تب آپ نے اس پر یہ سورہ پڑھی :-

حَمْدٌ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كَتَبَ فِصْلَتٍ لَّيْسَ لَكَ شِرْكٌ ۝ أَلَمْ يَلْقَاكَ يَوْمَ الْوَلَدَيْنِ يَسْتَحْيِيكَ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِيَ آيَةً ۝ قَالُوا وَيَوْمَ الْوَلَدَيْنِ مَا هِيَ ۝ قَالَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ أَلَمْ يَلْقَاكَ يَوْمَ الْوَلَدَيْنِ يَسْتَحْيِيكَ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِيَ آيَةً ۝ قَالُوا وَيَوْمَ الْوَلَدَيْنِ مَا هِيَ ۝ قَالَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ أَلَمْ يَلْقَاكَ يَوْمَ الْوَلَدَيْنِ يَسْتَحْيِيكَ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِيَ آيَةً ۝ قَالُوا وَيَوْمَ الْوَلَدَيْنِ مَا هِيَ ۝ قَالَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ :- یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں

مفصل فرمائیں گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سید سے رہو اور اس معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بننے والوں کی روزیاں مقرر کیں یہ سب ملا کر چار دن میں نیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور جگہبانی کے لئے یہ اس عزت والے علم والے کا شرایا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں۔ تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک علا اور ثمود پر آئی تھی۔

تب عتبہ نے اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر رکھا۔ اور آپ کو اپنے رشتہ کی قسم دلائی۔ کہ بس کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور عتبہ سن رہا تھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لگائے تھا۔ یہاں تک کہ آپ آیت سجدہ تک پہنچے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ اور عتبہ کھڑا ہوا۔ اور وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ کیا جواب دے۔ وہ اپنے اہل کی طرف لوٹا۔ اور اپنی قوم کی طرف نکلا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ آئے۔ تو اس نے ان سے عذر کیا اور کہا کہ واللہ اس نے مجھ سے کلام کیا۔ کہ ویسا کلام میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا۔ اور

میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ میں اس کو کیا کہوں۔

اس کے سوا اور بہت سے لوگوں سے جنہوں نے آپ کی مخالفت و معارضہ کا ارادہ کیا تھا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ہبت و دہشت طاری ہوئی۔ کہ جس کے باعث وہ اس بات سے رک گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابن المثنیٰ نے آپ سے معارضہ کرنا چاہا۔ اس کا قصد کیا اور اس میں شروع ہوا۔ پھر وہ ایک بچہ پر سے گزرا جو آیت پڑھتا تھا۔ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ تَبِ وَهِيَ كَالْحَمْرِ لَوْنًا اور جو اس نے لکھا تھا۔ جا کر اس کو مٹا دیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اس کا معارضہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے زمانے میں سب سے فصیح تھا۔

یحییٰ بن حکم غزال اندلس کا اپنے زمانہ میں مبلغ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے بھی معارضہ کا ارادہ کیا تھا۔ پھر اس نے سورۃ اخلاص میں غور کیا۔ کہ اس کے مثل لائے۔ اور اپنے زعم اس کے طرز پر بنائے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو خوف اور رقت پیش آگئی۔ جس نے مجھ کو توبہ اور رجوع پر براہِ گنجہ کیا۔

## فصل ۹

اس کے اعجاز کے وجہ میں سے جو شمار کی گئی ہیں۔ ایک اس کا یہ معجزہ ہے۔ کہ جب تک دنیا باقی رہے گی۔ وہ باقی رہے گا۔ معدوم نہ ہو گا۔ خدائے تعالیٰ کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے ساتھ رہے گی۔ اس نے فرمایا کہ إِنَّا نَحْنُ مَزْنَنُ الْيُحْكُو وَنَا لَهُ تَعْرِفُونَ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور فرمایا۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (پ ۲۳ ع

(۱۹)

ترجمہ :- باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراسر ہے۔

marfat.com

Marfat.com



اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات ان کے اوقات گزرنے کے بعد گزر گئے۔ ان کی خبریں رہ گئیں۔ لیکن قرآن عزیز کی آیات روشن ہیں۔ اس کے معجزات غالب ہیں۔ جیسے کہ تھے۔ آج کے دن تک۔ جن کو پانچ سو و تیس برس ہو چکے ہیں۔ (اور اب خدا کے فضل سے ۱۴۳۵ھ سل ہو چکے ہیں) اول نزول سے لے کر اب تک غالب حجت ہے۔ اس کا معروضہ محل ہے۔ اور تمام زمانے اہل بیان و حلالان علم زبان و آئمہ بلاغت شہسوار ان کلام اساتذہ کا طین سے بھرے رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے بے دین شرع کے دشمن اور مخالفت کے لئے تیار گزرے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ ایسا کلام لایا ہو۔ جو معارضہ میں اس کو ترجیح دی گئی ہو۔ اور نہ وہ کہ اس کی مخالفت میں لا سکا۔ اور نہ صحیح طعن پر قدرت رکھی۔ اور نہ کسی نے تکلف کے ساتھ اپنے ذہن سے اس میں قدرح کیل۔ مگر بخیل و حتمی کے ساتھ (یعنی وہ حتمی کہ جس سے آگ اچھی طرح نہ نکلے۔ مطلب یہ کہ اس قدرح کو فزع نہ ہوا) مگر ہر اس شخص سے کہ جس نے اس کا قصہ کیا ہے یہ منقول ہے کہ معارضہ نے اس کو اپنے ہاتھوں عاجزی میں ڈال دیا۔ اور ایڑیوں کے تل داہیں کر دیا۔

## فصل ۱۰

آئمہ کی ایک جماعت نور امت کے پیشواؤں نے قرآن کے اعجاز میں اور بہت سے وجہ بھی ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس کا قاری اس سے اکتاتا نہیں۔ اور اس کا سامع اس کو دفع نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے پڑھنے سے اس کی حلاوت بڑھتی ہے۔ اور اس کے بار بار پڑھنے سے اس کی محبت بڑھتی ہے۔ وہ ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے۔ اس کے سوا دوسرا کلام گو کہ حسن و بلاغت میں عمدہ ہو۔ مگر بار بار پڑھنے سے دل اکتا جاتا ہے۔ اور بار بار اعلاہ کرنے سے طبیعت چڑھ جاتی ہے۔ اور ہمارا قرآن وہ ہے کہ غلو توں میں اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ مشکل اوقات میں اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اور اس کے سوا کتابوں کا یہ حل ہے کہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ ان کتب والوں نے ان کے لئے راگ و رنگ کے وہ طریقے نکالے ہیں کہ پڑھنے کے

وقت ان راگوں سے لوگوں کو خوش کرتے ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ کثرت کے تکرار کے ساتھ پرانا اور حقیر نہ ہو گا۔ اس کی عبرتیں و نسلخ ختم نہ ہوں گی۔ اس کے عجائبات فنا نہ ہوں گے۔ وہ کلام فیصل ہے۔ خوش طبعی اور کھیل نہیں۔ علما اس سے سیر نہ ہوں گے۔ مبہمتیں اس سے نہ بھریں گی۔ زبانیں اس سے مشتہ نہ ہوں گی۔ وہ ایسا ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو وہ اس کے کہنے سے باز نہ رہے۔ کہ **لِنَا سَمِعْنَا قَوْلًا مَّجِبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَكُنَّا بِهٖ بِرَّكَابٍ مُّجِبٍ قِرَآنٍ مَّجِيدٍ** بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے۔

ان میں سے ایک یہ کہ اس نے ایسے علوم و معارف جمع کئے ہیں۔ کہ جن سے عام طور پر عرب کے لوگ اور نبوت سے پہلے خاص کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آشنا نہ تھے۔ اس کو پہچانتے نہ تھے۔ اور نہ اس پر ان کی مداومت تھی۔ اور نہ کسی امت کے عالم نے ان کو احاطہ کیا تھا۔ اور نہ اس پر ان کی شامل تھی۔ پھر اس میں شریعتوں کے علوم جمع کئے گئے۔ اور عقیدہ و دلائل کے طریقوں پر اس میں حبیہ کی گئی ہے۔

اس میں اور امت کے فرقوں کا براہین قویہ اور دلائل واضح سے رو کیا گیا ہے۔ جس کے الفاظ آسان ہیں۔ جس کے مقاصد مختصر ہیں۔ اور ہوشیار۔ چالاک فہینوں نے اس کے دلائل لانے کا قصد کیا۔ لیکن اس پر قلوب نہ ہوئے۔ جیسے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ

قول - **أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِيْرٍ عَلٰٓی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰٓی (۱۳ ع ۳)**

ترجمہ :- اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔

اور **قُلْ يٰٓحَبِيْبٰۤی الَّذِیْ اَنْشَاَکُمَا اَوَّلَ مَرَّةٍ**

ترجمہ :- تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔

اور **لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا (۲ ع ۲)**

ترجمہ :- اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ جہنم

جاتے۔

یہاں تک کہ اس نے ان کو گھیرا ہے یعنی علوم تاریخ کی خبریں بھیجیں۔

marfat.com

Marfat.com

مکتبیں۔ اخباردار آخرت۔ محابن۔ آداب و خصلت۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔

مَفْرُطًا فِي الْكِتَابِ وَنَاصِيحًا

ترجمہ نہ ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔ (پ ۷ ع ۱۰)

اور اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا۔

وَوَدَّعْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا تَلْحَقُ بِشَيْءٍ

ترجمہ نہ اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر جگہ کا روشن بیان ہے (پ ۱۳ ع ۱۸)

اور قرآن کریم کے بارے میں یہ بھی فرمایا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَعْنٍ

ترجمہ نہ اور بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی کلمات

میان فرمائی۔ (پ ۲۳ ع ۱۷)

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو حکم دینے والا۔ جھڑکنے والا۔ اور طریقہ مستقیم و متبوعہ مثالیں دی ہوئیں اتارا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی بھی خبریں ہیں۔ اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کو طول تکرار پرانا نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ وہ حق ہے بیسودہ نہیں۔ جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ اور جس نے اس کے ساتھ حکم دیا۔ انصاف کیا۔ اور جو اس کے ساتھ حجت لایا۔ وہ غالب ہوا۔ جس نے اس کے موافق تقسیم کی عمل کیا۔ جو اس پر عمل کرے گا اجر دیا جائے گا۔ جو اس سے تمسک کرے گا صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا جائے گا۔ جس نے اس کے سوا اور سے ہدایت طلب کی۔ اس کو خدا نے گمراہ کیا۔ جو اس کے بغیر حکم کرے۔ خدا اس کو ہلاک کرے گا۔ وہ ذکر حکیم ہے۔ روشن نور ہے۔ صراط مستقیم ہے۔ اللہ کی مضبوطی ہے۔ شفاء نافع ہے۔ اس شخص کے لئے مضبوطی ہے۔ جو اس سے تمسک کرے۔ اور اس کے لئے نجات ہے۔ جو اس کی اتباع کرے۔ وہ ٹیڑھا ہوتا ہی نہیں۔ کہ سیدھا کیا جائے۔ وہ سچ ہوتا

ی نہیں کہ عتاب کا مستحق ہو۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ کثرت تلاوت سے پرانا نہ ہو گا۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں کہا ہے۔ اس میں اختلاف ہے نہ کراہت۔ اس میں اولین و آخرین کی خبر ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں تجھ پر تورات اتاروں گا۔ جو نئی ہو گی۔ (قرآن شریف کو تورات سے مواعظ و احکام کے سبب تشبیہ دی ہے) کہ جس سے تو اندھی آنکھوں کو برے کانوں کو، غلاف میں پڑے ہوئے دلوں کو کھولے گا۔ اس میں علم کے چشمے ہیں۔ حکمت کی سمجھ دلوں کی فصل بہار ہے۔

کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ تم قرآن کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ دلوں کی سمجھ۔ حکمت کا نور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ يُلْقَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ أَكْثَرَ النَّفَقِ ثُمَّ فِيهِ يَتَفَتَحُونَ** بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ (پ ۲۰ ع ۲)

اور فرمایا **هَٰذَا بَيِّنَاتٌ لِّقَوْمٍ ذُمِّنَ لَهُمْ** یہ لوگوں کو بتاتا اور راہ دکھاتا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔ (پ ۴ ع ۵)

اس میں بلوغ اختصار الفاظ اور جوامع کلمات کے ان کتب کی نسبت جو اس سے پہلے ہیں اور جن میں اس سے دگنے الفاظ ہیں۔ دگنے چوگنے (معانی) جمع ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ اس میں دلیل و مداول میں جمع کر دیا ہے اور یہ اس طرح کہ اس نے نظم قرآن اور اس کے حسن وصف و اختصار و بلاغت سے حجت قائم کی۔ اور اس بلاغت کے اثاث میں امر نئی وعدہ و عہد بھی کر دیا۔ پس اس کا پڑھنے والا حجت و تکلیف کے دونوں موقعوں کو ایک کلام اور ایک سورۃ سے سمجھ لیتا ہے۔

ان میں سے ایک اعجاز یہ کہ اس کو ایسی نظم و ترتیب میں رکھا ہے جو پہلے موج نہ تھی۔ اور نہ وہ نثر کے دائرے میں ہے۔ اس لئے کہ نظم طبعیوں پر زیادہ آسان

ہوتی ہے۔ دل اس کو جلد حفظ کر لیتے ہیں۔ کُل زیادہ اس سے آشنا ہوتے ہیں۔  
 بیعتوں کو زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔ لوگ اس کی طرف بہت میلان کرتے ہیں۔  
 خواہشیں اس کی طرف جلدی کرتی ہیں۔

ان سے ایک اعجاز یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا اس کو آسانی سے حفظ کر لیتا ہے۔  
 اور حفظ کرنے والے کے لئے اس کا حفظ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ  
 بَيَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ بے شک ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے اور باقی  
 اور امتوں کی کتابوں کو ایک بھی ان میں سے حفظ نہ کرتا تھا (مگر طوراً حضرت موسیٰ  
 حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو یاد تھی) پھر بہت سے لوگ سہما سہل گزرنے کے بعد کیونکر  
 حفظ کریں گے۔ اور قرآن شریف کا بچوں کو تھوڑی مدت میں حفظ کرنا آسان ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ ایک جزو دوسری جزو کے مشابہ ہے۔ اس کے اقسام کی  
 عددی تالیف اور اس قسم کے عجیب پیوند اور ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف  
 بلجود مختلف معانی کے خوبی سے انتقال کرنا اور ایک ہی صورت میں امر نئی خبر  
 استہمام وعدہ وعید مثبت ثبوت وتوحید تفرید ترغیب ڈرانا وغیرہ فوائد بغیر کسی  
 خلل کے اس کے فصلوں میں ہوتا (حلائکہ) کلام فصیح میں جب اس قسم کی باتیں  
 آجائیں۔ تو اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس کی مضبوطی ست پڑ جاتی ہے۔ اس  
 کی رونق کم ہو جاتی ہے اس کے الفاظ مضرب ہو جاتے ہیں۔

اب تم سورہ ص کے شروع میں تامل کرو۔ اور اس میں جو کفار کے اخبار اور ان  
 کے اختلاف ان کے جھڑکنے کا گزشتہ لوگوں کی ہلاکت کے ساتھ اور ان کا محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے جھٹلانے اور ان کے تعجب کا جواب لائے ہیں ذکر کیا ہے۔ ان کی جماعت  
 کا کفر پر جمع ہونا اور جو ان کے کلام سے موجد سمجھا جاتا ہے۔ ان کے عاجز کرنے ان کی  
 سستی۔ ان کی وعید دنیا اور آخرت کی ذلت کے ساتھ بیان کرنا پہلی امتوں کا جھٹلاؤ  
 اور اللہ تعالیٰ کا ان کو ہلاک کرنا اور ان کی وعید ان کی مصیبت کی طرح آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا ان کی تکلیف پر صبر کرنا۔ آپ کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے ذکر سے  
 تسلی دینا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر اور انبیاء علیہم السلام کے قصوں کا ذکر

کرتا اور یہ سب باتیں مختصر کلام میں اور عمدہ ترتیب سے لانا (مجزہ) ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ بہت سے جملوں کو جن پر تھوڑے سے کلمات حاوی ہیں بیان کرتا اور یہ ساری باتیں اور بہت سی وہ وجوہ جو قرآن کے اعجاز میں ذکر کر گئی ہیں۔ اور دیگر بہت سے وجوہ جن کو آئمہ نے ذکر کیا ہے۔ ہم ان کا ذکر نہیں کرتے کیونکہ وہ اکثر بلاغت کے باب میں داخل ہیں۔ اور یہ ضرور تھیں کہ اس کے اعجاز میں ایک تہا فن بدوں فنون بلاغت کے باب کی تفصیل کے شمار کیا جلوے۔ علی ہذا بہت سے وہ وجوہ جو آئمہ سے ہم نے ذکر کئے ہیں۔ اس کے خواص و فضائل میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ نہ اس کے اعجاز میں اور حقیقت اعجاز تو وہ چار وجوہ ہی ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ سوائے ان پر اکتفا ہونا چاہئے۔ اور اس کے بعد قرآن کے خواص و عجائبات میں سے ہیں۔ جو کہ ختم نہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔

## فصل ۱۱

(چاند کے پھٹنے اور آفتاب کے رک جانے کے بیان میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَتَرَوْنَ السَّحَابَ وَتَشَقُّ الْقَمَرُ وَإِنَّ يَوْمَئِذٍ يُعْرَضُونَ وَيَقُولُوا لَيْسَ بِشَيْءٍ مِّنْ قِيَامَتِ أَوَّلِ شَيْءٍ هُوَ شَيْءٌ هُوَ كَمَا جَاءَ أَوَّلُ أَوَّلِ دَيْكِيں كَوْنِ تَشَلَّى تَوَمَنَ يَحْمِرَتِ لَوْر كَتَتِ هِي يَ تَوَجِدُو هِي چلا آتے۔ (پ ۷۲ ع ۸)

اللہ تعالیٰ نے چاند کے پھٹنے کی خبر لفظ ماضی اور کفار کے آیات کے انکار کرنے سے دی ہے۔ مفسرین اور اہل السنۃ کا اس کے وقوع پر اتفاق ہے۔

خبر دی ہم کو حسین بن محمد حنفی نے اپنی کتاب سے کہا حدیث بیان کی مجھ سے سراج بن عبد اللہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے اصلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مروزی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے فریری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے (امام) بخاری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مسدد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے شعبہ اور سفیان سے وہ ابراہیم سے وہ ابی مسر سے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند وہ کھوے

ہو گیا ایک ٹکڑا تو پہاڑ پر تھا اور ایک اس کے درے یا مقلل ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ رہو۔ یعنی دیکھ لو۔

لور جلد کی روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لور اعمش کے بعض طریق جمل ہے کہ یہ واقعہ منیٰ پر ہوا۔ اور یہ حدیث ابن مسعود سے اسود نے بھی روایت کی ہے۔ لور اس نے کہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ لور اس سے مسوق نے روایت کیا کہ یہ مکہ میں واقع ہوا۔ لور زیادہ کیا (یہ جملہ) پھر کفار قریش نے کہا کہ تم پر ابن ابی کبش نے جلد کیا۔

تب ابن میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر جلد کیا ہے تو اس کا جلد اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ تمام زمین پر جلد کیا ہو۔ تم دوسرے شہروں کے آنے والوں سے دریافت کرو۔ کہ کیا انہوں نے یہ دیکھا ہے۔ پھر دوسرے شہروں کے لوگ آئے۔ لور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے خبر دی۔ کہ انہوں نے ایسا ہی دیکھا ہے۔

سرقندی نے ضحاک سے ایسا ہی حکایت کیا ہے۔ لور کہا ہے کہ پھر ابو جمل نے کہا کہ یہ جلد ہے۔ تم باہر کے لوگوں کی طرف پیغام بھیجو۔ لور دیکھو کہ انہوں نے دیکھا ہے یا نہیں۔ پھر باہر والوں نے خبر دی کہ انہوں نے ٹکڑے ہوئے چاند کو دیکھا ہے۔ کفار کہنے لگے کہ یہ بیش کا جلد ہے۔

لور ابن مسعود سے ملتمز نے بھی روایت کیا ہے۔ پس ابن چاروں راویوں نے عبد اللہ (ابن مسعود) سے روایت کی ہے لور ابن مسعود کے سوا لور صحابہ نے بھی دیے ہی روایت کی ہے لور ابن میں سے انس ابن عباس ابن عمر حذیفہ علی جیر بن مطعم رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو حذیفہ امی کی روایت سے کہا ہے کہ چاند پھٹ گیا لور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

سوال کیا کہ ان کو معجزہ دکھلائیں۔ تب ان کو چاند کا پھٹنا دکھایا۔ دو ٹکڑے حتیٰ کہ کھرا کو ان دونوں کے درمیان دیکھا۔ روایت کیا اس کو انس سے قلادہ لے۔ اور معمر وغیرہ کی روایت میں ہے جو قلادہ سے اور انس سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو دو دفعہ چاند کے ٹکڑے کو دکھایا (یہ مطلب نہیں کہ چاند کا ٹکڑے ہو جانا دو دفعہ ہوا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک دفعہ دکھایا اور پھر دوبارہ فرمایا کہ دیکھو میں دو دفعہ دکھایا ہے کذا فی الشرح)

پھر یہ آیت اتری یَحْتَرِمَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ اور روایت کیا اس کو جیر بن مسلم سے ان کے بیٹے محمد اور ان کے برادر زانہ جیر بن محمد نے اور روایت کیا اس کو ابن عباس سے عبداللہ بن عبید اللہ بن عتبہ نے اور روایت کیا اس کو ابن عمر سے مجاہد نے اور روایت کیا اس کو حذیفہ سے ابو عبدالرحمن سلمیٰ مسلم بن ابی عمران اتوی نے۔ اور ان حدیثوں کے اکثر طریق صحیح ہیں۔ اور آیت اس کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اس باطل اعتراض کی طرف توجہ کی جائے گی۔ (جو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ چاند کا پھٹنا ہوتا تو زمین والوں پر تخیل نہ رہتا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ سب پر ظاہر ہو جاتی ہے) اور یہ اس لئے (مفسر اعتراض ہے) کہ ہمارے پاس یہ بات زمین والوں کی طرف سے منقول نہیں ہوئی۔ کہ وہ اس رات گھٹات میں گئے رہے ہوں۔ پھر انہوں نے چاند پھٹنے کو نہیں دیکھا۔ اور اگر ہم تک ایسے لوگوں کی روایت منقول ہوتی۔ جن کا جھوٹ پر بوجہ کثرت میلان جائز نہیں۔ تو تب بھی ہم پر حجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ چاند تمام زمین والوں کے لئے ایک حال پر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایک قوم پر دوسری قوم سے پہلے طلوع کرتا ہے۔ اور کبھی زمین میں سے ایک قوم پر دوسروں کی ضد میں ہوتا ہے (یعنی بعض پر طلوع اور بعض پر تخیل) یا قوم اور اس کے درمیان ہلچل حائل ہو یا پہاڑ۔ اور اسی لئے ہم پاتے ہیں۔ کہ اگر گرہن بعض ملکوں میں ہوتا ہے۔ اور بعض میں نہیں ہوتا۔ بعض میں جزوی ہوتا ہے اور بعض میں کلی۔ بعض جگہ اس کو دسی پھپھکتے ہیں جو اس کے علم کے مدعی ہیں۔ یہ عزیز علیم کی قدرت ہے۔ اور چاند کا معجزہ رات کے وقت تھا۔ رات کے وقت لوگوں کی عبادت میں آرام و سکون ہوتا ہے۔ دروازے بند ہوتے



ہیں۔ اور آسمان کے امور کو ان لوگوں کے سوا جو کہ اس کے مقرر ہوں اور اس میں سعی کرتے ہوں کم لوگ پہچانتے ہیں۔ اسی لئے چاند گرہن اکثر ملکوں میں نہیں ہوتا۔ اور اکثر لوگ اس کو جانتے ہی نہیں۔ کہ اس کی خبر دی جائے۔ اور اکثر معتبر لوگ عجائب امور کی جن کو وہ خود مشاہدہ کرتے ہیں خبر دیتے ہیں۔ یعنی آسمان پر انوار اور بڑے بڑے ستارے آسمان پر رات میں چڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اور کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا۔

(امام) طحاوی نے مشکل حدیث میں اسماء بنت میس سے دو طریق سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے حل میں وحی نازل ہوئی۔ کہ حضرت علیؑ کی گود میں آپ کا سر مبارک تھا۔ انہوں نے عصر کی نماز نہ پڑھی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! کیا تم نے نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خداوند! بے شک وہ تمہاری اطاعت اور تمہارے رسول کی اطاعت میں تھا۔ اب آفتاب لوٹا دے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں۔ کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے اس کو دیکھا کہ وہ غروب کے بعد لکل آیا ہے۔ اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا ہے۔ اور یہ واقعہ خیبر کے قلعہ صہبار پر ہوا تھا۔

طحاوی کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں (حدیث ایک ہی ہے لیکن اس کے دو طریقہ ہیں۔ اس لئے دو کہہ دیا۔ اور اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کیا ہے۔ لیکن شارح نسیم الریاض نے اس کو رد کیا ہے اور ابن جوزی کے موضوعات کو اکثر مردود ٹھہرایا ہے کیونکہ ابن جوزی نے تعصب سے بعض صحیح احادیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دیا ہے (کذا فی الشرح) اور ان کے راوی ثقہ ہیں (امام) طحاوی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن صالح کہتے تھے کہ جس شخص کا طریق علم کا ہے۔ اس کو اسماء کی حدیث کے حفظ سے پیچھے رہنا نہ چاہئے۔ کیونکہ بلاشبہ یہ نبوت کے علامات میں سے ہے۔

یونس بن کبیر نے زیادة المعانی میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اور آپ نے اپنی قوم کو قافلہ کی خبر۔

اونٹوں کی علامت بتلائی تو کہنے لگے وہ کب آئے گا آپ نے فرمایا کہ بدھ کے دن آئے گا جب وہ دن آیا۔ تو قریش انتظار کرنے لگے۔ اور دن ختم ہونے لگا اور قافلہ نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ تو ایک گھڑی دن بدھ لایا گیا۔ اور آفتاب ٹھہر گیا۔

### فصل ۱۴

(اس بارہ میں کہ آپ کی انگلیوں میں سے پھوٹ کر پانی نکلا اور آپ کی برکت سے بہت ہو گیا)

اس میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا نکلتا صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے انس جابر ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے ابواحق ابراہیم بن جعفر نقیہ رحمہ اللہ نے میں نے ان کو پڑھ کر سنائی کما حدیث بیان کی ہم سے قاضی عیسیٰ بن سل نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر بن انصار نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے مالک نے اسحق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا ہے۔ اور لوگوں نے پانی کی تلاش کی تو نہ پایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن لایا گیا (جس میں تھوڑا پانی سا تھا) تب آپ نے لپٹا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا۔ اور لوگوں کو حکم دیا۔ کہ اس سے وضو کریں۔ (انس) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں۔ (مبارک) میں سے پانی پھوٹ کر نکلا ہے لوگوں نے اس سے وضو کیا۔ یہی تک کہ ان کے آخرے بھی کر لیا۔

اور اس حدیث کو قندلہ نے بھی انس سے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ایسا برتن لائے جس میں پانی تھا۔ آپ کی انگلیوں کو نہ ڈھانکا تھا یا قریب تھا کہ نہ ڈھانکے۔

(مطلب یہ کہ تھوڑا پانی تھا) قلادہ نے انسؓ سے کہا کہ تم کہتے لوگ تھے۔ کہا کہ تمین سو کے قدر تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام زوراء میں تھے بازار کے نزدیک۔ اور روایت کیا حمید اور ثابت اور حسن نے انسؓ سے اور حمید کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ کس قدر لوگ تھے۔ کہا کہ اسی (۸۰) مو تھے۔ اسی طرح ثابتؓ سے اور وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ قریباً "ستر مرد تھے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ حل ہے۔ کہ صحیح حدیث میں مقرر ان سے روایت کرتے ہیں ایسے حل میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاش کرو کسی کے پاس پانی ہو۔ پھر آپؐ کی خدمت میں ایک برتن میں پانی لایا گیا۔ تب آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلنا شروع ہوا۔

سالم بن ابی الجعد سے اور وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑہ کا برتن تھا۔ آپؐ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ آپؐ کے سامنے ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس پانی نہیں صرف دعی پانی ہے جو آپؐ کے لوٹے میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح نکلنے لگا۔ اور اس میں یہ ہے کہ پھر میں نے کہا کہ تم کہتے لوگ تھے۔ کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ آدمی ہوتے۔ تو ضرور وہ کلن ہوتا۔ ہم چندہ سو تھے۔ اور اسی کی مثل انسؓ سے وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس میں یہ ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔

لورر ولید بن حبانہ بن الصامت کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم کی ایسی حدیث میں جنگ بواط میں ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے جابرؓ پکار دے کہ پانی لے لو۔ اور ایسی حدیث کا ذکر کیا۔ اور بے شک یہ

حل تھا۔ کہ انصاری کے نزدیک ہی صرف ایک قطرہ یعنی تھوڑا سا پانی تھا۔ جو کہ محک کے دہانہ میں تھا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھا۔ اور کچھ کلام کیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا تھا۔ اور فرمایا کہ قحط کے کڑوں کو لا۔ میں لایا اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور اس نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو کڑے میں پھیلایا۔ اور انگلیوں کو چوڑا کیا۔ اور جاڑے نے وہ پانی اس پر ڈال دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بسم اللہ۔ جاڑے کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی جوش مار کر نکلا تھا۔ پھر کڑہ کا پانی جوش میں آیا۔ اور چکر لگانے لگا۔ یہاں تک کہ بھر گیا۔ آپ نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا۔ سب نے پانی لیا۔ حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کوئی آدمی ایسا نہیں رہا کہ جس کو ضرورت ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کڑے سے اٹھالیا بخایکہ وہ بھرا ہوا تھا۔

شخصی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سخر میں ایک پانی کا برتن لایا گیا۔ اور آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس اس کے سوا اور پانی نہیں ہے۔ پھر اس کو آپ نے چڑے کے برتن میں ڈال دیا۔ اور اپنی انگلی کو اس کے درمیان رکھا اور اس کو پانی میں ڈبو دیا۔ لوگ آتے تھے اور وضو کرتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

تذی کہتے ہیں کہ اس باب میں عمران بن حصین سے روایت ہے۔ اور ایسے بڑے جلسوں اور کثرت سے اجتماع میں راوی پر جھوٹ کی تحت نہیں لگ سکتی۔ صحابہ کرام ایسے شخص کو (جو غلط خبر دے) بہت جلد جھوٹا کہہ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ جھوٹی بات پر چپ رہنے والے نہ تھے۔ اور ان صحابہ مذکورہ نے بلاشبہ ان احادیث کو روایت کیا ہے۔ اور ان کو مشہور کیا۔ اور جم غفیر کے موجود ہونے کی طرف نسبت کی۔ لیکن کسی نے ان پر اس امر کا کہ ان کی طرف سے ان کے فعل اور مشاہدہ کو بیان کیا تھا۔ انکار نہیں کیا تھا۔ اب یہ ایسا ہول

کہ جیسے سب نے اس کی تصدیق کی ہے

marfat.com

Marfat.com

آپؐ کے معجزات میں سے اس معجزہ کے مشابہ وہ معجزہ ہے کہ پانی کا زمین سے آپؐ کی برکت سے پھوٹ نکلنا ہے۔ جو آپؐ کے چھوٹے اور دعا سے ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے موطا میں معاذ بن جبلؓ سے غزوہ تبوک کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ صحابہ چشمہ پر اترے بحالیکہ وہ تھوڑا تھوڑا جاری تھا جیسے جوتی کا تسمہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کو ایک برتن میں چلو بھر بھر کر جمع کر لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا منہ اور ہاتھ دھویا۔ اور اس چشمہ میں ڈال دیا۔ تب اس میں سے بہت سا پانی جاری ہو گیا۔ اور لوگوں نے پانی پی لیا۔

حدیث ابن اسحق میں معاذ فرماتے ہیں۔ کہ پھر پانی اس قدر نکلا۔ کہ اس کی آواز بلوئوں کے گرجنے کی سی تھی۔ پھر فرمایا کہ اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی۔ تو یہاں پر دیکھو گے کہ تمام پلھت بھرے ہوں گے۔

حدیث براء اور سلمہ بن اکوع میں جس کی حدیث حدیبیہ کے قصہ میں پوری ہے کہ وہ لوگ چودہ سو تھے۔ اور اس کا کنواں پچاس بکریوں کو سیراب نہ کرتا تھا۔ پھر ہم نے اس کو کھینچا۔ اور ایک قطرہ اس میں نہ چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے بیٹھ گئے براء کہتے ہیں کہ اس میں سے ایک ڈول لایا گیا۔ تمپ نے اس میں لعاب مبارک ڈال دیا۔ پھر دعا مانگی۔ اور سلمہ کہتے ہیں کہ یا دعا مانگی یا لعاب ڈالا۔ پھر وہ جوش کر آیا۔ انہوں نے خود پیا۔ اور جانوروں کو پلایا۔

ان دونوں روایتوں کے علاوہ اس قصہ میں ابن شہاب کے طریقہ سے یہ ہے کہ آپؐ نے ترکش میں سے ایک حیر نکلا۔ اور اس کو ایسے کنوئیں کے درمیان رکھ دیا۔ جس میں پانی نہ تھا۔ پس لوگ سیراب ہو گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے وہاں پر اونٹ پانی پلا کر بٹھلا دیئے۔ تاکہ دوبارہ پانی نکلیں۔ (اس کو ضرب حطن کہتے ہیں)۔

ابو قتادہ سے مروی ہے۔ وہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سفر میں پیاس کی شکایت کی۔ آپؐ نے لونا منگوایا۔ اس کو اپنی بغل

میں رکھا۔ پھر اس کے منہ کو اپنے منہ میں ڈالا۔ واللہ اعلم اس میں کچھ پھونکایا نہیں۔  
پھر لوگوں نے پانی پیا۔ حتیٰ کہ تمام سیراب ہو گئے۔ اور وہ تمام برتن بھر لئے۔ جو ان  
کے ساتھ تھے۔ میرے خیال میں آیا تھا کہ وہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کہ مجھ سے لیا تھا۔  
اور وہ بہتر (۷۲) مرد تھے۔ اسی طرح عمران بن حصین نے روایت کی ہے۔

طبری نے ابو قلذہ کی حدیث اہل صحیح کے ذکر کے برخلاف بیان کی ہے کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اہل موتہ کی مدد کے لئے جب آپ کو امراد صحابہ  
کے شہید ہونے کی خبر پہنچی نکلے اور یہی حدیث بیان کی۔ جس میں کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے معجزات و نشانات ہیں۔ اور اس میں آپ نے ان کو بتلایا ہے کہ وہ  
کل پانی نہ پائیں گے۔ اور لوٹنے کی حدیث بیان کی۔ کہا کہ قوم کے لوگ قریباً تین سو  
تھے۔

اور کتاب مسلم میں ہے کہ آپ نے ابو قلذہ سے فرمایا۔ کہ اپنے لوٹنے کو میرے  
لئے محفوظ رکھو۔ کیونکہ اس کا ایک عجیب واقعہ ہو گا۔ اور اسی قسم کا ذکر کیا۔ اور اس  
میں سے عمران بن حصین کی حدیث ہے۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے  
اصحاب کو ایک سفر میں پیاس لگی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے دو مخصوص کو بھیجا  
اور ان کو بتلایا کہ ایک عورت کو فلاں فلاں مقام پر پائیں گے۔ اس کے پاس لونٹ  
ہو گا۔ اس پر دو مشکیں ہوں گی۔ الحمد للہ۔ پھر ان دونوں نے اس کو پایا۔ اور اس کو نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کے پانی میں سے اپنے برتن  
میں ڈالا۔ اور جو خدا نے چاہا اس میں پڑھا۔ پھر پانی کو مشکوں میں لوٹا دیا۔ اور اس کا  
منہ کھول دیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے۔ اور کوئی برتن  
ایسا نہ چھوڑا کہ جسے بھرا نہ ہو۔

عمران کہتے ہیں۔ کہ میرے خیال میں وہ مشکیں بھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ پھر  
آپ نے حکم کیا کہ عورت کو کھانا دو۔ اس کے لئے جمع کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس کے کپڑے  
کو بھر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب تم چلی جاؤ۔ ہم نے تمہارا پانی کچھ نہیں لیا۔ لیکن اللہ  
تعالیٰ نے ہم کو پالا دیا۔ یہی حدیث ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عورت مجروحہ دیکھ کر

مسلم ہو گئی تھی)

سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا پانی ہے۔ ایک شخص ایک برتن لایا۔ جس میں تھوڑا پانی تھا۔ آپؐ نے اس کو ایک پیالہ میں ڈال دیا۔ پھر ہم سب نے اس میں سے وضو کیا اور ہم اس میں سے کھلے طور پر برتے تھے ہم چودہ سو مرد تھے۔ جیش عمرو (مکلی کا لشکر) کی حدیث عمرؓ میں ان کی پیاس کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ مراد اپنے لونٹ کو قنچ کرتا تھا۔ پھر اس کی او جری کو نچوڑتا تھا۔ اور اس کو پیتا تھا۔ تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا کی خواہش سے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے۔ اور ابھی ان کو لوٹایا نہ تھا کہ آسمان سے پانی برسا شروع ہو گیا۔ انہوں نے اپنے تمام برتن جو ان کے پاس تھے۔ بھر لئے۔ لیکن وہ بارش لشکر سے آگے نہ بڑھی۔

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام ذی الحجاز میں بھائی کے آپؐ اس کے رویف تھے۔ کہا مجھ کو پیاس لگی ہے۔ اور میرے پاس پانی نہیں ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتر پڑے۔ اور اپنے پاؤں کو زمین پر مارا۔ تو پانی نکل آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانی پیو۔

حدیثیں اس باب میں بہت ہیں۔ اور اسی میں سے ہے۔ استقاء میں آپؐ کا دعا مانگنا اور جو اس کے ہم جنس ہے۔

فصل ۱۳

(آپؐ کے معجزات میں سے یہ کہ آپؐ کی دعا کی برکت سے کھانے کا زیادہ ہو جانا) حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے عذری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلووی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن الحجاج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلمہ بن شعیب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن ائمن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی

marfat.com

Marfat.com

ہم سے معتل نے ابو الزہیر سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا (یعنی ائمج) طلب کیا۔ تو آپ نے اس کو جو کا نصف و سق (دس سائٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع قریباً ۴ سیر بنتہ کا) دیا۔ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان ہمیشہ اس سے کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کو تپ لیا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ٹپتے۔ تو تم اس کو کھاتے رہتے۔ اور وہ تمہارے پاس باقی رہتا۔

اور اس میں سے ایک مشہور حدیث ابو طلحہ کی ہے۔ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی یا ستر آدمیوں کو ان جو کے ٹکڑوں میں سے کھلا دیا تھا۔ جس کو انسؓ اپنی بغل کے نیچے دبا کر لائے تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ اور وہ ٹکڑے توڑے گئے۔ اور پڑھا ان میں جو خدا نے چاہا تھا خندق کے دن۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صماع جو اور بکری کے بچے میں ایک ہزار مرد کو کھانا کھلا دیا تھا۔ اور جاڑے کتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک سب نے کھا لیا۔ یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دیا۔ اور چل دیئے۔ بھائی کہ ہماری ہڈیا ویسے ہی جوش مارتی تھی۔ اور ہمارا آٹا پکایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئے اور ہڈیا میں لعاب مبارک ڈالا تھا۔ اور برکت کی دعا مانگی تھی۔ اس کو جابرؓ سے سعید بن سینا اور امین روایت کیا ہے۔

اور ثابت سے اس طرح وہ ایک مرد انصار اور اس کی عورت سے روایت کرتا ہے۔ جس کا نام نہیں لیا۔ کہا کہ آپ کی خدمت میں مٹی بھر آٹا لایا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برتن میں پھیلاتے تھے۔ اور جو خدا لے چاہا پڑھتے تھے۔ اس میں سے گھر والوں، حجرہ والوں، محن والوں نے کھلیا۔ اور یہ وہ مقام تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے جو آپ کے ساتھ آئے تھے بھر گیا تھا۔ اور ان کے پیٹ بھرنے کے بعد برتن میں اسی قدر بچ رہا۔

ابو ایوب کی یہ حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر



رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کھانا اس قدر تیار کیا کہ ان دونوں کو کافی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا۔ کہ اشرف انصار میں سے تمیں آدمیوں کو بلا لو۔ اس نے بلا لیا۔ پھر وہ کھا گئے یہاں تک کہ چھوڑ گئے۔ پھر فرمایا کہ ساتھ مردوں کو بلاؤ۔ پھر یہی اسی ہوا۔ پھر فرمایا کہ ستر آدمیوں کو بلاؤ سب نے کھا لیا۔ یہاں تک کہ چھوڑ دیا۔ اور ان میں سے جو نکلا وہ اسلام لایا۔ اور بیعت کی۔ ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ میرے کھانے میں سے ایک سو اسی مردوں نے کھایا۔

سہو بن جندب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کڑا لایا گیا۔ جس میں گوشت تھا۔ پھر لوگ پے در پے آتے رہے۔ صبح سے لے کر شام تک ایک قبیلہ کڑا ہوتا تھا۔ اور دوسرے بیٹھتے تھے۔ اور اسی میں سے عبدالرحمن بن ابی بکر کی حدیث ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو تیس آدمی تھے۔ حدیث میں ذکر کیا ہے کہ ایک صلع (چار سیر) آٹا گوندھا گیا تھا۔ اور ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔ پھر اسی کی کھجی بھونی گئی۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کہ ان ایک سو تیس مردوں میں سے ہر ایک نے اس کو چھری سے کٹ لیا۔ پھر اس گوشت سے دو کڑے بھر لئے۔ پھر ہم سب نے کھایا اور دونوں کڑوں میں بچ رہا۔ پھر میں نے اس کو لونٹ پر لٹا لیا۔ (یعنی اس قدر تھا کہ باقی کو لٹا لیا)۔

اور اس میں سے عبدالرحمن بن ابی عمرو انصاری کی حدیث ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اور اسی کے مثل سلمہ بن اکوع، ابو ہریرہ، عمر بن الخطاب کی حدیث ہے۔ اور ان سب نے اس بھوک کا ذکر کیا۔ کہ جو ایک جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کو پیش آئی تھی۔ تب آپ نے لوگوں کے کھانے کا بقیہ منگوایا۔ کوئی شخص ایک مٹی بھر کھانا لایا کوئی اس سے زائد لایا۔ اور ان میں سے بڑھ کر وہ شخص لایا۔ جو ایک صلع کھجوروں کا لایا۔ آپ نے اس کو چڑے کے دسترخوان پر جمع کیا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا اندازہ کیا۔ تو لونٹ کے پلان کی طرح تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مع ان کے برتنوں کے بلایا۔ تب لشکر میں کوئی ایسا برتن نہ بچا کہ جو بھرا نہ ہو۔ بلکہ اس سے اس قدر بچ رہا۔ جو پہلے جمع کیا تھا۔

اور زیادہ ہوا۔ اور اگر اس پر تمام زمین کے لوگ جمع ہوتے تو ان کو کٹنی ہوتی۔  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اہل صفہ کو بلاؤں۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ حتیٰ کہ میں نے ان کو جمع کیا۔ پھر ہمارے سامنے ایک گلن رکھا گیا۔ اور جتنا چاہا ہم نے کھلیا۔ اور پیٹ بھر گیا۔ بھائی کے جیسا کہ وہ رکھا گیا تھا ویسا ہی تھا۔ مگر اس میں انگلیوں کا اثر تھا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا۔ اور وہ چالیس مرد تھے۔ ان میں سے بعض وہ لوگ تھے کہ دو سال کا اونٹ کا بچہ کھا جاتے تھے۔ اور پانی کا ایک فرق (وہ برتن جس میں ۲ رطل یعنی آٹھ سیر پانی آئے) پی جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے ایک سیر کھانا تیار کرایا۔ وہ سب کے سب کھا گئے حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ اور جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا۔ پھر آپ نے ایک برتن (دودھ) کا منگوایا۔ انہوں نے اس میں سے پیا حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ اور باقی بچ رہا۔ گویا کہ پیا ہی نہ تھا۔

اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ بی بی زینب ام المومنین) سے نکاح کیا تو مجھ کو حکم دیا۔ کہ ان لوگوں کو جن کا آپ نے ہم لیا اور ہر اس شخص کو جسے تم بلا لاؤ۔ یہاں تک کہ آپ کا گھر اور حجرہ بھر گیا آپ نے ان کے سامنے ایک طشت پیش کیا۔ جس میں کہ ایک سیر بھجوری تھیں جن کا طعمہ بیٹا گیا تھا۔ پھر آپ نے اس کو اپنے آگے رکھا۔ اور اپنی تین انگلیوں کو اس پر رکھا۔ قوم کا یہ حال تھا۔ کہ کھاتے تھے اور نکلتے تھے۔ اور طشت ویسے ہی باقی رہا۔ جیسا کہ تھا۔ اور لوگ ۷۰ یا ۸۰ مرد تھے۔ اور دوسری روایت میں اس قصہ میں ہے یا اس جیسے قصہ میں کہ لوگ ۳۰۰ کے مقدار تھے۔ وہ سب کے سب کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھا لے۔ میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا۔

اور جعفر بن محمد (صالح) کی حدیث میں ہے۔ وہ اپنے باپ سے وہ حدیث علی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ بی بی فاطمہؓ نے ایک ہنڈیا اپنے صبح کے کھانے کے لئے

پکائی اور حضرت علیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ پھر آپؐ نے ان کو حکم دیا۔ تو اس میں سے بی بی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیبیوں کے لئے ایک ایک پیالہ بھر کر بھیجا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے لئے پھر اپنے لئے لیا۔ پھر ہنڈیا کو اٹھایا بھایک وہ بھری ہوئی تھی۔

بی بی فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس سے جس قدر اللہ تعالیٰ دے چاہا۔ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو حکم دیا۔ کہ چار سو سواروں کو جو قبیلہ عس میں سے تھے زاد راہ دو۔ پھر عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ کھجوریں تو صرف چند صلح ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ پھر وہ گئے۔ اور ان میں ان کو زاد راہ دیا۔ وہ کھجوریں اونٹنی کے بچے کے بیٹھنے کے برابر تھیں۔

دیکھیں اُمّی کی روایت میں وہ (خرچ کر کے بھی) اپنے حل پر رہیں۔ جریر کی روایت سے بھی۔ اور اسی طرح نعمان بن مقرن سے یہ خبر عینہ ہے۔ لیکن اس نے کہا ہے۔ کہ چار سو سوار مزینہ کے تھے۔ ان میں سے جابرؓ کی حدیث اپنے باپ کے قرض میں اس کی موت کے بعد ہے۔ اس نے اپنے باپ کے قرض خواہوں کو اصل مال دے دیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تھا۔ اور کھجوروں کے پھل دو سالہ میں اس قدر گنجائش نہ تھی۔ کہ ان کے قرض کو کفایت کرے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس کو پھل کاٹنے اور اس کے ڈھیر لگانے کا حکم دیا پھر تشریف لائے اور ان ڈھیروں میں چلے۔ اور دعا مانگی۔ پس جابرؓ نے اس میں سے اپنے باپ کے قرض خواہوں کو دے دیا۔ اور اس قدر بچ رہا۔ جتنا کہ ہر سال پھل کاٹا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جس قدر ان کو دیا اسی قدر بچا۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ قرض خواہ یہود لوگ تھے۔ پھر یہ لوگ اس سے تعجب میں رہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو بھوک نے تنگ کیا۔ تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا کچھ کھانے کی چیز ہے۔ میں نے کہا کچھ کھجوریں توشہ دان میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ۔ پھر آپؐ نے اس میں

ہاتھ ڈالا۔ اور ایک مٹھی نکالی۔ اور اس کو پھیلا دیا۔ برکت کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ دس مردوں کو بلاؤ۔ وہ کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ پھر اسی طرح دس آئے۔ حتیٰ کہ تمام لشکر کو کھلایا۔ اور وہ کھا گئے۔ حتیٰ کہ ان کا پیٹ بھر گیا۔ پھر اس طرح دس آئے۔ حتیٰ کہ تمام لشکر کو کھلایا۔ اور وہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ فرمایا کہ جو تو لایا تھا۔ اس کو لے۔ اور اپنے ہاتھ کو ڈال کر نکال لیا کرو۔ اور اس کو الٹا نہیں۔ پھر میں نے اس زیادہ پر قبضہ کیا۔ جتنا کہ لایا تھا۔ میں نے اس میں سے کھلایا اور کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے دنوں میں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ پھر وہ مجھ سے لوٹ لیا گیا۔ (فتنہ عثمان میں) اور جاتا رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک میں نے ان کھجوروں میں اتنے دس (۶۰ صلہ) خدا کی راہ میں اٹھا ڈالے۔ اور اسی قسم کی حدیث جنگ تبوک میں بیان کی گئی ہے) اور کھجوریں کچھ اوپر دس تھیں۔

اور اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ جب ان کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا۔ اور آپ نے ایک پیالہ میں دودھ پلایا تھا۔ جو آپ کو تحفہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلا لو۔ تو میں نے دل میں کہا تھا کہ ان میں یہ دودھ کیا ہو گا۔ میں اس کے لائق زیادہ تھا۔ کہ اس کو پیوں۔ جس سے مجھے طاقت آئے۔ پھر میں نے ان سب کو بلایا۔ اور یہ بھی ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان سب کو پلاؤ۔ میں ہر شخص کو دیتا اور وہ پی لیتا۔ حتیٰ کہ سیر ہو جاتا۔ پھر دوسرا شخص لیتا۔ حتیٰ کہ تمام لوگ سیر ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ پکڑ کر فرمایا۔ کہ اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ بیٹھ اور پی۔ میں نے پی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اور پی۔ آپ انہیں فرماتے رہے اور میں چیتا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بھیجا ہے۔ اب تو ذرا جگہ باقی نہیں رہی۔ تب آپؐ نے پیالہ پی لیا۔ اور خدا کی تعریف کی۔ بسم اللہ پڑھی اور باقی ماندہ دودھ پیا۔

خالد بن عبد العزیٰ کی حدیث میں ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک

بکری ذبح کرنے کو دی۔ خالد کا کنبہ بہت تھا۔ وہ ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ تو اس کے عیال پر تقسیم نہ ہوتی تھی۔ یعنی ان کو کافی نہ ہوتی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری میں سے کھلایا۔ اور جو بچا تھا اس کو خالد کے ڈول میں ڈال دیا۔ اور اس کے لئے برکت کی دعا دی۔ اس نے اپنے عیال کو تقسیم کر دیا۔ ان سب نے کھالیا۔ اور پھر زیادہ بچ رہا۔ اس حدیث کو دولانی نے بیان کیا۔

اور آجری کی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قاتلہ کا نکاح حضرت علیؑ کے ساتھ کیا۔ تو بلالؓ کو ایک برتن کا حکم دیا۔ جو کہ چار سیر یا پانچ سیر (گیسوں وغیرہ سے بھرا ہوا) تھا۔ اور ایک لونٹ کے ذبح کا حکم اس کے ولیمہ کے لئے دیا۔ بلالؓ کہتے ہیں کہ میں وہ لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو ہاتھ سے چھوا۔ پھر لوگوں کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ کہ ایک ایک جماعت ہو کر آئیں۔ وہ کھاتے تھے اور پیٹ بھر کر جاتے تھے۔ اس میں سے اور بچ رہا۔ اس میں برکت کی دعا دی۔ اور اس کو بیویوں کی طرف بھیجنے کا حکم دیا۔ کہ تم کھاؤ۔ اور جو تمہارے پاس عورتیں آئیں ان کو کھاؤ۔

ابن رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا (صفیہؓ سے) تب میری ماں ام سلیم نے طیبہ بتلایا۔ اور اس کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو رکھ دے۔ اور میرے لئے فلاں فلاں کو اور جو دو سرا کوئی ملے بلا لاؤ۔ میں نے ان سب کو بلایا۔ اور جس سے ملا اس کو بھی بلایا۔ اور ذکر کیا کہ وہ سب قریباً تین سو آدمی تھے یہاں تک کہ صفہ اور حجرہ بھر گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ حلقہ حلقہ دس دس مرد بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک کھانے پر رکھا۔ اور اس میں دعا مانگی۔ اور کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر سب نے کھلایا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ کہ اٹھا لے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا۔ کہ جب میں نے رکھا تھا۔ اس وقت پہلے سے زیادہ تھا۔ یا جب اٹھایا تھا۔

اور ان تین فصلوں کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ اور اس فصل کی حدیث کے معنی پر دس سے زیادہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے اور ان سے دگنے تک گئے تابعین نے روایت کی ہے۔ پھر بیسار تبع تابعین نے اکثر یہ احادیث مشہور قصوں اور مجالس میں جس میں بہت سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ذکر کی جاتی ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں۔ کہ یہ ایسی حدیثیں جھوٹی بیان کی جائیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ جو حاضرین ہوں وہ منکر احادیث سے خاموش رہیں (پس معلوم ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں)۔

## فصل ۱۵

(درخت کے کلام کرنے میں اور نبوت کے ساتھ اس کی گواہی دینے اور آپ کی بات قبول کرنے میں)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد غلبون شیخ صالح نے اس کتاب میں کہ اس نے مجھ سے اس کی اجازت دی۔ ابی عمرو غلبون نے وہ ابوبکر بن مہندس سے وہ ابو القاسم بغوی سے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمران انخسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو حیان تنہی نے اور وہ سچا تھا۔ بجلد سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آپ کے قریب آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم کہیں کا ارادہ رکھتے ہو۔ کہا کہ میں اپنے گھر جاتا ہوں۔ فرمایا کہ کیا نیکی کی طرف آنا چاہتا ہے۔ کہا وہ کیا۔ فرمایا کہ تو اس بات کی گواہی دے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بیشک محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارے اس کہنے کی کون تصدیق کرتا ہے۔ فرمایا کہ یہ درخت بھول کا وہ جنگل کے کنارہ پر تھا۔ تب وہ زمین چیرتا ہوا آیا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین دفعہ کلمہ شہادت پڑھوایا۔ تو اس نے ویسے ہی گواہی دی۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پھر وہ اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا۔

بریدہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ

طلب کیا۔ تو آپؐ نے اس سے فرمایا۔ کہ تم اس درخت سے کہو۔ کہ تجھ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلائے ہیں۔ کہا کہ درخت دائیں اور بائیں اور سامنے اور پیچھے سے جھٹک اور اس کی شاخیں ٹوٹ گئیں (جو کہ زمین میں گڑی ہوئی تھیں) پھر وہ زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ اپنی شاخوں کو کھینچتا آتا تھا۔ اور جلد آ رہا تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے کہا۔ آپؐ اس کو حکم دیں کہ کہ اپنے مکان کی طرف چلا جائے۔ پھر وہ لوٹ گیا۔ اس کی جڑیں زمین میں داخل ہو گئیں۔ اور وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ تب اعرابی نے کہا۔ کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں آپؐ کو سجدہ کہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم دتا کہ کسی کو سجدہ کرے۔ تو میں البتہ عورت کو حکم دتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ کہا کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ آپؐ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دوں۔ اس کی آپؐ نے اجازت دے دی۔

اور جاہڑ کی لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے واسطے (باہر) تشریف لے گئے۔ اور کوئی ستر کی جگہ نہ دیکھی۔ مگر دو درختوں کو جنگل کے کنارہ میں دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ کہ خدا کے حکم سے میری اطلاع کر۔ وہ آپؐ کا اس طرح فرمایا ہوا ہوا۔ جس طرح کہ کوئی لونٹ نکیل پڑا ہوا ہو۔ اور وہ اپنے کھینچنے والے کی فرمایا ہوا کرتا ہے۔ اور ذکر کیا۔ کہ آپؐ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ حتیٰ کہ وہ دونوں جب نصف مسافت میں پہنچ گئے۔ تو فرمایا کہ تم دونوں خدا کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ (یعنی مجھ پر پردہ کر لو) وہ مل گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے جاہڑ اس درخت سے کہو۔ کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم اپنے ساتھی سے مل جاؤ۔ حتیٰ کہ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں۔ وہ لوہا اور اپنے ساتھی کے ساتھ جا ملا۔ پھر آپؐ دونوں کے پردہ میں (قضاء حاجت کے لئے) بیٹھ گئے۔ پس میں جلدی وہاں سے نکلا۔ اور اپنے دل میں سوچتا بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔

اور دونوں درخت الگ ہو گئے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے تخت پر کھڑا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے سر سے دائیں بائیں کا اشارہ کیا۔

امامہ بن زید نے اسی طرح روایت کی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں حکم دیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے لئے کوئی جگہ ہے۔ میں نے کہا کہ جنگل میں لوگوں کے لئے کوئی مقام نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں کھجوریں یا پتھر ہیں۔ میں نے کہا کہ میں کھجوریں قریب دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ کہ جا اور ان سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں۔ کہ آپ کی حاجت کے لئے چلی آؤ۔ اور پتھر سے بھی اس طرح کہہ دے۔ میں نے ان سے کہہ دیا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے آپ کو سچا رسول بھیجا ہے۔ میں نے کھجوروں کو دیکھا کہ وہ قریب مل گئی ہیں حتیٰ کہ وہ جمع ہو گئیں۔ اور پتھر بھی ایک دوسرے سے مل گئے۔ حتیٰ کہ ان کے پیچھے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر چوتھ ہو گئے۔ پھر جب آپ نے قضاء حاجت کر لی۔ تو مجھ کو فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ الگ الگ ہو جائیں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جہنم میں نے ان کو دیکھا کہ وہ الگ الگ ہو گئی ہیں۔ اور اپنے مقامات پر چلی گئی ہیں۔

سہل بن سبابہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ اور اس قسم کی حدیثوں کا بیان کیا۔ اور ذکر کیا کہ آپ نے چھوٹی چھوٹی کھجوروں کو حکم دیا۔ پھر وہ مل گئیں۔ اور ایک روایت میں دو بڑی کھجوریں آیا ہے۔

غیلان بن سلمہ ثقفی سے اس قسم کے مثل دو درختوں کے بارہ میں روایت ہے۔ اور ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی جنگ حنین میں روایت کرتے ہیں۔

سہل بن مروان سہلبہ سے روایت ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے ذکر کیا کہ جہاں درخت خاردار یا کیکر کا درخت آیا۔ اور اس نے آپ کے گرد چکر لگایا۔ پھر اپنے مقام کی طرف چلا گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس نے اپنے



پروردگار سے اجازت مانگی تھی۔ کہ مجھ کو سلام کہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت نے خبر دی کہ اس رات جن آپ کے قرآن شریف سننے کے لئے آتے ہیں۔

اور مجاہد سے اور وہ ابن مسعود سے اس حدیث میں روایت کرتے ہیں۔ کہ جنوں نے کہا تھا کہ آپ کی کون گواہی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت گواہی دے گا۔ اور فرمایا کہ اے درخت چلا آ۔ تب وہ اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا۔ اس کی بڑی آواز تھی۔ اور پہلی حدیث کی طرح ذکر کیا یا اس جیسی۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں۔ کہ یہ ابن عمر بریدہ جابر ابن مسعود - علی بن مرہ۔ اسلمہ بن زید انس بن مالک علی ابن ابی طالب ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں۔ کہ اس قصہ خاص پر یا اس کے معنی پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور ان سے اس حدیث کو ان تابعین نے کہ جن کی تعداد ان سے دو گنی تھی۔ روایت کیا ہے۔ پس یہ حدیث اپنی شہرت کی وجہ سے جیسی کہ تھی۔ قوی ہو گئی۔

ابن فوزک نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ طائف میں ایک رات راہ چلے۔ بحالیکہ آپ خواب آلود تھے۔ آپ کے سامنے ایک بیری کا درخت آگیا۔ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور جدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں ٹکڑوں میں سے گزر گئے۔ وہ درخت دو تنوں پر اس وقت موجود ہے۔ اور وہاں پر مشہور اور باعظمت ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غمناک دیکھ کر کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو نشان معجزہ دکھاؤں۔ آپ نے فرمایا 'ہاں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو جگل کے کنارہ پر دیکھا۔ تو جبریل نے کہا کہ آپ اس کو بلائیں پھر وہ چلا آیا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ کہا کہ اس کو حکم دو کہ چلا جائے۔ پھر وہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی روایت ہے۔ اس میں جبریل کا ذکر

نہیں کیا۔ کہا خداوند مجھے نشان دکھا۔ اس کے بعد کسی جھٹلانے والے کی کوئی پرواہ نہیں۔ پھر آپ نے ایک درخت کو بلایا۔ اور اس کی طرح ذکر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غم اپنی قوم کے جھٹلانے کی وجہ سے تھا۔ اور آپ کا معجزہ طلب کرنا اس کے لئے تھا۔ نہ اپنے لئے۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنہ کو اس قسم کا معجزہ دکھایا تھا۔ ایک درخت کو بلایا تھا۔ وہ آگیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر فرمایا کہ لوٹ جا۔ وہ لوٹ گیا تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اپنی قوم کی شکایت کی۔ اور یہ کہ آپ کو خوف دلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معجزہ طلب کیا کہ اس کے سبب سے جان لے۔ کہ خوف کی بات نہیں۔ پس آپ کی طرف وحی آئی۔ کہ فلاں جنگل میں جاؤ۔ جس میں کہ درخت ہیں۔ پھر اس کی ایک شاخ پکڑ کر اس کو بلاؤ۔ تمہارے پاس آجائے گا۔ آپ نے ایسا کیا۔ وہ زمین چیرتا ہوا آیا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو جب تک خدا نے چاہا روک رکھا۔ پھر اس کو فرمایا کہ لوٹ جا۔ جیسا کہ تو آیا تھا۔ وہ لوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے رب میں نے جان لیا کہ مجھے خوف نہیں۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں کہ مجھے ایسا معجزہ دکھا دے کہ اس کے بعد کسی جھٹلانے والے کی پرواہ نہ کروں گا۔ اور اسی طرح ذکر کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کہا۔ کہ بتلا۔ اگر میں اس کعبور کی شاخ کو بلاؤں۔ پھر تو گواہی دے گا کہ میں رسول اللہ ہوں۔ اس نے کہا ہاں پھر وہ درخت آپ کی طرف دوڑا ہوا آیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ لوٹ جا۔ وہ اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا۔ اور نکلا اس کو تنہی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(کھجور کے ستون کے رونے کے بارہ میں)

ان اخبار کو کھجور کے تنے کے رونے کی حدیث قوی کرتی ہے۔ وہ بذاتہ مشہور و معروف ہے۔ اس کی خبر متواتر ہے۔ اس کو اہل صحاح نے تخریج کیا ہے۔ اور صحابہ میں سے دس سے اوپر نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ابی بن کعب جابر بن عبد اللہ انس بن مالک عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس۔ سل بن سعد۔ ابو سعید خدری۔ ام سلمہ۔ مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب کے سب اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

تذنی کہتے ہیں کہ انس کی حدیث صحیح ہے۔

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مسجد کھجور کے ستونوں پر چھتی ہوئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ پڑھا کرتے۔ تو ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ تو ہم نے اس ستون سے ایسی آواز سنی جیسے کہ اونٹنی بچہ جننے کے وقت روتی ہے۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حتیٰ کہ اس کے رونے سے مسجد میں شور مچ گیا سہل کی روایت میں ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگ کثرت سے روئے۔ مطلب اور ابی کی روایت میں ہے کہ اتنا رویا کہ پھٹ گیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ اور ایک اور نے یہ بات زائد کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس لئے رویا کہ اس نے ذکر کو نہ پایا۔ اور دوسرے نے یہ روایت کی کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں اس کو نہ ملے۔ تو اسی طرح قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں روتا رہتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تو وہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا ہے۔ ایسا ہی مطلب اور سل بن سعد اسحاق کی حدیث میں جو انس سے منقول ہے

موجود ہے۔ اور بعض روایت میں سہل سے ہے کہ پھر وہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا یا چھت پر رکھا گیا ابی کی حدیث میں ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تو اس کے پاس نماز پڑھا کرتے۔ اور جب مسجد گرائی گئی۔ تو ابی نے اس کو لیا۔ اس کے پاس تھایاں تک کہ اس کو زمین نے کھا لیا۔ اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

اور اس فریبی نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف بلایا۔ پھر وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو گلے سے لگایا۔ پھر اس کو حکم دیا۔ تو وہ اپنے مقام کی طرف لوٹ گیا۔

حدیث بریدہ میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اسی باغ میں جہاں تو اکا تھا۔ لگا دوں۔ جس میں تیری شاخیں اگیں گی۔ تیری تربیت پوری ہوگی۔ تیرے لئے نئے پتے اور پھل لگیں گے۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھ کو جنت میں گاڑ دوں گا۔ اور اس میں اولیاء اللہ تیرا پھل کھلایا کریں گے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلن لگائے اور سننے لگے۔ کہ کیا جواب دیتا ہے۔ اس نے کہا بلکہ آپ مجھے جنت میں گاڑیں۔ اور مجھ سے اولیاء اللہ کھلایا کریں گے۔ اور میں ایسے مکان میں ہوں گا کہ جہاں پرانا نہیں ہوں گا۔ اور اس کو پاس والوں نے بھی سن لیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بیشک یہ کر دیا۔ پھر فرمایا کہ اس نے دار البقا کو دار فنا پر پسند کیا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان فرماتے تو رو پڑتے۔ اور فرماتے کہ اے بندگنِ خدا لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے میں آپ کے مرتبہ کی وجہ سے شوق کرے۔ اب تمہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کی ملاقات کا شوق کرو۔

اس کو جابر سے حفص بن عبید اللہ نے روایت کیا۔ اور کہا جاتا ہے عبید اللہ بن حفص اور ایمن اور ابو نصرۃ ابن المسیب سعید بن ابی کرب کرب ابو صلح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا اس حدیث کو انس بن مالک سے حسن حبیب السخی بن ابی طلحہ نے۔ اور روایت کیا اس کو ابن عمر سے بلغ۔ ابو حنیہ نے اور روایت کیا اس کو نخرت ابو الوداع نے ابو سعید بن عبد اللہ بن عمار نے ابن عباس سے اور ابو

حازم عباس بن سل بن سعد سے اور کثیر بن زید نے مطلب سے اور عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ سے اور طفیل بن ابی نے اپنے باپ سے۔  
 کہا قاضی ابو الفضل نے خدا اس کو توفیق دے کہ یہ حدیث جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔  
 اہل محبت نے روایت کی ہے۔ اور صحابہ سے ان لوگوں نے روایت کی ہے جن کا ہم  
 نے ذکر کیا ہے۔ اور ان کے سوا دگنے تگنے تابعین نے روایت کی ہے۔ جن کا ہم ذکر  
 نہیں کیا ہے۔ اور سوا اس عدد کے اور علم بھی اس کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جو اس باپ  
 کا اہتمام کرے اور اللہ تعالیٰ ثواب پر ثابت رکھے والا ہے۔

## فصل ۱۷

(جملوات وغیرہ کا تسبیح پڑھنا)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ حمی نے۔ کہا حدیث بیان  
 کی ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن مرابط نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مطلب نے۔  
 کہا حدیث بیان کی ہم سے فریری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم نے۔ کہا  
 حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن قلابی نے کہا حدیث بیان کی ابو احمد زہیری نے۔ کہا  
 حدیث بیان کی ہم سے اسرائیل نے منصور سے وہ ابراہیم سے وہ علقمہ سے وہ ابن  
 مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ کہا ہم کھانے کی تسبیح بنا کرتے تھے۔ بھائی کہ وہ کھایا جاتا  
 تھا۔

اور دوسری روایت میں ابن مسعود سے ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور اس کی تسبیح بنا کرتے تھے۔  
 انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر کی ایک مٹھی ہاتھ  
 میں لی۔ ان کنکروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ حتیٰ کہ  
 ہم نے سن لی۔ پھر ان کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ تو وہاں بھی  
 انہوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر ہمارے ہاتھ میں دی تو تسبیح نہ پڑھی۔  
 اور اس طرح ابو ذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ اور ذکر کیا۔ کہ انہوں

نے حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور آپؐ اس کی ایک طرف کو نکلے۔ پھر جو کوئی درخت آپ کے سامنے ہوا۔ وہ اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہتا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جو مجھ کو سلام کہا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حجرا سود ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیلؑ میرے پاس پیغام رسالت لے کر آئے۔ تو میں جس پتھریا درخت پر گزرتا تھا۔ وہ یہی کہتا تھا۔ اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھریا درخت پر سے گزرتے۔ وہ آپؐ کو سجدہ کرتا تھا۔

عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نور اس کے بیٹوں پر اپنی چادر ڈالی۔ اور ان کے لئے دونخ سے بچنے کی دعا مانگی۔ جیسا کہ ان کو آپؐ نے اپنی چادر سے ڈھانکا تھا۔ تو دروازہ کی چوکت اور گمر کی دیواروں نے آمین آمین کہا تھا۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے۔ تو جبرئیل علیہ السلام ایک طبق لائے۔ جس میں انار و انگور تھے۔ پھر اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلایا۔ اور اس نے تسبیح پڑھی۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو اس نے حرکت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اے احد ٹھیر جا۔ کیونکہ تجھ پر نبیؐ صدیق اور دو شہید ہیں۔

اور اسی کی طرح ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ اور زیادہ کیا اس کے ساتھ کہ آپ کے ساتھ علیؑ۔ طلحہؑ۔ زبیرؑ تھے۔ اور فرمایا کہ تجھ پر نبیؐ ہے یا صدیق یا شہید۔

اور حدیث حراء میں حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بھائی کہ آپ کے ساتھ دس صحابی تھے۔ ان میں سے میں بھی تھا۔ اور عبدالرحمن و سعد کو زیادہ کیا۔ کہا کہ میں دو کو بھول گیا ہوں۔

سعید بن زید کی حدیث میں بھی اس کے مثل ہے۔ اور دس کا ذکر کیا۔ اور اپنے آپ کو زیادہ کیا اور بیشک روایت کیا گیا ہے۔ بھائی کہ قریش نے آپ کو تلاش کیا تھا۔ تو آپ کو ثور پہاڑ نے کہا یا رسول اللہ آپ اتر جائیں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کو میری پشت پر قتل کر ڈالیں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ کو عذاب دے۔ پس حرا پہاڑ نے آپ سے کہا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ میری طرف تشریف لے آئیں (کہا کہ میں اپنے میں لپیٹ کر آپ کو چھپا لوں)

ابن عمر نے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت پڑھی۔ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔ یعنی کفار نے خدا کی قدر جیسی کہ چاہئے نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ جبار اپنی بزرگی بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں جبار ہوں۔ میں جبار ہوں۔ میں بڑا بلند ہوں۔ تب منبر نے حرکت کی۔ حتیٰ کہ ہم نے کہا۔ کہ آپ اس پر سے ضرور گر پڑیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے کہ جن کے پاؤں پتھر میں رانگ سے جما دیئے گئے تھے۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں فتح مکہ کے سال میں داخل ہوئے تو آپ لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور چھوٹے نہ تھے۔ فرماتے تھے کہ بَاءُ الْحَقِّ وَ زَمَقَ الْبَاطِلِ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زُجُومًا حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹا ہی تھا پھر جس بت کے منہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ وہ چٹھہ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور جس کی چٹھہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ وہ منہ کے بل گرتا تھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک بت نہ رہا۔

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اور کہا کہ آپ ان کو نیزہ مارتے تھے (بعض کو مارا اور بعض کو اشارہ کیا۔ اس میں تطبیق دونوں روایتوں میں

(ہے) اور فرماتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ يَعْنِي حَقُّ آگیا اور باطل نہ ظاہر ہو گا نہ لوٹے گا۔

اور اس میں سے آپ کا وہ واقعہ ہے جو راہب کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ شروع امر میں تھا۔ جب کہ آپ سوداگرانِ حثیت سے اپنے چچا کے ساتھ نکلے تھے۔ اور راہب کسی کی طرف نکلا نہ کرتا تھا۔ وہ نکلا اور ان کے درمیان آگیا۔ حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ سید العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالمین کے لئے رحمت بھیجا ہے۔ تب اس کو قریش کے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو اس کا علم کیسے ہوا۔ اس نے کہا کوئی درخت و پھر ایسا نہ تھا کہ آپ کو سجدہ کرتا ہوا نہ گرا ہو۔ اور یہ سوائے نبی کے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ پھر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپ کے اوپر بادل تھا جو آپ کو سلیہ کرتا تھا۔ پھر جب آپ قریب ہوئے۔ تو ان کو پلایا کہ وہ درخت کے سلیہ کی طرف بڑھے ہیں۔ اور جب آپ بیٹھ گئے تو وہ سلیہ آپ کی طرف جھک گیا۔

## فصل ۱۸

(ان معجزات میں کہ جو مختلف حیوانات میں ظاہر ہوئے ہیں)

حدیث بیان کی ہم سے سراج بن عبد الملک ابو الحسن مٹھ لے۔ کہا حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو یونس نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل متقی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن فضیل نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یونس بن عمر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عجلہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہمارے پاس ایک بکری پالتی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوتے۔ تو اپنے تھان پر برقرار ثابت رہتی۔ وہ نہ آتی نہ جاتی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل جاتے تو آتی اور جاتی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی



مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ ناگہ ایک اعرابی آیا۔ کہ جس نے گوہ شکار کی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپؐ نبی اللہ ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھ کو لات و عزتی کی قسم ہے۔ میں اس پر ایمان نہ لاؤں گا۔ مگر یہ کہ یہ گوہ آپؐ پر ایمان لائے۔ اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوہ کو کہا کہ اے گویا اس نے صاف لفظوں میں آپؐ کو جواب دیا۔ جس کو تمام لوگوں نے سن لیا۔ کہ میں حاضر ہوں۔ اے زینت ان لوگوں کی جو قیامت کی طرف آنے والے ہیں۔ فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ کہا اس خدا کی کہ آسمان میں اس کا عرش ہے۔ زمین میں اس کی حکومت ہے۔ سمندر میں اس کا راستہ ہے۔ جنت میں اس کی رحمت ہے۔ دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ فرمایا کہ میں کون ہوں کہا کہ آپؐ رب العالمین کے رسول ہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ بیشک وہ شخص کامیاب ہوا۔ جس نے آپؐ کی تصدیق کی۔ اور وہ ناکام رہا۔ کہ جس نے آپؐ کی تکذیب کی۔ تب اعرابی مسلمان ہو گیا۔ اور اس میں سے بھیڑے کے کلام کا قصہ ہے جو کہ مشہور ہے۔

ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا ایک بکری کے سامنے ہوا۔ تو اس چرواہے نے بکری چھین لی۔ پھر بھیڑیا الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ مجھ میں اور میرے رزق میں حائل ہوا ہے۔ چرواہا کہنے لگا کہ مجھے تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی بولی بولتا ہے بھیڑے نے کہا۔ کہ کیا میں تم کو اس سے بھی عجیب خبر نہ دوں۔ اللہ کا رسول ہے جو ان دونوں ٹیلوں کے درمیان ہے کہ لوگوں کو گزشتہ باتوں کی خبر دیتا ہے۔ تب وہ چرواہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں آیا اور آپؐ کو خبر دی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہو۔ اور لوگوں کو اس کی خبر دے۔ پھر فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اور حدیث میں قصہ ہے۔ اور بعض حدیث لمبی ہے۔

بھیڑے کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کے بعض طریقوں میں ہے کہ بھیڑے نے کہا کہ تیرا حال مجھ سے زیادہ عجیب ہے۔ تو اپنی بکریاں چراتا ہے۔ اور چھوڑ دیا تو نے ایسے نبی کو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اس

سے بڑھ کر مرتبہ میں کبھی نہیں بھیجا۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے گئے ہیں اور جنت کے رہنے والے (فرشتے و حوریں وغیرہ) اس کے اصحاب کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور تجھ میں اور اس میں صرف یہ گھٹائی ہے (جب تو ان کی خدمت میں جائے) تو خدا کے لشکر میں ہو جائے گا۔ چرواہے نے کہا میرے ریوڑ کا کون محافظ ہو گا بھیڑیے نے کہا کہ میں ان کو چراؤں گا اور محافظت کروں گا یہاں تک کہ تو لوٹے تب اس مرد نے ریوڑ کو اس کے سپرد کیا۔ اور گیا۔ اور اپنے قصہ اور اپنے اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائی پر پالنے کا ذکر کیا۔ پھر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے ریوڑ کی طرف جا۔ اس کو پورا پائے گا۔ اس نے اس کو پورا ہی پایا۔ اور بھیڑیے کے لئے ان میں سے ایک بکری ذبح کی۔

ابہن بن اوس سے روایت ہے۔ اور وہی صاحب قصہ اور اس کا بیان کرنے والا اور بھیڑیے سے بات کرنے والا ہے۔

اور سلمہ بن عمرو بن اکوع سے روایت ہے وہ بھی اس قصہ کا صاحب ہے۔ اس کے اسلام کا سبب اور ابو سعید کی حدیث کی طرح ہے۔ اور بیشک ابن وہب نے اس کی طرح روایت کیا ہے کہ ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کا قصہ بھیڑیے کے ساتھ ہوا۔ ان دونوں نے اس کو پایا۔ کہ اس نے ایک ہرن پکڑا (یعنی پکڑنے کا ارادہ کیا) پھر وہ ہرن حرم میں داخل ہوا۔ تب بھیڑیا واپس چلا گیا۔ ان دونوں نے تعجب کیا تو بھیڑیے نے کہا۔ زیادہ عجیب اس سے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں ہیں۔ جو تم کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ اور تم ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تب ابو سفیان نے کہا۔ لات و عزی کی قسم ہے اگر تو یہ بات مکہ میں کہتا تو ضرور مکہ والوں کو خالی گھروں والا چھوڑتا (یعنی وہ خبر سن کر مدینہ میں حضور کی خدمت میں چلے جاتے) اور بیشک اس خبر کی طرح ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کا واقعہ بھی روایت کیا گیا ہے عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ جب اس نے اپنے بت خدا کے کلام سے اور اس کے اس شعر کے پڑھنے سے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تعجب کیا تو ناگاہ ایک پرندہ نیچے گرا اور کہنے لگا۔ اے عباس کیا تو خدا کے کلام سے

تعجب کرتا ہے اور اپنے نفس سے تعجب نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جلاتے ہیں۔ اور تو بیٹھا ہوا ہے۔ پس اس کے اسلام کا یہ سبب ہوا ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ ایک مروی سے روایت کرتا ہے۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ پر ایمان لے آیا۔ بحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے ایک قلعہ پر تھے۔ وہ ریوڑ میں تھیں جس کو اہل خیبر کے لئے چراتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں ریوڑ کو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان کے منہ میں کینکر بھر دے۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تیری امت ادا کر دے گا۔ اور ان کو ان کے مالکوں کی طرف پہنچا دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب ہر ایک بکری چلی گئی۔ حتیٰ کہ اپنے مالک کے گھر میں داخل ہو گئی۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر اور ایک اور شخص انصار میں سے رضی اللہ عنہم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ اور باغ میں بکریاں تھیں۔ ان سب نے آپ کو سجدہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ ہم ان سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ الحدیث۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے۔ پھر ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا۔ اور مثل اس کے ذکر کیا۔

اور اسی طرح اونٹ کے بارے میں ثعلبہ بن مالک جابر بن عبد اللہ یعلیٰ بن مرو عبد اللہ بن جعفر سے مروی ہے۔ ہر ایک کہتا ہے۔ کہ کوئی شخص باغ میں ایسا داخل نہ ہوتا تھا۔ کہ جس پر وہ حملہ نہ کرتا ہو۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو بلایا۔ اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دیئے۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کو نکیل ڈال دی۔ اور فرمایا کہ زمین آسمان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھ کو رسول اللہ نہ جانتی ہو۔ مگر جنوں اور انسانوں کے مافرمایہ لوگ۔

اور اسی طرح عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے اور دوسری حدیث میں اونٹ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اونٹ کا حل پوچھا۔ انہوں

نے خبر دی کہ ہم اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ یہ اونٹ کثرت کام اور تھوڑے چارے کی شکایت کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تم نے بعد اس کے کہ بچپن سے سخت کام میں لگا رکھا تھا اس کے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں اور بے شک۔

اونٹنی عضبا کے قصہ میں روایت کیا گیا ہے۔ کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔ اور آپ کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ اور یہ کہ گھاس نے چرنے میں اس کی طرف جلدی کی۔ اور وحشی جانور اس سے الگ ہوتے تھے۔ اور اس کو پکارتے تھے۔ کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہو۔ اور یہ کہ آپ کے انتقال کے بعد اس نے نہ کھایا نہ پیا۔ یہاں تک کہ مر گئی۔ ذکر کیا اس کو اسرافی نے (اس کا پورا قصہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نکلے تو ایک اونٹنی کو گھر میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس نے آپ کو سلام کہا اور آپ کی تعریف کی آپ نے اس کو جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میں قریش میں سے ایک شخص کے ملک میں تھی۔ جس کو اعصاب کہتے تھے۔ میں اس سے بھاگ کر جنگل میں چلی گئی۔ رات کے وقت درندے آئے۔ تو ایک دوسرے سے کہتے کہ اس کو مت چھیڑو۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے۔ اور دن کو ہر درخت کہتا میری طرف آ اور چر کیونکہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے اس لئے اس کا نام عضبا رکھا۔ (کذا فی الشرح)۔

ابن وہب نے روایت کی ہے کہ مکہ معظمہ کے کبوتروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن سلیہ کیا تھا۔ آپ نے ان کے لئے برکت کی دعا مانگی۔

انس زید بن ارقم مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غار کی رات ایک درخت کو حکم دیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگا۔ اور اس نے آپ کو چھایا۔ اور دو کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ

غار کے منہ پر بیٹھ گئے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ مکڑی نے غار کے دروازہ پر تانا تن دیا۔ اور جب کفار حلاشی ہو کر آئے۔ اور اس کو دیکھا تو کہنے لگے اگر اس میں کوئی ہوتا تو یہ کبوتر اس کے دروازے پر نہ ہوتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کلام کو سنتے تھے۔ پھر وہ لوٹ گئے۔

عبداللہ بن قرط سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ یا سات اونٹ لائے گئے۔ کہ آپ ان کو عید کے دن ذبح کریں۔ تو ان میں سے ہر ایک آپ کے نزدیک ہوتا تھا۔ کہ اسے آپ ذبح کریں۔

ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے۔ تو آپ کو ایک ہرنی نے پکارا یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا مطلب ہے۔ کہا کہ مجھ کو اس اعرابی نے شکار کیا ہے۔ اور اس پاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے آپ چھڑا دیں تاکہ میں جاؤں اور ان کو دودھ پلاؤں اور واپس آجاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو گی۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے اس کو چھوڑا دیا۔ وہ چلی گئی اور لوٹ آئی۔ آپ نے اس کو بازو دیا۔ پھر اعرابی جاگ اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ آپ کو کیا اس کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی جنگل میں نکلی۔ اور کہتی تھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور اسی باب میں سے وہ ہے کہ سفینہ موئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر نے گھیر لیا تھا۔ جبکہ آپ نے اس کو معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر وہ شیر ملا اور اس کو جتلیا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئی (غلام آزاد) ہوں۔ اور اس کے پاس آپ کا خط ہے پھر وہ کچھ بولی بولا اور راستہ سے الگ ہو گیا۔ اور اس کی واپسی میں ایسا ہی ذکر کیا۔

اور دوسری روایت میں اس سے ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی۔ پھر وہ جزیرہ کی طرف نکلا۔ تو کیا دیکھا کہ شیر آرہا ہے (وہ کہتا ہے کہ) میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا موٹی ہوں۔ تو وہ مجھے اپنے کندھوں سے اشارہ کرنے لگا یہاں تک کہ مجھ کو راستہ پر کھڑا کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس قبیلہ کی بکری کے کان اپنی دو انگلیوں میں پکڑے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ تو وہ اس کے لئے علامت ہو گئی۔ اور یہ اثر اس کے اندر اور اس کی نسل کے اندر اب تک باقی ہے۔

ابراہیم بن حملو سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ کہ ایک گدھے نے آپ سے جبکہ اس کو خیبر میں پایا تھا۔ کلام کیا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا تھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ پھر آپ نے اس کا نام -حنفور رکھا تھا اور آپ اس کو اپنے اصحاب کے گھروں کی طرف بھیجا کرتے تھے تو وہ ان کے دروازے اپنے سر سے کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ اور ان کو بلایا کرتا تھا۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو رنج و غم کے مارے زمین پر گر پڑا تھا اور مر گیا تھا۔

اس اونٹنی کی حدیث میں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی تھی۔ کہ اس نے اس کو چرایا نہیں۔ اور وہ اس کی ملک ہے۔ اس بکری کی حدیث جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے لشکر میں آئی تھی۔ اور لوگوں کو پیاس معلوم ہو رہی تھی۔ وہ پانی کے موقعہ پر نہیں اترے تھے۔ اور قریباً "تین سو تھے۔ پھر آپ نے اس کو دوا تھا۔ اور تمام لشکر کو سیراب کیا تھا۔ پھر رافع سے فرمایا کہ تو اس کا مالک بن۔ لیکن میں تجھ کو اس کا مالک بننا نہیں دیکھتا۔ اس نے اس کو باندھ لیا۔ پھر اس کو پایا کہ کھل گئی ہے۔ اس کو ابن جلق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔

ایک سفر میں آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنے گھوڑے سے فرمایا۔ خدا تجھے برکت دے۔ جب تک ہم نماز سے فارغ نہ ہو جائیں جائید مست۔ اور اس کو قبلہ بتایا۔ اس نے اپنا کوئی عضو نہ ہلایا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

نہاڑ پڑھ لی۔

اسی سے وہ روایت ملی ہوئی ہے۔ جس کو واقدی نے روایت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنے قاصدوں کو بادشاہوں کی طرف بھیجا۔ اور ایک دن میں چھ شخص نکلے۔ پس ان میں سے ہر ایک شخص وہی بولی بولتا تھا۔ کہ جس بادشاہ کی طرف اس کو آپ نے بھیجا تھا۔ اور حدیثیں اس باب میں بہت ہیں اور ہم نے ان میں سے جو مشہور ہیں اور کتب آئمہ میں ہیں وہی بیان کی ہیں۔

## فصل ۱۹

(مردوں کے زندہ ہونے اور ان سے کلام کرنے اور چھوٹے بچوں اور شیرخواروں کے کلام کرنے اور آپ کی نبوت کی گواہی دینے کے بارہ میں)۔  
حدیث بیان کی ہم سے ابوالولید ہشام بن احمد فقیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی اور قاضی ابوالولید محمد بن رشد اور قاضی ابو عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ تمیمی وغیرہم نے بطور سماع اور لذن کے ان سب نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی حافظ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید عبدالرحمن بن یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن الاعرابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے وہب بن بقیع نے خالد سے اور وہ خراسی تھا۔

محمد بن عمرو سے اور وہ ابو سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک یہودیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھنی ہوئی تھمت۔ بھیجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا۔ اور آپ کی قوم نے بھی کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔ پھر بشر بن براہ بن معرور فوت ہو گئے۔ آپ نے یہودیہ سے پوچھا۔ کہ تم کو اس کلام پر کس نے براہیختہ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ نبی ہوں گے۔ تو آپ کو میرے اس کلام سے نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اگر بادشاہ ہوں گے۔ تو لوگوں کو تم

سے راحت دلاؤں گی۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا۔ اور وہ قتل کر دی گئی۔  
 اور بے شک اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں  
 ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ایسا  
 نہ تھا۔ کہ تم کو اس پر قابو دیتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو قتل کر ڈالیں۔ فرمایا نہیں۔  
 اور ایسا ہی ابو ہریرہ سے وہب کے سوا دوسری روایت سے مروی ہے۔ کہا کہ  
 آپ اس کے درپے نہ ہوئے۔ اور اس کو جابر بن عبد اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور  
 اس میں ہے کہ مجھ کو اس دوست نے خبر دی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو  
 کوئی سزا نہیں دی۔

حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کی ران نے مجھ سے کلام کیا۔ کہ  
 وہ زہر آلودہ ہے۔ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں  
 زہر آلودہ ہوں۔ اور ایسا ہی ابن اسحاق کی حدیث کا ذکر ہے۔ اور اس میں کہا ہے۔ پس  
 اس سے درگزر کی۔ اور دوسری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ انہوں نے  
 کہا کہ میں ہمیشہ اس زہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حلق کے) کونے میں  
 پہنچاتا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس درد میں کہ جس میں فوت ہوئے تھے فرمایا تھا۔ کہ ہمیشہ خیر کا لقمہ مجھے اپنا اثر بار  
 بار دکھاتا رہتا ہے۔ پس اب وقت آگیا ہے کہ میری شاہ رگ کٹ جائے۔

ابن اسحاق نے حکایت کی ہے کہ مسلمان یہ بات جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم شہید ہو کر فوت ہوئے۔ بلوچودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عظیم کی۔  
 اور ابن سخون کہتے ہیں۔ اہل حدیث اس پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس یہودیہ کو قتل کیا تھا۔ جس نے آپ کو زہر دی تھی۔ اور ہم نے اس میں  
 اختلاف روایات کا ابو ہریرہ۔ انس جابر سے ذکر کیا ہے۔ اور ابن عباس کی روایت میں  
 ہے کہ اس کو بشر بن البراء بن معرور کی اولاد کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کو قتل  
 کر دیا تھا۔



اور ایسا ہی اس شخص کے قتل میں اختلاف ہے جس نے کہ آپ پر جلو کیا تھا۔  
 واقعی کہتے ہیں۔ کہ اس کا معاف کرنا ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ اور اس سے یہ  
 روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور حدیث کو ہزار نے ابو سعید سے  
 روایت کیا ہے۔ اور اس کے مثل ذکر کیا ہے۔ مگر اس کے آخر میں کہا ہے کہ آپ  
 نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اور فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ ہم نے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا نام  
 لیا۔ ہم میں سے کسی کو ضرر نہ دیا۔

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ بے شک نکلا بکری زہر آلودہ کی حدیث کو اہل صحیح  
 نے اور نکلا اس کو اماموں نے۔ اہل نظر کے اماموں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے۔  
 بعض تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کلام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اس کو مردہ بکری یا پتھریا درخت میں  
 پیدا کر دیتا ہے۔ اور آوازیں ہیں کہ ان کو ان میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور سناتا ہے اس کو  
 اس سے بغیر اس کی شکل کے بدلنے اور اس کی صورت کے تغیر کے۔ اور یہ مذہب شیخ  
 ابوالحسن اور قاضی ابوبکر رحمہما اللہ کا ہے۔

اور دوسرے اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس میں زندگی پہلے پیدا ہو جاتی ہے اور ہر  
 ایک کا احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

اس لئے کہ ہم زندگی کو وجود حروف و آوازوں کی شرط نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کا  
 وجود فقط زندگی نہ ہونے کے ساتھ محال نہیں۔ لیکن جب وہ حروف و آوازیں کلام  
 نفسی کے جائیں۔ تو ان کے لئے زندگی کی شرط ضروری ہے۔ کیونکہ کلام نفس تو زندہ  
 سے ہی پایا جاتا ہے۔ برخلاف جبائی کے کہ جو تمام متکلمین کا اس بارہ میں مخالف ہے کہ  
 وہ کلام لفظی و حروف و آوازوں کا وجود سو اسی زندہ کے جو کہ اس ترکیب سے مرکب  
 ہے۔ کہ جس سے حروف و آواز سے بولنا ہو محال کہتا ہے۔ اور اس نے کنکروں اور  
 اونٹ دوست میں اس کا التزام کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں زندگی پیدا کر  
 دی تھی۔ اور ان کے لئے منہ اور زبان اور ایسا آلہ پیدا کر دیا تھا۔ کہ جس کو اس کے  
 ساتھ کلام کی طاقت دے دی تھی۔ اور اگر یہ ہوتا۔ تو بالضرور اس کی نقل اور اس کا  
 اہتمام تسبیح یا رونے کے اہتمام سے زیادہ تاکید ہوتا۔ اور کسی اہل تاریخ اور روایت

نے اس میں سے کچھ نقل نہیں کیا۔ پس اس کا دعویٰ ساقط ہوا۔ بلکہ جو اس کے کہ غور کرنے سے اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ (ثواب کی) توفیق دینے والا ہے۔

دکھانے نے فہد بن عطیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا۔ جو کہ جوان ہو چکا تھا۔ لیکن کبھی اس نے کلام نہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کون ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ہیں۔

اور معرض بن معقیب سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب بات دیکھی۔ آپ کی خدمت میں ایک بچہ جس دن وہ پیدا ہوا تھا لایا گیا۔ پھر اس کی مثل بیان کیا۔ اور یہ حدیث مبارک الیہما کی ہے جو کہ شامونہ کی حدیث سے ہے اس کا راوی ہے۔ مشہور ہے۔ اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تو نے سچ کہا۔ خدا تجھ میں برکت دے۔ پھر اس کے بعد بچہ نے جب تک جوان نہ ہوا کلام نہ کی۔ اس کا نام مبارک یحیٰی رکھا گیا تھا۔ اور یہ قصہ کہ میں جنت الوداع میں ہوا ہے۔

حسن سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ سے بیان کیا۔ کہ اس نے ایک اپنی بچی فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی۔ تب آپ اس کے ساتھ اس جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس کا نام لے کر پکارا۔ اے فلاں بچی! خدا کے حکم سے مجھے جواب دے۔ پھر وہ (قبر سے) نکلی۔ اور کہتی تھی لبیک وسعدیک یعنی حاضر ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ تمہارے والدین تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر تو اب چاہتی ہے تو میں تم کو ان کی طرف لوٹا دوں۔ اس نے کہا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو پالیا ہے۔ وہ میرے لئے ان دونوں سے بہتر ہے۔

انس سے مروی ہے کہ ایک جوان انصاری فوت ہو گیا۔ اس کی مٹی بونہیا اور اندھی تھی۔ پھر ہم نے اس کو کفن پہنایا۔ اور اس کو تسلی دی۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا مر گیا۔ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا خداوند اگر تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تجری اور

تیرے رسول کی طرف ہجرت کی ہے۔ اس امید پر کہ تو میری ہر سختی میں مدد کرے۔ تو مجھ پر اس مصیبت کا بوجھ مت ڈال۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ اس نے اپنے چہرہ سے کپڑے کو اٹھایا۔ اور اس نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔

عبداللہ بن عبید اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں سے تھا کہ جنہوں نے ثابت بن قیس بن شمس کو دفن کیا تھا۔ اور وہ محلہ میں شہید ہوا تھا۔ ہم نے جب اس کو قبر میں داخل کیا۔ تو اس سے یہ باتیں سنیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیقؓ۔ عمر شہیدؓ۔ عثمانؓ نیکو کار رحیم ہیں۔ پھر ہم نے دیکھا تو وہ مردہ تھا۔

اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ زید بن خارجه مدینہ کی ایک گلی میں مردہ ہو کر گر پڑا۔ پھر اس کو اٹھا کر لے گئے۔ اور اس پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ ناگہ مغرب و عشاء کے مابین بحالیکہ عورتیں اس کے گرد چلا رہی تھیں۔ اس سے لوگوں نے یہ سنا کہ کتا ہے۔ چپ رہو، چپ رہو۔ تب اس کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا گیا۔ تو وہ کتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ كَانَ ذَا الْيَكِّ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ یعنی محمد رسول اللہ نبی ای خاتم النبیین ہیں۔ اور یہ بات پہلی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اور اس نے ابوبکر و عمرو عثمان کا ذکر کیا۔ پھر کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ پھر مر گیا جیسا کہ تھا۔

## فصل ۲۰

(بیماروں اور پرانے مریضوں کے بارہ میں)

خبر دی ہم کو ابوالحسن علی بن شرف نے جس میں کہ اس نے مجھے اجازت دی۔ اور اس کو میں نے اس کے غیر کے سامنے پڑھا۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابواسحاق سی والے نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد تائبے والے نے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابوالورد نے برقی سے۔ وہ ابن ہشام سے۔ وہ زیاد بنکائی سے وہ محمد بن اسحاق

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ کما حدیث بیان کی ہم سے ابن شہاب اور عاصم بن عمر بن قلوہ۔ اور ایک جماعت نے اور ان کے سامنے جنگ احد کا لمبا قصہ بیان کیا۔

ابن اسحق کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مشائخ مذکورین نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ایسا تیر دیا کرتے کہ جس کا لوہا نہ ہوتا تھا۔ پھر فرماتے کہ اس کو پھینک (اور وہ پھینکتے اور وہ برابر اثر کرتا۔ سو یہ معجزہ تھا) اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنی کمان سے تیر چلائے۔ حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس دن قلوہ یعنی ابن النعمان کی آنکھ میں تیر لگا۔ یہاں تک اس کی آنکھ رخسار پر آپڑی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام پر لوٹا دیا۔ اور وہ دوسری آنکھ سے بہتر ہو گئی۔

قلوہ کے قصہ کو عاصم بن عمر بن قلوہ اور یزید بن عیاض بن عمر بن قلوہ نے روایت کیا ہے۔ اور روایت کیا اس کو ابو سعید خدری نے قلوہ سے اور ابو قلوہ کے تیر کے زخم کے اثر پر جو چہرہ پر لگا تھا۔ آپ نے غزوہ ذی قرد کے دن اپنا لعاب وہاں لگایا ابو قلوہ کہتے ہیں کہ نہ مجھ پر زخم کا اثر رہا اور نہ پیپ پڑی۔

نسائی نے عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے کہ ایک اندھے نے کہا یا رسول اللہ آپ دعا فرمائیں۔ کہ خدا میری آنکھیں پینا کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور وضو کر پھر دو رکعت نماز پڑھ اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاتُوِّجِّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّ (ایک روایت میں ہے بِنَبِیِّکَ) مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمٰنِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتُوِّجِّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّخْشِفَ عَنْ بَصْرِیْ اَللّٰهُمَّ یَقِیْضْ لِّیْ اِلَیْ اللّٰهِ مِنْ تَحْتِیْ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں کہ مجھے بینائی مرحمت فرمادی جائے اے اللہ اس بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما راوی کہتا ہے کہ وہ لوٹا ایسے حل میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پینا کر دیا تھا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ ایک نیزہ باز کے فرزند کو مرض استسقا ہو گیا تھا اس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین سے ایک مٹی لے کر اس پر تھوک پھر اس کو اس کے ایلچی کو دیا۔ اس نے اس

کو تعجب کرتے ہوئے لیا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ اس کے ساتھ ہنسی کی گئی ہے۔ وہ اس کو لایا بھائی کہ وہ (لڑکا) قریب المرگ تھا۔ پھر اس نے اس کو پیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی۔

عقیلی نے حبیب بن فدیہ اور کہا جاتا ہے فریک سے روایت کی ہے۔ کہ اس کے باپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اور ان سے کچھ بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں پر پھونک مار دی۔ اور وہ پینا ہو گیا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ اس کی عمر اسی سال کی ہو گئی تھی۔ لیکن وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیتا تھا۔

کلثوم بن حصین کے گلے میں جنگ احد کے دن تیر لگ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔

اور آپ نے عبداللہ بن انیس کے زخم پر لب لگایا۔ تو اس میں پیپ نہ رہی۔ (اور اچھا ہو گیا)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں پر خیر کے دن لب مبارک لگا دیا۔ اور ان میں درد تھا۔ پھر فوراً "تندرست ہو گئے۔

اور خیر کے دن سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر چوٹ لگی تھی۔ آپ نے پھونک ماری تو وہ اچھی ہو گئی۔

اور زید بن معاذ (صحیح یہ ہے کہ وہ حارث بن لوس بن نعمان تھا۔ جیسا کہ شرح نسیم الریاض میں ہے) کے پاؤں پر نکوار اس کی ایزی تک لگی۔ جب کہ کعب بن اشرف کو اس نے قتل کیا تھا۔ آپ نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔

اور علی بن الحکم کی پنڈلی پر جبکہ خندق کے دن ٹوٹ گئی۔ آپ نے لب لگایا۔ تو اسی وقت اچھی ہو گئی۔ بھائی کہ وہ گھوڑے سے اترا بھی نہ تھا۔

اور حضرت علی بن ابی طالب بیمار ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے لگے۔ اور کہا۔ خداوند اس کو شفا دے یا فرمایا آرام دے۔ پھر اس کو پاؤں سے ایک لات ماری۔ تو اس کے بعد سے اس بیمار بھی ٹھیک ہو گیا۔

ابو جہل نے بدر کے دن معوذ بن صفراء کا ہاتھ کٹ دیا تھا (دراصل اس کے بیٹے عکرمہ نے تلوار مار کر لٹکا دیا تھا۔ پھر اس نے خود اس کو الگ کر دیا تھا) پھر وہ آیا بحالیکہ اپنے ہاتھ کو اٹھائے ہوئے تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لب مبارک لگا دیا۔ اور اس کو اپنے مقام پر ملا دیا تھا۔ وہ مل گیا (اور درست ہو گیا)۔

اس کو ابن وہب نے روایت کیا ہے اور اس کی روایت سے یہ بھی ہے۔ کہ حبیب بن یسف کو بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار تھی۔ جس سے وہ لٹک گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے مقام پر (لوٹا دیا۔ اور اس پر پھونکا تو وہ درست ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ شعم سے ایک عورت آئی۔ جس کے ساتھ بچہ تھا۔ وہ ایک بلا میں جلا تھا۔ کلام نہیں کرتا تھا۔ یعنی اس کو عقل نہ تھی۔ پھر آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اپنے منہ کو دھویا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اس کو اس عورت کو دے دیا اور فرمایا کہ اس کو پلا دے۔ اور اس کو پانی لگا دے۔ تب وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ اور اس کی عقل ایسی آگئی کہ لوگوں سے زیادہ عقل مند ہو گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لائی۔ جس کو جنون تھا۔ آپ نے اس کے سینہ کو ملا۔ اس کو کھانسی زور کی آئی۔ تو اس کے پیٹ میں سے کتے کے سیاہ بچہ کی طرح نکل کر بھاگ گیا۔

محمد بن حاطب کے بازو پر جب وہ بچہ تھا ہنٹیا (گرم) گر پڑی تھی (اور اس کا بازو جل گیا تھا) پھر آپ نے اس کو ملا اور دعا مانگی۔ اور اس پر لب لگایا۔ تو اسی وقت اچھا ہو گیا۔

شرجیل جعفی کی ہتھیلی میں رسولی ہو گئی تھی۔ جو اس کو تلوار پکڑنے اور گھوڑے کی باگ پکڑنے سے مانع تھی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ اس کو اپنے ہاتھ میں مبارک سے پیتے (زور سے ملتے) رہے۔ حتیٰ کہ

اس کو دور کر دیا۔ اس کا کچھ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی نے کھانا مانگا۔ بھائی کے حضور کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے اس کو اپنے سامنے سے کھانا اٹھا کر دیا۔ اس میں حیا کم تھی۔ اس نے کہا کہ میری مرضی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے منہ سے نکل کر دیں۔ آپ نے وہی نکل کر دے دیا۔ آپ کی عادت شریف تھی۔ کہ جو کوئی کسی امر کا سوال کرے رو نہیں کرتے تھے۔ جب وہ لقمہ اس کے منہ میں قرار پایا۔ تو وہ اس قدر حیا دار بن گئی کہ اس سے بڑھ کر مدینہ میں کوئی عورت حیا دار نہ تھی۔

## فصل ۲۱

(آپ کی دعاؤں کے مقبول ہونے میں اور یہ بات بہت ہی وسیع ہے) لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کے فوائد اور نقصان کے لئے منقول ہونا ہوتا ثابت ہے۔ اور ان کا علم ضروری ہے۔

حذیفہؓ کی حدیث میں بلاشبہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ تو وہ دعا اس کے لڑکے اور پوتے تک پہنچتی تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد عقیلی نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن قلابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے قتادہ سے وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میری ماں نے کہا یا رسول اللہ یہ آپ کا خدام انس ہے۔ اس کے لئے دعا مانگئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ خداوند اس کے ماں اور اولاد میں زیادتی کر۔ اور جو اسے دے اس میں برکت دے۔

اور عکرمہ کی روایت میں ہے کہ انسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ میرے پاس بہت مال ہے۔ اور میرے لڑکے اور پوتے آج سو کے قریب شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہ جس کو مجھ جیسا عیش و آرام حاصل ہوا ہو۔ میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے سو بیٹوں کو دفن کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

وہ بچے گرے تھے یا وہ پوتے تھے۔ (بلکہ میرے صلیبی فرزند تھے)۔

اور اس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا عبدالرحمن بن عوفؓ کی برکت کے لئے ہے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اگر میں پھراٹھاتا تو مجھے امید ہوتی تھی۔ کہ اس کے نیچے سونا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سامل دیا تھا۔ اور وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے وہ سونا جو گڑھا ہوا تھا۔ کلباڑیوں سے نکالا تھا۔ حتیٰ کہ ہاتھ زخمی ہو گئے۔ اور ہر ایک بیوی نے ۸۰ ہزار درہم پائے۔ اور وہ چار تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک لاکھ درہم ہر ایک کو ملے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک عورت سے اسی ہزار پر صلح کی گئی تھی۔ کیونکہ اس کو بیماری میں طلاق دے دی تھی۔ اور زندگی میں مختلف صدقات مشورہ احسانات عظیمہ کے بعد پچاس ہزار کی وصیت کی تھی۔ ایک دن تمیں غلام آزاد کئے۔ ایک دفعہ ستر اونٹوں کا صدقہ کیا۔ جو مختلف مل سے لے ہوئے ان کے پاس آئے تھے۔ پھر ان کو مع سامن پالان و پوشش وغیرہ صدقہ کر دیا۔

اور امیر معاویہؓ کے لئے شہروں پر قدرت پانے کی دعا مانگی۔ تو اس نے خلافت پائی (یعنی امارت)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے دعا مانگی۔ کہ خدا اس کی دعا قبول کرے۔ پھر اس نے جس کے لئے دعا مانگی مقبول ہوئی۔ حضرت عمرؓ یا ابو جہل کے لئے غلبہ اسلام کی دعا مانگی۔ تو عمرؓ کے بارہ میں مقبول ہو گئی۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم سے عمرؓ مسلمان ہوئے۔ ہمیشہ عزت کے ساتھ رہے۔ لوگوں کو ایک جنگ میں پیاس معلوم ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا مانگی۔ اور بلول آیا۔ تو اس نے ان کی ضرورت کے موافق پانی پلایا۔ پھر کھل گیا۔ استسما میں آپ نے دعا مانگی۔ تو ان کو پانی پلایا گیا۔ پھر انہوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی۔ آپ نے دعا مانگی تو کھل گیا۔ اور ابو قتادہؓ کو فرمایا۔ کہ تیرا چہرہ کامیاب ہوا۔ خداوند اس کے بالوں اور بدن کو برکت دے۔ پھر وہ ستر برس کے ہو کر فوت ہوئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ وہ



پندرہ سل کے ہیں۔

نابغہ (جہزی) سے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے منہ کو نہ توڑے۔ اس کا ایک دانت نہ گرا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت دانتوں والا تھا۔ جب اس کا کوئی دانت ٹوٹتا تو اور کھل آتا۔ اور ایک سو بیس سل تک زندہ رہا۔ بعض نے کہا کہ اس سے زیادہ زندہ رہا۔

ابن عباسؓ کے لئے آپ نے دعا مانگی کہ خداوند اس کو دین میں فقیہ بنا۔ اور اس کو تلویل کا علم دے۔ پس اس کے بعد اس کا نام جر (بڑا عالم) اور ترجمان و مفسر قرآن ہو گیا۔

عبداللہ بن جعفر کے لئے اس کے خرید و فروخت میں برکت کی دعا دی۔ سو وہ جو خریدتے اس میں ان کو فائدہ ہوتا، مقدار کے لئے برکت کی دعا مانگی۔ اس کے پاس بہت سائل جمع ہو گیا، عروہ بن ابی جعد کے لئے ویسی ہی دعا مانگی۔ اس نے کہا کہ میں بازار کنسہ میں آتا تھا اور میں لوٹتا تو چالیس ہزار منافع کما کر لوٹتا تھا۔ امام بخاری اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ اس کا یہ حل تھا کہ اگر مٹی خریدتا تھا تو اس میں بھی اس کو فائدہ ہوتا تھا۔ اسی طرح غرقہ کے لئے بھی مروی ہے۔ آپ کی ایک اونٹنی بھاگ گئی۔ آپ نے دعا مانگی۔ تو اس کو تیز ہوا آپ کے پاس لے آئی۔ یہاں تک کہ آپ کو پہنچا دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایمان کے لئے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہو گئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی۔ کہ گرمی سردی میں خدا اس کو کفائی ہو۔ پھر ان کا یہ حل تھا کہ سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے اور گرمیوں کو سردی کے کپڑے پہن لیا کرتے تھے۔ ان کو گرمی معلوم ہوتی تھی نہ سردی۔

اپنی صاحبزادی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے لئے خدا سے دعا مانگی کہ وہ بھوکی نہ رہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد کبھی بھوکی نہیں رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طفیل بن عمرو نے اپنی قوم کے لئے نشان مانگا تو

marfat.com

Marfat.com

آپ نے کہا خداوند اس کو نور دے۔ تو اس کی دونوں آنکھوں میں نور چمکنے لگا پھر طفیل نے کہا کہ خداوند اس میں ڈرتا ہوں۔ کہ لوگ اس کو مثلہ نہ کہیں یعنی برص کا داغ نہ سمجھیں۔ پھر وہ نور اس کے کوڑے کی طرف پھر گیا۔ اس کا کوڑا اندھیری رات میں روشن ہو جلیا کرتا تھا۔ تب اس کا ہم صاحب نور رکھا گیا۔

مغز کے قبیلہ پر بددعا کی۔ تو ان پر قحط نازل ہوا۔ حتیٰ کہ قریش نے آپ سے رحم کی التجا کی۔ آپ نے دعا کی۔ تو ان کے لئے بارش ہوئی۔ اور کسریٰ (جس کا ہم پرویز بن ہرمز تھا) پر بددعا کی جبکہ اس نے آپ کا خط مبارک پھاڑ ڈالا تھا کہ خدا تعالیٰ اس ملک کو خراب کرے۔ پس اس کا ملک اس کے لئے بقی نہ رہا۔ اور فارس کی حکومت اطراف دنیا میں رہی۔ اور اس بچہ پر دعا کی جس نے آپ کی نماز قطع کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے نشان کو قطع کرے۔ پھر وہ گنٹھیا کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اور ایک شخص کو جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ فرمایا تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے (مطہا) کھا تھا کہ میں کھا نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ کھا سو وہ دائیں ہاتھ کو منہ کی طرف نہ اٹھا سکتا تھا۔ حبیہ بن ابی لب سے کہا کہ خداوند اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو غالب کر۔ تو اس کو شیر نے کھا لیا۔ ایک عورت سے کہا تھا تجھ کو شیر کھا لے۔ سو شیر نے اس کو کھا لیا تھا۔

اور حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مشہور ہے کہ آپ نے قریش پر جبکہ انہوں نے بچہ دان کو آپ کی پیٹھ مبارک پر بحالت سجدہ رکھ دیا تھا جس میں گوبر و خون تھا، بددعا کی اور ان کو ہم بھام ذکر کیا۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں نے ان کو دیکھا کہ بدر کے جنگ کے دن وہ سب مقتول ہوئے۔

حکم بن ابی العاص پر آپ نے بددعا کی۔ وہ اپنے منہ کو ہلایا کرتا تھا اور آنکھوں سے آپ کی طرف اشارہ کیا کرتا تھا۔ جبکہ آپ کی مجلس میں ہوا کرتا تھا۔ یعنی یوں نہیں (بطور ہنسی کے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ تو ایسا ہی ہو جیو۔ اس کا چہرہ ویسا ہی ہو گیا۔ کہ وہ ہلاتا تھا اپنے منہ کو یہاں تک کہ وہ فوت ہوا۔

علم بن حشامہ پر بددعا کی۔ تو وہ سات دن کے بعد مر گیا۔ اس کو زمین نے باہر پھینک دیا۔ پھر قبر میں داخل کیا گیا۔ تو اس کو زمین نے باہر نکال دیا۔ یہ کئی مرتبہ ہوا۔ تب اس کو دو جنگلوں کے درمیان ڈال دیا۔ اور اس پر لوگوں نے پتھر پھینکے۔ صد جنگل کے کنارہ کو کہتے ہیں۔ اور ایک شخص نے آپ سے گھوڑے بیچنے کا انکار کیا تھا۔ اس میں خزیمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گواہی دی تھی۔ پھر آپ نے اس کے بعد گھوڑا اس مرد کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ خداوند اگر یہ جھوٹا ہے اس میں اس کو برکت نہ دیجیو۔ (پس وہ گھوڑا مر گیا اور) اس نے اپنے پاؤں اٹھا لئے۔

اور یہ باب اس سے بہت زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کیا جائے (یعنی ایسے بہت سے معجزے ہیں)

## فصل ۲۲

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و برکت اور جس کو آپ نے چھوایا خود کیا اس کی ذات کی تبدیلی کے بارہ میں)

خبر دی ہم کو احمد بن محمد نے حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر ہروی نے بطور اجازت کے اور حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے بطور سماع کے اور قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن وغیرہا نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد و ابوالحسن و ابوالشیم نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قریری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریع نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید نے قتادہ سے وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اہل مدینہ ڈر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے۔ وہ گھوڑا قلعہ یعنی ست اور کم چال تھا۔ بعض نے کہا کہ بلی یعنی ست چال تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو ابو طلحہ سے کہا کہ ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا پایا۔ اس کے بعد وہ گھوڑا کسی کے پیچھے نہ رہتا تھا۔

اور حضرت جابرؓ کے اونٹ کے پاؤں کو آپؐ نے لکڑی لگائی تھی اور وہ ست تھا چل نہ سکتا تھا۔ پھر وہ ایسا تیز ہوا کہ اس کی پاگ سنبھالی نہ جاتی تھی۔

اسی طرح جلیل الشجعیؓ کے اونٹ کے ساتھ ورہ یا لکڑی کے ساتھ کیا تھا اور برکت کی دعا دی تھی۔ پھر اس کا سر تیز روی کی وجہ سے اس کے قابو میں نہ آتا تھا اور اس کے بچے بارہ ہزار تک پیچھے تھے۔ اور سعد بن عبلہ کے ست گدھے پر آپؐ سوار ہوئے تھے۔ پھر اس کو ایسا رہوار چھوڑا۔ کہ اس کے آگے کوئی نہ بڑھ سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بل حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں تھے۔ وہ جس جنگ میں جاتے اس میں فتح ہی حاصل ہوتی تھی۔

اور صحیح حدیث میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسٹا سے مروی ہے کہ اس نے طیلسی جب نکلا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے۔ اور ہم اس کو بیماروں کے لئے دھویا کرتے ہیں اور شفا حاصل کرتے ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے اپنے شیخ ابوالقاسم بن مامون سے۔ کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکڑی کے کاسوں (برتن) میں سے ایک کاس تھا۔ ہم اس میں بیماروں کے لئے پانی رکھا کرتے تھے۔ اور اس سے شفاء حاصل کیا کرتے تھے۔ اور جہاد غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لکڑی (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی) اس لئے لی۔ کہ اس کو اپنے گھٹ پر توڑ ڈالے۔ تو لوگ اس پر چلائے۔ پھر اس کو اکلنے لگے۔ یعنی اس کے پاؤں میں ایسا زخم ہوا۔ کہ کھا گیا۔ اور ایک سال میں مر گیا۔

اور آپؐ نے اپنے وضو کا۔ بچا ہوا پانی قبا کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پس اس کے بعد اس کا پانی ختم نہ ہوا۔ اور انسؓ کے کنوئیں میں آپؐ نے لب مبارک ڈالا۔ جو ان کے گھر میں تھا۔ سو مدینہ میں اس سے بڑھ کر کوئی کنواں زیادہ شفاء نہ تھا۔ اور آپؐ ایک پانی پر (بحالت سفر) گذرے اور پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بیان کہتے ہیں۔ اس کا پانی کھاری ہے۔ آپؐ نے فرمایا بلکہ یہ نعمان ہے۔ اور اس کا پانی عمدہ ہے۔ پھر وہ عمدہ ہو گیا۔

اور چاہ زمزم میں سے ایک ڈول آپ کے پاس لایا گیا۔ پھر آپ نے اس میں لعاب ڈال دیا۔ اس کی خوشبو منگ سے بڑھ گئی۔

حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو آپ نے اپنی زبان دی۔ ان دونوں نے اس کو چوسا وہ پیاس سے روتے تھے۔ تو چپ کر گئے۔

اور ام مالک کے پاس ایک بچی تھی۔ جس میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی تحفہ بھیجا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا۔ کہ اس کو نچوڑیو مت۔ پھر اس کو دے دیا۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ گھی سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے پاس اس کے بیٹے سالن مانگتے ہوئے آیا کرتے تھے اور ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو وہ اس بچی کی طرف آتی۔ تو اس میں گھی پایا کرتی۔ وہ گھی اس میں مت تک رہا۔ حتیٰ کہ اس کو نچوڑ لیا۔

شیرخوار بچوں کے منہ میں آپ لب مبارک ڈال دیا کرتے تو وہ لعاب ان کو رات تک کلنی ہوتا۔

اور اسی طرح آپ کے ہاتھ کی برکت ہے۔ جس کو وہ چھو گیا۔ سلمان کے مالکوں نے جب ان کو مکتبہ بنایا تھا تو یہ شرط کر لی تھی۔ کہ تین سو چھوٹی کھجوروں کا بلغ لگاو۔ وہ پک جائے۔ اور اس کی کھجوریں کھائی جائیں۔ اور چالیس اوقیہ۔ (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے) سونے کا دو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور ان کو اپنے ہاتھ سے گاڑا۔ مگر ایک جو دوسرے نے (کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمرؓ ہے یا سلمانؓ) گاڑی تھی۔ وہ تمام پھلدار ہو گئیں۔ مگر ایک نہ ہوئی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھیز کر خود لگایا۔ تو وہ بھی پھلدار ہو گئی۔

اور کتاب بزابی میں ہے کہ اسی سال تمام کھجوروں کو پھل لگا۔ مگر ایک کو نہ لگا۔ سو اس کو آپ نے اکھیز کر خود لگایا۔ تو وہ بھی اسی سال پھل لائی۔ اور آپ نے اس کو انڈے کے برابر سونا اپنی زبان مبارک اس پر پھیرنے کے بعد دیا۔ اور سلمانؓ نے اپنے مالکوں کو ۴۰ اوقیہ تول کر دے دیا۔ اور اتنا ہی اس کے پاس باقی رہا۔

منش بن عقیل کی حدیث میں ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ستو کا ایک گھونٹ پلایا۔ پہلے خود پی لیا۔ اور میں نے آخر پیا تھا۔ اب میں جب بھوکا ہوتا ہوں۔ تو اس کی سیری پاتا ہوں۔ اور جب پیاسا ہوتا ہوں تو اس کی سیرابی پاتا ہوں۔ اور ٹھنڈک پاتا ہوں۔ جب پیاسا ہوتا ہوں (بھوک کے وقت بھوک اور پیاس کے وقت پیاس جاتی رہتی ہے۔)

قلاوہ بن نعمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز اندھیری رات میں پڑھی۔ تو آپ نے ایک شلخ دی اور فرمایا کہ اس کو لے جا یہ تیرے لئے دس گز تک روشنی دے گی۔ اور تیرے پیچھے بھی دس گز تک اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو گا۔ تو اس میں سیاہی دیکھے گا۔ اس کو مارنا تاکہ وہ نکل جائے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ وہ گیا اور اس کی شاخ روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اور سیاہی کو پلایا۔ اور اس کو مارا حتیٰ کہ وہ نکل گئی۔

اور اس میں سے یہ کہ آپ نے عکائشہ کو لکڑی کی ایک موٹی جڑ دی تھی۔ اور فرمایا کہ اس سے لڑ (اور یہ اس وقت کا ذکر ہے) جبکہ اس کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ وہ لکڑی اس کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جو کاٹتی تھی۔ لمبی۔ سفید رنگ۔ نہایت تیز تھی۔ اور اس سے وہ لڑتا رہا۔ پھر وہ تلوار برابر اس کے پاس رہی۔ اور لڑائیوں میں برابر اس کو لے جاتا رہا۔ حتیٰ کہ لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اس تلوار کا نام عون یعنی مددگار کہا جاتا تھا۔

اور عبداللہ بن جش کو احد کی لڑائی کے دن ایک کھجور کی شلخ دی تھی۔ بھایک اس کی تلوار جاتی رہی تھی۔ تو وہ اس کے ہاتھ میں تلوار بن گئی تھی۔

اور اس میں سے آپ کی برکت ان بکریوں کے کثرت دودھ میں ہے جو کہ بے دودھ تھیں یا حاملہ نہ تھیں۔ جیسے ام معبد کی بکری کا قصہ اور معلویہ بن ثور کی بکریوں کا قصہ۔ انسؓ کی بکری کا قصہ۔ اور حلیمہ کے ریوڑ کا قصہ اور اس کی دہلی لوتھنی کا قصہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بکری کا قصہ جس کے اوپر بکرے نے جست نہ کیا تھا۔ اور مقداد کی بکری کا قصہ۔

اور اس میں سے یہ کہ آپؐ کا اپنے اصحاب کے لئے پانی کی مشک کا برعاط بعد

اس کے اس کے منہ کو باندھ دیا تھا۔ اور اس میں دعا مانگی تھی۔ پھر جب نماز کا وقت ہوا۔ تو وہ اترے اور اس کا منہ کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ عمدہ دودھ اور مکھن اس میں ہے۔

اور حلو بن سلمہ کی روایت میں سے ہے (جو کہ امام ثقہ زاہد مقبول الدعا ہیں۔ اور ابدال میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ کذا فی شرح) عمیر بن سعد کے سر پر آپ نے ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا مانگی اور وہ اسی سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ لیکن اس کا سر سفید نہ ہوا (یعنی جوان ہی بنا رہا) اور اس قسم کے واقعات بہت سے لوگوں سے منقول ہیں۔

ان میں سے سائب بن یزید اور مد لوگ ہیں۔ عتبہ بن فرقہ کی خوشبو عورتوں کی خوشبو پر غالب تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے پیٹ اور پیٹھ پر ملا تھا۔

اور عابد بن عمرو کے چہرہ سے خون کو ہاتھ سے پونچھ دیا تھا۔ اس کو جنگ حنین میں زخم لگا تھا۔ اس کے لئے دعا مانگی تھی۔ پھر وہ اس طرح چمکتا تھا جیسے گھوڑے کی سفید پیشانی چمکتی ہے۔

قیس بن زید جذامی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے لئے دعا مانگی۔ سو وہ سو برس کا ہو کر فوت ہوا۔ اس کا سر سفید تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کی مقدار اور جس پر آپ کا ہاتھ گزرا تھا وہ بل سیاہ تھے۔ اس کا نام اعز یعنی روشن پیشانی والا رکھا گیا۔

اور اس حکایت کی طرح عمرو بن مہلب جہنی کی حکایت بھی ہے۔ ایک اور شخص کے چہرہ کو آپؐ نے چھوا۔ تو ہمیشہ اس کے چہرہ پر نور رہا۔ قتادہ بن ملحان کے چہرہ پر آپؐ نے ہاتھ پھیرا۔ تو اس کے چہرہ پر چمک تھی۔ حتیٰ کہ اس کے چہرہ میں لوگ اپنا چہرہ ایسا دیکھتے تھے۔ جیسا کہ آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

حنظلہ بن حذیم کے سر پر آپؐ نے ہاتھ مبارک رکھا۔ اور اس پر برکت کی دعا مانگی تو حنظلہ کا یہ حال تھا۔ کہ اس کے پاس ایسا شخص لایا جاتا تھا کہ جس کے چہرہ پر

ورم ہوتا تھا۔ اور وہ بکری جس کے تھن ورم کر جاتے تھے۔ پھر وہ اس مقام پر جہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی رکھی تھی لگایا جاتا تھا تو ورم جاتا رہتا تھا۔ زینب بنت ام سلمہ کے چہرہ پر آپ نے پانی کا چھینٹا مارا۔ پس کسی عورت پر ایسا حسن نہ معلوم ہوتا تھا جیسا کہ اس کا حسن و جمل تھا۔ ایک بچہ کے سر پر بیماری تھی (از قسم گنج وغیرہ) اس پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور اس کے بل برابر نکل آئے۔ اور اسی طرح سلب بن قبلہ کی حدیث میں مروی ہے۔ اور بت سے بچوں 'بیماروں' بچنوں کے سروں پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔ تو وہ اچھے ہو گئے۔ ایک مروی آپ کے پاس آیا۔ اور اس کے فوطے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اس پانی سے انہیں چھینٹا دے۔ جس میں کہ آپ نے لب مبارک ڈالا تھا۔ اس نے ایسا کیا تو اچھا ہو گیا۔

طاؤس سے مروی ہے کہ جو دیوانہ آپ کے پاس لایا جاتا تھا۔ آپ اس کے سینہ پر ہاتھ مارتے تھے۔ اس کا دیوانہ پن جاتا رہتا تھا۔ مس کے سننے جنون کے ہیں۔ ایک کنوئیں سے ڈول نکل کر اس میں لب مبارک ڈال دیا۔ اور پھر اس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

جنگ حنین میں ایک مٹی مٹی کی لی۔ اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ یہ چہرے برے بن جائیں۔ اور جب لوٹے تو آنکھوں سے مٹی وغیرہ جھاڑتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نسیان کی شکایت کی۔ تو آپ نے حکم دیا۔ کہ اپنا کپڑا بچھاؤ۔ اور اپنے ہاتھ سے چلو کی طرح بھرا۔ اور اس میں ڈال دیا۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کو سینے سے لگا لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد کوئی بات وہ بھولے نہیں۔ اور اس نسیان کے دور کرنے کے بارہ میں آپ سے بت سی حدیثیں مروی ہیں۔

جریر بن عبد اللہ کے سینہ پر آپ نے ہاتھ مارا۔ اور اس کو دعا دی۔ آپ سے اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ وہ گھوڑے پر نہیں ٹھیر سکتا۔ پھر وہ عرب کے اعلیٰ شہسواروں اور زیادہ جم کر بیٹھنے والوں میں سے ہو گیا۔



عبدالرحمن بن زید بن الخطاب کے سر پر آپ نے ہاتھ پھیرا۔ وہ چھوٹی عمر کا اور بد شکل تھا۔ اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر لوگوں سے لبائی اور کمال میں بڑھ گیا۔

## فصل ۲۳

(اس میں وہ احادیث کہ آپ کو غیب پر اور جو آئندہ ہو گا اطلاع دی گئی ہے) حدیثیں اس باب میں وہ سمندر ہیں۔ کہ جس کی گہرائی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا بہت سا پانی ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ معجزہ ان معجزات میں سے ہے۔ جو کہ قطعاً معلوم ہیں۔ اور ہماری طرف سے ان کی خبر متواتر پہنچی ہے۔ کیونکہ اس کے راوی بہت ہیں اور ان کے مطالب اطلاع غیب پر متفق ہیں۔

حدیث بیان کی ہم سے امام ابو بکر محمد بن الولید فری نے بطور اجازت کے اور میں نے اس کو دوسرے کے سامنے پڑھا تھا۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو علی تستری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر ہاشمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے لولوی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے جریر نے اعمش سے ابی دلائل سے وہ حذیفہ سے کہا کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیان کرنے کو) سو اس مقام پر آپ نے جو آئندہ قیامت تک باتیں ہونے والی تھیں سب بیان کیں۔ اس میں سے کچھ نہ چھوڑا۔ جس نے حفظ رکھا حفظ رکھا۔ اور جو بھول گیا بھول گیا۔ یہ میرے اصحاب اس کو جانتے ہیں۔ اور بیشک اس میں کوئی بات ہو جاتی ہے۔ تو میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔ اور یاد کر لیتا ہوں۔ جیسا کہ کوئی مرد کسی مرد کے چہرہ کو یاد کرتا ہے۔ جب وہ غائب ہوتا ہے۔ پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔

پھر حذیفہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب بھول گئے ہیں۔ یا انہوں نے اس کو بھلا دیا ہے۔ (فتنہ کے خوف سے) واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ برپا کرنے والوں کو جو قیامت تک آلے والے ہیں۔ چھوڑا نہیں۔ اس کے ساتھ کے لوگ تین

سو سے کچھ زائد پہنچیں گے۔ اور ہر ایک فتنہ پرواؤ کا نام اور اس کے باپ و قبیلہ کا نام بھی آپ نے بیان کر دیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسے حل پر چھوڑا کہ جو پرندہ آسمان پر اپنے پر ہلاتا ہے اس کا ہم سے ذکر کیا (یعنی ہر ایک چیز کا حل بیان فرمایا)۔

اور اہل صحیح اور آئمہ نے بلاشبک وہ باتیں بیان کی ہیں۔ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بتلائی ہیں۔ اور ان کا وعدہ دیا ہے۔ یعنی آپ کا اپنے دشمنوں پر غالب آنا۔ اور مکہ معظمہ و بیت المقدس۔ یمن۔ شام۔ عراق کا فتح کرنا۔ ان کا ظاہر ہونا۔ حتیٰ کہ ایک عورت مقام حیرہ سے مکہ معظمہ تک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ اور مدینہ میں لڑائی ہو گی۔ اور خیبر علیٰ کے ہاتھ پر کل فتح ہو گا (یہ خبر آپ نے قلعہ خیبر کے محاصرہ میں دی تھی) اور اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر دنیا فتح کرے گا۔ اس کی نعمتیں ان کو دی جائیں گی۔ کسریٰ اور قیصر کے خزانے مسلمان تقسیم کریں گے۔ اور ان میں فتنے اختلاف خواہشات پیدا ہوں گی۔ وہ پہلے لوگوں کے طریق اختیار کریں گے۔ وہ بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ صحیح میں سے ناجیہ فرقہ ایک ہو گا۔ اور یہ کہ ان کے فرش نفیس ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض ایک لباس صبح اور ایک شام کو بدلیں گے۔ ان کے سامنے ایک کھالے کا برتن رکھا جائے گا ایک اٹھایا جائے گا۔ اپنے گھروں پر ایسا پردہ ڈالیں گے جیسے کہ بعد کا پردہ ہے۔

پھر آخر حدیث میں فرمایا۔ کہ تم آج کے دن اس کی نسبت بہتر حالت پر ہو۔ اور یہ کہ جب وہ اکڑ کر چلیں گے۔ اور فارس و روم کی لڑکیاں ان کی خلاصہ ہوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی عداوت باہمی کر دے گا۔ ان کے بڑے لوگ ان کے بہتر لوگوں پر غالب ہو جائیں گے۔ اور ان کی کفار ترکوں اور کفار خزر کفار روم سے لڑائی ہو گی۔ کسریٰ اور فارس کا ملک تباہ ہو گا۔ حتیٰ کہ پھر کسریٰ اور فارس نہ ہوں گے۔ قیصر جانا رہے گا۔ اس کے بعد پھر قیصر نہ ہو گا۔ اور بیان فرمایا۔ کہ روم کی جماعت آخر تک رہے گی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ کہ اشراف لوگ مرجائیں گے۔ اور زمانہ جھوٹا ہو جائے گا۔ علم قبض ہو جائے گا۔ فتنے اور جنگ ظاہر ہوں گے۔

اور فرمایا کہ عرب کے لئے افسوس ہے۔ کہ برائیاں قریب ہو گئی ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے تمام زمین جمع کی گئی ہے۔ اور میں نے زمین کے مشرق اور مغرب دیکھ لئے۔ زمین کے آخر مشرق سے لے کر بحر طنجہ تک (جو مغرب کے آخر میں ہے) جہاں اس کے پرے کوئی آبادی نہیں۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ جس کی کوئی امت پہلے مالک نہیں ہوئی۔ اور جنوب و شمال میں اس قدر ملک (اسلامیہ) نہیں بڑھتا۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ مغرب کے لوگ حق پر غالب رہیں گے۔ حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی۔

امام امین الدینی کہتے ہیں کہ وہ عرب کے لوگ ہیں۔ اور بیشک مغرب کا لفظ ایسا ہی حدیث میں اس معنی کو وارد ہوا ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام ابوالمہدی کی روایت سے ہے۔ کہ ہمیشہ میری امت حق پر غالب رہے گی۔ اپنے دشمنوں پر قاہر ہوگی۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم آئے اور وہ ایسے ہی ہوں گے۔ کما گیا یا رسول اللہ! وہ کہاں ہوں گے۔ فرمایا بیت المقدس میں اور آپ نے بنی امیہ کے ملک کی اور معلویہ کے حاکم ہونے کی خبر دی۔ اس کو وصیت کی تھی۔ اور فرمایا کہ بنی امیہ مل کو دولت بنالیں گے (یعنی جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے) اور عباس کی اولاد سیاہ جھنڈے لے کر نکلے گی۔ اور ان کا ملک بنی امیہ سے دگنا ہو گا۔ اور مہدی علیہ السلام نکلے گا۔ اور یہ کہ آپ کے اہل بیت مقتول اور ہلاک ہوں گے۔ حضرت علیؑ شہید ہوں گے۔ اور زیادہ بد بخت وہ ہو گا کہ جو اس کو اس سے یعنی ان کی داڑھی کو ان کے سر (کے خون) سے رنگ دے گا۔ اور یہ کہ علیؑ دونخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ اس کے دوست جنت میں جائیں گے۔ اور اس کے دشمن دونخ میں ہیں حضرت علیؑ کے دشمن خارجی اور ناہنجی ہوئے۔ اور روافض کا ایک گروہ جو ان کی طرف منسوب تھا۔ انہوں نے حضرت علیؑ کو کافر کو کہا (کہ کیوں خلافت چھوڑ دی)۔

اور فرمایا کہ عثمانؓ ایسے حال میں شہید ہوں گے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ غنیمت سمجھے کہ یہ شہید ہوئے۔ اور اس کے اتارنے کا ارادہ

کریں گے۔ اور یہ کہ اس کا خون اللہ تعالیٰ کے اس قول پر فَبَشِّرْهُمْ اللہ پر کرے گا۔

اور یہ کہ جب تک عمر زندہ رہیں گے فتنے ظاہر نہ ہوں گے۔ اور آپ نے زبیر اور علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی کی خبر دی۔ اور یہ کہ آپ کی بیوی پر حواب (ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ اور بصرہ کے مابین ہے) کے کتے بھونکیں گے۔ اور اس کے گرد بہت لوگ قتل ہوں گے۔ اور وہ نجات پائے گی۔ بعد اس کے قریب عدم نجات کے پہنچ چکی ہوگی۔

پس جب عائشہ بصرہ کی طرف نکلیں۔ تو ان پر کتے بھونکے۔ اور فرمایا کہ اے عمار تجھ کو باقی فرقہ قتل کرے گا۔ پھر اس کو اصحاب معلویہ نے قتل کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو فرمایا۔ کہ لوگوں کو تجھ سے ویل اور تجھ کو لوگوں سے ویل ہو۔ اور قرمان کے بارہ میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر خوب بہادری اور صبر کے ساتھ لڑا تھا (جس سے صحابہ متعجب تھے) پھر اس نے اپنے کو قتل کر ڈالا۔

اور ایک جماعت کے بارہ میں جن میں ابو ہریرہ سمرہ بن جندب اور حذیفہ تھے۔ فرمایا کہ جو تم میں سب سے آخر مرے گا وہ آگ میں مرے گا۔ پھر ایک دوسرے کی بابت پوچھا کرتے۔ اور ان میں سے سمرہ آخر میں مرا تھا۔ بوڑھا ہو گیا۔ اور عقل جاتی رہی۔ پھر آگ سکنے لگا۔ اور اس میں جل کر مر گیا۔

اور عتقلہ کے بارہ میں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ فرمایا کہ اس کی بیوی سے پوچھو۔ کیونکہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ اس کو غسل دیتے ہیں۔ پھر لوگوں نے اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ وہ جہنی ہو کر نکلا تھا۔ اور موقعہ جنگ کی جلدی نے ان کو غسل کرنے سے باز رکھا (اور جلدی شہید ہو گئے)۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے سر کو دیکھا کہ اس سے پانی ٹپکتا تھا۔

اور فرمایا کہ یہ منافق قریش میں سے ہے۔ اور ہمیشہ امر قریش میں رہے گا جب تک

کہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اور فرمایا کہ ثقیف میں کذاب اور ظالم قاتل ہو گا۔ پھر لوگوں نے جلج اور مختار کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ سیلہ کو اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اور فرمایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے بی بی فاطمہؑ آپ سے ملیں گی۔

اور آپ نے مرتدین سے ڈرایا۔ اور یہ کہ آپ کے بعد خلافت تمیں سل تک رہے گی۔ پھر ملک ہو جائے گا۔ پس حسن بن علیؑ کی مدت خلافت کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ (یعنی ۳۰ سال پورے ہو گئے ۶۷ ملا کر)۔ اور فرمایا کہ یہ امر نبوت و رحمت سے شروع ہوا۔ پھر رحمت و خلافت رہے گا۔ پھر ملک کا بننے والا ہو گا۔ پھر زیادتی اور غلبہ اور فساد امت میں ہو گا۔

آپؐ نے اوّلین قرنی رضی اللہ عنہ کا حال بیان فرمایا۔ اور امرا کی نسبت فرمایا کہ وہ وقت سے نماز میں تاخیر کریں گے۔ اور فرمایا کہ میری امت میں تمیں کذاب ہوں گے۔ ان میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ تمیں دجل کذاب ہوں گے۔ منجملہ ان کے دجل کذاب ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولے گا۔

اور فرمایا کہ عنقریب تم میں عجمی لوگ بڑھ جائیں گے۔ تمہارے مل غنیمت کو کھائیں گے۔ تمہاری گردنیں ماریں گے۔ اور فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی۔ حتیٰ کہ ایک شخص بنی قحطان میں سے لوگوں کو اپنے عصا سے ہانکے گا۔ اور فرمایا کہ تم میں میرا زمانہ بہتر ہے۔ پھر وہ جو اس کے قریب ہوں گے۔ پھر جو ان سے قریب ہوں گے۔ پھر اس کے بعد ایک قوم آئے گی۔ گولہی دیں گے۔ حالانکہ ان سے گولہی طلب نہ کی جائے گی۔ خیانت کریں گے۔ امانت چھوڑ دیں گے۔ ڈرائیں گے۔ وفانہ کریں گے۔ ان میں موٹاپن ظاہر ہو گا۔ اور فرمایا کہ جو زمانہ آئے گا پہلے سے بدتر ہو گا۔ اور فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے ظالموں کے ہاتھوں پر ہو گی۔ ابو ہریرہؓ اس کے راوی فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں چاہوں۔ تو تم کو ان کے نام بتلا دوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔

آپؐ نے قدریہ اور رافضیوں کے ٹکٹنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس امت کے آخر

لوگ پہلوں کو گالیاں دیں گے۔ اور فرمایا کہ انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ طعام میں نمک کی طرح ہوں گے۔ ان کا معاملہ ہمیشہ تفرقہ میں رہے گا۔ حتیٰ کہ ان کی جماعت باقی نہ رہے گی۔ اور یہ کہ یہ لوگ آپ کے بعد اس کا اثر پائیں گے۔

آپ نے خوارج کی خبر دی۔ اور ان میں ناقص خلقت (ذوالارمین جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح تھا) کی خبر دی۔ اور یہ کہ ان کی شکل سر کا منڈانا ہو گا۔

اور فرمایا کہ بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے رئیس دیکھے جائیں گے۔ اور ننگے بدنوں والے ننگے پاؤں والے۔ عمارتیں اونچی بنائیں گے۔ اور یہ کہ لونڈی اپنے مالک کو بنے گی۔ اور فرمایا کہ قریش اور گروہ (کفار) مجھ سے نہ لڑیں گے۔ بلکہ میں ہی ان سے لڑوں گا۔ اور آپ نے وبا کی خبر دی جو کہ فتح بیت المقدس کے بعد ہو گی۔ (چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ ۵۷ ہزار مسلم طاعون سے فوت ہوئے) اور جو کچھ بصرہ والوں کے لئے وعدہ فرمایا (یعنی وہاں خست قذف رجت) خست زمین میں دھس جانا عذف پتھروں کا آسمان سے پڑنا رجت زلزلہ) ہو گا۔ اور یہ کہ آپ کی امت کے لوگ سمندر میں لڑیں گے۔ جیسے کہ بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر دین ستاروں پر ہو گا۔ تو اس کو ایماہ فارس وہاں سے بھی لے آئیں گے اور آپ ایک لڑائی میں تھے۔ کہ ہوا تیز چلی۔ تو فرمایا کہ منافق کی موت کی وجہ سے ہوا تیز چلی ہے۔ اور جب مدینہ شریف کی طرف لوٹے۔ تو اس امر کو پالیا (یعنی ایک منافق یہود مرا ہوا پایا) اور اس کے ہم مجلسوں سے آپ نے فرمایا تھا کہ تمہاری دائرہ دوزخ میں احد پہاڑ سے بڑی ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قوم تو جاتی رہی یعنی مر گئی۔ میں اور ایک اور شخص باقی رہے ہیں۔ پھر وہ شخص بیمار کے دن مرتد ہو کر مرا۔

آپ نے اس شخص کی خبر دی کہ یہود کے منکے کو چراتا تھا۔ وہ منکے اس کے اسباب میں پائے گئے۔ اور اس کی خبر جس نے کہ دنیہ چرایا تھا۔ اور جس مکان میں کہ وہ ہے۔ آپ نے اپنی اونٹنی کی خبر دی جبکہ وہ گم ہو گئی۔ اور جس طرح کہ وہ ایک درخت میں مہار کے ساتھ لٹکی تھی۔

آپ نے طالب کے خط کی جو اس نے اہل مکہ کو لکھا تھا خبر دی۔ آپ نے میر

کے قصہ کی جو عنوان کے ساتھ تھا خبر دی تھی جبکہ اس سے پوشیدہ مشورہ کیا تھا۔ اور اس سے شرط کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دے۔ اور جب عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہ آپ کو قتل کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معاملہ اور بھید کی خبر دی تو عمر مسلمان ہو گیا۔ اور آپ نے اس بل کی خبر دی کہ جس کو آپ کا چچا عباس رضی اللہ عنہ ام الفضل کے پاس رکھ آیا تھا۔ اور پہلے اس کو چھپایا تھا۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ اس کی خبر میرے اور اس کے سوا کسی کو نہیں تھی۔ تب وہ مسلمان ہو گئے۔

آپ نے خبر دی کہ ابی بن خلف عنقریب مارا جائے گا۔ اور عقبہ بن ابی لب کے بارہ میں خبر دی کہ اس کو خدا کا کتا کھائے گا۔ آپ نے اہل بدر کے پھپھرنے کے مقامات کی اطلاع دی۔ اور جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا۔ کہ یہ میرا بیٹا سید ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی نسبت فرمایا۔ امید ہے کہ تو پیچھے رہے گا۔ یعنی تیری عمر اور ہوگی۔ حتیٰ کہ تجھ سے ایک قوم تو فائدہ حاصل کرے گی (یعنی مسلمان) اور دوسرے (کفار) تجھ سے ضرر پائیں گے۔ اور آپ نے اہل موہ کی جس دن کہ وہ مقتول ہوئے خبر دی حالانکہ آپ میں اور ان میں ایک مہینہ یا زیادہ کا فاصلہ تھا۔ آپ نے نجاشی کے فوت ہونے کی جس دن کہ وہ فوت ہوا خبر دی۔ وہ اپنے ملک میں فوت ہوا تھا۔ اور فیروز کو خبر دی جبکہ وہ کسریٰ کا ایلچی بن کر آیا تھا۔ کہ کسریٰ آج مرا ہے۔ (اس کے بیٹے شیردیا نے اس کو مار ڈالا تھا) اور جب فیروز کو یہ ثابت ہوا۔ تو وہ مسلمان ہو گیا۔

اور آپؐ نے ابوذرؓ کے نکالے جانے کو فرمایا تو دیا ہی ہوا۔ آپؐ نے اس کو مسجد میں سوتا ہوا پایا۔ تو فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہو گا۔ جب تم یہاں سے نکالے جاؤ گے کہا کہ میں مسجد حرام میں جا رہا ہوں گا۔ فرمایا کہ جب وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ یہ تمہارا زندہ رہے گا۔ اور تمہاری فوت ہو گا۔

اور فرمایا کہ میری بیویوں میں سے جلد مجھ سے ملنے والی وہ بیوی ہوگی جس کے

ہاتھ لیے ہوں گے۔ پس نہ سب بوجہ کثرت صدقہ کے لیے ہاتھ والی تھی۔  
 اور آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے طف (یعنی کرپلا) میں شہید ہونے  
 کی خبر دی۔ اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکلی۔ اور فرمایا کہ وہاں اس کا لیتا ہو گا۔  
 اور زید بن صوحان کے بارے میں فرمایا کہ اس کا ایک عضو جنت کی طرف اس  
 سے پہلے جائے گا۔ سو جہاں میں اس کا ہاتھ قطع کیا گیا۔

اور آپؐ نے ان لوگوں کے بارہ میں جو آپ کے ساتھ کوہ حرا پر تھے۔ فرمایا کہ  
 ثابت رہو۔ کہ تجھ پر نبی صدیق۔ شہید ہیں۔ پھر علی۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ شہید  
 ہوئے۔ اور زخمی ہوئے رضی اللہ عنہم۔

سراقہ کے لئے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہو گا۔ جبکہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔ پھر  
 جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہ کنگن لائے گئے۔ تو آپ نے  
 اس کو پہنائے۔ اور کہا کہ اس خدا کی تعریف کی ہے کہ جس نے یہ کنگن کسریٰ سے  
 چھینے اور سراقہ کو پہنائے۔

اور فرمایا کہ ایک شر دجلہ اور دجیل اور قطر بل اور صراۃ کے درمیان بتایا جائے  
 گا۔ اس کی طرف زمین کے خزانہ آئیں گے۔ اس میں زمین دھس جائے گی۔ (یہ آخر  
 زمانہ یعنی بغداد میں ہو گا)

اور فرمایا کہ عنقریب اس امت میں ایک مرد ہو گا۔ جس کو ولید (یہ ولید بن یزید  
 بن عبدالملک جبار تھا جو بڑا فسادی تھا) کہیں گے۔ وہ اس امت کے لئے فرعون سے  
 جو اپنی قوم کے لئے تھا بدتر ہو گا۔

اور فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی۔ حتیٰ کہ دو گروہ لڑیں گے۔ جن دونوں کا دعویٰ  
 ایک ہی ہو گا۔

اور عمو رضی اللہ عنہ سے سہیل بن عمرو کے بارے میں فرمایا کہ عنقریب یہ لیے  
 مقام پر کھڑا ہو گا۔ جو تم کو خوش کر دے گا اے عمرؓ پس ایسا ہی ہوا۔ جس دن کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر مکہ معظمہ میں پہنچی۔ تو اس نے دیا  
 ہی خطبہ دیا۔ جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا تھا۔ ان کو ثابت رکھنا ان کی



عقلوں کو قوی کیا۔

اور آپؐ نے حضرت خالد کو جب اکیدر کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اس کو نیل گائے کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔

پس یہ سارے امور آپؐ کی زندگی میں اور آپؐ کی موت کے بعد پائے گئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ وہ باتیں بھی پوری ہوئیں۔ جن کی نسبت آپؐ نے اپنے صحابہ کو ان کے اسرار اور ماضی امور کی خبر دی تھی۔ اور منافقین کے اسرار و کفر کی اطلاع دی تھی۔ ان کے بارہ میں اور مومنین کے بارہ میں فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ دیا کرتا تھا کہ چپ رہو۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر کوئی اس کے پاس خبر دینے والا نہ ہو گا تو جنگل کے پتھر بھی اس کو خبر دے دیں گے۔

آپؐ نے خبر دی اس جلد کی کہ جس کے ساتھ لبید بن اعمم نے آپؐ پر جلد کیا تھا کہ وہ ایک کنگھی اور بالوں میں جو کجور کے زرگنے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ ذروان کے کونٹوں میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ پس ایسا ہی تھا جیسا کہ فرمایا تھا۔ اور اسی حالت پر پایا گیا۔

آپؐ نے قریش کو خبر دی کہ تمہارے کھنڈ (خاص نوشتہ) کو کیرا کھا گیا۔ جس کے ساتھ وہ بنی ہاشم پر غلبہ پاتے تھے۔ اور اس کے سبب رحم کو قطع کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اس میں جس جس مقام پر لفظ اللہ ہے اس کو باقی رکھا ہے۔ انہوں نے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا تھا پایا۔

آپؐ کو جب کفار نے معراج کی خبر سے جھٹلایا تو آپؐ نے بیت المقدس کا ان نقشہ ایسا بتلایا۔ کہ جیسا کسی شخص نے دیکھا ہوتا ہے۔ ان کے قافلہ کی جن پر راستہ میں آپؐ گزرے تھے۔ خبر بتلائی۔ اور ان کو خبر دی کہ وہ قافلہ فلاں وقت پہنچ جائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔

یہاں تک کہ ان حادثات کا بیان فرمایا کہ جو آئندہ ہوں گے۔ اور ابھی نہ ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے مقدمات کا ظہور ہو گا۔ جیسا کہ آپؐ کا فرمانا

marfat.com

Marfat.com

بیت المقدس کی آبادی یثرب کا اجاڑا ہوا۔ یثرب کا اجاڑ لڑائی کا ظہور ہو گیا اور لڑائی کے ظہور پر فتح قسطنطنیہ کی ہو گی۔ آپ نے قیامت کی علامات اور اس کے اترنے کے نشانات نشر و حشر نیکو کاروں اور بدکاروں کی خبروں جنت و نار، قیامت کے میدان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس فصل کے مطابق ایک دیوان تنہا مستقل ہو سکتا ہے۔ جو اکیلا بہت سے اجزاء پر شامل ہو اور احادیث کے وہ نکات جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کافی ہیں۔ اور اکثر وہ صحاح ہیں اور آئمہ کے نزدیک ثابت ہیں۔

## فصل ۲۴

(اس بارہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں سے پھلایا اور ان کی تکلیف دہی سے کفائی ہوا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْصِيُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ اور اللہ تمہاری نگرانی کرے گا لوگوں سے۔

اور فرمایا۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

اور فرمایا۔ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ وَكُنَّا بِكَ خَبِيرِينَ کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مشرکین دشمنوں سے کافی ہے۔ بعض نے دوسرے معنی بیان کئے ہیں۔

اور فرمایا۔ إِنَّا كُنَّا بِكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ۔ بیشک ان ہنسے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

اور فرمایا۔ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ قَالُوا يُبْخِرُكَ وَيَمَكُرُونَكَ وَيَمَكُرُونَكَ وَاللَّهُ خَيْرٌ مَّا يَكُرُونَ۔

ترجمہ۔ اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکل دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر

کرتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے (پ ۹ ع ۸)

marfat.com

Marfat.com

خبر دی ہم کو قاضی شہید ابو علی صدیقی نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ اور فقیر  
حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ محافری نے۔ ان دونوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو  
الحسن صیہونی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو۔ علی بغدادی نے کہا حدیث بیان کی  
ہم سے ابو علی سخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس مروزی نے کہا حدیث  
بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ حنفی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد بن حمید نے کہا حدیث  
بیان کی ہم سے مسلم بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عمار بن عبد بن  
سعید جریری سے وہ عبد اللہ بن شفیق سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت کئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری وَاللّٰهُ  
يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک قبہ سے نکالا۔  
اور فرمایا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَخَذْتُ عَصِيَّتِي مَوْجِدًا لِّأَعْلَمَ لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔  
مجھ میرے رب عزوجل نے بچا لیا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے تو آپ  
کے اصحاب آپ کے لئے کوئی درخت تجویز کرتے۔ جس کے نیچے آپ دوپہر کے وقت  
آرام پائیں پھر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی (کافر) آیا۔ اور اس نے آپ پر تلوار  
سونت لی۔ پھر کہنے لگا کہ تم کو مجھ سے کون روک سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ  
عزوجل۔ تب اعرابی کا ہاتھ کلنے لگا اور اس کی تلوار گر گئی۔ اور اس نے اپنے سر کو  
درخت سے مارا۔ یہاں تک کہ اس کا دلغ بے لکلا۔ پھر آیت نازل ہوئی۔ اور بیشک یہ  
قصہ صحیح حدیث میں مروی ہے۔ (لیکن صحیح حدیث میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ اور یہ  
الفاظ کسی معتبر کتاب میں نہیں۔ کذا فی الشرح) اور اس قصہ کا صاحب غورث بن  
حارث ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا تھا۔ پھر وہ اپنی قوم کی  
طرف گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمہاری طرف بہتر لوگوں کی طرف سے آیا ہوں۔

اور اس قصہ کی طرح وہ ہے کہ بدر کے دن آپ کو پیش آیا ہے۔ بھائی آپ  
اپنے اصحاب سے علیحدہ ہو کر قضاہ حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے  
بچے ایک منافق ہو لیا تھا۔ اور ایسا ہی ذکر کیا۔

بیشک روایت کیا گیا ہے کہ ایسا ہی قصہ خلفان کی جنگ میں مقام ذی امر میں ایک شخص کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جس کا نام دحور بن عارث تھا۔ اور یہ کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا تھا۔ اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا جنہوں نے اس کو ورغلیا تھا۔ وہ ان کا سردار اور بڑا بہادر تھا۔ اس کو کہنے لگے کہ تم کیا کرتے تھے۔ ملائکہ تم کو اس نے قدرت دی تھی۔ تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ سفید رنگ اور لمبا ہے۔ اس نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا۔ جس سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اور تلواریں گر پڑیں۔ میں نے پہچان لیا۔ کہ وہ فرشتہ تھا۔ اور میں مسلمان ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اسی بارے میں آیت نازل ہوئی کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ حُرُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَّا يَسْتُرُونَ لَكُمْ آيَاتُهُمْ فَكُنْ لَهُمْ بَشِيرًا وَنَذِيرًا** اللہ و ملى اللہ فلیتو حکم المذنبون اے ایمان والا اللہ کا احسان اپنے لو پر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے (پ ۶ ع ۶)

اور خطابی کی روایت میں ہے کہ غوث بن عارث مغابی نے ارلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے۔ آپ کو معلوم نہ ہوا کہ دھتتا آپ کے سر پر کھڑا تلواریں سونٹے ہوئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ **اللَّهُمَّ احْشِبْنِي بِمَنَاسِكَتِهِ خَدَّيْكَ** اچھ کو اس سے کفایت دے جیسے تو چاہے پھر وہ اس ورد سے جو اس کے دونوں کندھوں میں ہوئی منہ کے بل گر پڑا۔ اور اس کی تلوار بھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اور رزق پیشہ کی ورد کو کہتے ہیں۔ اور اس قصہ میں اس کے سوا اور بھی کہا گیا ہے۔ اور ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں یہ آیت اتری ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** (پ ۶ ع ۶)

بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے ڈرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت اتری تو آپ چت لیٹ گئے۔ اور فرمایا کہ جس کا جی چاہے میری مدد چھوڑ دے۔

عبد بن حمید نے کہا ہے کہ لکڑی اٹھانے والی (جو لب کی بیوی) خاردار شاخیں جلتی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں رکھا کرتی تھی۔ تو آپ اس کو

اس طرح پابل کرتے تھے جیسے رست کا ڈھیر جس پر لوگ چلتے ہوں (یعنی وہ رست بن جاتی تھی۔ اور آپ کو تکلیف نہ دیتی تھی)۔

ابن اسحاق نے اس سے بیان کیا ہے کہ جب اس کو بَیِّنَةُ يَدِ الْآيَةِ تھپ کے نازل ہونے کی خبر پہنچی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی برائی بھی بیان کی ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور آپ کے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے ہاتھ طمعی پتھروں کی تھی۔ اور جب وہ ان دونوں حضرات کے سامنے کھڑی ہوئی۔ تو اس نے سوائے ابو بکر کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا۔ تو کہنے لگی اے ابو بکر تمہارا دوست کہاں ہے کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ میری جھو کرتا ہے۔ واللہ! اگر میں اس کو پاؤں تو اس پتھر سے اس کے منہ پر ماروں (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ اِذَا دَنَيْتُكَ) حکم بن ابی العاص (والہما موافق) سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف باہمی وعدے کر لئے۔ یہاں تک کہ ہم نے آپ کو دیکھا تو اپنے سے پیچھے ہم نے آواز سنی اور ہمارا گمان یہ ہوا کہ تہلہ میں کوئی باقی نہیں رہا (یعنی کوئی زندہ باقی نہیں رہا) پھر ہم فطش کھا کر گر پڑے۔ اور ہمیں اس وقت ہوش آیا۔ کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے اور گھر کی طرف چلے گئے۔

پھر ہم نے ایک رات اور آپس میں وعدہ کیا۔ اور آئے۔ حتیٰ کہ جب ہم نے آپ کو دیکھا تو صفا مودہ آیا۔ اور ہم میں اور آپ میں حائل ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے اور ابو جہم نے معاہدہ کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالیں۔ ہم آپ کے مکان کی طرف آئے۔ اور آپ کو سنا کہ (قرآن) شروع کیا۔ اور سَوَّاهُ اَلْعَاقِلَةُ مَا اَلْعَاقِلَةُ پڑھی ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے فَهَلْ تَرَوْا كَلِمَةً مِنْ بَاقِيَتِ پھر ابو جہم نے عڑ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ نجات طلب کر۔ اور دونوں وہاں سے بھاگ آئے۔ اور یہ حضرت عڑ کے اسلام لانے کے مقدمات میں سے ہے۔ اور اس میں سے وہ عبرت مشہور ہے۔ اور پوری کفایت ہے جبکہ آپ نے قریش کو ڈرایا تھا۔ اور آپ کے قتل پر متفق ہو

مئے تھے۔ اور رات کے وقت آپ کے قتل کے ارادہ سے جمع ہوئے تھے۔ تب آپ گھر سے نکلے اور ان کے سامنے کھڑے ہوئے۔ بحایکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ آپ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالی۔ اور ان سے بچ کر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار کے دیکھنے سے عار میں اس طرح بچلایا کہ آپ کے لئے نشانات دیئے۔ مکاری نے اس پر جلاتن دیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے کہا کہ ہم عار میں داخل ہوتے ہیں۔ تو امیہ بن خلف نے کہا کہ میں اس کو محمدؐ کے پیدا ہونے سے پہلے کا گمان کرتا ہوں۔ اور دو کبوتر مار کے منہ پر تھے۔ تب قریش نے کہا کہ اگر اس میں کوئی ہوتا۔ تو یہاں کبوتر نہ ہوتے۔

اور آپ کا قصہ سراقہ بن مالک بن جہشم کے ساتھ جبکہ آپ نے ہجرت کی بحایکہ قریش نے بلاشبہ آپ کے بارے اور ابوبکر کے بارے میں انعام مقرر کیا تھا۔ اور اس کو آپ کی اطلاع دی گئی تھی۔ تب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور آپ کے پیچھے دوڑا۔ یہاں تک کہ جب آپ کے قریب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعا کی۔ تو اس کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھس گئے۔ اور اس پر سے خود گر پڑا۔ اور تیروں سے فال نکلنے لگا۔ تو وہ بات نکلی جس کو وہ مکروہ سمجھتا تھا۔ پھر سوار ہوا۔ اور آپ کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کو سن لیا۔ اور آپ کچھ خیال نہ فرماتے تھے۔ مگر ابوبکرؓ کا خیال تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم پر کوئی آہیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَا تَحْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَكُمْ غَمٌ مَّتَّ كَلْبًا۔ کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر وہ دوبارہ گھوڑا گھنٹوں تک دھس گیا۔ اور وہ اس کے اوپر سے گر پڑا۔ پھر اس نے اس کو جھڑکا وہ کھڑا ہو گیا۔ بحایکہ اس کی ٹانگوں سے دھوئیں کی طرح اٹھتا تھا۔ تب اس نے آپؐ سے امان طلب کی۔ تو آپؐ نے اس کو امان لکھ دی۔ اس کو ابن خبیرہ (ابوبکرؓ کے غلام آزاد شدہ) نے لکھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے لکھا۔ اور سراقہ نے آپؐ کو قریش کی خبریں سنائیں۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کسی کو نہ چھوڑے۔ کہ وہ آپؐ سے اٹے۔ پھر وہ لوٹ گیا۔ اور لوگوں سے کہتا تھا کہ تمہیں کفایت ہے۔ آپؐ یہاں نہیں

ہیں۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس نے آپ دونوں سے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ پر بددعا کی تو میرے لئے دعا مانگو۔ پھر اس نے نجات پائی۔ اور اس کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا یقین ہو گیا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک چرواہے نے آپ دونوں کی خبر معلوم کی تھی۔ پھر وہ جلدی کرتا ہوا نکلا۔ کہ قریش کو جتلائے۔ لیکن جب مکہ میں آیا۔ تو اس کے دل سے وہ بات بھلا دی گئی۔ اور اسے معلوم نہ ہوا کہ کیا کرے۔ اور جس کام کے لئے نکلا تھا وہ بھول گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقام پر آگیا۔

اور ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ابو جہل آپ کے پاس ایک پتھر لے کر ایسے حال میں آیا کہ آپ سجدہ کر رہے تھے۔ اور قریش دیکھتے تھے کہ وہ آپ پر پتھر ڈالے۔ لیکن وہ اس کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ گردن تک خشک ہو گئے۔ اٹھے پاؤں لوگوں کی طرف واپس ہوا۔ پھر اس کبخت نے آپ سے سوال کیا۔ کہ میرے لئے دعا مانگیں۔ آپ نے دعا مانگی۔ تو اس کے ہاتھ چلنے لگے۔ اس نے قریش کے ساتھ اس کا مشورہ اور وعدہ کیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی۔ کہ اگر آپ کو دیکھوں گا۔ تو آپ کا سر (محلہ اللہ) پکڑوں گا۔ پھر قریش نے اس سے آپ کی بات پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ اس سے ورے مجھے ایک زاونٹ پیش آیا۔ جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ مجھے کھا جائے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل تھا۔ اگر وہ قریب آئے۔ تو وہ اس کو پکڑ لیتا۔

سرقندی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص بنی مغیرہ میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ کہ آپ کو قتل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں اندھی کر دیں اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور آپ کی باتیں سنیں۔ پھر وہ اپنے یاروں کی طرف لوٹ کر گیا تو ان کو نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو پکارا۔ اور بیان کیا کہ ان دونوں قصوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْيُنِهِمْ أَغْشَا لَا يَرَوْنَ إِلَّا قُلُوبَهُمْ مُّقْمَرُونَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا  
وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (پ ۲۳ ع ۱)

ترجمہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے۔ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوسکتا۔

اور اس میں سے وہ ہے کہ جس کو ذکر کیا ابن اسحق نے اپنے قصہ میں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے۔ پھر ان کے ایک اونچے مکان کی دیوار کے ساتھ آپ سہارا لگا کر بیٹھے تو عمرو بن حشاہ ان میں سے اٹھا تاکہ آپ پر ہلکی ڈال دے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور مدینہ شریف کی طرف لوٹ آئے۔ اور ان کو ان کا حال بتلایا۔ اور بیشک کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ فِي ضَلٰلٍ مِّنْهُ نَازِلٌ بِهِ هَٰذَا۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی طرف بنی کلاب کے دو مردوں کی ریت کے بارہ میں جن کو عمرو بن امیہ نے قتل کیا تھا نکلے۔ تب آپ سے جی بن اخطب نے کہا کہ اے ابو القاسم آپ بیٹھے تاکہ ہم تم کو کھانا کھلائیں۔ اور جو تم سوال کرتے ہو وہ تم کو دیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور جی نے کفار کے ساتھ آپ کے قتل کرنے کا مشورہ کیا۔ جبرئیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی۔ آپ وہاں سے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ کسی ضرورت کا ارادہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ اور اہل تفسیر نے حدیث کا معنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ ابو جہل نے قریش سے وعدہ کیا کہ اگر میں نے محمد کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو ان کی گردن کو پالں کروں گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی۔ تو انہوں نے اس کو جتلیا۔ پھر وہ آیا۔ اور جب قریب ہوا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ پھر اس سے پوچھا گیا۔ تو کہنے لگا کہ جب میں اس کے قریب گیا۔ تو میں ایک آگ کی کھائی پر پہنچا۔ قریب تھا کہ میں اس میں گروں اور مجھے بڑا خوف معلوم ہوا۔ اور پروں کا ملنا دیکھا۔ جنہوں نے بیشک زمین کو بھر لیا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر وہ قریب آتا تو اس کے کھڑے کر ڈالتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

كَذَٰلِكَ لَيَطَّيَّرُنَا ذَٰلِكَ مَا كُنَّا لِنَظُنَّ رَجْعَ الْوُجُوهِ لِأَوَّلِيهَا وَلَا لِيُفْلِكَ الْوُجُوهُ  
عَبْدًا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ وَأَوْآمَرَ يَتَّقِي أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى  
كَذَٰلِكَ لَيَطَّيَّرُنَا ذَٰلِكَ مَا كُنَّا لِنَظُنَّ رَجْعَ الْوُجُوهِ لِأَوَّلِيهَا وَلَا لِيُفْلِكَ الْوُجُوهُ  
فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَذَٰلِكَ لَا تُؤْمِنُ وَأَلْمُودُ وَاقْتَرَبَ (پ ۳۰ ع ۲۱)

ترجمہ۔ ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بل پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم سپاہیوں کو بلااتے ہیں ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

اور روایت کی گئی ہے کہ شیبہ بن عثمان غنی نے آپ کو جنگ حنین کے دن پایا اور حضرت حمزہؓ نے اس کے بپ و چچا کو قتل کیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ آج میں محمدؐ سے عوض خون لوں گا۔ اور جب لوگ جنگ میں مل گئے۔ تو وہ آپ کے پیچھے سے آیا۔ تاکہ آپ پر وار کرے۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں آپ کے قریب ہوا۔ تو میری طرف آگ کے شعلے بلند ہوئے جو کہ بجلی سے تیز تھے۔ تب میں پیٹھ کے بل بھاگا۔ اور مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کر لیا۔ تو بلایا اور اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ بھائی کہ مخلوق میں سے وہ میرے سخت دشمن تھے۔ مگر آپ نے ابھی اٹھایا نہ تھا۔ کہ وہ مخلوق سے مجھے پیارے معلوم ہوئے۔ اور مجھ سے کہا کہ قریب آ اور لڑ (خدا کی راہ میں) پھر میں آپ سے آگے بڑھا اور تلوار سے کفار کو مارتا تھا۔ اور آپ کو اپنی جان سے بچاتا تھا۔ اور اگر میں اپنے بپ سے اس وقت ملتا تو میں اس پر گرتا نہ آپ

۴۰

فضلہ بن عمرو سے مروی ہے۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتح مکہ کے دن ارادہ کیا۔ بھائی کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ اور جب میں آپ کے قریب پہنچا۔ فرمایا۔ کیا فضلہ ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ کہ تم دل میں باتیں بناتے تھے۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں پھر آپ ہنس پڑے۔ اور میرے لئے استغفار کی۔ اور اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر رکھا۔ تو میرا دل تسکین پا گیا۔ واللہ کہ آپ نے ہاتھ مبارک کو اٹھایا نہ تھا کہ آپ مجھ کو تمام مخلوق سے پیارے معلوم ہونے لگے۔

اور اس میں سے مشہور خبر عامر بن طفیل دار اربد بن قیس کی ہے۔ جبکہ یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈیپوٹیشن بن کر آئے تھے۔ عامر نے دوسرے سے کہا تھا۔ کہ میں تم سے محمدؐ کا منہ روک دوں گا۔ پھر تم نے ان کو نکوار مارا۔ پھر اربد کو کچھ کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ اور جب اس سے اس بارے میں کلام کیا۔ تو اس نے کہا واللہ میں نے جب ان کے مارنے کا ارادہ کیا۔ تو اپنے میں اور ان میں تجھ کو حائل دیکھا۔ کیا میں تجھ کو مارتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بچایا۔ اس میں سے یہ کہ بہت سے یہودی اور کافروں نے آپ سے لوگوں کو ڈرایا تھا۔ اور قریش کو بتلایا تھا۔ ان کو آپ کی حکومت و غلبہ کی خبر دی تھی۔ ان کو آپ کے قتل پر برا لگتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا حکم اس میں کامل درجہ تک پہنچ گیا۔ اور اس میں سے آپ کی حد رعب کے ساتھ کی۔ آپ کا خوف مینہ کی راہ تک پہنچ گیا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

## فصل ۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کو معارف و علوم عنایت کئے ہیں۔ اور آپ کو دنیا و دین کی تمام ضروریات پر اطلاع دینے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور آپ کو شریعتوں کے امور قوانین و کتب و احکام

بدوں کی حکومت اور آپ کی امت کی ضروریات سے واقف ہونا اور اس امر سے جو پہلی امتوں میں گزرا ہے۔ انبیاء و رسولوں علیہم السلام اور جاہلوں۔ قرون گزشتہ کے قصے بتلائے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانہ تک کے۔ ان کی شریعتوں اور کتابوں کی حفاظت ان کے حالات کی یادداشت ان کے اخبار کا اور خدا کے دنوں کا ان میں آئندہ ان کے اشخاص کا بیان ان کے راہوں کا اختلاف کا معلوم کرنا۔ ان کی مدتوں۔ عمروں ان کے حکماء کی حکمتوں۔ ہر ایک امت کا کفار میں سے جھگڑنا۔ اہل کتب کے ہر ایک فرقہ کا معارضہ جو ان کی کتابوں میں ہے ان کو ان کے اسرار اور ان کے پوشیدہ علوم کا خبر دینا۔ اور ان کو ان باتوں کی اطلاع دینا۔ جن کو انہوں نے چھپا لیا تھا۔ بلوجودیکہ لغات عرب میں غریب الفاظ متفرق شامل ہو گئے تھے۔ اور ان میں تبدیلی کر چکے تھے۔ آپ نے ان کے اقسام فصاحت کو احاطہ کر لیا تھا۔ ان کے ایام و امثال ان کی حکمتوں کو حفظ کر لیا تھا۔ ان کے اشعار کے معانی جانتے تھے۔ جوامع کلمات کے ساتھ آپ کو خصوصیت تھی۔ ضرب الامثال صحیحہ اور روشن حکمتوں کو پہچانتے تھے۔ تاکہ باریک اشیاء کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ مشکل کو ظاہر کر دیں۔ قواعد شرعیہ کو آراستہ کر دیں۔ جس میں کوئی نقائص نہ ہو۔ اور نہ ترک نصرت ہو۔ بلوجودیکہ آپ کی شریعت عمدہ اخلاق اور خوبی آداب اور ہر شے خوبصورت مفصل پر مشتمل ہے۔ کہ جس کا کسی ٹھہ۔ سلیم العقل نے سوائے اپنی رسوائی کے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ہر منکر و کافر۔ جلیل جب ان باتوں کو سنا کہ جن کی طرف آپ بلا تے ہیں۔ تو اس کو بلا طلب دلیل پسند ہی کرتا ہے۔

پھر آپ نے ان پر پاک چیزیں حلال کیں۔ اور خبیث چیزیں حرام کیں۔ اور اس کے باعث ان کے نفسوں۔ عزتوں۔ مالوں کو عذابوں اور حدود سے جلدی اور آگ دونوں سے دیر کے ساتھ جس کا علم کسی کو نہیں پہلایا۔ اور ان سب کو اور ان کے بعض کو وہی شخص حفظ کرتا ہے۔ جس نے کتابیں پڑھی ہوں۔ کتابوں پر جھکا رہا ہو۔ اس کے ساتھ طرح طرح کے علوم اور معارف کے اقسام کو ضبط کیا ہو۔ جیسے طب تعبیر خواب۔ فرائض حساب۔ نسب وغیرہ علوم جن کو اہل علم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

دِسلم کے کلام سے بطور پیشوا و اصول کے اپنے علموں میں لیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اَلَّذِي لَا قَوْلَ لَهُ يَرْوِي وَيَسْمَعُ عَلَى رَأْسِ كَائِنَةٍ**۔ خواب پہلے تعبیر کرنے والے کے لئے ہے وہ پرندہ کے پاؤں پر ہوتی ہے (یعنی وہ جمعیت ہٹ کر جاتی ہے۔ اور واقع ہوتی ہے)۔

آپؐ نے فرمایا کہ خواب تین قسم کی ہے۔ ایک خواب سچی ہے۔ اور ایک خواب وہ ہے کہ دل میں خطرہ آتا ہے۔ اور ایک خواب غم کی ہے۔ جو شیطان کی طرف سے ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ جب زمانہ قریب ہو گا (یعنی قرب قیامت یا رات دن برابر ہوں) تو مومن کی خواب بھوٹی نہ ہو گی۔

اور فرمایا کہ بیماری کی اصل تختہ اور بد ہضمی ہے۔ اور ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ معده بدن کا حوض ہے۔ اور رگیں اس کی طرف آتے والی ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو ہم صحیح نہیں کہتے (کیونکہ ضعیف اور موضوع ہے۔ اور دار قطنی نے اس میں کلام کیا ہے۔

اور فرمایا کہ بستر دواؤں کی جو تم کرتے ہو۔ سحوط (جو دوا ٹاک میں چڑھائی جائے) اور لعود (جو کہ منہ کی ایک طرف ڈالی جائے) اور حجامت (سنگی لگانا) اور حل ہے۔ اور بستر سنگی ۱۔ ۲۔ ۳ تاریخ چاند کو ہے۔ اور عود ہندی (قطہ بخری) میں فرمایا کہ سات مرض کو شفا ہے۔ نملا ان کے ذات الجنب ہے۔

اور فرمایا کہ ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر برا برتن نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر ضروری کھانا ہو۔ تو ٹکٹ کھانے کے لئے ٹکٹ پانی کے لئے اور ٹکٹ سانس کے لئے رکھے۔

اور سہا کی نسبت آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ مود تھا یا عورت یا نمن کا نام ہے۔ فرمایا کہ وہ مود تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں جا کر رہے۔ یہ حدیث لمبی ہے۔

اور ایسا ہی آپؐ کا جواب قضا کے نسب کے بارہ میں وغیرہ امور کہ جن میں عرب

کے لوگ بلوجود اس کے کہ وہ لب کے بارہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھنے میں مجبور ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حیر عرب کے سردار تھے۔ اور عہد تھے۔ اور خراج ان کا سر اور گردن ہے۔ اور ازوان کا کل (پیشے سے لوہہ گردن سے نیچے) اور کھوپری ہے۔ اور ہون ان کا عارب (ہونٹ میں جیسے انسان میں کل) اور ان کی چوٹی اور کوہن ہے۔

اور فرمایا کہ زندہ چکر لگاتا ہے۔ اپنی صفت کی طرح جس دن سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور حوض کوثر میں فرمایا۔ کہ اس کے گوشے برابر ہیں۔

اور ذکر کی حدیث میں فرمایا۔ کہ نیکیاں دس گنے ہوں گی۔ پس یہ ڈیڑھ سو تو زبان پر ہیں۔ (یعنی ۳۰) تسکین پانچ نمازوں میں (مکمل ہوئیں) اور پندرہ سو میزان میں ہوں گی (ایک کو دس میں ضرب دینے سے) اور ایک جگہ کے بارہ میں فرمایا۔ کہ یہ حمام کی عہد جگہ ہے۔ اور فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔ اور حینہ یا اقرع کو فرمایا۔ کہ میں تم سے زیادہ گھوڑے کو پہچانتا ہوں۔

اور آپ نے اپنے کتب سے فرمایا۔ کہ اپنے قلم کو کالوں پر رکھ۔ کیونکہ لکھنے والے کو زیادہ یاد دلاتا ہے۔ اس کو یاد رکھ۔ اور بلوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتب نہ تھے۔ لیکن آپ کو ہر ایک چیز کا علم دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ بلاشبہ ایسی حدیثیں آئی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خط کے حروف پہچانتے تھے۔ اور ان کی خوبصورتی کو جانتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ بسم اللہ کو لمبی مت لکھو۔ (کیونکہ سین لبا کرنے میں ب معلوم ہو گا) روایت کیا اس کو ابن شعبان نے ابن عباسؓ کے طریق سے۔

اور دوسری حدیث میں معلوم ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کما کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی روایت درست کر اور قلم کو تیز کر (یعنی دائیں طرف بڑھائی ہو) یا ب کو سیدھا کر اور سین کے دندانہ علیہہ کر اور میم کے دائرہ کو اندھا نہ کر اور لفظ اللہ کو خوبصورت لکھ۔ اور رجن کو لبا کر اور رحیم

کو خوبصورت لکھ۔ اور یہ باتیں (محقق) ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ راویت ثابت نہیں کہ آپ نے کچھ لکھا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی بعید نہیں۔ کہ آپ کو اس کا علم دیا گیا ہو۔ اور لکھنے اور پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لغات عرب سے عالم ہونا اور اس کے اشعار کے معانی کا حفظ کرنا سو یہ تو ایک مشہور بات ہے۔ ہم نے اس کے کچھ حصہ پر اول کتاب میں خبر دے دی ہے۔ اور ایسا ہی آپ کا لوگوں کے بہت سے لغات کا حفظ کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔ سنہ سنہ اور یہ حبشی زبان میں معنی سنہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ ہرج بہت ہو گیا۔ اس کے معنی قتل کے ہیں۔ اور حدیث ابو ہریرہ ؓ میں آپ کا اسکتب دردم یعنی پیٹ کا درد۔ قاری زبان میں وغیرہ۔ وہ علوم کہ جن میں سے بعض کو وہی جانتا ہے۔ اور اس کے کل یا بعض کا وہی حق پورا کر سکتا ہے۔ کہ جس نے ساری عمر کتابیں پڑھی ہوں۔ اور کتابوں پر جھکا رہا ہو۔ ان کے لیل سے مشغل رکھا ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مودتھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ ای ہے۔ نہ لکھا ہے نہ پڑھا ہے۔ اور نہ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہا ہے جن کو علم تھا اور نہ اس میں سے کسی شے کو پڑھا ہے اور نہ پہلے آپ ان میں سے کسی علم سے مشہور تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّوْنَ بِحِجَابٍ وَلَا رِثَابٍ الْمُبِطُونَ۔ اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔ (یعنی جبکہ تھی شیعہ کی کہ اہل کتاب پڑھ کر یہ باتیں معلوم کیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی کسی مسئلہ کے پاس بیٹھے نہ ہاتھ میں قلم پکڑا)۔ (۱۷۲ ع)

عرب کی تو علوت معرفت نسب اور پہلے لوگوں کے قصے اور شعرو بیان کا جانا تھا۔ اور یہ باتیں بھی ان کو جب حاصل ہوئی تھیں کہ عرب ہر اس علم میں مشغول رہے تھے۔ اس کی باتیں بھی ان کو جب حاصل ہوئی تھیں کہ عرب ہر اس علم میں مشغول رہے تھے۔ اس کی باتیں بھی ان کو جب حاصل ہوئی تھیں کہ عرب ہر اس علم میں مشغول رہے تھے۔

فن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں سے ایک نقطہ ہے۔ اور ملحد کے انکار کے لئے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کوئی راہ نہیں۔ اور کافروں کے لئے جو کچھ ہم نے بیان کیا۔ اس کے رفع کرنے میں سوائے اس کے اور کوئی حیلہ نہ تھا۔ کہ کہہ دیتے تھے۔ یہ تو پہلے لوگوں کی باتیں ہیں۔ اور بیشک ان کو انسان نے سکھایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد کر دیا۔ کہ جس کی زبان کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔ اور یہ فصیح عربی زبان ہے۔ پھر جو انہوں نے کہا تھا۔ وہ صریح مکابہ ہے۔ کیونکہ بیشک جس کی طرف آپ کی تعلیم کو نسبت کرتے تھے۔ وہ یا تو سلمان تھا یا۔ حطام رومی تھا اور سلمانؓ نے تو آپ کو ہجرت کے بعد پہچانا ہے۔ جب کہ قرآن شریف کا بہت سا حصہ نازل ہو چکا تھا۔ اور بیشمار آیات کا تصور ہو چکا تھا۔ اور۔ حطام رومی اسلام لا چکا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کہ مروہ پر (لوگوں کے ساتھ) بیٹھا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں عجمی زبان والے تھے۔ اور یہ فصحاء عرب جھگڑا لو اور تیز زبان خطیب اس قرآن کے معارضہ اور اس کے مثل لانے سے عاجز ہو گئے تھے۔ بلکہ اس کے وصف اور صورت تالیف و نظم کے سمجھنے سے قاصر تھے پس عجمی گنگے کا تو کیا ذکر ہاں بیشک سلمان یا بلعام رومیؓ یعیس یا جبریا یار کہ جس کے نام میں اختلاف ہے لوگوں کے سامنے ساری عمر باتیں کرتے رہے ہیں۔ کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ امر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے آئے ہیں۔ اور کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ باتیں مشہور ہوئی ہیں۔ اور دشمن کو اس وقت بلوجود کثرت شمار سخت طلب و کثرت حسد کے کسی نے منع نہ کیا تھا۔ کہ اس کے پاس بیٹھے پھر وہ بھی اس سے علم حاصل کر کے معارضہ کرے۔ اور اس سے وہ بات سیکھے کہ جھگڑنے میں جس کا محتاج تھا۔ جیسا کہ نصر بن حارث نے کیا تھا۔ کہ جھوٹے قصہ اپنی کتابوں سے بیان کرتا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے غائب نہ ہوئے تھے۔ اور نہ اہل کتاب کے شہروں کی طرف آپ کا آنا جانا ہوا تھا۔ کہ یوں کہا جاتا۔ آپ نے ان سے مدد لی ہے۔ بلکہ ہمیشہ ان کے درمیان رہے۔ بچپن اور جوانی میں انبیاء علیہم السلام کی

عادت کے موافق بکریاں چراتے رہے۔ پھر ان کے شہروں سے سوائے ایک دو سفر کے باہر نہیں نکلے۔ اور ان میں اتنی مدت نہیں لگائی کہ جس میں تھوڑی سی تعلیم کا بھی احتمال ہو۔ زیادہ کہیں بلکہ سفر میں اپنی قوم کی صحبت اور اپنے قبیلہ کی رفعت میں رہے۔ ان سے عائب نہ ہوئے۔ اور مکہ میں قیام کی مدت میں بھی آپ کا حل نہیں بدلا نہ تعلیم پائی۔ نہ کسی عالم یہود یا پادری یا نجوی یا کاہن کے پاس گئے۔ بلکہ اگر یہ سب باتیں بھی ہوتیں۔ تاہم بالضرور آپ کا قرآن شریف کا معجزہ لانا ہر ایک عذر کو قطع کرنے والا۔ ہر ایک حجت کو دور کرنے والا۔ ہر ایک امر کو واضح کر دینے والا ہوتا۔

## فصل ۲۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور آپ کے معجزات و کھلے نشانات میں سے آپ کے اخبار ہیں جو کہ ملائکہ اور جنوں کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ملائکہ سے آپ کی مدد کرنا اور جنوں کا آپ کی اطاعت کرنا اور بہت سے صحابہ کا ان کو دیکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِنْ تَطَهَّرَ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ مُؤَمِّلُهُ وَيَجْبِرُ بِهِ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ  
لِيَكْ ظُهُورٌ (پ ۲۸ ع ۱۹)

ترجمہ۔ اور اگر ان پر زور پاند ہو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اور فرمایا۔ اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنْ يَنْزِلُنَّ عَلَيْكُمْ فَتَقِيْتُوُا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پ ۹ ع ۱۲)

ترجمہ۔ جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو۔

اور فرمایا۔ اِذْ تَسْتَوِيْوُنَّ رَاٰكُمْ فَاسْتَعَاذَ بِكُمْ اَنْ يَّزِيلَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ وَيَقْلِبَ اِلَيْكُمْ اَمْرًا (پ ۱۵ ع ۱۵)

مَدْرُفِيْنَ (پ ۱۵ ع ۱۵)

marfat.com

Marfat.com



ترجمہ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔

اور فرمایا۔ **وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ قَالُوا يَبْقَوْنَ آتَانَا سَمِيعًا مِّمَّا نُنْزِلُ مِنَ الْغَيْثِ** (پ ۱۶ ع ۴)

ترجمہ۔ اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کلن لگا کر قرآن سننے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو۔ پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔

حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عاص فقیہ نے۔ میں نے ان سے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو الیث سمرقندی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر فارسی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن معلو نے کہا حدیث بیان کی ہم سے میرے باپ نے۔ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے سلیمان شیبانی نے اس نے زرین جیش سے سنا اس نے عبداللہ (بن مسعود) سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **لَقَدْ دَاوَىٰ مِن آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ** بے شک اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔ کہا (ابن مسعود نے) جبرائیل علیہ السلام کو اپنی صورت میں دیکھا۔ جس کے چہ سو پر تھے۔

اور صحیح حدیث میں آپ کا جبرائیل و اسرافیل وغیرہا فرشتوں سے کلام کرنا ثابت ہے۔ اور شب معراج میں آپ کا فرشتوں کو بلو جو ان کی کثرت اور بعض کی بڑی بڑی صورتوں کے دیکھنا مشہور ہے۔ اور فرشتوں کو آپ کے سامنے چند صحابہ نے مختلف مقامات پر دیکھا ہے۔ آپ کے اصحاب نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک مرد کی شکل میں دیکھا ہے۔ جو کہ آپ کو اسلام اور ایمان کی بابت پوچھتا تھا۔ ابن عباس اسامہ بن زید وغیرہا نے آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کو وجہہ مکلی کی شکل میں دیکھا ہے۔ اور

سعد بن وقاصؓ نے اپنے دائیں بائیں جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو دیکھا تھا۔ جن پر سفید کپڑے تھے۔

اور ایسا ہی اور بہت سے صحابہ عظیم الرضوان سے مروی ہے۔ بعض صحابہؓ نے فرشتوں کا اپنے گھوڑوں کو جھڑکنا جنگ بدر کے دن سنا ہے۔ بعض نے کفار کے سر اڑتے ہوئے دیکھے ہیں۔ اور مارنے والے کو نہیں دیکھا۔

ابو سفیان بن الحارث نے اس دن سفید مردوں کو اہل گھوڑوں پر آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ جن کے برابر کا کوئی لڑکا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بیشک فرشتے عمران بن حصین سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ کو جبرئیل علیہ السلام کعبہ میں دکھلایا۔ تو وہ بیہوش ہو کر گر گئے۔

اور عبداللہ بن مسعودؓ نے جنوں کی رات میں جنوں کو دیکھا۔ اور ان کا کلام سنا۔ ان کو قوم زط کے مردوں سے شبیہ دی۔

اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے ذکر کا ہے کہ جب معصب بن عمیر احد کے دن شہید ہوئے تو ایک فرشتے نے اس کی شکل پر جھنڈا لیا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرماتے تھے کہ اے معصب آگے بڑھ۔ پس آپ کو فرشتے نے کہا کہ میں معصب نہیں ہوں۔ تب آپ نے معلوم کیا کہ وہ فرشتہ ہے۔

اور بہت سے مصنفین نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شیخ آیا۔ جس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ جن کی آواز ہے تم کون ہو۔ اس نے کہا میں ہامہ ابن الہثم بن لاقس بن ابلیس ہوں۔ اس نے بیان کیا کہ میں نوح علیہ السلام سے ملا ہوں۔ اور ان کے بعد اور پیغمبروں سے لمبی حدیث بیان کی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چند سورتیں سکھلائیں۔

اور واقدی نے بیان کیا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عزی (درخت) کے گرانے کے وقت سیاہ (عورت) کو جو اس کے سامنے کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ تھی ہو

کر نکلی تھی قتل کیا۔ اور اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ تب آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ یہ عزری تھی۔ (یعنی عزری درخت جس کی عبلوت کی جاتی تھی۔ دراصل وہ عورت جنت تھی۔ اس لئے اس کو عزری فرما دیا)۔

اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ شیطان نے آج رات حملہ کیا کہ میری نماز قطع کرے۔ پھر خدا نے مجھے طاقت دی۔ اس کو میں نے پکڑ لیا۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو اپنی مسجد کے ستونوں میں سے ایک کے ساتھ باندھ دوں۔ یہاں تک کہ تم اس کو دیکھ لو۔ لیکن میں نے پھر اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد کی جو انہوں نے مانگی تھی۔ اے میرے رب مجھ کو ایسا ملک دے کہ میرے بعد اور کسی کو لائق نہ ہو۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ نے محکم کر کے رد کر دیا۔ اور یہ باب وسیع ہے۔

## فصل ۲۷

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل و علامات رسالت میں سے وہ احادیث ہیں جو کہ رحبان اور احباء (درویشوں اور عالموں نصارے و یسویں) اور علماء اہل کتب سے آپ کی صفت اور آپ کی امت کی صفت و رسم و علامات میں پے درپے وارد ہوئی ہیں۔ آپ کی انگشتی کا ذکر جو آپ کے دونوں کندھوں میں تھی۔ اور جو اس بارے میں موحدین حقدین کے اشعار ہیں یعنی تیج اوس بن حارث۔ کعب بن لوی۔ سفیان بن مجاشع۔ قس بن سعدہ کے اور جو کچھ سیف بن ذی یزن وغیرہم سے منقول ہے۔ اور جو کچھ کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل عسکلان حیری اور علماء یہود اور شامل نے جو ان کا عالم تھا اور تیج کا مصاحب تھا۔ آپ کی صفت و خبر بیان کی ہے۔ اور جو کہ اس میں سے تورات و انجیل میں پایا گیا ہے۔ جس کو علماء نے جمع کیا ہے۔ اور بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں کتابوں سے ان ثقہ لوگوں نے نقل کیا ہے۔ جو ان میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام بنی سعد ابن یامین مخیر بن کعب

وغیرہ۔ جو علما یہود میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بخیرا و نسطور حبشہ اور صاحب  
بصرے ضغاطر اور شام کے پادری اور جارود اور سلمان نجاشی حبشہ کے نصاریٰ نجران  
کے پادری وغیرہم جو نصاریٰ کے پادریوں میں سے مسلمان ہوئے تھے۔ اور ہر قل اور  
صاحب رومہ نے جو کہ نصاریٰ کے عالم و سردار تھے۔ اس کا اقرار کیا اور مقوقس  
صاحب مصر اور شیخ نے جو اس کا مصاحب تھا۔ ابن صوریہ ابن اخطب اور اس کے بھائی  
اور کعب بن اسد زبیر بن باطیا وغیرہم علماء یہود نے اقرار کیا۔ جن کو حسد نے بد بختی پر  
باقی رہنے کے لئے ہرانگیختہ کیا تھا۔ اور اس بارہ میں حدیثیں بہت ہیں۔ جن کا شمار  
نہیں۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کے کانوں کو کھول  
دیا۔ کہ ان کی کتابوں میں میری اور میرے اصحاب کی صفت ہے۔ اور ان پر حجت قائم  
کی تھی۔ کہ جس پر ان کے صحیفے مشتمل ہیں۔ اور اس کی تحریف اور چھپانے اور ان  
کی زبان کے مروڑنے سے آپ کے امر کے بیان سے ان کی مذمت کی۔ آپ نے ان  
کو مباہلہ کی طرف بلایا۔ کہ جو جھوٹا ہو (اس پر لعنت ہو) اور ان میں سے ہر ایک  
معارضہ سے بھاگل۔ اور جو الزام ان کی کتابوں سے ہوتا تھا۔ اس کا اظہار کیا۔ اور اگر وہ  
اس کے خلاف پاتے تو اس کا اظہار ان پر زیادہ آسان ہوتا۔ نسبت جانوں اور مالوں  
کے خرچ کرنے اور مکانوں کے خراب کرنے اور ترک قتل کے بحالیکہ آپ نے ان  
سے کہہ دیا تھا۔ قُلْ فَأْتُوا بِآيَاتِكُمْ فَإِنْ لَا تَأْتُونَهَا بَعْدَ كُفْرِي سَاءَ الْمَقْدَرُ۔ کہہ دے کہ لاؤ تورات کو  
اور اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

یہاں تک کہ کانہوں نے آپ کی خبر دی تھی۔ جیسے کہ شافع بن کلیب اور شق۔  
سلج۔ سواد بن قارب۔ خنافر۔ اٹھکی اور نجران۔ جدل بن جذل۔ کنڈی۔ ابن غلہ۔  
دوسی۔ سعدی بنت کریم۔ فاطمہ بن نعمان اور وہ لوگ جن کا شمار بوجہ کثرت نہیں ہو  
سکتا۔ باوجودیکہ جنوں کی زبانوں پر آپ کی نبوت اور وقت رسالت کے آنے کا اظہار  
ہوا۔ جنوں اور تھانوں کے ذبحوں اور صورتوں کے پیڑوں سے شنا گیا۔ اور جو کچھ نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور آپ کی رسالت کی گواہی پتھروں اور قبوں پر محض قدیم  
لکھا ہوا پایا گیا۔ کہ جو اکثر مشہور ہے۔ اور اس وجہ سے بعض لوگوں کا مسلمان ہونا

معلوم و مذکور ہو چکا ہے۔

## فصل ۲۸

اور ان میں سے وہ نشانات ہیں۔ جو کہ آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے ہیں۔ جن کے عجائبات کو آپ کی والدہ شریفہ اور دیگر حاضرین نے بیان کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت آپ کا سر اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔ آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ کی والدہ نے وہ نور دیکھا جو کہ ولادت کے وقت آپ کے ساتھ نکلا تھا۔ اس وقت عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے دیکھا کہ ستارے قریب آگئے ہیں۔ اور ولادت کے وقت نور نکلا۔ حتیٰ کہ نور کے سوائے اور کچھ نہ دیکھتی تھی۔

عبدالرحمن کی والدہ شفا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاتھوں پر پڑے۔ اور چھینک ماری اور الحمد للہ کمال تو میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے۔ یہ تمک اللہ یعنی خدا تمھ پر مریبان ہو۔ اور مشرق و مغرب کے درمیان مجھے روشنی معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے مکانات دیکھ لئے۔ اور حلیمہؓ اور اس کے خلوہ نے جو آپ کی دودھ کی ماں تھی آپ کی برکت دیکھی۔ اس کا اور اس کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا تھا۔ اس کی بکریاں موٹی تازی ہو گئی تھیں۔

۶

آپ بچپن میں جلدی پڑتے تھے۔ اور ترقی پاتے تھے۔ اور پیدائش کی رات میں یہ عجیب واقعہ ہوا۔ کہ کسریٰ کا محل ہلا۔ اس کے کنگرے گر پڑے۔ بحیرہ طبریہ کا پانی گم ہو گیا۔ فارس کی آگ بجھ گئی جبکہ اسے ہزار سال جلتے ہو گئے تھے۔ اور جب آپ اپنے چچا ابو طالب اور اس کی اولاد کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ تو یہ لوگ سب پیٹ بھر کر کھا لیتے۔ اور جب آپ غائب ہوتے اور مل کر کھاتے تو پیٹ نہ بھرتا۔ ابو طالب کے اور بیٹے صبح کے وقت پر آگندہ حل اٹھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تروتازہ روشن چکنے سرگمین اٹھتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

ام ایمنؓ آپ کی پالک فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھوک پیاس کی شکایت بیان کرتے ہوئے نہ بچپن میں نہ بڑے ہوئے دیکھا ہے۔ اور ان میں سے آسمانوں کا شاہبوں سے محفوظ رہتا ہے۔ شیطانوں کی گھات لگاتا موقوف ہوا۔ ان کا کان کی چوری کرنا روک دیا گیا۔ اور لڑکھن ہی میں آپ کو بتوں سے دشمنی تھی۔ امور جاہلیت سے بچتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے خصوصیت دی تھی۔ عمدہ اخلاق کی اور بری باتوں سے بچایا تھا۔ حتیٰ کہ ستر کے بارہ میں حدیث مشہور میں آیا ہے۔ کہ جب کعب کی بنا ہو رہی تھی آپ نے اپنے بند کو اٹھاتا چلا کہ اس کو کندھے پر رکھیں۔ اور اس پر پتھر اٹھائیں۔ اور برہنہ ہوئے تو زمین پر گر پڑے اور بند جھٹ پہن لیا۔ آپ کے چچا نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ مجھے برہنہ ہونے سے منع کر دیا گیا ہے۔

اور ان میں سے سفر میں اللہ تعالیٰ کا آپ کو بادل سے سلیہ کرنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خدیجہؓ اور ان کی عورتوں نے جب آپؐ سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ کو سلیہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ سے اس کا ذکر کیا۔ تو اس نے کہا کہ میں شروع سے جب میں آپ کے ساتھ سفر میں نکلا ہوں دیکھتا آیا ہوں۔

اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ حلیمہؓ (دالی) نے بادل دیکھا تھا جو آپ کو سلیہ کئے ہوئے تھے۔ بخایکہ آپ اس کے ساتھ تھے۔ اور یہ بات آپ کے رضاعی بھائی سے بھی مروی ہے۔

اور اس میں سے یہ کہ آپ مبعوث ہونے سے پہلے ایک سفر میں ایک خشک درخت کے نیچے اترے تو اس کا گردا گرد تمام سبز ہو گیا۔ درخت پھلدار ہو گیا اس کی شاخیں بڑھ گئیں۔ اور نیچے لٹک آئیں۔ اور جو وہاں حاضر تھے انہوں نے اس کو دیکھا۔ دوسری حدیث میں درخت کے سلیہ کا آپ کی طرف میلان کرنا آیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو سلیہ کر دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے وجود شریف کا سورج اور چاند کے وقت

ملیہ نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ نور تھے۔ اور یہ کہ مکھی آپ کے جسم مبارک اور کپڑوں پر بیٹھتی نہ تھی۔

اور اس میں سے یہ کہ خلوت آپ کو پیاری تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی طرف وحی کی گئی۔ پھر آپ نے اپنی اور اجل کے قریب ہونے کی خبر دی۔ اور یہ کہ آپ کی قبر مدینہ میں اور آپ کے گمری میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپ کے گھر اور قبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا۔ اور حدیث وفات میں بہت سی بزرگیاں اور شرافتیں ہیں۔ اور ملائکہ نے آپ کے جسم شریف پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور ملک الموت نے آپ سے اذن طلب کیا۔ اور پہلے اس سے کسی سے اذن طلب نہیں کیا۔ ان کی آوازیں لوگوں نے سنیں کہ غسل کے وقت آپ کا کرتا مبارک نہ اتارو۔ اور یہ بھی آیا کہ خضر علیہ السلام اور فرشتوں نے آپ کی موت کے وقت آپ کے اہل بیت سے تعزیت کی ہے۔ علاوہ اس کے آپ کے اصحاب پر آپ کی کرامت و برکت زندگی اور موت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ جیسے حضرت عمرؓ کا آپ کے چچا عباس کے ساتھ بارش کا طلب کرنا اور بہت لوگوں کا آپ کی اولاد کے ساتھ تہرک حاصل کرنا مذکور ہے۔

## فصل ۲۹

کما چنی ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ہم نے اس باب میں آپ کے معجزات واضح کے نکتے بیان کئے ہیں۔ اور علامات نبوت کے ہم نے وہ کلام بیان کئے ہیں کہ جو کفایت کرنے والے ہیں ان میں سے ایک (قرآن) ہی میں کفایت و غنا ہے۔ اور ہم نے اور بہت سے معجزات چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ان کے سوا ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے اور بہت سے معجزات چھوڑ دیئے ہیں۔ جو ان کے سوا ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ لمبی حدیثوں میں سے صرف غرض اور اصل مقصد پر بس کی۔ اور بہت سی احادیث و غریب میں سے جو صحیح اور مشہور تھیں۔ ان کو لیا۔ مگر وہ غریب حدیثیں بھی لی ہیں۔ کہ جن کو مشہور اماموں نے ذکر کیا ہے۔ اور ان سب میں ہم نے

اسناد کو بوجہ اختصار کے حذف کر دیا۔ اور اس باب کے موافق اگر پورے طور پر لکھا جائے تو ایک دیوان جمع ہو کر کئی جلدوں پر شامل ہو جائے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت دو وجہ سے زیادہ ظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بکثرت ہیں۔ اور یہ کہ جس کسی نبی کو معجزہ دیا گیا ہے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مثل معجزہ دیا گیا ہے۔ تو اس باب کے فصول اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو دیکھ کر انشاء اللہ اس پر واقف ہو جائے گا۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ وہ بکثرت ہیں۔ پس یہ قرآن سب کا سب معجزہ ہے۔

اور بعض محققین آئمہ کے نزدیک کم از کم جس پر اعجاز واقع ہے۔ سورۃ رَفَا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوتُورَ یا اس قدر اور کوئی آیت ہے۔ بعض آئمہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کی ہر ایک آیت جیسے بھی ہے معجزہ ہے۔ دوسروں نے یہ زائد کیا ہے کہ اس کا ہر ایک پورا جملہ معجزہ ہے۔ اگرچہ وہ ایک کلمہ یا دو کلمہ سے بنا ہوا ہے۔ اور حق وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ تِلْكَ اب وہ کہ اس کی تائید نظر و تحقیق سے ہوتی ہے۔ جس کا بیان طول ہے اور جب یہ ہے تو قرآن میں کلمات قریباً ۷۷ ہزار اور کچھ اوپر ہیں۔ اور بعض علماء کے شمار کے موافق ہے۔ اور اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوتُورَ کے کلمات کا شمار دس عدد ہے۔ پس تمام قرآن کی تقسیم رَفَا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوتُورَ کے عدد کی نسبت سات ہزار جزو سے زائد ہوئی۔ کہ ہر ایک ان میں سے بذاتہ معجزہ ہے۔ پھر اس کا معجزہ ہونا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ دو وجہ سے ہے۔ ایک طریق بلاغت اور دوسرا طریق نظم۔ پس اس عدد کے ہر جزو میں دو معجزے ہوئے۔ سو اس وجہ سے عدد دو گنا ہو گیا۔

پھر اس میں اعجاز کی دوسری وجہیں ہیں۔ وہ کہ علوم غیب کی خبریں دینا۔ کیونکہ بے شک کبھی اس تقسیم کی ایک ہی سورہ میں غیب کی چیزوں کی خبریں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز بذاتہ معجزہ ہے۔ اور دوبارہ یہ عدد دو گنا ہو گیا۔ پھر اعجاز کے دوسرے اقسام جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ وہ اس عدد کو دو گنا کر دیتے ہیں۔ یہ قرآن ہی کے حق



میں ہے۔ پس کوئی عدد معجزات قرآنی کو نہ لے سکے گا۔ اور شمار اس کے دلائل کو حصر نہ کر سکے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ابواب میں جو احادیث و اخبار وارد و صادر ہیں۔ اور وہ باتیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ جن سب کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے۔ اس کثیر مقدار کے قریب پہنچی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات واضح ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے زمانہ کی ہمتوں کے موافق تھے۔ اور اسی فن کے موافق کہ جس میں ان کے زمانہ کے لوگ بڑھے ہوئے تھے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں کی غایت علم جادو تھا۔ تو ان کی طرف موسیٰ علیہ السلام ایسا معجزہ لے کر بھیجے گئے کہ ان کے ادعاء قدرت کے مشابہ تھا۔ پس وہ ان کے پاس وہ معجزہ لائے کہ جس نے ان کی علوات کو خرق کر دیا۔ اور وہ ان کی قدرت میں نہ تھا۔ ان کے جادو کو باطل کر دیا۔ ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ وہ تھا۔ کہ جس میں وہ لوگ طب میں اعلیٰ درجہ کے تھے۔ اور اس زمانہ میں طبیب بہ کثرت تھے۔ پس ان کے پاس وہ بات آئی کہ جس پر وہ قنور نہ تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وہ علاج لائے کہ جس کا انہیں خیال بھی نہ آتا تھا۔ یعنی مردہ کا زندہ کر دینا۔ اور زانو اندھے اور کوڑھی برسی کا بدوں علاج و طب کے اچھا کر دینا ایسے ہی بقی انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا حل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور عرب کے تمام علوم و معارف چار تھے۔ بلاغت شعر خبر و کمات پر آپ پر قرآن شریف اتارا۔ جو ان چاروں فصول کی علوات کے برخلاف اور خارق تھا۔ یعنی فصاحت و اختصار کلام اور وہ بلاغت جو ان کے طرز کلام سے علیحدہ رنگ میں تھے۔ وہ نظم کہ غریب اور طرز غریب سے ہے کہ وہ اپنی نظموں میں اس کی طرف پہنچ نہ سکتے تھے۔ ورنہ ان کے طرزوں میں اس کا طریق جانتے ہی نہ تھے۔ اور آئندہ کی خبریں حادثات اسرار خفیہ باتیں دلوں کی باتیں بیان کیں۔ بس ویسی ہی پائی جاتیں۔ اور جس کی نسبت وہ خبر دی گئی ہوتی۔ ان کی صحت کا اقرار کرتے۔ اور اس کی تصدیق کرتے۔ اگرچہ وہ سخت دشمن ہوتا۔ پس کمات کو

باطل کیا۔ جو ایک دفعہ سچی نکلتی ہے تو دس دفعہ جھوٹ ہوتی ہے۔ پھر اس کو شاہوں کے پھینکنے اور ستاروں کے گھات میں رہنے سے جڑھ سے اکھڑ دیا۔ اور اس میں زمانہ گزشتہ اور انبیاء علیہم السلام مردہ امتوں۔ حلوٰت گزشتہ کی وہ خبریں آئی ہیں۔ کہ اس شخص کو جو اس علم کے لئے مشغول ہو اس کے بعض حصہ سے عاجز کر دیتی ہیں۔ چہ جائیکہ کل سے ان وجوہ کے موافق جن کو ہم نے بیان کیا اور معجزات کو ظاہر کر دیا ہے۔ پھر قرآن کا یہ معجزہ جو کہ ان وجوہ کا معہ دوسرے فصول کے جن کا ہم نے معجزات قرآن میں ذکر کر دیا ہے جامع ہے۔ قیامت کے دن تک ثابت رہے گا ہر امت آنے والی پر ظاہر حجت رہے گا اور اس کے وجوہ اس شخص پر تغلی نہیں جو کہ اس میں غور کرے اور اس کے اقسام اعجاز میں تامل کرے بلوجود اس کے کہ اس میں اس طریق پر غیب کی خبریں دی ہیں۔ پس کوئی زمانہ ایسا نہ ہو گا کہ جس میں اس کا صدق اس کی خبر کے ظہور کے مطابق واقع نہ ہو گا۔ پھر ایمان تازہ ہو گا۔ اور برہان غالب ہو گا۔ اور خبر مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی۔ مشاہدہ سے یقین زیادہ ہوتا ہے۔ اور نفس عین الیقین سے بہ نسبت علم الیقین کے زیادہ تسلی پاتا ہے۔ اگرچہ دونوں اس کے نزدیک حق ہیں۔ اور رسولوں کے تمام معجزات ان کا زمانہ گزرنے سے ختم ہو گئے۔ ان کے وجود کے جلنے سے معدوم ہو گئے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ختم نہ ہو گا نہ منقطع ہو گا۔ بلکہ اس کے نشانات نئے ہوتے رہیں گے۔ ست نہ ہوں گے۔ اسی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ جس کو ہم سے قاضی شہید ابو علی نے بیان کیا ہے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابوالولید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو ذر نے کہا بیان کیا ہم سے ابو محمد اسحاق ابوالہشیم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے فریدی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یث نے سعید سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:-

مَایَمَ الْأَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنْ آيَاتٍ مِثْلَهُ أَمِنْ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَالْمَآءُ كَمَا أَنَّ النَّبِیَّ أُوتِیَتْ

marfat.com

Marfat.com

وَحَبَا أَوْسَاهُ اللَّهُ النَّفَارَ جُؤَانِي أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ :- جو نبی پہلے آتے رہے ہیں۔ ان کو اسی طرح کا معجزہ دیا گیا۔ جس پر لوگ ایمان لاتے رہے۔ لیکن جو مجھے معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے (یعنی قرآن کریم) جو خدا نے میری طرف بھیجا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ان کی نسبت میرے تابعین زیادہ ہوں گے۔

یہ مطلب حدیث کا بعض کے نزدیک ہے۔ اور یہی ظاہر اور صحیح ہے۔ انشاء اللہ اور بہت سے علماء اس حدیث کی تاویل اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے ظہور میں دوسرے معنی کی طرف گئے ہیں۔ یعنی اس کا ظہور یہ ہے کہ وہ وحی اور کلام ہے کہ جس میں محض خیال کہنا یا اس کو حیلہ کہنا ممکن نہیں (بلکہ وہ اصلی ہے) اور نہ وہ تشبیہ ہے کیونکہ دوسرے انبیاء کے معجزات میں معاندین نے بے شک قصہ کیا تھا کہ ان کو دیگر اشیا کے ساتھ ملا دیں اور یہ طمع کی تھی کہ ان کو خیال بنا کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو پھیر دیں۔ جیسا کہ جلاو گروں کا رسیوں اور لکڑیوں کا ڈالنا۔ اس قسم کا معجزہ وہ ہے کہ جلاو گر اس کو خیالی بنا سکتا ہے۔ یا اس میں حیلہ کر سکتا ہے۔ اور قرآن وہ کلام ہے کہ جس میں حیلہ اور جلاو یا تخیل کو دخل نہیں۔ پس وہ اس وجہ سے ان کے نزدیک دوسرے معجزات سے زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ شاعر اور خطیب حیلہ اور بتلوٹ سے شاعر و خطیب نہیں بن سکتے۔ اور پہلا معنی صاف اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اس دوسری تفسیر میں وہ امر ہے کہ جس پر آنکھ بند ہوتی ہے یا چھپتی ہے۔

تیسری وجہ اعجاز کی اس مذہب کے موافق کہ جو کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی قدرت کو پھیر دیا ہے۔ اور یہ کہ معارضہ قرآن انسان کی قدرت میں تو ہے۔ لیکن اس سے ان کو پھیر دیا گیا۔ یا اہل السنۃ کے مذہب میں سے ایک مذہب کے موافق یہ ہے کہ اس جیسا ان کے مقدار کی جنس میں سے تو ہے۔ لیکن نہ تو یہ پہلے ہوا اور نہ بعد ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قادر نہیں کیا۔ اور نہ اس پر قادر کرے گا۔ اور دونوں مذہبوں میں کھلا فرق ہے۔ ان دونوں قولوں کے موافق عرب کا اس چیز کو نہ لانا جو ان کے مقدور میں تھا یا ان کے مقدور کے جنس میں سے تھا اور بلا جلا وطنی

قید ذلت و تغیر حال جانوں اور مالوں کے ضائع ہونے زجر اور جہنمک و عید پر راضی ہونا اس پر کھلی دلیل ہے۔ کہ وہ اس کے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اس کے معارضہ سے منہ موڑتے تھے۔ اور بے شک وہ اس بات سے منع کئے گئے تھے جو ان کے مقدور کے جنس سے تھا۔ اور اس مذہب کی طرف امام ابو العالی وغیرہ گئے ہیں۔ ابو العالی کہتے ہیں۔ کہ یہ امر ہمارے نزدیک خرق عادت میں بہ نسبت عجیب افعال کے بذاتہ نہایت اعلیٰ ہے۔ جیسے عصا کا اڑدھا بننا اور اس کی مثل اور امور۔ کیونکہ دیکھنے والے کے دل میں فوراً یہ خطرہ گذرتا ہے کہ یہ خصوصیت اس کے مالک میں اس لئے ہے کہ اس کو اس فن میں زیادہ معرفت اور زیادہ علم ہے یہاں تک کہ اس خطرہ کو کوئی صحیح نظر والا دور کر دے۔ لیکن لوگوں سے ایسے کلام کے ساتھ کہ ان کے کلام کے جنس میں سے ہو۔ معارضہ کا طلب کرنا کہ اس جیسا کلام لے آؤ۔ پھر وہ نہ لائے۔ پھر بت سے اسباب کے موجود ہونے کے بعد اس کا معارضہ نہ کرنا سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے منع کر دیا ہے۔ اس کی مثل یہ ہے کہ اگر نبی کہہ دے کہ میری نشانی اور معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیام سے بلجود ان کی قدرت اور گنہگار ہونے کے روک دے۔ گھبرا کر ایسا ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو قیام سے عاجز کر دے۔ تو یہ نہایت واضح نشانی اور دلیل ہوگی۔ اور خدا سے توفیق ہے۔

اور بعض علماء آپ کے معجزہ کی دوسرے انبیاء کے معجزوں پر غالب ہونے کی وجہ بیان کرنے سے غائب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے عذر کرنے کے لئے اس بات کے محتاج ہوئے کہ عرب کے فہم دقیق تھے۔ ان کی عقلیں تیز تھیں۔ ان کی عقلیں بہت تھیں۔ اور بے شک انہوں نے اپنی سمجھ سے اس میں معجزہ معلوم کر لیا تھا۔ اور ان کے ادراک کے موافق یہ بات ان کو حاصل تھی۔ دوسرے لوگ قبلی و بنی اسرائیلی وغیرہ کا یہ حال نہ تھا۔ بلکہ وہ غبی تھے۔ ان میں عقل تھی۔ اس لئے فرعون نے ان کے لئے جائز کر دیا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ اور سامری نے ان کو یہ امر بعد ایمان لانے تجویز کر دیا تھا۔ اور مسیح علیہ السلام کی انہوں نے عبوت کی۔ بلجودیکہ ان کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ اس کو سولی دیا گیا۔ حالانکہ نہ اس کو سولی دیا تھا نہ قتل کیا تھا۔ لیکن اس

پر اٹھایا ہو گیا تھا۔ پس ان کے پاس وہ کھلے نشانات آئے جو ان کی موٹی سمجھوں کے موافق تھے۔ جس میں کہ وہ شک نہ کر سکتے تھے۔ اور بلوجود اس کے وہ کہتے تھے کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ انہوں نے من و سلوٹی پر مبر نہ کیا اور عمدہ چیز کے بدلے نکمی چیز کے بدلنے کا سوال کرنے لگے۔ اور عرب کے اکثر لوگ بلوجود جاہلیت کے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے۔ اور بے شک خدا کی طرف بتوں سے تقرب ڈھونڈتے تھے، ان میں سے بعض وہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ایک اللہ تعالیٰ پر بدلیل عقل و صفائی دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب لے کر آئے۔ تو انہوں نے اس کی حکمت سمجھی اور اپنی بڑی سمجھ سے پہلی دفعہ ہی اس کے معجزہ کو سمجھ گئے۔ پھر اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہر روز اپنے ایمان بڑھاتے رہے۔ آپ کی محبت میں تمام دنیا کو چھوڑ بیٹھے۔ اپنے گھروں اور مالوں کو ترک کر دیا۔ اپنے والدین اور بیٹوں کو آپ کی مدد میں قتل کر ڈالا۔ اور اسی معنی میں (یہ قائل) وہ باتیں لایا۔ کہ جس سے رونق بڑھتی ہے۔ اور اس کی زینت۔ اگر اس کی طرف احتیاج ہو۔ اور اس کی تحقیق کی جائے۔ تو خوش کر دیتی ہے۔ لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و ظہور میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ ان خفیہ و ظاہر راستوں پر چلنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے میں مدد چاہتا ہوں۔ وہی مجھے کافی اور اچھا وکیل ہے۔

الحمد للہ کہ جلد اول شفاء کی پوری ہوئی۔ اور دوسری شروع ہوئی۔

## دوسری قسم

(اس بارہ میں کہ لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق واجب ہیں) قاضی ابوالفضل و فقہ اللہ کہتا ہے کہ یہ وہ قسم ہے۔ جس میں ہم نے کلام کو چار ابواب پر اختصار کیا ہے۔ جس کا ذکر ہم نے شروع کتاب میں کیا تھا۔ اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کا وجوب۔ آپ کی اتباع آپ کی سنت میں آپ کی اطاعت۔ آپ کی محبت آپ کی خیر خواہی۔ آپ کی عزت۔ آپ کے ساتھ نیکی۔ آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم۔ آپ کی قبر شریف کی زیارت صلی اللہ علیہ وسلم۔

## باب اول

اس بارہ میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور آپ کی اطاعت و اتباع سنت واجب ہے۔

جب کہ ہماری گزشتہ تحریر سے آپ کی نبوت کا ثبوت مقرر ہو چکا آپ کی رسالت صحیح ثابت ہو گئی۔ تو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی تصدیق اس امر میں جو آپ لائے ہیں واجب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّبِعُوا مَا نَزَّلَ رَسُولُهُ وَالنُّورَ الْفَاقِعَ نَزَّلْنَا۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔  
اور فرمایا رَتَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَنَايِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَمْرِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا  
(پ ۲۲ ع ۳)

ترجمہ :- بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور  
اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔  
اور فرمایا۔ قَامُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُونَ (پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :- تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے 'غیب بتانے والے پر کہ  
اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔  
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب اور معین ہے۔ بغیر اس کے ایمان  
پورا نہیں ہوتا۔ اور اسلام سوا اس کے صحیح نہیں ہوتا۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَنْ تَمَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا  
(پ ۲۸ ع ۱۰)

ترجمہ :- اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے  
کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔  
حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد خشنی فقیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا  
حدیث بیان کی ہم سے ابو علی طبری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالحق طبرفاری نے  
کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عمرو نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن سفیان نے کہا  
حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے امیہ بن بسطام نے  
کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن زریج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے روح نے علماء  
بن عبد الرحمن بن یعقوب سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

لَمُرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِنَّا فَعَلْنَا  
ذَلِكَ عَمَلًا مَتَى يَمَاءُ هُمْ وَلَمْوَالَهُمُ الْآبِحَةُ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے لڑوں۔ حتیٰ کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ اور اس پر جس کو میں لایا ہوں پھر جب وہ کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا۔ مگر ان کے حق کے ساتھ اور ان کا حسب اللہ تعالیٰ پر ہے

قاضی ابوالفضل وفقہ اللہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہ ہے کہ آپ کی نبوت رسالت الہی کی تصدیق ہو۔ اور ان سب باتوں کی تصدیق ہو جس کو آپ لائے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔ تصدیق قلب کے ساتھ دل کی گواہی ہو۔ کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر جب تصدیق قلبی اور اس کی شہادت زبان سے ادا کرے تو اس کا ایمان اور اس کی تصدیق پوری ہوگی۔ جیسا کہ اس حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات سے وارد ہوا ہے۔ میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں لوگوں سے لڑوں۔ حتیٰ کہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ اور اس کو حدیث جبرئیل میں زیادہ واضح کر دیا ہے۔ جبکہ اس نے کہا تھا۔ کہ آپ مجھے اسلام کی خبر دیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ اور ارکان اسلام کا ذکر کیا۔ پھر آپ سے ایمان کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر۔ الحدیث۔

پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کا محتج ہے کہ دل سے مضبوطی ہو۔ اور اسلام یہ کہ زبان کے ادا کرنے کا محتج ہو اور یہ حالت عمدہ اور پوری ہے۔ لیکن بری حالت یہ ہے کہ زبانی تصدیق ہو۔ لیکن دل سے نہ ہو۔ اور یہی نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

إِنَّا جَاءَكَ بِالْحَقِّ قَالُوا أَنشَهِدُكَ كَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ رَسُولُهُ وَاللَّهُ  
بَشِيرٌ نَذِيرٌ لِّلْمُتَّقِينَ لَكَاذِبُونَ۔ (پ ۲۸ ۱۳)

ترجمہ :- جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول

marfat.com

Marfat.com



ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

یعنی وہ اپنے اس کہنے میں اپنے اعتقاد اور تصدیق کے لحاظ سے جھوٹے ہیں۔ اور وہ اس کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ پس جب ان کے دلوں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ تو ان کا زبانی وہ بات کہتا جو ان کے دلوں میں نہیں ان کو کوئی مفید نہیں۔ وہ ایمان کے نام سے نکل گئے۔ اور آخرت میں ان کو ایمان کا حکم نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کے ساتھ ایمان نہیں تھا۔ اور کافروں کے ساتھ دوزخ کے نیچے حصہ میں جائیں گے۔ اور ان پر اسلام کا حکم باقی رہا۔ اس لئے کہ انہوں نے احکام دین میں زبانی شہادت دی۔

جو کہ آئمہ اور احکام مسلمین کے متعلق ہیں۔ جن کے حکم ظاہری احکام پر ہیں۔ جو کچھ انہوں نے علامت اسلام کا اظہار کیا۔ کیونکہ انسان کو باطنی امور کی طرف کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سے بحث کریں۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حکم لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کی مذمت کی ہے۔ اور فرمایا کہ کیوں نہ تم نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھ لیا۔ قول اور عقد میں وہ فرق ہے جو کہ جبرئیلؑ کی حدیث میں ہے کہ شہادت اسلام سے تعلق رکھتی ہے۔ اور تصدیق ایمان سے۔ اور اب دو حالتیں اور باقی رہیں۔ جو ان دونوں کے درمیان ہیں۔ ایک تو یہ کہ دل سے تصدیق کرے۔ پھر وہ پہلے اس سے کہ اس کو زبانی شہادت دینے کا وسیع وقت ملے فوت ہو جائے۔ تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے پورے ایمان کے لئے قول اور اس کی شہادت شرط کی ہے۔ اور بعض نے اس کو مومن مستحق جنت خیال کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے وہ شخص بھی نکل آئے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو گا۔ پھر سوائے دل کی بات کے اور کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ اور یہ دل کا مومن ہے گنہگار نہیں۔ اور اس کے غیر (یعنی شہادت زبانی) کے ترک پر قصور وار نہیں۔ اور یہی اس وجہ میں صحیح ہے۔

دوم یہ کہ دل سے تصدیق ہو۔ اور اس کو مہلت ملے۔ اور جان لے کہ اس کو شہادت ضروری ہے۔ پھر اس کو منہ سے نہ کہا۔ اور نہ ساری عمر میں گواہی دی۔ نہ ایک مرتبہ۔ پس اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مومن ہے۔ کیونکہ

تصدیق رکھتا ہے۔ اور شہادت منجملہ اعمال ہے۔ اور وہ اس کے ترک سے گنہگار ہو گا۔ ہمیشہ دولخ میں نہ رہے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جب تک اپنی تصدیق کو رہائی شہادت کے ساتھ نہ ملائے مومن نہیں۔ کیونکہ شہادت انشاء عقد و التزام ایمان کا نام ہے۔ اور وہ عقد (تصدیق) کے ساتھ مربوط ہے۔ اور تصدیق صلت کے ساتھ شہادت کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ اور یہی صحیح ہے۔

یہ مختصر کلام ہے جو کہ اسلام و ایمان اور ان دونوں کے پایوں اور ان دونوں کی زیادتی و نقصان میں وسیع کلام تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کیا مجرد تصدیق پر تقسیم عمل ہے۔ مجملًا "اس میں صحیح نہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ ہی کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ جو عمل ہے یا اس میں بوجہ اختلاف صفات دوری حالات یعنی قوت و یقین اور مضبوطی اعتقاد و ضوح معرفت دوام حالت حضور قلب کے (کی بیشی) ہے۔ اس کے وسیع کلام میں غرض تالیف سے نکل جاتا ہے۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اس امر کی کفایت ہے۔ جس کا ہم نے قصد کیا ہے انشاء اللہ۔

## فصل ۱

اور آپؐ کی اطاعت کے وجوب کا یہ بیان ہے کہ جب آپؐ پر ایمان لانا اور آپؐ کی اس بارہ میں تصدیق کرنا جس کو آپؐ لائے ہیں۔ واجب ہوا۔ تو آپؐ کی اطاعت واجب ہوئی۔ کیونکہ یہ بھی منجملہ ان چیزوں کے ہے جس کو آپؐ لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا رَسُولَهُ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔

اور فرمایا۔ قَدْ اطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا (پ ۳ ع ۳)

اور فرمایا۔ اطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور اللہ و رسول کے فرما پیروار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ (پ ۳ ع ۵)

اور فرمایا۔ اِنَّ قَوْلِيْكُمْ كَقَوْلِ رَسُوْلٍ اِنْ قُلْتُمْ كَقَوْلِ رَسُوْلٍ كَرِهْتُمْ اِلَّا مَا يَنْزِلُ مِنْ رَّبِّكُمْ (پ ۱۸ ع ۱۳)

اور فرمایا مَنْ يُّطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ طَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کا حکم مانا ہے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (پ ۵ ع ۸)

اور فرمایا مَا اَتَاكُمْ الرَّسُوْلُ فَمَنْكُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (پ ۲۸ ع ۳)

اور فرمایا۔ مَنْ يُّطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَقَوْلِيْكَ مَعَ الْمُؤْمِنِ اِنَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ لَمِنَ الْوٰثِقِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ وَالْمُؤْمِنَاتُ وَحَسَنَ قَوْلِيْكَ رَفِيقًا بِاَيْكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفَى بِاللّٰهِ

ترجمہ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا (پ ۵ ع ۶)

اور فرمایا۔ وَمَا كُنْتُمْ بِمَلٰٓئِكَةٍ اَنْ يُّرِيْكُمْ اَللّٰهُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے (پ ۵ ع ۶)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتلایا ہے۔ اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اس پر بڑے ثواب کا وعدہ دلایا ہے۔ اس کی مخالفت پر بڑے عذاب سے ڈرایا ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کو واجب کر دیا۔ اور آپ کے منع کرنے سے باز رہنا فرمایا ہے۔

مفسرین و آئمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کی سنت کے التزام میں اور آپ کے آورہ احکام کے تسلیم کرنے میں ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھیجا ہے۔ اس نے اس کی اطاعت کو ان لوگوں پر فرض کر دیا ہے کہ جن کی طرف اس کو بھیجا ہے۔

مسئل بن عبد اللہ سے شراعی اسلام کی نسبت پوچھا گیا۔ تو کہا کہ جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ لے لو۔ اور کہا ہر قدی نے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی اطاعت اس کے فرائض میں اور رسول کی اس کی سنت میں کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس بارہ میں کرو جو اس نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارہ میں جو تم کو اس نے پہنچایا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی ربوبیت کی شہادت سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کی نبوت کی شہادت سے کرو۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتاب نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن محمد بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا خبر دی ہم کو عبد اللہ نے کہا خبر دی ہم کو یونس نے زہری سے کہا خبر دی ہم کو ابو مسلمہ بن عبد الرحمن نے کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ مَعْصِيَ فَقَدْ مَعْصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ مَعْصِيَ أَمِيرِي فَقَدْ مَعْصَانِي

ترجمہ :- جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کے حکم کی تعمیل ہے اور اسی کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے جہنم کے طبقات کے بارہ میں حکایت کی ہے۔ جس روز ان کے چہرے آگ میں ادھر ادھر پلٹا کھائیں گے تو کہیں گے۔ اے کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ وہ ایسے موقع پر آپ کی اطاعت کی خواہش کریں گے کہ وہ خواہش ان کو نفع نہ دے گی۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَاِنْ لَمْ تُكْمِلُوا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْكُمْ وَتَسْمِعُوا أَوْ تَنْصِتُوا أُولَئِكَ لَكُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّ لَهُ أَجْرًا كَثِيرًا ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّ لَهُ أَجْرًا كَثِيرًا ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّ لَهُ أَجْرًا كَثِيرًا ۚ

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: **كُلُّ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ لَبِىْ**۔ **قَالُوا أَوْ مَنْ لَبِىْ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِى دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَعْصَيْنِ فَقَدْ لَبِىْ**۔ میری امت جنت میں جائے گی۔ مگر جس نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کون انکار کرتا ہے۔ فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے انکار کیا۔

اور دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: **مَثَلِىْ وَمَثَلُ مَابَعَثَنِى اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ دَجْرِ اسِ قَوْمًا**۔ **فَقَالَ يَقُومُ لِنَبِىِّ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنِى وَلِنَبِىِّ لَنَا التَّنْبِيْهُ الْعَرَبِيَّانَ فَالْتِمَحَا فَا طَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَادَّ لَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَىٰ مَهْلِهِمْ فَفَجَبُوا وَكَذَبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَمْلَكَهُمْ وَاجْتَنَحَهُمْ**۔ میری مثال اور اس چیز کی کہ جس کے ساتھ مجھ کو خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اس شخص کی سی ہے کہ جو قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم میں نے لشکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور میں تم کو اس سے ڈرانے والا ہوں۔ پس نجات کی تلاش کرو۔ پھر ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی اور راتوں رات آرام سے نکل گئے۔ اور نجات پا گئے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور اپنے مکان پر صبح کی۔ تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر چھاپا مارا۔

اور ان کو ہلاک و ستیاں دیا۔

**فَنَالِكَ مَثَلٌ مِّنْ أَطَاعَنِى وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلٌ مِّنْ مَّعَصَيْنِى وَكَتَبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ**۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اور جو شریعت میں لایا۔ اس کی اتباع کی۔ اور مثال اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور اس حق کو جھٹلایا۔ جس کو میں لایا تھا۔

اور دوسری حدیث میں اس کی مثال یہ ہے۔

**كَمَثَلِ مَنْ بَنَىٰ كَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَائِدَةً وَبِعْثَ قَائِمًا**۔ **فَمَنْ أَجَابَ النَّاسَ دَخَلَ الدَّارَ وَآخَرَ**

marfat.com

Marfat.com

مِنَ الْمُتَابِعِينَ وَمَنْ تَمَّ بِحَسَبِ الشَّيْءِ تَمَّ بِحَسَبِ الْكَلَامِ وَتَمَّ بِحَسَبِ الْكَلَامِ (لہذا) میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے گھر بنایا اور اس میں عہدہ مہمانی کے کھانے چار کرائے اور ایک پکارنے والے کو بھیجا۔ اب جس نے پکارنے والے کی بات مان لی تو گھر میں داخل ہوا۔ اور اس دعوت میں سے کھلا۔ اور جس نے پکارنے والے کی بات نہ مانی۔ تو وہ گھر میں داخل نہ ہوا۔ اور نہ دعوت کھائی۔

پس گھر تو جنت ہے اور بلائے والے عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب جس نے عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں فرق کر دیتے والے ہیں۔

## فصل ۲

لیکن آپ کی اطاعت کا دھبہ اور آپ کی سنت کی قیل آپ کے حق کی حدی میں اللہ تعالیٰ نے لہرایا ہے۔

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَالَّذِينَ يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ وَيَتَّبِعُونَ كُفْرًا (پ ۳ ع ۳)  
ترجمہ :- اے محبوب تم لہرا دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے لہرا ہوا ہو ہلا اللہ ہمیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔  
اور لہرایا۔ كَلِمَاتٍ يَتَذَكَّرُ فِيهَا لِقَاءٌ رَبِّهِمْ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (پ ۹ ع ۱۰)

ترجمہ :- تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ہے پچھے قیام داتے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تلاوت کر کے تم راہ پاک۔  
اور لہرایا۔ كَلِمَاتٍ يَتَذَكَّرُ فِيهَا لِقَاءٌ رَبِّهِمْ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ :- اے محبوب تمہارے رب کی قسم یہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپ کو ان کے بھروسے میں نہیں قائم نہ بنائیں پھر وہ تم لہرا دو اپنے دلوں میں

اس سے رکھو نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔  
 اور فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ  
 وَمَن تَتَّبِعْ فَإِنَّ اللَّهَ تَتَّبِعْ فَتُحْمِلْهُ (۲۸ ع ۷)

ترجمہ :- بے شک تمہارے لئے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے  
 دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب طرحوں سراپا  
 محمد بن علی ترمذی کہتے ہیں کہ اسوہ رسول کے معنی یہ ہیں کہ اس کی فرمائیداری  
 ہو۔ اور اس کی سنت کی اتباع ہو۔ اس کی مخالفت قول و عمل میں چھوڑ دی جائے۔ اور  
 بہت سے مفسرین نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کو جھڑک  
 ہے جو آپ سے پیچھے رہنے والے تھے۔

اور سہل نے اللہ تعالیٰ کے اس قول صِدْقَ الْوَعْدِ تَتَّبِعْهُم میں کہا ہے کہ  
 سنت کی متابعت کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ  
 بھیجا ہے۔ تاکہ ان کو پاک کرے۔ اور ان کو کتب و حکمت سکھائے۔ صراطِ مستقیم کی  
 طرف ہدایت دے۔ اور ان کو دوسری آیت میں وعدہ دیا کہ خدا ان کو محبت کرے گا۔  
 اور بخشے گا۔ جب وہ اس کی اتباع کریں گے۔ اور اپنی خواہشوں اور ان پر بھی جن کی  
 طرف ان کے نفوس میلان کریں گے اس کو ترجیح دیں گے۔ اور یہ ان کی صحت ایمان  
 آپ کی فرمائیداری اور آپ کے حکم کی رضامندی اور آپ پر ترک اعتراض کے ساتھ  
 ہے۔

حضرت خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا۔  
 یا رسول اللہ بے شک ہم خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل  
 فرمائی۔ كَرِهَ اللَّهُ مُشْرِكِيكُمْ وَلِيُخْبِرَكُمْ أَنَّهُ لَا يَكْفِيُكُمْ إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَيَخْبِرُكُمْ أَنَّ اللَّهَ فَاعِلُ  
 كَرِهَ اللَّهُ (۳ ع ۳)

ترجمہ :- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے  
 فرمائیدار ہو جلا اللہ تمہیں بدست رکھے گا اور تمہارے گناہ مٹل دے گا اور اللہ بخشے  
 والا مہربان ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف وغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ بے شک انہوں نے کہا تھا کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور زجلج کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم کو اللہ کی محبت ہے یعنی اس کی اطاعت کا قصد کرتے ہو۔ تو وہ کام کرو جس کا وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ و رسول کے ساتھ بندہ کی محبت یہ ہے کہ یعنی اطاعت کرے اور وہ جس کا حکم دیں اس پر خوش ہوں۔ اللہ کی محبت یہ ہے کہ ان کی خطائیں معاف کرے۔ ان پر اپنی رحمت سے انعام کرے۔

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے محبت یہ ہے کہ وہ بچائے (گناہ سے) اور توفیق (بندگی کی) دے۔ اور بندوں کی محبت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ جیسا کہ کسی قائل نے کہا ہے۔ شعر

تَعْبِي إِلَّا لَهُ وَأَنْتَ تُظَاهِرُ حُبَّهُ هَذَا الْعَمَرُ فِي الْقِيَّاسِ بَيْنَهُ

یعنی تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ بات قیاس میں عجیب ہے :

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعَنَهُ إِنَّ الْمُحِبَّ يَمُنُّ بِحُبِّ مُطِيعٍ

اگر تجھے حقیقی محبت ہوتی تو ضرور اس کی اطاعت کرتا۔ کیونکہ بے شک دوست جس کو دوست رکھتا ہے اس کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بندہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے اور اس سے ڈرے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ سے یہ ہے کہ اس پر مہربانی کرے اس کے لئے اچھا ارادہ ہو اور کبھی اس کے معنی کو بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدح و ثنا کرے۔ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب محبت کے معنی رحمت و ارادہ و مدح کے ہوئے تو یہ صفات ذات سے ہوئی۔ اور عنقریب اس کے بعد بندہ کی محبت کے ذکر میں اس کے سوا اور معنی خدا کی تائید سے بیان ہو گا۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالاضح عیسیٰ بن سل نے اور حدیث بیان کی ہم سے

marfat.com

Marfat.com



ابو الحسن یونس بن مغیث نقیہ نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو حفص جہنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر آجری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن موسیٰ جوزی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے داؤد بن رشید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے ثور بن یزید سے وہ خالد بن معدان سے وہ عبدالرحمن بن عمرو اسلمی اور حجر کلاعی سے وہ عراض بن سلیم سے اپنی حدیث میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَبِينَ مَعَكُمْ عَلَيْهَا بِالتَّوَّاجِدِ وَبِأَيِّكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِعَمَةٍ وَكُلُّ بِعَةٍ ضَلَالَةٌ پس لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین ہدایت یافتوں کی سنت کو اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور بچو نئے کاموں سے کیونکہ ہر نیا کام (جو خلاف اصول اسلام ہے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اسی کا مطلب ہے۔ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

حدیث ابی رافع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں تم میں سے کسی کو فرش پر ٹکیہ لگائے ہوئے نہ پاؤں۔ کہ اس کے پاس میرا کوئی حکم آئے جس کا میں حکم دوں یا جس سے میں منع کروں۔ تو وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ کتاب اللہ میں ہم پائیں گے اس کی اتباع کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا۔ اس میں آپ نے رخصت دی اور بعض لوگوں نے اس سے پرہیز کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھی۔ تو آپ نے خدا کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس شے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جس کو میں کرتا ہوں۔ واللہ میں ان سے زیادہ خدا کو جانتا ہوں۔ اور ان سے زیادہ خدا سے خوف کرنے والا ہوں۔





اللہ اور اس کے رسول کو راضی نہ کرے تو اس پر ان لوگوں کے گناہوں کی طرح گناہ ہو گا۔ جنہوں نے اس پر عمل کیا ہو۔ اور یہ گناہ لوگوں کے گناہوں سے کچھ کم نہ ہو گا۔

### فصل ۳

اور جو کچھ سلف اور آئمہ سے سنت کی اتباع اور اس کے تحفہ سیرت کی پیروی میں وارد ہوا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو عمران موسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی تیبہ ثقیف نے میں نے ان سے سنا کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سعید بن نصر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاسم بن امیخ اور وہب بن مسو نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن وضاح نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے ابن شہاب سے وہ ایک مرد سے جو کہ خالد بن اسید سے ہے۔ کہ اس نے عبداللہ بن عمر سے سوال کیا تو کہہ اے ابا عبدالرحمن صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ حضر کو قرآن میں پاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ سفر کو نہیں پاتے۔ تو ابن عمر نے کہا کہ اے میرے بھتیجے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا بجا یکہ ہم کچھ جانتے نہ تھے۔ اور ہم وہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے آپ کو کرتے ہوئے دیکھا۔

اور کہا عمر بن عبدالعزیز نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبان حکم (مسلمین) نے آپ کے بعد کوئی امر جاری کیا۔ اس پر عمل کرنا کتاب اللہ کی تصدیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل ہے۔ دین خدا پر قوت ہے۔ کسی کو اس کے تغیر کا اختیار نہیں نہ بدلنے کا نہ اس کے مخالف کی رائے میں غور کرنے کا اختیار ہے (یعنی جو بات بے دلیل اجماع و قیاس کے سنت کے برخلاف ہو۔ اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہئے) جو سنت کی پیروی کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس کی مدد کرتا ہے وہ منحور ہے۔ جو اس کا مخالف ہے اور مومنین کے راستہ کے برخلاف چلتا ہے۔ اس کو

اللہ تعالیٰ والی بنائے گا۔ جس کا وہ والی بنے (یعنی چھوڑ دے گا گمراہی میں) اس کو جہنم میں ڈال دے گا اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہم کو چند مروان اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ سنت کو پکڑنا نجات ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حاکموں کی طرف لکھا کہ سنت اور فرائض اور فقہ سیکھو۔ اور کہا کہ لوگ تم سے جھگڑیں گے یعنی قرآن کے ساتھ۔ پس ان کو سنت سے مواخذہ کرو۔ کیونکہ سنت کے اصحاب کتاب اللہ کو خوب جانتے ہیں۔ اور ان کی حدیث میں ہے۔ جبکہ انہوں نے ذی الحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ تو کہا کہ میں کرتا ہوں جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ کہ آپ کیا کرتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جبکہ انہوں نے قرآن کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا۔ تم جانتے ہو کہ میں لوگوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔ اور تم کرتے ہو۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں وہ نہیں ہوں۔ کہ لوگوں کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں۔ اور ان سے روایت ہے کہ میں نہ نبی ہوں اور نہ میری طرف وحی آتی ہے۔ لیکن میں کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جہاں تک مجھ سے ہو سکے عمل کرتا ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ سفر کی دو رکعت ہیں۔ جو شخص سنت کا خلاف کرے وہ کافر ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم سنت کا طریق لازم پکڑو۔ کیونکہ زمین میں کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جو طریق و سنت پر ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اپنے رب کے خوف سے جاری ہوں۔ پھر اس کو کبھی اللہ تعالیٰ عذاب دے (یعنی ایسا نہ ہو گا) اور کوئی بندہ زمین پر ایسا نہیں۔ کہ طریق و سنت پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل میں یاد کرے پھر اس کا بدن خدا کے خوف سے کلاپ اٹھے۔ مگر اس کی مثال ایسے درخت کی ہے کہ جس کے پتے خشک ہو گئے

ہوں۔ پھر وہ اسی حالت پر ہو۔ کہ تاکہ اس کو سخت ہوا پہنچے پھر اس کے ہتے گر جائیں۔  
اس کے مسئلہ اس طرح جھڑ جائیں گے۔ جسے درست سے ہتے جھڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ  
ہے ایک طریق (حق) و سخت پر میانہ روی اختیار کرنا خلاف طریق و سخت و سواقت  
ہدیت میں سنی و کثرت کرنے سے بھر ہے۔ اور سوچو کہ تمہارا عمل اگر اجتہاد ہے یا  
میانہ روی ہے تو انہماک عظیم السلام کے طریق و سخت پر ہو۔

بعض حاکموں نے عربین عہد العزیز کی طرف اپنے شہر کا محل اس کے چاروں کی  
کثرت کے بارہ میں لکھا کہ میں ان کو گمان پر پکڑ لوں یا ان کو دلیل کی تکلیف دوں۔  
اور جس پر سخت جاری ہے۔ تب ان کی طرف عربین عہد العزیز نے لکھا کہ ان کو  
دلیل و گواہی سے اور جس پر سخت جاری ہے۔ تکلیف دے۔ اگر ان کو حق سے  
درست نہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو درست نہ کرے۔

عطا رضی اللہ عنہ سے خدائے تعالیٰ کے اس قول میں کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتْلُوا كِتَابَ اللَّهِ جَمِيعًا**  
**فَرُءُوا مِائَاتَ آيَاتِهِ وَلْيُؤْمِنُوا بِلِقَائِهِ أَجْمَعِينَ** (ع ۵) پھر اگر تم میں کسی بات کا جھڑا اٹھے تو اسے اللہ اور  
رسول کے حضور رجوع کرو۔ اور ہم شافی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی سخت پر عمل کرنے کے سوال اور کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبراسود کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہے ایک تو ایک پھر  
ہے جو کہ نفع و ضرر نہیں دے سکتا۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا  
کہ تم کو بوسہ دیتے ہیں۔ تو میں تم کو بوسہ نہ دیتا۔ پھر اس کو بوسہ دیا۔

اور عہد اللہ بن عمر کو دیکھا گیا کہ ایک مقام پر لوٹنے کو چکر دیتے ہیں۔ ان سے  
پوچھا گیا تو کہا کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا  
تھو سو میں بھی وہی کرتا ہوں۔

ابو عثمان جری کہتے ہیں کہ جو شخص سخت قوی و فعلی کو اپنے لئے امیر و حاکم بنا  
دے وہ حکمت کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اور جس نے خواہش نفسانی کو اپنا حاکم بنا لیا۔ وہ  
ہدیت کی باتیں کرتا ہے۔

سل تشریف فرما ہے کہ اللہ عز و جل کا اصول تین چیزیں ہیں۔ یہی صلی اللہ

علیہ وسلم کا اخلاق و افضل میں اجماع کرنا۔ طلال کا کھانا بیت کا تمام اہل میں خالص کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ **الْمَقَامُ الْقَرِيبُ يَرْفَعُهُ** اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے (پ ۲۲ ع ۴) یہ آیا ہے۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عروسی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے بیان کیا گیا ہے کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ جو برہنہ ہوئے۔ اور پانی میں داخل ہوئے۔ میں نے اس حدیث پر عمل کیا کہ جو محض اللہ اور دن قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں سوائے بد کے داخل نہ ہو۔ میں برہنہ نہ ہوا۔ تب اس رات ایک کہنے والے کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ اے احمد! تجھے خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سنت پر عمل کرنے سے بخش دیا۔ اور تجھ کو امام بنایا۔ جس کا لوگ اجماع کریں گے۔ میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ جبرئیل (علیہ السلام)۔

## فصل ۴

اور آپ کے حکم کی مخالفت اور سنت کی تبدیلی گمراہی اور بدعت ہے جس پر خدا کی طرف سے رسوائی و عذاب کی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-  
**فَلْيَحْذَرُوا الَّذِينَ يَمْلِكُونَ مِنْ نَفْسِهِمْ أَنْ تُجَازِبَهُمْ فَتَنْتَ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ عَنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** (پ ۱۸ ع ۵)  
 ترجمہ :- تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

اور فرمایا۔ **وَمَنْ يُخْلِفِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَكَانَتْ مَصِيرًا** (پ ۵ ع ۴)

ترجمہ :- اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حل پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد عبد اللہ بن علی جعفر اور عبد الرحمن بن عتب نے

میں نے ان دونوں کے سامنے پڑھا۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن قابی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن بن مسرور دبلخ (چرم فروش) نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ابی سلیمان نے کہا۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے سخون بن سعید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مالک نے علاء بن عبدالرحمن سے وہ اپنے باپ سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے۔ اور حدیث کو اپنی امت کے حال میں بیان کیا اس میں یہ کہ پھر میرے حوض سے بعض لوگ ہٹا دئے جائیں گے۔ جیسا کہ بھولا ہوا اونٹ ہٹا دیا جاتا ہے۔ پھر میں ان کو پکاروں گا کہ دیکھو ادھر آؤ۔ ادھر آؤ۔ ادھر آؤ۔ مجھے کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا تھا۔ تب میں کہوں گا کہ دور رہیں دور رہیں۔

انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قَدْ رَغِبَ عَنْ سُتَيْتٍ فَلَيْسَ وَتِي۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ اور فرمایا۔ مَنْ ادْخَلَ فِيْ اَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

ترجمہ :- جس نے ہمارے دین میں وہ بات داخل کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

ابن ابی رافع نے اپنے باپ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم سے کسی کو اپنے فرش پر ٹکیہ لگائے ہوئے پاؤں۔ جس کے پاس میرے حکم سے کوئی حکم آئے۔ جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو تو وہ یہ کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ ہم کتاب اللہ میں پائیں گے۔ اس کی پیروی کریں گے۔

حدیث مقدم میں آپ نے یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ دیکھو۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی طرح ہے۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں کہ آپ کے پاس کچھ شکنہ کی بڑی پر لکھا ہوا تھا۔ کہ قوم کی حیات پر فرمایا گمراہی کے لئے یہ بات کلنی ہے کہ وہ اپنے



نبی کی لائی ہوئی چیز سے اعراض کر کے دوسرے نبی کی طرف جائے یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتاب کی طرف جائے۔ پس یہ آیت اتری۔

لَوْلَمْ يَكُنْهُمْ لَمَّا نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَشَرٌ مِّثْلُ مَا كُنَّا نَبْنِيهِ فَيَحْكُمَ بِآيَاتِنَا وَلَكِنْ حَرَّمَ اللَّهُ شُرَكَاءَ النَّبِيِّ أَنْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ آلَافًا عَظِيمًا

ترجمہ :- اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے

## باب دوم

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ضروری ہونے میں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَتَّخِذُونَ كَسَادَهَا وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ الْمَوَدَّةِ بَيْنِي وَبَيْنَ سَبِيلِهِ فَاَتَرْتُمُوهُنَّ حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (پ ۱۰ ع ۹)

ترجمہ :- تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمالی سے مل اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا ممکن یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

پس یہ آیت آپ کی محبت کے لزوم اور اس کے فرض اس کے بڑے امر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مستحق ہونے کے بارہ میں ترغیب و تنبیہ و دلیل و حجت کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہز کا ہے۔ جس کا مل اہل اولاد اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارا ہو۔ اس کو اپنے اس قول سے ڈرایا کہ تم انتظار کرو حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ اپنے حکم کو لائے۔ پھر ان کو آخر آیت میں فاسق

اور ان کو بتلایا ہے کہ وہ بے شک ان میں سے ہیں جو گمراہ ہیں۔ ان کو خدا نے ہدایت نہیں دی ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو علی غسانی حافظ نے جس نے مجھے اجازت دی ہے اور اس کو میں نے بہت سے علماء کے سامنے پڑھا ہے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد امیلی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے مروزی نے۔ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن علیہ نے عبد العزیز بن صیب سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک کہ میں اس کی طرف اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر پیارا نہ ہو جاؤں۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل آیا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَيُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْفُرَهُ أَنْ يَكْفُرَ كَمَا يَكْفُرُهُ كَنْ يَكْفُرُ فِي النَّارِ۔ ترجمہ نہ تین باتیں جس میں ہوں گی اس نے ایمان کی شیرینی پالی۔ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ پیارا ہو۔ اور یہ کسی مرد کو اللہ ہی کے لئے دوست رکھے۔ اور یہ کہ کفر میں جانے کو ایسا برا سمجھے کہ جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

عزیز بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک آپ میرے نزدیک سوائے اس جان کے کہ میرے دونوں پہلوؤں میں ہے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ تب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ كُنْ يَوْمَئِذٍ أَحَبَّ إِلَيْكَ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ تم میں سے ہرگز کوئی ایماندار نہ

ہو گا جب تک کہ میں اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ کہ مجھ کو اس پروردگار کی قسم ہے کہ جس نے آپ پر کتب اتاری ہے بے شک آپ میرے نزدیک میری اس جان سے بھی جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ پیارے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اے عمرؓ اب تم کامل ایماندار ہوئے ہو۔

سل کہتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت تمام حالات میں نہیں دیکھتا اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں دیکھتا ہے۔ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی شیعہ نہ چکے گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ لَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک کہ اس کو میرے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت نہ ہو۔ الحدیث۔

## فصل ۱

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ثواب کے بارہ میں)

حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عتب نے میں نے ان کے سامنے پڑھی کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن خلف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالقاسم حاتم بن محمد نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو زید مروزی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے میرے باپ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے عمر بن مروہ سے وہ سالم بن ابی الجعد سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔ کہا کہ میں نے تو بہت سی نمازیں 'روزے' صدقے نہیں تیار کئے۔ لیکن میں خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحَبَّتَ تو اس کے ساتھ ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

صفوان بن قدامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے اپنا ہاتھ مبارک دیجئے۔ کہ آپ سے بیعت کروں۔ آپ نے مجھے اپنا ہاتھ مبارک دیا۔ تو میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مودا ہی کے ساتھ ہو گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس لفظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن مسعود 'ابو موسیٰ' انس نے روایت کیا ہے۔ ابوذر سے اس کا مطلب مروی ہے اور علی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و حسین کے ہاتھوں کو پکڑا۔ پھر فرمایا۔ کہ مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَٰؤُلَاءِ وَبَايَعَهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْفَتْمَةِ جو شخص مجھ کو اور ان دونوں کو اور ان کے باپ کو اور ان کی والدہ کو دوست رکھے گا۔ وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں قیامت کے دن ہو گا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ بے شک آپ میرے نزدیک میرے اہل و مل سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور بے شک میں آپ کو دل میں یاد کرتا ہوں۔ تو جب تک حضور کو دیکھ نہ لوں مجھے صبر نہیں آتا۔ اور میں اپنی موت اور آپ کی موت کا خیال کرتا ہوں۔ تو میں جانتا ہوں۔ کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے۔ تو نبیوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو آپ کو نہ دیکھوں گا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ  
وَالشُّهَدَاءِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَرَفِيقًا (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ :- اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔  
دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسا دیکھتا

تھا کہ آپؐ سے آنکھ کو اور طرف نہ کرتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے۔  
عرض کیا کہ میرے دل باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میں آپؐ کی طرف دیکھنے سے نفع  
حاصل کرتا ہوں۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ آپؐ کو اعلیٰ درجہ تک  
پہنچائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ  
فِي الْجَنَّةِ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

## فصل ۲

(سلف اور آئمہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شوق کے بارے میں جو کچھ  
منقول ہے)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عذری نے کہا  
حدیث بیان کی ہم سے رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے جلووی نے کہا حدیث بیان  
کی ہم سے ابن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم نے کہا حدیث بیان کی ہم  
سے عقیب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے سہل سے وہ اپنے  
باپ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
مِنْ أَكْبَرِ أُمَّتِي يُحِبُّ النَّاسَ يَكُونُونَ بَيْنِي يَوْمَ أَحَدِهِمْ تَوَدُّنِي بِأَمْلِهِ وَمَالِهِ لوگوں سے مجھ سے  
بہت محبت کرنے والے وہ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے بعض اس  
بات کی آرزو کریں گے۔ کہ کاش! اپنے اہل و مل کو بیچ کر مجھے دیکھیں۔

اور ایسا ہی ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی  
حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ان کا یہ قول ہے کہ بے شک آپؐ مجھ کو میری جان  
سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اور صحابہ سے اس قسم کی محبت کا حال پہلے بھی بیان ہو چکا  
ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے بیٹھ کر اور کوئی پیارا نہ تھا۔

marfat.com

Marfat.com

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ جب خالد اپنے بسترے پر آتے تو وہ اپنا شوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ ذکر کیا کرتے۔ جو مہاجرین و انصار تھے ان کے نام لیا کرتے۔ اور کہتے کہ یہ میری اصل اور فصل ہیں (یعنی حسب و نسب) اور ان کی طرف میرا دل میلان کرتا ہے۔ میرا شوق ان کی طرف لبا ہے سوائے میرے رب میری موت کو جلدی کر یہاں تک کہ ان پر نیند غالب آتی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے آپ کو سچا کر کے بھیجا ہے۔ بلاشبہ ابو طالب کا اسلام لانا میرے نزدیک اس کے اسلام یعنی میرے باپ ابو طالب کے اسلام سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث تھا۔ اور یہ اس لئے کہ ابو طالب کے اسلام سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا تمہارا اسلام لانا مجھ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت تھی۔ جس کا باپ بھائی خلوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے آپ بہ خیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے اس نے کہا کہ مجھے حضور کو دکھاؤ۔ تا کہ میں آنکھ سے دیکھ لوں اور جب دیکھا تو کہنے لگی آپ کی (سلامتی کے) بعد ساری مصیبتیں آسان ہیں (مجھے ان کی پرواہ نہیں)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ تمہاری محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی تھی۔ کہا کہ واللہ آپ ہمارے نزدیک ہمارے ماؤں اولاد باپوں ماؤں اور پیاس پر ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عمر ایک رات لوگوں کا پہرہ دیتے ہوئے نکلے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا۔ اور ایک بڑھیا اون دھنک رہی ہے۔ اور یہ اشعار پڑھ

رہی ہے۔ اشعار۔

صَلَّى مُحَمَّدٌ صَلَاةَ الْأَبْرَارِ صَلَّى عَلَيْهِ الْكَافِرُونَ الْأَخْيَارُ  
قَدْ كُنْتُ قَوْمًا بَكَيًا لَا سَعَادَ بِأَلَيْتِ شَعْرِي وَالْمَنَاءُ بِالْطَّوَارِ  
صَلَّى يَحْمَدُنِي وَيَحْيِي النَّارَ

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقصود تھے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکیوں کا درود ہو ان پر ہر پاک اچھے لوگ درود پڑھتے ہیں، یا رسول اللہ آپ راتوں کو کھڑے رہنے والے صبح کو روزے والے تھے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہوتا بھائی کہ موتیں مختلف قسم کی ہیں۔ کہ مجھ کو اور میرے حبیب کو جنت کا گھر جمع کرے گا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے۔ اور قصہ لہا ہے۔

مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ لوگوں میں سے اپنے بڑے پیارے کو یاد کرو۔ یہ جاتا رہے گا۔ تو وہ چلا کر کہنے لگے، یا محمد! پھر ان کا پاؤں کھل گیا۔

اور جب بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے پکارا۔ وَاحْضَرَانَا یعنی اے افسوس! تو انہوں نے کہا وَطْرَانَا یعنی اے خوشی کل کے دن میں اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ کو ملوں گا۔

مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھلو۔ تو آپ نے اس کی خاطر کھول دیا۔ تب وہ اس قدر روئی کہ مر گئی۔

اور جب اہل مکہ نے زید بن وثنہ کو حرم سے نکالا تاکہ اس کو قتل کر ڈالیں تو اس کو ابو سفیان بن حرب نے کہا۔ میں تم کو اے زید خدا کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ کیا تجھ کو یہ بات پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت تمہاری جگہ ہمارے پاس ہوں۔ اور ان کی گردن ماری جائے۔ اور تو اپنے گھر چلا جائے۔ زید نے کہا کہ واللہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس وقت آپ جس مکان میں ہیں آپ کو ایک کلا تک چبے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔ تب ابو سفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

marfat.com

Marfat.com

کہ وہ کسی کو اس قدر دوست رکھتا ہو۔ جس قدر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کو دوست رکھتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتی تھی تو آپ اس کو خدا کی قسم دلاتے تھے کہ یوں کہے کہ میں نہ تو خلوند کی دشمنی کی وجہ سے اور نہ ایک زمین سے دوسری زمین کی رغبت کے لئے نکلی ہوں بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی کے لئے نکلی ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے پاس آکر ٹھہرے اور ان کے لئے استغفار کی اور کہا کہ واللہ! جہاں تک مجھے علم ہے تم بڑے روزہ دار بڑے راتوں کو جاگنے والے اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے تھے۔

### فصل ۳

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بارے میں)

اس امر کو جان لے کہ جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے وہ اس کو اختیار کرتا ہے اور ترجیح دیتا ہے اس کی موافقت کو پسند کرتا ہے۔ ورنہ وہ اپنی محبت میں سچا نہیں ہے اور جھوٹا مدعی ہو گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں وہ سچا ہے کہ جس پر اس کی علامت ظاہر ہو۔

اور پہلی علامت یہ ہے کہ آپ کی پیروی کرے آپ کی سنت کا عامل ہو۔ آپ کے اقوال افعال کا اتباع کرے۔ آپ کے احکام کو بجالائے۔ آپ کی منہیات سے پرہیز کرے تنگی 'فراخی' خوشی اور ناخوشی میں آپ کے آداب سے ادب سکھے۔ اس کا گواہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ قَدْ اِنْ مَحَبَّتِمْ يُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور علامت یا محبت سے یہ ہے کہ اپنی خواہش نفسانی پر اس امر کو ترجیح دے جس

marfat.com

Marfat.com



کو آپ نے شروع فرمایا ہے۔ اور اس پر ہوا تکلیف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-  
 وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُورِهِمْ

مَآخِذَ مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ غَصَصٌ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ :- اور جنہوں نے پہلے سے اس شر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محنتی ہو۔

اور بدوں کو خدا کی رضامندی کے حاصل کرنے میں ناراض کر دینا (یہی محبت کی علامت کی علامت ہے)۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن میرنی اور ابو الفضل بن خیرون نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو - علی بغدادی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سنخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حاتم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے اپنے باپ سے وہ علی بن زید سے وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ نے کہا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

يَا بَنِيَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تَصِيْحَ مَعِيَ كَيْفَ فِى قَلْبِكَ يَحْسُ لَا سِدَّ فَاَنْفَعُ

ترجمہ :- اے میرے پیارے بیٹے اگر تو اس پر قادر ہو کہ صبح و شام ایسے حال میں کرے کہ میرے دل میں کسی کی نسبت کھوٹ نہ ہو تو کہ  
 ثُمَّ قَالَ يٰ- پھر مجھ سے فرمایا۔

يَا بَنِيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحْبَبَنِى فَقَدْ أَحْبَبَنِى وَكَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ :- اے میرے پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

marfat.com

Marfat.com

اب جو شخص اس صفت سے متصف ہو گا تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کامل ہو گا۔ اور جو شخص ان سے بعض امور میں مخالفت کرے گا۔ تو محبت میں ناقص ہو گا اور محبت کے نام سے نکلے گا نہیں (یعنی فی الجملہ محب رہے گا) اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی شخص کے بارہ میں وہ فرمایا ہے۔ کہ جس کو شراب کے پینے پر حد ماری تھی اور بعض لوگوں نے اس کو لعنت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہ کس قدر ایسی حالت میں لایا گیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لا نلعنہ فانہ یحب اللہ ورسولہ اس کو لعنت مت کر۔ کیونکہ بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

علامات محبت میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کرے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ اور ان علامات میں سے آپ کی زیارت و ملاقات کا کثرت سے شوق ہے۔ کیونکہ ہر دوست اپنے محبوب کے ملنے کو دوست رکھتا ہے۔ اشعریوں کی حدیث میں ہے جبکہ وہ مدینہ شریف میں آئے تھے۔ تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

غدا نلقی الاحبہ محمدًا وصحبہ

یعنی ہم کل دوستوں کو ملیں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول پہلے اس سے گذر چکا ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل سے پہلے کہا تھا اور جو کچھ ہم نے خالد بن معدان کا قصہ بیان کیا ہے ایسا ہی ہے۔ اور اس کی علامات میں سے آپ کے کثرت ذکر کے ساتھ ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کرنا اور آپ کے نام کے سننے کے وقت خشوع و انکسار کا اظہار کرنا ہے۔

اسحق حجبی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تھے تو عاجزی کرتے اور ان کے بل کھڑے ہو جاتے تھے اور رو یا کرتے تھے۔ اور ایسا ہی اکثر تابعین رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ ان میں سے بعض تو

marfat.com

Marfat.com

آپ کی محبت و شوق کی وجہ سے ایسا کرتے تھے اور بعض آپ کی ہیبت و عزت کے لئے ایسا کرتے تھے۔

اور ان علامات میں سے ایک یہ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھے۔ اس سے محبت کرے اور اس کو دوست رکھے کہ جس کو آپ سے علاقہ و رشتہ ہے یعنی آپ کے اہل بیت اور آپ کے صحابہ مہاجرین و انصار ہیں اور اس کی عداوت ہو جو ان کا دشمن ہے اور اس سے بغض ہو جو ان سے بغض رکھے اور ان کو گالی دے۔ پس جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کو دوست رکھے۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ خداوند ا میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی ان کو دوست رکھ۔

اور ایک روایت میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ خداوند ا میں بے شک اس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ جو شخص ان دونوں کو دوست رکھے گا۔ وہ مجھے دوست رکھے گا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا اور جو ان دونوں سے بغض رکھے گا اس نے بے شک اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

اور فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔ ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا۔ اب جو شخص ان کو دوست رکھے تو میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھے گا۔ اور جو ان سے عداوت کرے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا جس نے ان کو تکلیف پہنچائی تو بے شک مجھے اس نے تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ تو اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی وہ عنقریب اس کو پکڑ لے گا۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

Marfat.com

فرمایا کہ یہ میرا کلہ ہے۔ جو چیز اس کو غصہ دلاتی ہے وہ مجھ کو بھی غصہ دلاتی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اسامہ بن زید کے بارہ میں فرمایا کہ اس کو دوست رکھ۔ کیونکہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے۔ نفاق کی نشانی ان کی دشمنی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جس نے عرب کو دوست رکھا تو میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے دشمنی کی تو میری دشمنی کی وجہ سے کی۔ پس حقیقت میں جس شخص نے کسی سے محبت کی تو وہ ہر اس چیز سے محبت کرے گا۔ جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور یہ سلف کی علوت تھی۔ حتیٰ کہ مباہلات اور خواہشات نفسانیہ میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن کے اطراف میں کدو کے پیچھے پڑے ہیں تو اس دن سے میں ہمیشہ کدو کو دوست رکھتا ہوں۔

اور حسن بن علی عبد اللہ بن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم سلمیٰ کے پاس آئے۔ اور اس سے کہا کہ ہمیں وہ کھانا پکا دے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ پسند فرماتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ ہنسی جوتی پٹا کرتے تھے اور زردی سے (کپڑے) رنگا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ ایسا کیا کرتے تھے۔

علامات محبت میں یہ ہے کہ اس شخص سے بغض رکھے جو خدا اور رسول سے بغض رکھتا ہے۔ اور اس سے عدوت رکھے جو آپ کا دشمن ہے۔ اور اس شخص سے علیحدہ رہے جو آپ کی سنت کا مخالف ہے۔ اور آپ کے دین میں بدعت نکالتا ہے۔ اور ہر وہ امر جو آپ کی شریعت کے خلاف ہے برا سمجھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (پ ۲۸ ع ۳)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور چھپے دن پر کہ

marfat.com

Marfat.com

دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔  
(یعنی مومنین کو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں سے محبت نہ چاہئے)

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ جنہوں نے اپنے دوستوں کو قتل کیا اپنے باپوں اور بیٹوں سے آپ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے لڑائی کی۔ اور عبد اللہ فرزند عبد اللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لا دوں۔

اور علامت محبت میں سے ایک یہ کہ قرآن سے دوستی رکھے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اس سے ہدایت کی۔ اور خود اس سے ہدایت پائی۔ اور اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا اور قرآن کی محبت یہ ہے کہ اس کو پڑھے اس پر عمل کرے۔ اس کو سمجھے اس کی سنت کو دوست رکھے۔ اس کے حدود کے نزدیک ٹھہرے (یعنی ان سے تجاوز نہ کرے) سل بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی محبت کی علامت قرآن کی محبت ہے۔ اور قرآن کی محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت کی علامت دنیا کی دشمنی ہے اور دنیا کی دشمنی کی علامت یہ ہے کہ اس میں سے سوائے قوت لایموت اور دار آخرت تک سلان پہنچنے کے اور کچھ جمع نہ کرے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی سے اپنے نفس کی (اچھائی برائی کی) نسبت نہ پوچھے۔ مگر قرآن سے دریافت کرے۔ پھر اگر وہ قرآن کو دوست رکھتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت میں سے یہ ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کرے۔ ان سے خیر خواہی کرے۔ ان کی دوستی میں سستی کرے۔ ان سے ضرر کو دفع کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین پر مہربان رحیم تھے۔ اور کامل محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کا مدعی دنیا میں زاہد ہو اور فقر کو ترجیح دے۔ فقر

سے متصف ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جو شخص تم میں سے مجھے دوست رکھے مگر اس کی طرف اس رو سے زیادہ جلد دور کر آئے گا کہ جو جنگل کی بلندی کی طرف سے یا پہاڑ سے نیچے کو آتا ہے۔

اور عبد اللہ بن مغفل کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا 'یا رسول اللہ! بے شک میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سوچ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ تین دفعہ کہا۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو فقر کے لئے سلطان (صبر) تیار کر۔ پھر ابو سعید کی حدیث کی طرح اس کا مطلب بیان کیا۔

## فصل ۴

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معنی اور اس کی حقیقت کا بیان)  
لوگ اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی تفسیر میں مختلف ہیں۔ ان کی عبارتیں اس میں بہت ہیں۔ اور حقیقت میں ان میں کچھ اختلاف اقوال نہیں بلکہ اختلاف احوال ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو کہتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف توجہ کی کہ ت  
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
(پ ۳ ع ۴)

ترجمہ :- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

آپ کی مدد کا لزوم ہو۔ اور آپ کی سنت کے مٹانے والوں کو دفع کرتے رہنا۔ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور اس کی مخالفت سے ڈرنا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ محبت محبوب کے شوق کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دل رب کے مقصود کے موافق کرے۔ جس کو وہ دوست رکھے یہ بھی دوست رکھے۔ اور جس کو وہ برا سمجھے یہ بھی برا سمجھے۔

ایک نے کہا ہے کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کی موافق چیز کی طرف دل کا میلان ہو۔ اور اوپر کی اکثر عبارات محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں نہ حقیقت محبت کی طرف اور حقیقت محبت یہ ہے کہ جو انسان کے موافق چیز ہو اس کی طرف میلان ہو۔ اور اس کی موافقت یا تو اس لئے ہو گی۔ کہ اس کے پالنے سے اس کی لذت حاصل ہو گی۔ جیسے عمدہ صورتوں، عمدہ آوازوں، لذیذ شربتوں وغیرہ سے جس کو ہر سلیم الطبع محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں یا اس لئے لذت پاتا ہے کہ وہ اپنی عقل کے حواس اور دل سے اس کے باطنی شریف معانی کو معلوم کر لیتا ہے۔ جیسے کہ صالحین و علماء اور سخی لوگ اور وہ جن سے عمدہ اخلاق، اچھے افعال منقول ہیں۔ کیونکہ انسان کی طبیعت ان امور کی طرف مائل ہے۔ یہاں تک کہ ایک قوم کی محبت کی وجہ سے دوسری قوم سے تعصب تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ در ایک امت کی اتباع دوسروں کے حق میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وطنوں کو چھوڑتے ہیں۔ حرمتوں کی ہنک کرتے ہیں، جانوں کو ہلاک کرتے ہیں یا اس کی محبت خاص اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بوجہ احسان و انعام کرنے کے اس کی طبیعت کے موافق بن جاتا ہے۔ کیونکہ بے شک طبیعتیں اس پر پیدا کی گئی ہیں۔ کہ جو شخص احسان کرے اس سے محبت کرتی ہیں۔ جب تمہارے لئے یہ امر قرار پا چکا۔ تو ان سب اسباب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائے گا۔

اب تجھے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں معانی کے جو محبت کے موجب ہیں جامع ہیں۔ جمل ظاہری اور کمال اخلاق و باطنی حسن تو پہلی تقریروں سے جو کتب میں گذر چکی ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ جس سے زیادہ کی ضرورت

نہیں۔ اور آپ کا احسان و انعام جو امت پر ہے وہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مرہونی و رحمت کا امت پر جو آپ فرماتے رہے ہیں۔ ذکر کیا ہے۔ ان کی ہدایت کرنی۔ ان پر شفقت کرنا۔ اور خدائے تعالیٰ کا ان کو آپ کی وجہ سے دوزخ سے بچانا اور یہ کہ بے شک آپ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ خوشخبری دینے والے ڈرانے والے اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلائے والے اور ان پر خدا کی آیات پڑھتے ہیں۔ ان کو پاک کرتے ہیں۔ ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ ان کو راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں (پہلے مذکور ہو چکا ہے)

پس کون سا احسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان سے بڑھ کر بڑے مرتبہ اور قدر والا ہے جو آپ نے تمام مومنین پر فرمایا ہے۔ اور جو عام مسلمانوں پر آپ نے بڑی مرہونی فرمائی ہے۔ اس سے بڑھ کر عام نفع اور اکثر فائدہ مند مرہونی کیا ہو گی۔ کیونکہ آپ ان کی ہدایت جہالت و گمراہی سے نکلنے کا ذریعہ تھے۔ ان کو کامیابی اور کرامت کی طرف بلائے والے تھے۔ ان کے رب کی طرف آپ وسیلہ ہیں۔ ان کے شفیع ہیں۔ ان کی طرف سے بات کرنے والے ان کے شہید ہیں۔ ان کے وائگی بٹا اور ہیئتی نعمت کے موجب ہیں۔

اب تم کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبت حقیقیہ شرعیہ کے جیسا کہ ہم نے صحیح احادیث سے بیان کیا ہے اور علوت و جبلت کی وجہ سے بھی جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ کے احسانات عام ہیں۔ پس جب انسان اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو دنیا میں اس پر ایک دو وفد احسان کرے یا اس کو کسی ہلاکت و نقصان سے بچائے۔ جس کی ایذا کی مدت تھوڑی ہو۔ اور منقطع ہونے والی ہو۔ تو جو شخص اس کو وہ نعمتیں بخشے جو کبھی ختم نہ ہوں۔ اور اس کو دوزخ کے ایسے عذاب سے بچائے جو فنا نہ ہو۔ تو وہ محبت کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب بلا شہادہ اپنی حسن علوت کی وجہ سے یا وہ حکم جس کا حسن سلوک منقول ہو یا وہ قاضی جو دور رہتا ہو اور اس کا علم یا بزرگی علوت سے مشہور ہو "محبوب ہوتے ہیں۔ تو جس نے



ان تمام مراتب کمال کو جمع کر لیا ہو وہ محبت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور میلان طبع کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو دفعتاً دیکھتا تھا وہ آپ سے ڈر جاتا تھا۔ جو آپ کا جان پہچان ہوتا تھا وہ آپ سے محبت کرتا تھا۔ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آپ کی محبت کی وجہ سے آنکھ کو آپ کی طرف سے پھیرتے نہ تھے۔

## فصل ۵

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کے ضروری ہونے کے بارہ میں)  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجَ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پ ۱۰ ع ۱۸)

ترجمہ:- اور ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔  
اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ جب وہ باطن ظاہر میں تخلص مسلمان ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے فقیر ابو الولید نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یوسف بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبد المؤمن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر تمار (مجبور فروش) نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے زہیر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اسمیل بن ابی صالح نے عطاء بن یزید سے وہ تمیم داری سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الَّذِينَ النَّصِيحَةُ اِنَّ النَّصِيحَةَ اِنَّ النَّصِيحَةَ اِنَّ النَّصِيحَةَ دِينِ خَيْرِ خَوَاتِي

marfat.com

Marfat.com

ہے 'دین خیرخواہی ہے دین خیرخواہی ہے' قُلُوا لِمَنْ يَارَسُولَ اللّٰہِ لَوْ كُنْتُمْ L

امام ابو سلیمان بستی کہتے ہیں کہ نصیحت ایک کلمہ ہے کہ جس سے تمام ایسے امور خیر سے تعبیر کی جاتی ہے جو کہ اس شخص کے لئے ہو۔ جس کی خیرخواہی کی جائے۔ اور ممکن نہیں کہ (اس کلمہ نصیحت کے سوا) اس سے کسی ایک کلمہ سے تعبیر کیا جائے جو اس کو حصر کرے۔ اس کے معنی لغت میں اخلاص کے ہیں۔ کہا کرتے ہیں نصیحت العصر یعنی میں نے شہد کو خالص کیا۔ جب کہ اس کو موم سے علیحدہ کر لیا۔

ابوبکر بن ابی اسحاق خفاف کہتے ہیں۔ کہ نصح وہ فعل ہے کہ جس کے باعث دوستی و مناسبت یا موافقت ہو۔ اور یہ نصح سے ماخوذ ہے۔ نصح وہ دھاگہ ہے کہ جس کے ساتھ کپڑا سیا جاتا ہے۔ ابواسحق زجاج بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی خیرخواہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صحیح اعتقاد ہو، اس کو واحد جانے۔ اس کی تعریف وہ کرے جس کا وہ اہل ہے۔ اور ان باتوں سے اسے پاک سمجھے جو اس پر جائز نہیں۔ اس کے محبوب سے رغبت ہو۔ جو اس کا دشمن ہو اس سے دور رہے۔ اس کی عبادت میں اخلاص ہو۔

اس کی کتاب کی خیرخواہی و نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان ہو۔ اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل ہو۔ اس کی تلاوت اچھی طرح کرے۔ اس کے نزدیک عاجزی کرے۔ اس کی عزت کرے۔ اس کو سمجھے۔ اس میں متفقہ پیدا کرے۔ اور جو خلی سرکش لوگ اس میں تاویل کرتے ہیں۔ اور ملحد طعن کرتے ہیں اس کو دفع کرے۔

اس کے رسول کی نصیحت و خیرخواہی یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ فرمائیں یا منع کریں وہ کرے۔ اس کو ابو سلیمان نے کہا ہے اور ابوبکر کہتے ہیں کہ خیرخواہی آپ کی معاونت و مدد و حمایت زندگی میں اور انتقال کے بعد آپ کی

سنت کو تلاش کرنے سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنے سے اس کے پھیلانے سے آپ کے اخلاق کریمہ کے پابند ہونے سے آپ کے آداب پسندیدہ پر عمل کرنے سے ہے۔

ابو ابراہیم اسحق نجیبی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی یہ ہے کہ جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی تصدیق ہو۔ آپ کی سنت کی پابندی ہو۔ اس کو پھیلایا جائے۔ اس پر ہر انگلیختہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی طرف و نیت ہو۔ اس کے رسولوں کی طرف اور اس کی نسبت اور اس پر عمل کرنے کی طرف دعوت ہو۔

احمد بن محمد نے کہا ہے کہ دلوں کے فرائض میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کا اعتقاد ہو۔

ابوبکر آجری وغیرہ کہتے ہیں کہ آپ کی خیر خواہی دو خیر خواہیوں کی متقاضی ہے ایک خیر خواہی آپ کی زندگی میں اور دوسری آپ کے انتقال کے بعد۔ آپ کی زندگی میں آپ کے اصحاب کی مدد سے خیر خواہی کرنا آپ سے برائی کو دفع کرنا۔ جو آپ کا دشمن ہو اس سے دشمنی کرنا۔ آپ کا فرمان سننا اور اس پر عمل کرنا۔ آپ کے اوپر سے جانوں اور مالوں کا خرچ کر دینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

رَجُلًا مِّنْهُمْ مَّا مَلَكَتْ يَدَايْهِ يَبْسُطُ كَفَّيْهِ إِلَى النَّاسِ يَتَنَصَّرُ لَهُمْ وَيَذَرُهُمْ فِي طَرِيقِهِمْ إِلَى دَارِهِمْ أَوْ يُبَدِّلُ مَنَازِلَهُمْ ذَلِكَ جَزَاءُ عَمَلِهِمْ جَزَاءً زَكِيًّا

تَبَيَّنَ (پ ۲۱ ع ۱۸)

ترجمہ:- وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی سنت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

اور فرمایا کہ وَيَنْصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ:- اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔

مسلمانوں کی خیر خواہی آپ کے انتقال کے بعد یہ ہے کہ آپ کی عزت و بزرگی کرنا آپ سے بہت ہی محبت رکھنا آپ کی سنت سیکھنے پر ہمیشگی کرنا۔ آپ کی شریعت میں معتد حاصل کرنا۔ آپ کے اہل بیت و اصحاب کی محبت اور اس شخص سے دور رہنا

marfat.com

Marfat.com

جو آپ کی سنت سے اعراض کرے۔ اس سے دشمنی کرنا اور بچنا۔ آپ کی امت پر مہربانی کرنا۔ آپ کے اخلاق و عادات و آداب سے محبت کرتے رہنا یعنی تلاش کرنا۔ اس پر صبر کرنا۔ پس جس بنا پر اس نے ذکر کیا ہے۔ خیر خواہی محبت کے ثمرات سے ہو گی۔ اور اس کی ایک علامت ہو گی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

امام ابوالقاسم گیریؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن لیث خراسان کا ایک بادشاہ تھا۔ اور مشہور حاکم جس کو صفار کہتے تھے۔ خواب میں دیکھا گیا۔ اور اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا۔ کہا گیا کہ کس عمل کی وجہ سے کہا کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک دن چڑھا اور میں نے اوپر سے اپنے لشکر کو جھانکنا۔ تو ان کی کثرت سے میں خوش ہوا۔ تب میں نے آرزو کی۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ کی اطاعت و مدد کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرا یہ عمل پسند کیا اور مجھے بخش دیا۔

اور آئمہ مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے حق میں اطاعت کرے۔ ان کی اس میں مدد کرے ان کو حق بات کا حکم دینا۔ ان کو حق کا عمدہ طرح سے یاد دلانا۔ اور جس بات سے وہ غافل ہوں۔ اور جو امور مسلمین ان سے چھپے رہیں ان کو یاد دلانا۔ ان پر خروج کرنا۔ لوگوں کو ان کے برخلاف بھڑکانا۔ ان کے دلوں کو ان کے برخلاف بگاڑنا ترک کر دے۔

اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو ان کی خیر خواہیوں کی ہدایت کرنا ان کو دینی اور دنیاوی امور میں قول و فعل میں مدد دینا۔ ان کے غافل کو خبردار کرنا۔ ان کے جاہل کو آگاہ کرنا۔ ان کے محتاج کی مدد کرنا۔ ان کی پروردہ پوشی کرنا۔ ان سے ضرر کو دفع کرنا۔ ان کے فوائد ان کو پہنچانا۔

## باب سوم

(آپ کے حکم کی تعظیم اور آپ کی عزت و نگی کے وجوب کے بیان میں)  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا رَسُولَ اللَّهِ وَتَعِزُّوهُ وَتُقِرُّوهُ

(پ ۲۶ ع ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! رسول کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اور فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا رَسُولَ اللَّهِ وَتَعِزُّوهُ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! رسول کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اور فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی

آواز سے۔

اور فرمایا: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَيْنَكُمْ كَلِمَةٌ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے

کو پکارتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت و توقیر کو واجب کر دیا ہے۔ اور آپ کی اکرام و

تعظیم کو لازم کر دیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ تعزیر وہ کے معنی ہیں کہ آپ کی عزت

کرو۔ اور مبرد کہتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔ انفس

کہتے ہیں کہ آپ کی مدد کرو۔ طبری کہتے ہیں کہ آپ کی اعانت کرو۔ اور تعزیر وہ حکماء

سے پڑھا گیا ہے جو عزت سے لیا گیا ہے۔ اور آپ سے پہلے بات کرنے سے اور آپ

سے پہلے کلام کرنے کو بے ادبی سمجھ کر منع کیا۔ اور یہ ابن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے۔

اور یہی مطلب کا مختار ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ تم آپ کے فرمانے سے پہلے بات مت کرو۔ اور جب آپ کچھ فرمائیں تو اس کو سنو اور چپ رہو۔ اور آپ کے فیصلہ سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی جلدی کرنے سے منع کئے گئے ہیں۔ اور اس سے کہ وہ کسی شے کے ساتھ مستقل نہ ہو جائیں یعنی لڑائی وغیرہ دینی معاملہ میں اور آپ کے حکم پر ہی چلیں۔ آپ سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ کریں۔ اور اسی کی طرف حسن و مجاہدہ و ضحاک و سدی و توری کا قول رجوع کرتا ہے۔ پھر ان کو وعظ کیا۔ اور اس مخالفت سے ڈرایا۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور وہی کہتے ہیں۔ کہ سبقت کرنے میں ڈرو اور سلمیٰ کہتے ہیں کہ آپ کے حق کے چھوڑنے اور آپ کی عزت کے ضائع کرنے سے خدائے تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ بے شک وہ تمہاری بات کو سننے والا ہے۔ تمہارے فعل کو جاننے والا ہے۔ پھر ان کو آپ کے آواز پر آواز بلند کرنے اور آپ کے سامنے اونچی بولنے سے جس طرح کہ ایک دوسرے سے بولتے ہیں۔ اور چلاتے ہیں منع فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتا ہے (منع فرمایا ہے)

ابو محمد مکی کہتے ہیں کہ آپ سے کلام کرنے میں سبقت نہ کرو۔ اور کلام کرنے میں سختی نہ کرو۔ اور آپ کو نام لے کر نہ پکارو۔ جس طرح کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ لیکن آپ کی عظمت۔ توقیر کرو۔ اور آپ کو ان بزرگ خطاب سے پکارو جس کو وہ پکارا جانا دوست رکھیں۔ (مثلاً) یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔ اور یہ ایسا ہے جو دوسری آیت میں آچکا ہے کہ رسول کو پکارنے کو تم ایسا نہ کرو جیسے کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ دو معنوں سے ایک معنی یہ ہیں۔ اور ایک نے کہا ہے کہ آپ سے اس طرح مخاطب ہو۔ جس طرح اپنے بھنے کی غرض سے پوچھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگر وہ ایسا کریں تو ڈرایا ہے۔ کہ تمہارے اہل ضلع ہو جائیں گے۔ اور اس سے ان کو ڈرایا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی تمیم کے قبیلہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے سوا اور عرب میں نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں آئے تھے۔ اور آپ کو یا محمد کہہ کر پکارنے لگے تھے۔ کہ ہماری طرف نکلو۔  
پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جلال اور برا کمال اور بیان کیا کہ ان میں سے اکثر بے عقل  
ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلی آیت اس جھگڑے کے بارہ میں نازل ہوئی جو آپ کے  
سامنے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا۔ اور جھگڑنے میں ان کی آوازیں  
بلند ہوئی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شمس کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جو کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی تمیم کے مفاخرت میں خطیب تھا اور اس کے کان  
سہرے تھے۔ اور وہ بلند آواز سے بولا کرتا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ اپنے گھر  
میں ٹھہر گیا۔ اور اس سے ڈرا کہ اس کے عملی میدان میں وہ جائیں۔ یہ بھی نازل ہوا۔  
وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا یا نبی اللہ! میں ڈرتا ہوں کہ میں ہلاک  
ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع فرمایا ہے کہ لوگوں کے آواز سے ڈرو۔  
ہوں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! میں تم سے  
رکھک کہ تعریف کے ساتھ زندہ رہے۔ اور شہید ہو کر قتل نہ ہو۔ جس میں  
داخل ہو۔ پس وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا  
واللہ یا رسول اللہ! اس کے بعد میں آپ سے ایسی ہی باتیں کروں گا جیسے کہ چھپ کر  
باتیں کرتے ہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہما سے آپ سے باتیں کرتے تو اس طرح جیسے کہ  
کوئی پوشیدہ کرتا ہے۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایسی باتیں کرتے تھے کہ  
آپ سنتے نہ تھے۔ حتیٰ کہ ان سے دوبارہ پوچھتے کہ کہا کرتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان  
کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلَا تُلَاقُوا لَهُمْ

مَكَلِمَةً وَلَا تَعْلَمُوا مَا تَعْلَمُونَ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: وہ جو اللہ کے رسول کے پاس آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں

marfat.com

Marfat.com

جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت (جس کا مطلب یہ ہے) بے شک جو لوگ کہ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔ بنی تمیم کے سوا اور لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، وہ لوگ آپ کا نام لے کر پکارتے تھے۔

صفوان بن عسل نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ جس کی آواز بلند تھی۔ اس نے آپ کو پکارا یا محمد یا محمد! یا محمد! ہم نے اس سے کہا کہ اپنی آواز پست کر۔ کیونکہ تم کو بلند آواز سے منع کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَائِدًا** اے ایمان والو راعنا مت کہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ انصار میں ایک لغت تھی۔ جس کے بولنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عزت کے لئے منع کیا گیا۔ کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم ہماری رعایت کرو۔ ہم تمہاری رعایت کریں گے۔ پس اس بات سے منع کئے گئے۔ کیونکہ اس کلام کا معنی یہ ہے گویا کہ وہ آپ کی رعایت کرنے سے رعایت کریں گے۔ بلکہ آپ کا حق یہ ہے کہ آپ کی ہر حال میں رعایت کی جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلمہ سے تعریض اور اشارہ کرتے تھے رعونت کے ساتھ۔ پس مسلمانوں کو اس قول سے منع کر دیا گیا۔ اس ذریعہ کے قطع کر دینے اور ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کہ لفظاً بھی مشابہت نہ ہو اور بعض نے اور وجہ بجا بیان کی ہے۔

## فصل ۱

(صحابہ رضوان اللہ علیہم کی عادت کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی صوفی اور ابو بحر اسدی نے اور میں نے ان

marfat.com

Marfat.com



دونوں کے سامنے اور لوگوں کے درمیان پڑھل ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن الحسن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ثنیٰ ابو سن رقاشی اسحق بن منصور نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن مخلد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حیوہ بن شریح نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے ابن شامہ مری سے کہا کہ ہم حاضر ہوئے عمر بن العاص کے پاس پس ابن شامہ نے ایک لمبی حدیث بیان کی۔ جس سے عمرو سے روایات تھی۔ کہا عمرو نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی پیارا اور بڑا بزرگ میری آنکھوں میں نہ تھا۔ اور مجھ میں طاقت نہ تھی۔ کہ میں آپ کی ہیبت و بزرگی کی وجہ سے آپ کے دیدار سے آنکھوں کو بھریوں۔ اگر میں چاہتا کہ آپ کی تعریف بیان کروں تو مجھے طاقت نہ تھی۔ کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ترمذی نے انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین و انصار کے سامنے نکلا کرتے تھے۔ جن میں ابوبکرؓ عمرؓ ہوتے تھے۔ پس آپ کی طرف سوا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی دیکھتا نہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات آپ کو دیکھتے تھے۔ اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ یہ دونوں آپ کو دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔ اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھ کر ہنسا کرتے تھے۔

اسامہ بن شریک نے کہا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ کے گرد اصحاب جمع تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور آپ کے حلق میں جو حدیث یہ ہے کہ جب آپ کلام کرتے تھے آپ کے اصحاب اپنے سروں کو نیچا کیا کرتے تھے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

عروہ بن مسعود نے کہا ہے جبکہ اس کو قریش نے (حدیبیہ کے) جھگڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے آپ کے اصحاب کو آپ کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا تھا جو کچھ کہ دیکھا۔ اور یہ کہ جب آپ دُخو کرتے ہیں تو وہ آپ کے بچے ہوئے پانی کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ اور قریب تھا کہ اس پر لڑیں۔ جب

آپ لعاب مبارک ڈالتے تھے یا ٹاک صاف کرتے تھے تو صحابہ جلدی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔ اور اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے تھے۔ جب کوئی بل آپ سے کرتا تو وہ جلدی سے اس کو لے لیتے تھے۔ جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ جھٹ اس کو بجالاتے۔ جب کلام کرتے تو وہ آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے۔ آپ کی طرف تعظیم کی وجہ سے تیز نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور جب وہ قریش کی طرف لوٹ کر گیا۔ تو کہنے لگا 'اے گروہ قریش' میں کسریٰ کے ملک میں گیا۔ اور قیصر کے ملک میں گیا ہوں۔ اور نجاشی کے ملک میں گیا ہوں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب میں ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کسی بادشاہ کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے وہ قوم ایسی دیکھی ہے کہ کبھی بھی اس کو ترک نہ کریں گے۔ (نہ اس کی مدد سے باز رہیں گے)۔

انسٹ سے مروی ہے کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے بحالیکہ سرمونڈنے والا آپ کے بل مبارک مونڈ رہا ہے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ پھر وہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کا ہر موئے مبارک کسی کے ہاتھ میں ہی پڑے (زمین پر نہ گرے) اور اسی لئے جب قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کے طواف کی اجازت دی جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشہ کے جھڑے میں بھیج دیا تو انہوں نے طواف سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں۔ میں طواف نہ کروں گا۔

پھر طواف کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے من قنص حبشہ کی آیت کا مطلب پوچھو۔ یعنی کسی نے اپنی موت کو پورا کیا اور خود اصحاب آپ سے رتے تھے۔ آپ کی عزت کرتے تھے۔ پھر اعرابی نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اور جواب نہ دیا۔ اتنے میں اتفاقہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا

ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے اپنی موت کو پورا کیا ہے۔

اور حدیث قبلہ میں ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرعہ بٹھک بیٹھے ہوئے تھے (اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر گھٹنوں کو کھڑا رکھا جائے اور ہاتھوں سے یا کپڑے سے دونوں گھٹنوں کو ملا کر پاندھا جائے) دیکھا تو میں خوف کے مارے کانپنے لگی۔ اور یہ آپ کی ہیبت و عظمت تھی۔

غیرہ کی حدیث میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دروازہ کو ہاتھوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

براء بن عازب کہتے ہیں۔ میں ارادہ کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھوں سو برسوں اس میں دیر کیا کرتا تھا۔

## فصل ۲

جان لے لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی توقیر و تعظیم موت کے بعد لازم ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں لازم تھی۔ اور یہ آپ کے ذکر آپ کی حدیث و سنت اور آپ کے نام و سیرت آپ کی آل و عترت و عزت اہل بیت و صحابہ کے ذکر کے وقت ہے۔

ابو ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ خود آپ کا ذکر کرے یا اس کے نزدیک آپ کا ذکر کیا جائے تو عاجزی کرے اور عزت کرے۔ اپنی حرکت کو چھوڑ دے۔ اور اس طرح آپ کی ہیبت و بزرگی اس کو ہو۔ جیسے کہ آپ کے سامنے ہوتا۔ تو آپ کی ہیبت و عزت ہوتی۔ اور ایسا ادب کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا ادب سکھایا ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے کہ ہمارے سلف صالحین اور گذشتہ آئمہ رضی اللہ عنہم کی یہ عادت تھی۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن اشعری اور ابوالقاسم

احمد بن بقی الحاکم وغیرہ نے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی۔ ان سب نے کہا۔ کہ خبر دی ہم کو ابو العباس احمد بن عمر بن دلماث نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن علی بن قمر نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد بن فرج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن عبد اللہ بن الحنطاب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن حمید نے کہا کہ ابو جعفر امیر المومنین (منصور) نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مناظرہ کیا۔ تو امام صاحب نے اس سے کہا۔ اے امیر المومنین اس مسجد میں تم بلند آواز سے مت بولو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے اور فرمایا ہے کہ نہ

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (پ ۳۱ ع ۳)

ترجمہ نہ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور دوسری قوم کی طرح کی ہے۔ اور فرمایا کہ نہ

إِنَّ الَّذِينَ يَفْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ أَفْئِن لَّسَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِيَتَكَلَّمُوا لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (پ ۳۱ ع ۳)

ترجمہ نہ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک قوم کی عزت کی ہے کہ نہ

إِنَّ الَّذِينَ يُتَكَلَّمُونَ مِنْ دُونِ الْمُحَرَّمَاتِ كَثَرُ هُمْ لَا يَعْقِلُونَ (پ ۳۱ ع ۳)

ترجمہ نہ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے

عقل ہیں۔

اور بے شک موت کی حالت میں آپ کی عزت ایسی ہی ہے جیسے کہ زندگی میں۔

marfat.com

Marfat.com

تب ابو جعفر اس بات کے سننے سے چپ ہو گیا۔ اور کہنے لگا اے ابا عبد اللہ میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رہوں۔ امام نے فرمایا کہ تم کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرتے ہو۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے خدا کی طرف وسیلہ ہیں قیامت کے دن بلکہ آپ کی طرف متوجہ رہو۔ آپ کی شفاعت کا طالب ہو۔ پھر خدائے تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

زَبِيحًا (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ:- اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایوب سختیانی کی نسبت پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میں جس شخص سے تم کو حدیث بیان کروں گا ایوب اس سے افضل ہی ہو گا۔ کما امام مالک نے کہ میں نے ایوب کو دوج کرتے دیکھا ہے۔ میں اس کو دیکھتا اور سنتا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا۔ تو وہ روتے تھے یہاں تک کہ مجھے ان پر رحم آتا۔ اور جب میں نے اس سے یہ بات دیکھی جو دیکھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے دیکھا۔ تو میں نے ان سے حدیث لکھی۔

صعب بن عبد اللہ کہتے ہیں امام مالک کا یہ حال تھا کہ ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا۔ تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ اور کپڑے بن جاتے۔ حتیٰ کہ یہ بات آپ کے ساتھیوں پر سخت گزرتی تھی (یعنی وہ ڈر جاتے کہ ان کو کیا ہو گیا) پھر آپ سے ایک دن اس بارہ میں کہا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر تم وہ بات دیکھو جو میں دیکھتا ہوں۔ تو ضرور مجھ پر انکار نہ کرو۔ اور بے شک میں محمد بن کندر کو دیکھتا تھا۔ اور وہ قاریوں کے سردار تھے۔ کہ ہم جب کبھی ان سے حدیث کی نسبت پوچھتے۔ تو وہ رو پڑتے۔ حتیٰ کہ ہم ان پر رحم کھاتے۔ اور بے شک میں نے امام جعفر بن محمد (صالح) کو

دیکھا ہے حالانکہ بڑے خوش طبع اور ہنستے تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا۔ ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور میں نے ان کو کبھی بے وضو حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔ میں ان کے پاس بہت جایا کرتا تھا تو میں نے ان کی تین عادات دیکھیں یا تو وہ نماز پڑھتے ہوئے ہوتے یا چپ رہتے یا قرآن پڑھتے اور بیہودہ باتیں نہ کرتے۔ وہ علما ان بندوں میں سے تھے۔ جو کہ اللہ عزوجل سے ڈرتے تھے۔

اور عبدالرحمن بن قاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر ان کے چہرہ کے رنگ کو دیکھا جاتا تھا۔ گویا اس سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ اور بے شک ان کی زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے منہ میں خشک ہو گئی ہے۔ اور بے شک میں عامر بن عبداللہ بن زبیر کے پاس آتا تھا۔ اور جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا۔ تو رو پڑتے۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھوں میں سے آنسو باقی نہ رہتے۔

اور میں نے زہری کو دیکھا ہے۔ وہ نہایت نرم دل اور بڑے مفسر تھے جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا۔ تو وہ ایسے ہو جاتے گویا کہ نہ انہوں نے تجھے دیکھا اور نہ تو نے ان کو دیکھا ہے (یعنی کسی کے واقف نہ بنتے تھے)

اور بے شک میں صفوان بن سلیم کے پاس آتا تھا۔ وہ عابدین مجتہدین میں سے تھے۔ جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو وہ رونا شروع کرتے تھے حتیٰ کہ لوگ ان کو چھوڑ کر چل دیتے۔

قلادہ سے مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے تھے تو وہ چلاتے اور گھبراتے تھے۔ اور جب لوگ امام مالکؒ کے پاس زیادہ آنے لگے۔ تو ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کسی کو مستمل بنالیں کہ وہ لوگوں کو حدیث سنایا کرے (مستمل وہ ہوتا ہے کہ شیخ سے حدیث سن کر لوگوں کو بلند آواز سے پڑھ کر سنا دے) تو آپ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب چلانے والے (نبی) کی آواز سے۔

ابن سیرینؒ کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات ہنستے تھے۔ لیکن جب ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر ہوتا تھا۔ تو وہ عاجزی کیا کرتے تھے۔

عبدالرحمن بن ممدیؒ کا یہ حال تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھا کرتے تھے تو لوگوں کو چپ رہنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور کہتے کہ اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند مت کرو۔ اور بیان کرتے تھے۔ کہ آپ کی حدیث کے بیان کے وقت بھی اسی طرح چپ رہنا ضروری ہے۔ جیسے خود آپ سے سننے کے وقت سکوت لازمی ہے۔

### فصل ۳

(سلف کی علوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و سنت کی روایت کے بیان کے وقت میں)

حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمدؒ حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر برقانی وغیرہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن دارقطنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مبشر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ستان قطان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسعودی نے مسلم بن مسلمین سے وہ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک سال تک آتا رہا۔ پس میں نے ان کو نہیں سنا کہ انہوں نے یوں کہا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن ایک دن انہوں نے حدیث بیان کی اور ان کی زبان پر یہ لفظ جاری ہو گیا۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان پر رنج سوار ہو گیا۔ حتیٰ کہ ان کی پیشانی سے پینہ ٹپکنے لگا۔ پھر کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہے یا اس سے زیادہ یا کم یا اس کے قریب۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا چہرہ بدل گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بھر آئے اور ان کی رگیں پھول گئیں۔

ابراہیم بن عبد اللہ بن قریم انصاری قاضی مدینہ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ بن انسؒ ابو

حازم پر سے گزرے بھایک وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ سو وہ وہاں سے گزر گئے اور کماک میں نے ایسی جگہ نہ پائی۔ کہ جہاں بیٹھوں۔ اس لئے میں نے مکروہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کھڑے کھڑے سنوں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابن المسیب کے پاس ایک شخص نے آکر حدیث پوچھی بھایک وہ لیٹے ہوئے تھے۔ تب وہ بیٹھ گئے۔ اور اس کو حدیث سنائی۔ اس شخص نے کماک میں چاہتا تھا کہ آپؐ تکلیف نہ کریں (یعنی لیٹے لیٹے ہی بیان کر دیں) انہوں نے کماک میں برا جانتا ہوں کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لیٹے ہوئے بیان کروں۔

عمر بن سیرین سے مروی ہے کہ وہ کبھی ہنسنا بھی کرتے تھے۔ لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی جاتی۔ تو وہ عاجزی کرتے تھے۔

ابو معصب کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ بن انسؒ جب حدیث بیان کرتے بلوضو ہوتے تھے۔ اور یہ آپؐ کی تعظیم کی وجہ سے کرتے تھے۔ اور امام مالکؒ نے یہ بات جعفر بن محمد (صالح) سے بیان کی ہے۔

معصب بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ مالک بن انسؒ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے تو بلوضو کرتے تھے۔ اور تیاری کرتے تھے۔ کپڑے پہنتے تھے۔ پھر حدیث بیان کرتے تھے۔ معصب کہتے ہیں کہ پھر آپؐ سے اس بارہ میں پوچھا گیا۔ تو کہا یہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

سرف کہتے ہیں کہ جب لوگ امام مالکؒ کی خدمت میں آتے تو آپؐ کی لونڈی ان کی طرف نکلتی ان سے پوچھتی۔ کہ شیخ تم سے کہتے ہیں کہ تم حدیث سننے کا ارادہ کرتے ہو یا مسائل کا۔ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنا ہے تو آپؐ نکل آتے۔ اور کہتے کہ حدیث سننے آئے ہیں تو آپؐ غسل خانہ میں جاتے، خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے تھے۔ اپنی چادر پہنتے، عمامہ باندھتے اور اپنے سر پر چادر رکھتے۔ آپؐ کے لئے چوکی بچھائی جاتی۔ پھر نکلتے اور اس پر بیٹھتے بھایک ان پر عاجزی کے آثار ہوتے تھے۔ اور عود کی خوشبو برابر سلگائی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی



حدیث سے فارغ ہوتے تھے۔ اور دوسرے راوی نے کہا ہے کہ اس چوکی پر جمی بیٹھتے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی ہوتی۔

ابن ابی اویس کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔ اور میں بدوں وضو اور بیٹھنے کے حدیث نہیں بیان کرتا۔

راوی کہتا ہے کہ امام موصوف اس امر کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کہ راستہ میں یا کھڑے ہو کر یا جلدی حدیث بیان کریں۔ اور کہتے ہیں کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سمجھا کر سناؤں۔

ضرار بن مرو کہتے ہیں محدثین مکروہ سمجھتے تھے کہ بے وضو حدیث بیان کریں اور ایسا ہی قلدہ سے مروی ہے۔ اعمش کا یہ حال تھا کہ جب بے وضو حدیث بیان کرتے تو تیمم کر لیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے پاس تھا وہ ہم کو حدیث بیان کرتے تھے اور سولہ دفعہ ان کو بچھو نے کاٹا۔ ان کا چہرہ زرد ہو ہو جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب مجلس ختم ہو چکی۔ اور لوگ چلے گئے۔ تو میں نے کہا کہ اے ابا عبداللہ میں نے آپ سے عجیب بات دیکھی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے صبر کیا۔

ابن سعدی کہتے ہیں کہ میں ایک دن حقیق کی طرف گیا۔ اور ان سے حدیث کی نسبت پوچھا۔ تو مجھے جھڑکا۔ اور کہا کہ تم میرے نزدیک اس بات سے بڑے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسے حال میں پوچھو کہ ہم چلتے ہیں۔ اور ان سے جریر بن عبد الحمید قاضی نے حدیث کی نسبت پوچھا۔ بحایک وہ کھڑے تھے۔ تو اس کے قید کر دینے کا حکم دیا۔ ان سے کہا گیا کہ یہ قاضی ہے۔ تو آپ نے کہا کہ قاضی زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے۔

اور ذکر کیا گیا ہے کہ ہشام بن غازی نے امام مالکؒ سے حدیث پوچھی بحایک وہ

کھڑے تھے تو اس کو بیس درے لگائے۔ پھر اس پر مہربانی کی۔ اور میں حدیثیں بیان کیں۔ تب ہشام نے کہا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ کوڑے مارتے اور حدیث بیان کرتے۔ عبداللہ بن صلح نے کہا کہ امام مالک دیٹ بے وضو حدیث نہیں لکھا کرتے تھے۔

اور قتادہ اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ حدیث با وضو ہو کر ہی لکھیں اور حدیث با وضو ہی بیان کریں۔

اعمش جب بے وضو ہوتے اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو ٹیم کر لیا کرتے تھے۔

## فصل ۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور نیکی میں سے آپ کی آل و اولاد و امہات المؤمنین آپ کی بیویوں سے نیکی کرنا ہے جیسا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے۔ اور اس پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (پ ۲۲ ع ۱)

ترجمہ :- اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور آپ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ خبر دی ہم کو شیخ ابو محمد بن احمد عدل نے اپنی کتاب سے اور میں نے اس کی اصل کتاب سے لکھ لیا۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن مقرئ فرغانی نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے ام القاسم بنت شیخ ابی بکر خفاف نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم نے اور وہ ابن عقیل ہیں۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے اور وہ ابن اسماعیل ہیں کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے وہ ابن حنبل ہیں۔ کہا حدیث بیان کی دیکھ نے اپنے باپ سے وہ سعید بن سروق سے وہ یزید بن حبان سے وہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و سلم نے کہ تَشَدُّوْكُمْ اللّٰهُ اَهْلَ بَيْتِي تَلَاً۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمیں وفد فرمایا۔ ہم نے زید سے کہا کہ آپ کے اہل بیت کون لوگ ہیں۔  
 کہا اولاد علی اور اولاد جعفر اولاد عقیل اور اولاد عباس۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْكُمْ مِّنْ اَخْنَتُمْ بِہِ کَمْ تَعِیْکُوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَ مِثْرَتِیْ لَہٗ بَیْتِیْ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی عتبت نفل بیت کو چھوڑتا ہوں جب تک تم اس پر عمل کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ پس تم سوچو کہ کیسے ان دونوں کے بارہ میں میرے خلیفہ بنتے ہو۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَادٌ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوَلَاۃُ لَآلِ مُحَمَّدٍ لِّمَنَ الْغَنَایِہِ کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت کو پہچانتا آگ دونخ سے برات ہے۔ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنا پلصراط پر گذرنا ہو گا۔ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا عذاب سے امن ہے۔

بعض علما کہتے ہیں کہ ان کی معرفت ان کے مرتبہ کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پہچانتا مراد ہے۔ اور جب ان کو اس کے ساتھ پہچان لے گا تو ان کے حق و عزت کے وجوب کو آپ کے سبب سے پہچان لے گا۔

عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِيُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَ کُمْ تَطْہِیْرًا اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے (پ ۲۲ ع ۱)  
 اور یہ آیت ام سلمہ کے گھر میں اتری تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ حسن حسین کو بلایا اور ان کو کھل میں لپیٹ لیا۔ اور علی کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا۔ اور پھر کہا خداوند! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی دور کر اور اچھی طرح ان کو پاک کر دے۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب مہلبہ کی آیت اتری۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حسن حسین فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ اور کہا خداوند! یہ

لوگ میرے اہل ہیں۔ خداوند جو ان کا دوست ہو تو ان کا دوست بن اور جو ان کا دشمن ہے تو ان کا دشمن بن۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا۔ کہ تجھ کو مومن ہی دوست رکھے گا۔ اور تیرا منافق ہی دشمن ہو گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مجھ کو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ تم کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے دوست نہ سمجھے۔ جو شخص میرے چچا کو ایذا پہنچائے گا۔ اس نے مجھے ایذا دی۔ اور مرد کا چچا اس کے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ عباسؓ سے کہل اے چچا اپنے فرزندوں کے ساتھ کل صبح کو آنا۔ پھر ان کو جمع کیا۔ اور اپنی چادر سے ان کو ڈھانک لیا۔ اور کہا کہ یہ میرا چچا ہے اور باپ کے مشابہ ہے۔ اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پس ان کو آگ سے اس طرح چھپائے رکھ جیسے کہ میں نے ان کو چھپایا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹوں اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔ آپ اسلامہ بن زید اور حسنؓ کے ہاتھ کو پکڑتے اور کہتے خداوند میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اس کی اہل بیت میں کرو (یعنی ان کی عزت حضورؐ کی سی کرو) اور یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میرے نزدیک اس سے زیادہ پیاری ہے کہ اپنی قرابت سے صلہ رحمی کروں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حسنؓ کو دوست رکھے خدا اس کو دوست رکھے۔ اور فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھے اور ان دونوں کو دوست رکھے اور حسنؓ و حسینؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں کے باپ اور ماں کو دوست رکھے۔ تو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔

اور فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قریش کی لہنت کرے۔ خدا اس کی لہنت کرے۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریش کو آگے بڑھاؤ۔ اور

اس کے آگے مت بڑھو۔ ام سلمہؓ کو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو عائشہؓ کے بارہ میں ایذا نہ پہنچا۔

عقبہ بن حارث سے مروی ہے کہ میں نے ابو بکرؓ کو دیکھا بجائیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر سوار کیا ہوا ہے۔ یہ کہتے تھے۔ کہ میرا باپ قربان ہو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے علیؓ کے مشابہ نہیں۔ اور علیؓ ہنستے تھے۔

عبداللہ بن حسنؓ بن حسینؓ سے مروی ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس کسی ضرورت کے لئے آیا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب آپ کو کوئی ضرورت ہو تو میری طرف کسی کو بھیج دیا خط لکھو کیونکہ بے شک مجھے خدا سے اس بارہ میں شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازہ پر دیکھے۔

شعثی کہتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ نے اپنی ماں کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر اس کے لئے خیر قریب کی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ اتنے میں ابن عباسؓ آئے اور انہوں نے ان کی رکب تھام لی۔ تب زید نے کہا اے چچا زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ چھوڑ دیجئے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم علاقہ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے ہیں۔ تب زید نے ابن عباسؓ کا ہاتھ چوم لیا۔ اور کہا کہ ہم کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ ایسے پیش آئیں۔

اور ابن عمرؓ نے محمد بن اسلمہ بن زید کو دیکھا تو کہا کاش یہ میرا غلام ہوتا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ محمد بن اسلمہ ہیں۔ تب ابن عمرؓ نے اپنا سر نیچا کر لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے زمین کو کیدنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو محبت کرتے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اسلمہ بن زید صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس گئی۔ اور اس کے ساتھ اس کا ایک مولیٰ (غلام آزاد) تھا کہ اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑا ہوا تھا تب اس بیٹی کے لئے عمر بن عبدالعزیزؓ کھڑے ہو گئے۔ اور اس کی طرف چلے۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے کپڑے میں رکھا (یعنی کپڑے سے ہاتھ کو لپیٹ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور یہ

نہایت تقویٰ تھا) اور اس کو لے چلے حتیٰ کہ اپنی مجلس میں اس کو بٹھلایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور اس کی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے ۳۰۰۰ درہم مقرر کیا۔

اور اسامہ کے لئے ۳۵۰۰ مقرر کئے۔ عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے اس کو کیوں فضیلت دی۔ خدا کی قسم مجھ سے اس نے کسی جنگ میں سبقت نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس لئے کہ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ پیارا تھا تیرے باپ سے اور اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی ہے اور امیر معاویہؓ کو یہ بات پہنچی کہ کابس بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے اور جب وہ امیر کے پاس دروازہ میں سے آیا۔ تو امیر معاویہؓ اپنے تخت پر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس سے ملے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور زمین مرغاب اس کے لئے مقرر کر دی کیونکہ اس کی شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔

اور روایت ہے کہ امام مالکؒ کو جب جعفر بن سلیمان نے کوڑے مارے اور ان پر غصہ ہوا جو ہوا اور بیہوشی میں ان کو گھراٹھا کر لے گئے۔ تو لوگ ان کے پاس آئے۔ ون کو ہوش آیا تو فرمایا۔ کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد آپ سے پوچھا گیا۔ تو کہا میں اس بات سے ڈرا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طوں لگا۔ تو مجھے اس سے اس امر کی شرم آئے گی۔ کہ میرے باعث اس کی آل میں سے کوئی دونخ میں جائے۔

اور کہتے ہیں کہ منصور نے جعفر سے امام کے بدلہ لینے کا ارادہ کیا تو امام نے اس سے کہا۔ کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ واللہ اس کے کوڑوں میں سے جو کوڑا میرے جسم سے ہٹا تھا۔ میں اسی وقت معاف کر دیتا تھا۔ اس لئے کہ اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔

ابوبکر بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اگر میرے پاس ابوبکرؓ علیؓ آئیں۔ تو ان دونوں سے پہلے حضرت علیؓ کی ضرورت شروع کروں۔ کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت ہے۔ اور بیشک آسمان سے زمین پر میرا گر جانا اس سے بہتر ہے کہ میں اس کو ان دونوں پر مقدم کروں (مطلب یہ کہ اگرچہ یسین کو ان پر فضیلت ہے لیکن بوجہ قربت میں ان کو مقدم کرتا ہوں) کذا فی الشرح۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی فوت ہو گئیں۔ تب آپ نے سجدہ کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے انتقال سے بڑھ کر کون سی نشانی ہو گی۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ام ایمن کی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موٹی تھیں زیارت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کیا کرتے تھے اور جب علیمہ سعدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ اور ان کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا۔ اور وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تو ان دونوں نے بھی ایسا ہی کیا (یعنی ویسے ہی تعظیم کی)۔

## فصل ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و خیر خواہی میں سے آپ کے اصحاب کی عزت و خیر خواہی ہے۔ ان کے حق کو پہچاننا اور ان کی افتدا کرنا ان کی تعریف کرنا ان کے لئے استغفار کرنا اور جو ان میں باہمی جھگڑے اختلاف ہوئے ہیں ان سے اعراض کرنا اور رک رہنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا مورخین اور جلیل راویوں، گمراہ شیعوں۔ اور ان مبتدعین کی اخبار سے جو کہ ان میں سے کسی میں جرح قدح کرتے ہیں، اعراض کرنا اور جو باتیں ان کی طرف سے نقل کی گئی ہیں۔ اور ان میں جو باہمی

فتنے ہوئے تھے ان کی اچھی تمویل کا تلاش کرنا اور ان کے لئے اچھے مخرج نکالنا چاہئے۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ ان میں سے کسی کو برائی سے یا نہ کیا جائے۔ کسی پر عیب نہ لگایا جائے بلکہ ان کی نیکیوں و فضیلتوں اور اچھی عادات کو یاد کیا جائے اور ان کے سوا اور امور سے سکوت کیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذا ذکر اصحابی فامسکوا جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو چپ رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُعَذِّرَ سُلُوكِ الْمُؤْمِنِينَ مِمَّا أَشَدَّاهُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا  
سُجَّدًا يَتَّبِقُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وَجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ الشُّعُودِ ذَٰلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْجٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَآزَرَهُ فَاسْتَظْلَمَ فَاسْتَوْعَى  
عَلَىٰ سَوْفِهِ يُمْسِكُ الرَّزَّاعَ لِيَفِطَّ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَالَةُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ ۱۲

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اور فرمایا۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ  
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں

marfat.com

Marfat.com



باغ جن کے نیچے نہیں ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔  
اور فرمایا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (پ ۲۶ ع ۱۱)  
ترجمہ۔ بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پتھر کے نیچے تمہاری  
بیعت کرتے تھے۔

اور فرمایا۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا مَعَهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِ فِيمَنَّهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا  
تَبْدِيلًا - (پ ۲۱ ع ۱۹)

ترجمہ۔ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی  
منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن اور  
ابو الفضل نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ نے کہا حدیث بیان  
کی ہم سے ابو علی سخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث  
بیان کی ہم سے ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن صالح نے کہا حدیث  
بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے زائدہ سے وہ عبد الملک بن عمیر سے وہ ربیع بن  
حراش سے وہ حذیفہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِقْتَدُوا بِأَتَاكُنِي  
مِنْ بَعْدِي آيِسَ بَكْرٍ وَ عَمْرٍو پیروی کرو میرے بعد ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی۔

اور فرمایا أَصْحَابِي كَمَا تُتَجَوَّمُ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ میرے اصحاب ستاروں کی  
مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مَثَرُ أَصْحَابِي كَمَثَرِ الْيَلْبِغِ فِي الطَّعَامِ لَا يُصْلِحُ الطَّعَامُ إِلَّا بِهٖ میرے اصحاب کی مثل طعام  
کے نمک کی طرح ہے اور کھانا بدوں نمک کے درست نہیں ہوتا۔

اور فرمایا کہ اَتَقُولُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا مِنْ خَوَاصِّ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَيُحِبِّي  
أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَيَبْغِضْهُمْ وَمَنْ أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ وَ

مَنْ أَذَى اللَّهِ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

ترجمہ: میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نہ نشانہ بناؤ۔ اب جو شخص ان کو دوست رکھے گا سو میری محبت کی وجہ سے دوست رکھے گا۔ اور جو ان کو تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا اور جو مجھ کو تکلیف دے گا اس نے خدا کو تکلیف دی اور جو خدا کو تکلیف دے گا عنقریب وہ اس کو پکڑے گا۔

اور فرمایا کہ لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي وَكُلَّ أَنْفَقَ أَحَدِكُمْ مِثْرَ أَحَدِ ذَهَبٍ مَا بَلَغَ مَدَّ الْحَدِيدِ وَلَا نَصِيفَهُ

ترجمہ: میرے اصحاب کو گالی مت دو کیونکہ اگر تم میں سے (یعنی صحابہ نہ ہو) کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک مد (دور طل) یا اس کے نصف کے برابر نہ پہنچے گا۔

اور فرمایا کہ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَقَلْبِي لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

ترجمہ: جو میرے اصحاب کو گالی دے تو اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس سے خدائے تعالیٰ فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

اور فرمایا کہ إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا جِبِ میرے اصحاب کا ذکر آئے تو چپ رہو۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ۔

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى جَمِيعِ الْعَالَمِينَ يَوْمَ النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْمُحْتَكِرِينَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَثَمَنٌ وَعَلِيٌّ فَمَعْلُومٌ خَيْرُ أَصْحَابِي وَفِي أَصْحَابِي كُلُّهُمْ خَيْرٌ

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو تمام جہان پر پسند کیا ہے سوائے نبیوں اور مرسلوں کے اور ان میں سے میرے لئے چار پسند کئے۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم) پس ان کو میرے اصحاب میں سے بہتر بتایا۔ اور میرے تمام اصحاب

میں بہتری ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور فرمایا کہ مَنْ أَحَبَّ مُعْرَفًا أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَ مُعْرَفًا أَبْغَضَنِي۔

ترجمت۔ جو شخص عمر کو دوست رکھتا ہے وہ میرا دوست ہے اور جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

اور امام مالکؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص صحابہ رضوان اللہ علیہم کادشمن ہو۔ اور ان کو گلی دے اس کو مسلمانوں کے من غنیمت میں سے کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ آیت سورہ حشر سے نکالا گیا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا يَأْسًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

ترجمت۔ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (پ ۲۸ ع ۴)

اور کہا امام مالک نے جس شخص کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ولامیں (یعنی ان سے وہ ناراض ہو) تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، رِبُّوْطَ بِهِمْ اِنْكَارَ (پ ۳۱ ع ۴) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اور عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ نجات پائے گا۔ ایک سچ اور دوسری اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

ایوب سختیابی کہتے ہیں کہ جس نے ابوبکر کو دوست سمجھا تو اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے عمر سے دوستی رکھی۔ تو اس نے راستہ کو واضح کر دیا۔ اور جس نے عثمانؓ کو دوست رکھا تو اس نے خدا کے نور سے روشنی حاصل کی۔ جس نے حضرت علیؓ کو دوست رکھا۔ اس نے مضبوط کڑے کو پکڑا۔ اور جس نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی تعریف کی۔ تو وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ اور جو ان میں سے کسی کا عیب بیان کرے وہ بدعتی ہے۔ سنت اور سلف صالح کے برخلاف ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ اس کے عمل آسمان تک نہ چڑھیں۔ حتیٰ کہ ان سب کو دوست رکھے۔ اور

marfat.com

Marfat.com

اس کا دل سالم ہو۔

خالد بن سعیدؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے راضی ہوں۔ تم بھی اس کو پہچان لو، اے لوگو! میں عمرؓ اور عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ سعیدؓ عبدالرحمن بن عوفؓ رضی اللہ عنہم سے راضی ہوں تم بھی ان کو پہچان لو۔ اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر و حدیبیہ کو بخش دیا ہے، اے لوگو! میری حفاظت کرو میرے اصحاب میرے سرال میں میرے دامادوں کے بارہ میں حفاظت کرو (یعنی ان کی عزت کا خیال کرو) ان میں سے کوئی تم سے اپنا ظلم طلب نہ کرے۔ کیونکہ یہ ایسا ظلم ہے کہ قیامت کو نہ بخشا جائے گا اور ایک شخص نے معلق بن عمران سے کہا کہ کہاں عمر بن عبدالعزیز اور کہاں معاویہؓ (یعنی عمر بن عبدالعزیز کو بوجہ عدل کے فضیلت ہے) تو وہ خفا ہوئے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ دو سروں کو قیاس نہیں کیا جاتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے آپ کے سرال تھے (یعنی سالے) کاتب تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا۔ تو آپ نے اس کی نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ شخص عثمان کا دشمن تھا پس خدا بھی اس کا دشمن ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں کہ تم لوگ ان کی برائیوں کو معاف کرو۔ اور ان کی نیکیوں کو قبول کرو۔ اور فرمایا کہ حفاظت کرو میری میرے اصحاب اور سرال کے بارہ میں۔ کیونکہ جو شخص ان میں میری حفاظت کرے گا۔ تو خدائے تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں حفاظت کرے گا۔ اور جو ان میں میری حفاظت نہ کرے گا۔ تو خدا اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اور جس سے خدا علیحدہ ہوا قریب ہے کہ اس کو وہ پکڑے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا۔ میں اس کا قیامت کے دن محافظ ہوں گا۔ اور فرمایا جو شخص میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا۔ وہ میرے پاس حوض پر آئے گا۔ اور جو میرے

اصحاب میں میری حفاظت نہ کرے گا تو وہ میرے پاس حوض پر نہ آئے گا اور مجھ کو دور ہی دیکھے گا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں 'یہ وہ نبی ہیں کہ لوگوں کو اوب سکھانے والے ہیں' یہ وہ نبی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب ہم کو ہدایت دی ہے۔ اور آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے۔ آدمی رات کو شیخ کی طرف نکلتے ہیں۔ امت کے لئے دعا مانگتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں جیسا کوئی ان کو رخصت کرتا ہے۔ اور اسی بات کا خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی محبت و نصرت کا اور جو ان کا دشمن ہو ان کی دشمنی کا حکم دیا ہے۔

کعبہ سے مروی ہے کہ اصحاب عمر صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہر ایک صحابی قیامت کے روز شفاعت کرے گا اور کعبہ نے مغیرہ بن نوفل سے سوال کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت کرنا۔ سل بن عبد اللہ تشری کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی توقیر نہیں کرتا۔ اور آپ کے احکام کی عزت نہیں کرتا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔

## فصل ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و بڑائی میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام تعلقات کی عزت ہو۔ آپ کے مجالس و مکالموں مکہ و مدینہ اور دیگر مکانات اور جہاں جہاں آپ نے ہاتھ مبارک لگایا ہے یا جو آپ کے ساتھ مشور ہو گئی ہیں (مثلاً غار حرا وغیرہ) ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔

صفیہ بنت نبیہ سے مروی ہے کہ ابی مخدومہ کے سر کے اگلے حصہ کے بل تھے۔ جب بیٹھا اور ان کو چھوڑتا۔ تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ ان سے کہا گیا کہ تم ان کو منڈاتے نہیں۔ تو کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ ان بالوں کو منڈاؤں۔ کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا۔

اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند

بل مبارک تھے۔ ان کی ٹوپی ایک لڑائی میں گر پڑی۔ تب وہ بہت جلدی اس کے لینے کو دوڑے۔ اور اس لڑائی میں چونکہ بہت لوگ شہید ہوئے۔ اس لئے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتراض کیا۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ میں نے ٹوپی کے لئے یہ تمک و دو نہیں کی۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بل مبارک تھے (مجھے اذہار تھا) کہ کہیں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وہ مشرک کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ میں پھیرتے۔ پھر اس کو اپنے چہرہ پر ملتے۔ اور اسی لئے امام مالکؒ مدینہ شریف میں سواری پر نہ چڑھتے اور فرماتے کہ مجھ کو خدا سے اس بات کی شرم معلوم ہوتی ہے کہ میں اس مٹی کو اپنی سواری کے پاؤں سے پاہل کروں۔ جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور ان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے امام شافعیؒ کو بہت سے گھوڑے دئے۔ جو ان کے پاس تھے۔ تو امام شافعیؒ نے ان سے کہا کہ آپ ان میں ایک تو اپنے پاس رہنے دیں۔ تب انہوں نے ان کو اس طرح کا جواب دیا۔

اور بیشک حکایت کی ابو عبد الرحمنؒ نے احمد بن فضلویہ زاہد سے اور وہ عازیوں سے اندازوں سے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے کمان کو بے وضو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ جب سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا (اس کمان کو یا مطلق کمان کو)۔

اور امام مالکؒ نے اس شخص کے بارہ میں جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ شریف کی زمین ردی ہے (نعوذ باللہ) یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کو تیس درہ مارے جائیں۔ اور اس کی قید کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ وہ ایک معزز شخص تھا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص گردن مارنے کا کیا ہی محتاج ہے (یعنی قابل گردن زنی ہے) جس زمین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں یہ کہتا ہے کہ وہ پاک نہیں ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کے

میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس میں نئی بت پیدا کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرض قبول نہ کرے گا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ جہجاء غفاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھری مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اس لئے لی کہ اس کو اپنے گھٹنے پر توڑ ڈالے۔ تب لوگ چلائے۔ پھر اس کے گھٹنے میں آکلہ کا مرض ہو گیا (آکلہ جس سے عضو گل جاتا ہے) اور اس کو کاٹ ڈالا اور وہ سال سے پہلے مر گیا۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میرے منبر پر جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔ اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابو الفضل جوہری جب مدینہ شریف میں زیارت کے لئے آیا۔ اور اس کے مکانات کے قریب پہنچا۔ تو پا پیادہ ہو گیا۔ اور روتا ہوا چلا اور یہ شعر پڑھے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ تَمَّ يَدُ بَلَاءٍ      قَوَادِمُ يَمُوقَانِ التَّوْمُومِ وَلَا لُبَّاءِ  
تَزَلُّنَا مِنْ آلَا كُؤَارِ تَسْيِي كُؤَامَةٍ      لِمَنْ بَانَ عَنْهُ أَنْ تُلْمُ بِهِمْ رَكُوبًا

یعنی جب ہم نے اس شخص کے نشانات و کھنڈر کو دیکھا۔ جس نے کہ ہمارے دلوں اور عقول کو نشانات کے پہچاننے کے لئے نہ چھوڑا۔ تو ہم پالانوں سے اتر پڑے۔ اور ایسے محبوب کی بزرگی کی خاطر جو اس دربار سے جدا ہو گیا تھا۔ اس بات کے بچنے سے کہ ہم اس کی زیارت سوار ہو کر کریں۔ پیادہ پا چلنے لگے (یعنی ادبا" پیادہ ہوئے ہیں)۔

اور یہ اشعار دراصل متسی کے ہیں جو سیف الدولہ کے قصیدہ میں کہے ہیں۔ بعض مریدین یعنی طالبان حق سے مروی ہے کہ جب اس نے مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ اشعار پڑھنے لگا۔

رَفَعَ الْحِجَابَ لَنَا فَلَا يَرِنَا ظِلُّ قَمَرٍ تَقَطَّعَ بُونُهُ الْاَوْهَامُ

ہم سے پردہ اٹھایا گیا، پھر دیکھنے والے کے لئے ایک ایسا چاند چمکا کہ جس کے ورے ادھام ماند ہوتے ہیں۔

وَإِذَا الْمَطْلُ بَنَّا بَلْعَنَ مَعْمَدًا ۖ فَظَهَرَ دَمْعٌ عَلَىٰ آلِهِ جَالٍ حَرَامًا

اور جبکہ ہماری سواریاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔ پھر ان کی پیٹھ کپادوں پر یا مردوں پر حرام ہے۔

قَرَّبْنَا مِنْ خَيْرٍ مِّنْ وَطْنِ الثُّرَيِّ ۖ فَلَهَا مَلِيَّةٌ حُرْمَةٌ وَفِيمَا م

ہم کو انہوں نے ایسے حضرت کے قریب کر دیا ہے کہ جو ان لوگوں سے بہتر ہے جنہوں نے زمین کو پامال کیا ہے۔ پس ان سواریوں کی ہم پر عزت و امان و ذمہ ہے۔ بعض مشائخ سے بیان کیا گیا ہے کہ اس نے پیدل حج کیا۔ اس سے اس بارہ میں کہا گیا۔ تو کہا کہ کیا تاقرمان غلام اپنے مولیٰ کے گھر کی طرف سوار ہو کر آئے۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ سر کے بل چل سکتا تو میں قدم پر نہ چلتا۔

قاضی کہتے ہیں کہ وہ مقام بھی اس تعظیم کے لائق ہیں کہ جو وحی و تنزیل سے آبلو ہیں۔ اور جن میں جبرئیل میکائیل آیا کرتے تھے۔ ان سے فرشتے اور روح چڑھتے تھے۔ اور اس کے میدانوں میں تسبیح و تقدیس کی گونج پڑتی تھی۔ اس کی مٹی سردار بشر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مشتمل ہے۔ اور وہیں سے خدا کا دین اور اس کے رسول کی نسبت پھیلی جو کچھ کہ پھیلی۔ وہ آیات کے مدارس مسجد میں ہیں۔ نمازیں فضائل و خیرات کے مشاہد براہین و معجزات کے مقلات عمدہ۔ دین کے محل عبادت مسلمانوں کے مشہور مقامات سید المرسلینؐ کے قیام کے مواقع۔ خاتم النبیینؐ کے ٹھکانے کے مقامات جہاں سے نبوت کے چشتے پھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور جہاں کہ کثرت سے فیضان ہوا ہے۔ وہ مکانات کہ جن میں رسالت لپٹی گئی وہ پہلی زمین ہے کہ جس میں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک نے مس کیا ہے۔ یہ کہ ان کے میدانوں کی تعظیم کی جائے۔ ان کی خوشبوؤں کی ہوالی جائے۔ ان کے مکانوں دیواروں کو چوما جائے۔

يَا دَا رَ خَيْرِ الْمُرْسَلِينَ وَمَنْ يَمُرُّ هَٰذَا لَا تَأْمُرُ وَخُصَّ بِهَا يَاتٍ

اے بہتر مرسلین کے گھر اور اس کے کہ جس کے باعث لوگوں نے ہدایت پائی اور معجزات سے خاص کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com



مِنْ دُونِ لَاجِلِكَ لَوْعَةً وَصَبَابَةً وَتَشَوُّقًا مَتَوَقِّدًا لِّلْعُجْرَاتِ

میرے پاس تیرے سبب سے سوزش اور عشق اور شوق ہے جو کہ انگاروں کو  
جلانے والا ہے۔

وَعَلَى مَهْدِ اِنْ مَلَأَتْ مَحَارِجِي مِنْ تِلْكَ الْعُجْرَاتِ وَالْعَرَصَاتِ

مجھے قسم ہے کہ میں اپنی آنکھوں کو تمہاری دیواروں اور میدانوں سے بھریوں گا۔

لَا مِقْرَةَ مَعُونٍ كَسِيْبٍ بَيْنَهَا مِنْ كَثْرَةِ تَقْيِيلِ وَالرَّشَقَاتِ

البتہ غبار آلودہ کروں گا۔ اپنی سیاہ داڑھی کو ان کے درمیان کثرت بوسوں اور

چونے سے۔

لَوْلَا التَّوَادِي وَالْأَعَادِي زُرْتَهَا أَبَدًا وَلَوْ مَحْبًا عَلَى الْوَجَنَاتِ

اگر موافق اور دشمن نہ ہوتے تو میں ان کی ہمیشہ زیارت کرتا۔ اگرچہ میرے رخسار

ذلیل ہوتے۔

لَا يَكُنْ سَامِدِي مِنْ حَفِيْبِي تَعَيَّنِي لِقَائِي تِلْكَ الدَّارِ وَالْعُجْرَاتِ

لیکن میں عنقریب اپنے کثرت سلام کو ان گہروں اور حجروں کے رہنے والوں پر

تختہ بھیجوں گا۔

أَزْكَى مِنَ الْمُسْكِ الْمَفْتَقِ نَفْعَةً تَفْشَاهُ بِالْأَمْبَالِ وَالْبُحُورِ

جو کہ زیادہ پاک مشک سے ہے جس کی خوشبو کی لہریں اس کو شاموں اور صبحوں

کو ڈھانکتی ہیں۔

وَتَغْصُنُ بِزَوَائِحِ السَّلَوَاتِ وَنَوَامِي السَّلَامِ وَالْبَرَكَاتِ

اور اس کو پاکیزہ درودوں اور بڑھنے والے تسلیم و برکات سے خاص کرتی ہیں۔

## باب چہارم

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و تسلیم بھیجنے کے حکم اور اس کی فرضیت و فضیلت کے بارہ میں)  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برکت دیتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کرتا ہے اور اس کے ملائکہ آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔

مبرد کہتے ہیں اصل صلوٰۃ کا معنی رحم کرنا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور ملائکہ سے نرمی اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا طلب کرنا۔

اور حدیث میں اس شخص پر جو کہ نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو فرشتوں کے درود کا حال بیان ہوا ہے (کہ وہ کہتے ہیں) خداوند اس کو بخش دے 'خداوند اس پر رحم کرے' پس یہ دعا ہے۔

اور بکر قشیریؒ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف و بزرگی کی زیادتی ہے۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ خدا کی صلوٰۃ یہ ہے کہ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف کرتا ہے۔ اور فرشتوں کا درود و دعا ہے۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درود کی تعلیم میں لفظ صلوٰۃ و لفظ برکت میں فرق کر دیا ہے۔ پس یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ دونوں کے معنی

منے ہیں۔ لیکن سلام کا جو بدوں کو خدا نے حکم دیا ہے۔ تو قاضی ابوبکر بکیر نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو خدا نے آپ کے اصحاب کو حکم دیا کہ اس پر سلام پڑھیں۔ اور ایسا ہی ان کو جو ان کے بعد آئیں حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی قبر پر حاضر ہو کر اور ان کے ذکر کے وقت سلام پڑھیں۔

اور آپؐ پر سلام کہنے میں تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم کو اور تمہارے ساتھی کو سلامتی ہو۔ اور سلام مصدر ہے جیسے لذاذہ اور لذاذہ

دوسری یہ کہ تمہارے محافظین و رعایت کرنے والوں اور متولیوں و کنیلوں پر سلام ہے۔ اور یہاں سلام اللہ کا نام ہو گا۔

تیسری صورت یہ کہ سلام کے معنی صلح اور فرما برداری کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكُمْ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۵ ع ۶)۔

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو وہ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

## فصل ۱

جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پہنچانا فی الجملہ فرض ہے کسی وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا حکم دیا ہے۔ اور آئمہ و علماء نے اس کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ ان کا اس پر اجماع ہے۔

ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ بیشک آیت کا محل میرے نزدیک استحباب پر ہے اور اس میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور شاید کہ ایک مرتبہ سے زائد کے بارے میں کہا ہے اور وہ واجب جس سے کہ تنگی ساقط ہو جاتی ہے۔ اور وہ گناہ جو ترک فرض سے لازم آتا ہے ایک مرتبہ ہے۔ (یعنی وجوب صلوٰۃ ایک مرتبہ ہے۔ اور ترک فرض کا گناہ

جب لازم ہے کہ ایک دفعہ بھی نہ پڑھا جاوے) جیسے کہ نبوت کی شہادت (ایک دفعہ فرض ہے) اور اس کے سوا مستحب ہے۔ محبوب ہے۔ اسلام کے طریقوں اور اہل اسلام کی علامات میں سے ہے۔

قاضی ابوالحسن بن قسار کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب سے یہ مشہور ہے کہ انسان پر فی الجملہ درود شریف واجب ہے۔ اور فرض ہے کہ ساری عمر میں ایک دفعہ بلوجود قدرت کے پڑھے۔

اور قاضی ابوبکر بن بکیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے کہ اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھیں۔ اور اس کو کسی خاص وقت کے لئے نہیں کیا۔ پس ضرور ہے کہ انسان کثرت سے درود پڑھا کرے۔ اور اس سے غافل نہ رہے۔

قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سعید کہتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ اور ان کے اصحاب وغیرہ اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود فی الجملہ عقد ایمان کے ساتھ فرض ہے۔ نماز میں متعین نہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ایک مرتبہ اپنی عمر میں درود شریف پڑھ لے گا۔ اس سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

اور اصحاب شافعیؒ کہتے ہیں کہ درود شریف جس کی نسبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ وہ نماز میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ نماز کے سوا بالاتفاق واجب نہیں ہے۔ اور نماز کے بارہ میں دو اماموں ابو جعفر طبریؒ اور لؤلؤؒ وغیرہما نے تمام متقدمین و متاخرین علماء امت کا اس پر اجماع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نماز میں واجب نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ اس میں تنہا ہیں اور کہا ہے کہ جو شخص تشہد آخر کے بعد اور سلام سے پہلے درود شریف نہ پڑھے۔ تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے اس کے درود شریف پڑھے تو جائز نہیں۔ اور اس قول میں ان کا کوئی پیشوا نہیں۔ اور نہ سخت ہے کہ جس کی اتباع وہ کرتے ہیں۔ اور ان پر ایک جماعت نے اس مسئلہ پر انکار کیا ہے کہ یہ متقدمین کے برخلاف ہے۔ ان محمدؐ سے طبریؒ اور قشیریؒ اور بہت سے علماء

ہیں۔

ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جو نماز پڑھے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ اور اگر کوئی درود شریف کو چھوڑ دے۔ تو امام مالکؒ اور اہل مدینہ سفیان ثوریؒ اہل کوفہ اصحاب رائے وغیرہم کے مذہب میں نماز جائز ہو گی۔ اور یہی قول تمام اہل علم کا ہے۔ اور امام مالک و سفیانؒ سے منقول ہے۔ تشہد کے آخر میں درود شریف مستحب ہے۔ اور تشہد میں اس کا تارک گنہگار ہے۔ اور امام شافعیؒ اس میں تنہا ہیں جو کہتے ہیں کہ تشہد میں درود شریف چھوڑنے والے پر نماز کا اعلاہ ضروری ہے۔ اور اسحق نے عہدؒ چھوڑنے پر دوبارہ نماز پڑھنے کو کہا ہے۔ اور بھول سے چھوڑنے میں نہیں کمال۔

ابو محمد بن ابی زید نے محمد بن موانہ سے حکایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے۔ ابو محمد نے کہا ہے کہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے اس کو محمد بن عبدالحکم وغیرہ نے کہا ہے۔ ابن القصار اور عبد الوہاب نے کہا ہے کہ محمد بن موانہ نماز میں اس کو فرض کہتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔

اور ابو یعلیٰ عبدی مالکی نے درود شریف میں مالکی مذہب سے تین قول نقل کئے ہیں۔ وجوب۔ سنت۔ مستحب اور خطابی اصحاب شافعی وغیرہ نے اس مسئلہ پر امام شافعیؒ کے خلاف کیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں کہ نماز میں درود شریف واجب نہیں ہے اور یہی قول فقہاء کی ایک جماعت کا ہے مگر شافعی اس کے خلاف ہیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کا کوئی پیشوا ہو۔ اور دلیل اس پر کہ یہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے۔ ان سلف صالحین کا عمل ہے جو امام شافعیؒ سے پہلے گزرتے ہیں۔ اور ان کا اس پر اجماع ہے۔ لوگوں نے اس مسئلہ میں ان پر بہت ہی گرفت کی ہے۔ اور یہ تشہد ابن مسعودؓ کا ہے۔ جس کو امام شافعیؒ نے پسند کیا ہے۔ اور یہ وہی تشہد ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

ایسا ہی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کو روایت کیا ہے جیسے ابو ہریرہؓ

marfat.com

Marfat.com

ابن عباس جابر ابن عمر ابو سعید حذری 'ابو موسیٰ اشعری' عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ان سب نے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ ابن عباس اور جابر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تشدد سکھایا کرتے تھے۔ جیسے کہ ہم کو قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح ابو سعید سے مروی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم کو منبر پر تشدد سکھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ بچوں کو کتب میں سکھایا کرتے ہیں اور اس کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی منبر پر سکھایا تھا۔

حدیث شریف میں ہے لَا صَلَوةَ لِمَنْ تَمَّ يَصِيَّ عَلَيَّ اس شخص کی نماز نہیں جس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا۔

ابن قہار کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کمال نہیں ہے یا اس شخص کی نماز جس نے کہ مجھ پر اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی درود شریف نہیں پڑھا۔ اور تمام اہل حدیث نے اس حدیث کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔

ابو جعفر کی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مَنْ صَلَّى صَلَوةً تَمَّ يَصِيَّ فِيهَا عَلَيَّ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِي لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ جَس نے کوئی نماز پڑھی۔ اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود شریف نہیں پڑھا۔ تو اس کی نماز مقبول نہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ صواب یہ ہے کہ یہ قول ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو نماز میں ایسی پڑھوں کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر درود شریف نہ پڑھوں تو میرا یہ خیال ہے کہ وہ نہ ہوگی (لیکن شارح نسیم الریاض نے اپنے دلائل سے امام شافعیؒ کے قول کو قوی ثابت کیا ہے اور شیخ مصنف کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھا۔

فصل ۲

(ان مقامات کے بیان میں کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام

marfat.com

Marfat.com

پر مٹا مستحب ہے)

اور اس میں سے کہ نماز کے تشہد میں رغبت دلائی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اور یہ تشہد کے بعد اور دعا کے پہلے ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے میں نے ان کے سامنے پڑھی۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے امام ابو القاسم بلخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی نے ابو القاسم خزاعی سے وہ ابو الیشتم بن کلب سے وہ ابو عیسیٰ حافظ سے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمود بن غیلان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن یزید مرقی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حیوہ بن شریح نے کہا۔ حدیث بیان کی مجھ سے ابوہنی خولانی نے کہ بالضرور عمرو بن مالک جنہی نے اس کو خبر دی کہ بیشک اس نے فضل عبید سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ نماز میں دعا مانگتا ہے۔ مگر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی۔ پھر اس کو بلایا۔ اور اس کو اور دوسروں کو فرمایا۔

إِذَا حَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ اللَّهِ وَالْثَنِّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُبَيِّنْ عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ لِيَدْعُ  
بِعَدِيمَاتِهِ

ترجمت۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثنا کرے پھر چاہئے۔ کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

اور اس سند کے سوا روایت کیا گیا ہے کہ خدا کی بزرگی کے ساتھ (شروع کرے)  
اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دعا اور نماز آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہیں۔ اللہ کی طرف اس میں سے کچھ نہیں چڑھتا۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطلب بیان کیا

ہے اور علیؑ سے مروی ہے کہ اور آل محمدؑ پر۔

اور روایت کی گئی ہے کہ دعا پردہ میں رہتی ہے حتیٰ کہ دعا مانگنے والا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو چاہئے کہ خدا کی مدد و ثا کے۔ جس کا وہ صاحب ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر سوال کرے۔ کیونکہ وہ اس امر کے زیادہ لائق ہے کہ کامیاب ہو جائے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مجھ کو سوار کے پیالہ کی طرح مت بناؤ۔ کیونکہ بلاشبہ سوار اپنے پیالہ کو بھر لیتا ہے پھر اس کو رکھ لیتا ہے اور اپنے اسباب کو اٹھاتا ہے۔ پھر اگر پینے کا محتاج ہوتا ہے تو پیتا ہے یا وضو کا محتاج ہوتا ہے تو وضو کرتا ہے وگرنہ گرا رہتا ہے لیکن مجھ کو تم دعا کے اول اور آخر یاد رکھو (یعنی درود شریف تین دفعہ پڑھو)۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ دعا کے ارکھن ہیں 'پر ہیں' اسباب 'ہیں' اوقات ہیں 'اگر وہ ارکھن کے موافق ہوئی تو قوی ہوگی۔ اور اگر پروں کے موافق ہوئی تو آسمان پر اڑے گی' اور اگر وقتوں کے موافق ہوئی۔ تو کامیاب ہوگی۔ اور اگر اسباب کے موافق ہوئی تو وہ مکمل تک پہنچے گی۔ اس کے ارکھن یہ ہیں حضور دل و رقت و سکون و خشوع دل کا تعلق خدائے تعالیٰ سے ہو۔ اسباب سے دل کو قطع کر دینا ہے 'اس کے پر صدق ہیں' اس کے اوقات صبح کے اوقات ہیں 'اس کے اسباب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے کہ دو درودوں کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ہر ایک دعا آسمان پر جانے سے پہلے پردہ میں ہوتی ہے۔ اور جب مجھ پر درود آتا ہے تو دعا چڑھ جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس دعا میں جس کو منس نے روایت کیا ہے 'اور اس کے آخر میں کہا ہے اور میری دعا قبول کر۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود



شریف پڑھے اور کہے کہ خداوند! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر درود بھیجے جو تیرا بندہ ہے۔ اور تیرا نبی ہے۔ تیرا رسول ہے۔ ان درودوں سے افضل جو تو نے تمام مخلوق میں سے کسی پر بھیجا ہے آمین۔

آپ پر درود شریف بھیجنے کے مقلات میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر کے وقت آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت یا آپ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا ان کے پڑھانے کے وقت (درود شریف پڑھا جائے)۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رَغَمِ اَنْفٍ وَ جَنَذِ مَكْرٍ مَعْدٍ اَنْفِمْ بَعَثَ عَلٰی كَلِّ اس شخص کی ٹاک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اور ابن حبیب نے نزاع کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو مکروہ کہا ہے۔ اور بخاری نے آپ پر درود شریف کا تعجب کے وقت پڑھنا مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بطریق اعتساب و طلب ثواب ہی درود شریف پڑھا جائے۔

اصحیح نے ابن القاسم سے روایت کی ہے دو مقام ہیں کہ ان دونوں میں سوائے ذکر اللہ اور کچھ ذکر نہ کیا جائے۔ ذبیحہ اور چھینک کے وقت کہ ان دونوں میں ذکر اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ کہو۔ اور اگر بعد ذکر اللہ کے صلی اللہ علی محمد کما تو اس کے درود کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ نہ ہو گا (بلکہ آپ پر درود پڑھنا بہ نیت تقرب خدا ہو گا جو مکروہ نہیں) اس کو اشب لے کہا ہے اور اشب کہتا ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ درود شریف ذبیحہ و چھینک کے وقت بطریق مسنون پڑھا جائے (کیونکہ یہ تشریح ہو گی جو غیر منقول ہے)۔

نسائی نے اوس بن اوس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

صلوۃ و سلام کے مقاموں میں سے مسجد میں داخل ہونے کا وقت ہے۔ (اسحاق بن شعبان کہتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اس کو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کی آل پر درود شریف اور پورے طور پر سلام بھیجے اور کہے کہ خداوند! میرے گناہ بخش اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو ایسا ہی کرے۔ اور (لفظ) رحمت کی جگہ (لفظ) فضل مقرر کیا ہے۔

عمرو بن دینار اس آیت کی تفسیر میں کہ **فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ** (پ ۱۸ ع ۱۳)۔ ترجمہ:- پھر جب کسی گھر میں جاؤں تو اپنوں کو سلام کرو۔ کہا ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہہ دے۔ **اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنْتَبٰی وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ اَلسَّلَامُ عَلٰیہِا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اٰہْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔**

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں مکانوں سے مراد مسجدیں ہیں، غصی کہتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہو۔ **اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** اور جب گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو **اَلسَّلَامُ عَلٰیہِا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔**

مقدم سے مروی ہے کہ جب میں مسجد سے جاتا ہوں تو میں کہتا ہوں **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ عَلَیْکَ اٰلِہٖ وَسَلَّم** اسی طرح کعبہ سے مروی ہے کہ جب داخل ہو اور جب نکلے۔ اور درود کا ذکر نہیں کیا۔ ابن شعبان نے جو ذکر کیا ہے اس کی دلیل حدیث ناظمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ جب مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔

اسی طرح ابو بکر بن عمرو بن حزم سے مروی ہے اور سلام و رحمت کا ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے اس حدیث کو آخر قسم میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے الفاظ کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے، درود شریف کے مواقع میں جنازوں پر درود شریف پڑھنا بھی ہے۔ اور ابو امامہ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ سنت ہے۔

اور ان مقامات میں سے جس پر امت کا عمل چلا آتا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر رسالوں اور خطبوں میں اور جو بسم اللہ کے بعد لکھا جاتا ہے۔ اور یہ درود شریف پہلے زمانہ میں نہ تھا بلکہ بنی ہاشم کے حاکم ہونے کے وقت ظاہر ہوا (یعنی خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں) پھر اس پر تمام اطراف

زمین میں عمل شروع ہو گیا۔ اور بعض وہ ہیں کہ درود شریف سے خطبوں کو ختم کرتے ہیں۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَنْ صَلَّى مَلَى فِي كِتَابٍ كَمْ تَزَلِ الْمَلِيكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ مَا دَامَ اسْتِغْفَرُ فِي ذَٰلِكَ الْكِتَابِ۔

ترجمہ: جو شخص مجھ پر کتاب میں درود شریف لکھے ہمیشہ فرشتے اس کے لئے استغفار مانگتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود ہے۔  
اور درود شریف کے مواقع میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے تشہد میں درود شریف کا پڑھنا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو القاسم خلف بن ابراہیم مرقی خطیب رحمۃ اللہ وغیرہ نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے کریمہ بنت محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الشیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اعمش نے شفیق بن سلمہ سے وہ عبد اللہ بن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو چاہئے کہ یہ کہے (التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى آله وصحبه أجمعين) کیونکہ بیشک جب تم یہ کہو گے تو اس کی رحمت ہر ایک بندہ کو جو آسمان و زمین میں ہے پہنچے گی۔

یہ سلام کے مواقع میں سے ایک موقع ہے اور سنت یہ ہے کہ یہ تشہد سے پہلے کہے۔

اور امام مالک نے ابن عمر سے بیشک روایت کی ہے کہ وہ یہ جب کہا کرتے تھے۔ کہ تشہد سے فارغ ہوتے تھے۔ اور سلام کا ارادہ کرتے تھے۔ اور امام مالک نے مبسوط میں یہ مستحب کہا ہے کہ ایسا ہی سلام سلام سے پہلے کہے۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ وہ ہے جو کہ عائشہ و ابن عمر سے منقول ہے

marfat.com

Marfat.com



سکھایا گیا ہے یا تم نے سیکھ لیا ہے۔

کعب بن جرحہ کی روایت میں ہے 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ'

عقبہ بن عمرو سے اس کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلِّمْ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اور ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ اور اس کا معنی ذکر کیا۔

اور حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبد اللہ تمیمی نے۔ لوگ پڑھتے تھے اور اس نے سند اور ابو علی حسن بن عریف نخوی نے میں نے اس کے سامنے پڑھی۔ ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ بن سعدون فقیہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر مطوعی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ حاکم نے ابو بکر بن ابی وارم حافظ سے وہ علی بن احمد مجلی سے وہ حرب بن حسن سے وہ یحییٰ بن مساور سے وہ عمرو بن خالد سے وہ زید بن علی بن الحسنین سے وہ اپنے باپ علیؓ سے وہ اپنے باپ حسینؓ سے وہ اپنے باپ علی بن ابی طالبؓ سے انہوں نے کہا کہ ان کلمات کو میرے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ نے شمار کیا۔ اور فرمایا کہ ان کلمات کو جبرئیل علیہ السلام نے میرے ہاتھ میں شمار کیا۔ اور کہا کہ ایسا ہی رب العزۃ کے پاس سے اترتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ اَللّٰهُمَّ و تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس سے خوش ہو کر اس کو پورا ٹپ (ثواب کا) دیا جائے جبکہ وہ ہم اہل بیت پر درود پڑھے۔ تو اس کو چاہئے کہ یہ کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلِّمْ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ



وَرَحْمَتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ إِمَامِ الْغَيْرِ وَرَسُولِ الْغَايَةِ اللَّهُمَّ اَبْنِهُ مَقَامًا مَعْمُودًا يَفِطُّهُ فِيهِ الْاَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

حسن بھری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس بات کا ارادہ کرے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے پورا پیالہ پوے۔ تو اس کو چاہئے کہ یہ کہے 'اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآوْلَادِهِ وَآلِ وَاجِبِهِ وَوَرِثَتِهِ وَاهْلِيَّتِهِ وَاصْحَابِهِ وَانْصَارِهِ وَاشْيَاعِهِ وَمُحِبِّيهِ وَآمَنِيهِ وَغُلَامِيَّتِهِمْ اَجْمَعِينَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِينَ۔ اور طاؤس سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک وہ کہا کرتے تھے اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكَبِيرِ وَارْفَعْ دَرَجَةَ الْعُلَيَّا وَآلِهِمْ سُوْلَهُ فِي الْآخِرَةِ وَالْاُولَى كَمَا اَتَيْتَ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى۔

اور وہب بن ورد سے مروی ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے 'اللَّهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا لَكَ لِعُظَمَائِهِ وَاعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مُؤَلِّكُهُ اِنِّى يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا کرتے تھے جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا کرو تو آپ پر بہت اچھا درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائے گا۔ اور کہو 'اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَواتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ إِمَامِ الْغَيْرِ وَقَائِدِ الْغَيْرِ وَرَسُولِ الْغَايَةِ اللَّهُمَّ اَبْنِهُ مَقَامًا مَعْمُودًا يَفِطُّهُ فِيهِ الْاَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

اور جو لے لے درود شریف اور ترغیبات الہیہ سے منقول ہیں وہ بہت

ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کا کہ سلام وہ ہے جو تم کو سکھایا گیا ہے یہ مطلب ہے کہ جو تم کو تشہد میں سکھایا گیا ہے۔ یعنی آپ کا یہ قول اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تشہد میں یوں آیا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَرَحْمَتِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَرَحْمَتِهِمْ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَرَحْمَتِهِمْ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَرَحْمَتِهِمْ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَرَحْمَتِهِمْ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بخشش کی دعا بھی آئی ہے۔ اور ان سے درود کی حدیث میں بھی اس سے پہلے آپ کے لئے دعا رحمت آچکی ہے۔ لیکن دوسری احادیث مرفوعہ مشہورہ میں نہیں آئی۔ اور بیشک ابو عمر بن عبد اللہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا رحمت نہیں مانگنی چاہئے۔ اور آپ کے لئے صرف درود و برکت کی دعا مانگنی چاہئے کہ جو آپ سے خاص ہے۔ اور دوسروں کے لئے رحمت و بخشش کی دعا مانگنی چاہئے اور بیشک ابو محمد بن ابی زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ذکر کیا ہے اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرْحَمْتَ عَلٰى اَبْرَآئِمَ وَاٰلِ اَبْرَآئِمَ اور یہ بات صحیح حدیث میں نہیں آئی۔ اور اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سلام کے بارہ میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

## فصل ۴

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف و سلام و دعاء کی فضیلت کے بارہ میں) حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد بن شیخ صلح نے اپنی کتاب سے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی یونس بن مغیشم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن معلویہ نے کہا



حدیث بیان کی ہم سے نسائی نے۔ کہا خبر دی ہم کو سید بن نصر نے کہا خبر دی ہم کو  
عبداللہ نے حیوہ بن شریح سے کہا خبر دی مجھ کو کعب بن علقمہ نے کہ بیشک اس نے  
عبدالرحمن بن جبیر موٹی ثلث سے سنا کہ اس نے عبداللہ بن عمرو سے سنا وہ کہتے تھے  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ۔

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مَعَهُ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا مَعَهُ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى مَعَ صَلَاتٍ مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ  
صَلَّى لِلَّهِ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُّوا إِلَى الْوَسِيلَةِ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ  
مَّبَادِ اللَّهِ وَأَرَجُّوْا أَنَّا كُنَّا هَؤُلَاءِ مَنْ سَأَلَ إِلَى الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

ترجمہ۔ جب تم مؤذن کو سنو تو جیسا وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ اور مجھ پر درود  
شریف بھیجو کیونکہ بلاشبہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس  
مرتبہ درود بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ مانگو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے وہ  
سوائے ایک بندہ کے خدا کے بندوں میں سے اور کسی کے لئے نہ ہو گا اور میں امید  
کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے اس پر  
(میری) شفاعت حلال ہو گئی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا کہ۔

مَنْ صَلَّى مَعَ صَلَاةِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَقَّ عَنْهُ عَشْرُ خَيْرَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ  
عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَفِي رِوَايَةٍ وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

ترجمہ۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ  
درود پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ دور کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا  
ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ  
جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکارا اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ  
تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اور اس کے دس درجے بڑھاتا ہے۔

اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے مروی ہے یہ ہے۔ کہ میں جبرئیل علیہ السلام سے ملا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص تم پر سلام کہتا ہے میں اس کو سلام کہتا ہوں۔ اور جو تم پر درود بھیجتا ہے میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔

اور اسی طرح ابو ہریرہ مالک بن اوس بن حدان۔ عبید اللہ بن ابی طوہ کی روایت سے ثابت ہے۔ اور زید بن حباب سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس نے یہ کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰیٰتِہٖ السَّلٰوٰۃَ الْمُقَرَّبَۃَ مِنْكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تو میری شفاعت اس کے لئے واجب ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

اَوَّلُ النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُہُمْ صَلَوٰۃً

ترجمہ۔ قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہی شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مَن صَلَّی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَّمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَةُ تَسْتَغْفِرُکَ مَا بَقِیَ مِنْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ جو شخص مجھ پر کتاب میں درود شریف بھیجتا ہے (لکھتا ہے) تو جب تک میرا نام اس کتاب پر رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مَن صَلَّی عَلَیَّ صَلَوٰۃً صَلَّی عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَةُ مَا صَلَّی عَلَیْہِ فَلِیْقِلْنَ مِنْ ذٰلِکَ مَبْدَؤُ وَّلِیْکَثْرٌ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے درود بھیجتے رہتے ہیں پھر چاہے تو تھوڑا بھیجے چاہے زیادہ۔

ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب چوتھا حصہ رات گزر جاتی تو کھڑے ہوتے تو فرماتے۔ کہ لوگو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ وہ فسار آگئے۔ اور اس کے پیچھے قیامت یا قرب قیامت کے آثار آگئے۔ موت اپنی تکلیفوں کے ساتھ آگئی۔ پھر ابی بن کعب نے پوچھا یا رسول اللہ چنگ میں آپ پر

بکثرت درود شریف بھیجتا ہوں۔ سو میں کس قدر وقت اپنے درود کا مقرر کروں۔ فرمایا جس قدر تو چاہے، کما چوتھا حصہ۔ فرمایا جس قدر تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کما تیسرا حصہ، فرمایا کہ جس قدر چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے، کما کہ نصف وقت۔ فرمایا جس قدر تو چاہے۔ اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کما کہ ٹکٹ۔ فرمایا۔ جس قدر چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ کما یا رسول اللہ! تو پھر میں سارا وقت آپ کے درود پر لگا دوں۔ فرمایا کہ اس وقت تجھے کلنی ہو گا۔ اور تیرے گناہ بخشے جائیں گے۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر رونق و بشارت دیکھی۔ جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں نے آپ سے اس کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ مجھے ایسی خوشی سے کون روک سکتا ہے بھائی۔ بیشک ابھی جبرائیل میرے پاس خوشخبری میرے رب عزوجل کی طرف سے لایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ میں آپ کو اس امر کی خوشی سنوں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص درود بھیجے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الْكَاتِمَةُ وَالصَّلٰوةُ الْغَائِمَةُ اَنْتَ مُعْتَدَا اِلٰى نَوِيْلَةٍ وَالْفَضِيْلَةِ وَاَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّعْمُوْدًا اِلَی الَّذِیْ وَعَدْتَهُ تو اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن ثابت ہو گئی۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جس نے موزن کی اذان سن کر کہا۔ اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ رَضِيتُ بِاللّٰهِ نَبَاً وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا فُضِّلْتُ تُوَدُّهُ بَخْشَا مِیَا۔

اور ابی دہب نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ سَلَّمَ عَلٰی مَشْرًا فَكَفَّ نَمَاءً مِّنْ رَّقَبَةٍ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ بیشک میرے پاس ایسے لوگ آئیں گے کہ جن کو

میں ان کے بکثرت درود پڑھنے ہی سے پہچان لوں گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے قیامت کے خوفوں اور سختی سے زیادہ نجات والا وہی ہو گا جو مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھتا رہا ہو گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی آگ بجھائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجنا غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔

## فصل ۵

(اس شخص کی برائی اور گناہ کے بارہ میں جو آپ پر درود شریف نہیں بھیجتا)

حدیث بیان کی ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن خیرون اور ابوالحسن صیرفی نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سخی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ابراہیم ورقی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ربیع بن ابراہیم نے عبدالرحمن بن اسحاق سے وہ سعید بن ابی سعید سے وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ فُكِّرْتُ مِنْهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يَفْضِرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ادَّكَكَ مِنْهُ ابْنُ الْكَبَرِ فَلَمْ يَذْخُلْهُ الْجَنَّةَ

ترجمہ :- اس شخص کی ٹاک خاک آلودہ (ذلیل) ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ پھر وہ مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اس شخص کی ٹاک خاک آلودہ ہو کہ رمضان شریف آئے۔ پھر وہ پہلے اس کے کہ وہ شخص بخشانہ جائے گزر جائے، اور اس شخص کی ٹاک خاک آلودہ ہو کہ جس کے سامنے اس کے والدین بوڑھے ہو جائیں۔ پھر انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا ہو (یعنی اس سے ناراض رہے ہو) عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ فرمایا یا ان دونوں میں سے ایک بوڑھا ہو۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آمین

کہا۔ پھر منبر پر چڑھے اور آمین کہا۔ پھر منبر پر چڑھے اور آمین کہا۔ تب آپ سے معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

إِنَّ جَبْرِئِيلَ أَتَانِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَنْ مِثَّتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ قَدْ خَلَّ النَّارَ قَابِلَهُ اللَّهُ قُلْ لِمَنْ قُلْتَ لِمَنْ وَقَالَ فِيمَنْ أَدْرَكَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ فَمَاتَ مِثْلَ ذَلِكَ وَمَنْ أَدْرَكَكَ بِوَيْهِ لَوْاحِدُهُمَا فَلَمْ يَبْرَحْهُمَا فَمَاتَ مِثْلَهُ

ترجمہ :- جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا اے محمد! جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا اور مر گیا تو دوزخ میں جائے گا۔ اس کو خدا دور کرے۔ آپ آمین کہیں اور اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے رمضان پایا اور اس کے روزے مقبول نہ ہوئے اور مر گیا ایسا ہی کہا۔ اور جس نے والدین یا ایک کو پایا اور اس نے نیکی نہ کی۔ وہ ایسا ہی مر گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اَلْبَغْيُ كُلُّ الْبَغْيِ الَّذِي ذُكِرْتُ مِنْهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ بَخِيلٌ وَهُوَ فَخْصٌ هـ۔ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ تو مجھ پر درود نہ بھیجے۔

جعفر بن محمد ! پنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ ذُكِرْتُ مِنْهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ أُعْطِيَ بِهِ طَرِيقَ الْجَنَّةِ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ تو اس پر جنت کا راستہ بھول جاتا ہے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہـ

أَيُّكُمْ جَمَعُوا مَعْلَمًا ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَنْحَكِرُوا اللَّهَ وَ يُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عَلَيْهِمُ مِنَ الْوَقْرَةِ أَنْ شَاءَ مِنْهُمْ وَإِنْ شَاءَ فَغَرَلَهُمْ

ترجمہ :- جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر وہ پہلے اس سے کہ خدا کا ذکر کریں۔ اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں متفرق ہو جائیں تو ان پر خدا کی حسرت ہو گی۔  
اگر خدا چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ہے جو شخص کہ مجھ پر درود کہنا بھول گیا ہو وہ جنت کا راستہ بھول گیا ہے۔

قلادہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو قوم  
کسی مجلس میں بیٹھے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے متفرق ہو جائے تو  
وہ مردار کی بدلو کے ساتھ جاتی ہے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو قوم  
مجلس میں بیٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے تو ان پر حسرت ہو گی۔  
اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ وہ (درود کے) ثواب کو دیکھیں گے۔

ابو عیسیٰ ترمذی نے بعض اہل علم سے حکایت کی ہے کہ اس نے یہ کہا ہے کہ  
جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اس کی طرف  
سے درود مجلس والوں کو کٹتی ہوتا ہے۔

## فصل ۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص اس شخص کے درود و سلام بھیجنے کے  
ساتھ جو آپ پر درود بھیجتا ہے۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو عبد اللہ حمی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے  
حسین بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے  
ابن عبد المؤمن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن واسر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے  
ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن حوف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حمہ  
نے ابو صخر حمید بن زیاد سے وہ یزید بن عبد اللہ بن قیس سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ  
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَعِينٌ أَحَدٌ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَفَعْتُ لَهُ مَلَكًا يُؤْمِنُ بِكَ وَأَنَا مُؤْمِنٌ بِكَ

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے " یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (رد روح سے مراد مرنے سے بیداری ہے نہ موت سے زندگی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے پہلے کر زندہ ہیں۔ مکنزالشراح نسیم الرياض وپواصح التاویلات)

اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ صَلَّى عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ تَبِعًا بَلَغْتُهُ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا۔ میں اس کو سنتا ہوں اور جو مجھ پر درود سے درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

امین مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین کی سیر کرتے پھرتے ہیں۔ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم اپنے نبی پر ہر جمعہ کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ ہر جمعہ تمہاری طرف سے وہ لایا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کیونکہ تم میں سے جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ جب اس سے فارغ ہوتا ہے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

حسن بن علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جہاں تم ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ بلاشبہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

امین عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو کوئی سلام و درود آپ پر بھیجتا ہے، وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

اور بعض نے ذکر کیا ہے۔ کہ بعدہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے تو اس کا ہم پیش کیا جاتا ہے۔

حسن بن علی سے روایت ہے کہ جب تم مسجدوں میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتِي مِنْهُنَّ وَلَا تَخْرُجُوا مِنْهُنَّ حَتَّى تَقُولُوا بِرُوحِي عَلَيْكُمْ قَبُولًا وَصَلَاً عَلَى سَيِّدِكُمْ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَتَّى

حکمت میرے گھر کو عید نہ بتاؤ۔ اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بتاؤ۔ اور جہاں کہیں تم ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

سلیمان بن عجم سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ کی خدمت میں آتے ہیں۔ اور آپ پر سلام بھیجتے ہیں۔ کیا آپ ان کے سلام کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں میں ان کو جواب دیتا ہوں۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر روشن رات اور روشن دن میں اکثر درود بھیجا کرو (یعنی جمعرات و جمعہ کو اور ان کو روشن باعتبار کثرت برکت کے فرمایا ہے) کیونکہ یہ دونوں مجھ کو درود پہنچا دیتے ہیں۔ اور یہ کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسم کو نہیں کھاتی۔ اور جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے ایک فرشتہ اس کو اٹھا کر میرے تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس کا نام لیتا ہے۔ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ فلاں شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔

## فصل ۷

(غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام پر درود بھیجنے میں) قاضی کو خدا توفیق دے۔ کہتا ہے کہ عام اہل علم غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر متفق ہیں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا جائز نہیں۔ اور ان سے روایت ہے کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی پر درود جائز نہیں۔

سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کے سوا درود مکروہ ہے۔

اور میں نے اپنے مشائخ کے خط سے امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب لکھا پایا ہے کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی پر درود نہ بھیجا جائے۔ اور یہ ابن کا مشہور مذہب نہیں ہے۔ اور بلاشبہ امام مالک رحمہ اللہ نے مبسوط میں یحییٰ ابن اسحاق



سے کہا ہے کہ میں غیر انبیاء علیہم السلام پر درود مکروہ جانتا ہوں۔ اور یہ مناسب نہیں۔  
کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے اس سے تجاوز کریں۔

یحییٰ ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں ان کے قول پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ اور تمام انبیاء  
علیہم السلام اور ان کے دوسروں پر درود بھیجنے کا مضائقہ نہیں۔ اور حدیث عمر کو حدیث  
میں پیش کیا ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی تعلیم میں ذکر ہوا ہے اور  
اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَمَنْ أَذْوَجَهُ وَمَنْ أَهَبَّ اور بے شک میں نے ابی عمران  
فارسی سے "حلیقا" پایا ہے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ غیر نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم پر درود مکروہ ہے۔ کہا کہ ہم یہی کہتے ہیں اور پہلے لوگوں میں اس پر عمل نہ  
تھا۔

اور عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء و رسولوں پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو  
بھی ایسا ہی مبعوث فرمایا ہے جس طرح مجھے بھیجا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابن عباس سے جو سندیں ہیں وہ ضعیف ہیں۔ اور صلوٰۃ عرب کی  
زبان میں محض رحم و دعا کے ہے۔ اور یہ مطلق ہے حتیٰ کہ اس سے کوئی صحیح حدیث یا  
اجماع منع کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بے شک فرمایا ہے :

مَوَالِنَا بِمَلِكٍ مَلِيحٍ وَمَلِيحَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ

رَحِيمًا۔

ترجمہ :- وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں  
اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔  
اور فرمایا :-

خُنُونٌ أَمْوَالِهِمْ صَلْفَةٌ تَطْهَرُ عَنْهُمْ وَتَرْحَمُهُمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ :- اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں  
ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے

دلوں کا چین ہے اور اللہ سنا جاتا ہے۔

اور فرمایا۔

أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (پ ۲ ع ۳)

ترجمہ :- یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِيْ نَوْفَلٍ۔ اور جب آپ کے پاس قوم صدقہ لے کر آتی تھی۔ تو فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ۔

اور درود کی حدیث میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰوَاٰجِهٖ وَفُرَیْقَتِهٖ۔

اور دوسری حدیث میں ہے۔ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بعض کہتے ہیں کہ آل سے مراد آپ کے متبعین ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امت مراد ہے۔ اور بعض کہتے ہیں آپ کے اہل بیت مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متبعین اور جماعت و قبیلہ۔ بعض کہتے ہیں کہ مرد کی آل اس کی اولاد ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی قوم بعض کہتے ہیں کہ آپ کے گھر کے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آل محمد کون ہیں۔ فرمایا۔ ہر پرہیزگار۔

اور حسن کے مذہب میں یہ بت آئے گی کہ مراد آل محمد سے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درود میں کہا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَجْمَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اس سے ارادہ اپنی ذات شریف کا ہے۔ کیونکہ آپ فرض کو چھوڑتے نہ تھے اور نفل بجالاتے تھے اس لئے کہ وہ فرض جس کا خدا نے حکم دیا ہے وہ تو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق ہے کہ بے شک وہ (ابو موسیٰ اشعریؓ) آل داؤد کے راگوں میں سے راگ دیا گیا ہے۔ یعنی خوش آوازی آپ کا مقصد داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور ابو حمید سلمیٰ کی درود والی حدیث میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ  
وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور  
ابوبکر و عمرؓ پر درود بھیجا کرتے تھے۔ اس کا ذکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں کیا  
ہے جو کہ یحییٰ اندلسی کی روایت سے ہے۔ اور دوسرے کی صحیح روایت میں ہے کہ  
ابوبکر و عمرؓ کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔

ابن وہب نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ہم اپنے اصحاب کے لئے  
عابانہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ خداوند اپنی طرف سے فلاں شخص پر  
نیکیاں قوم کی صلوات بھیج۔ جو کہ راتوں کو کھڑے رہتے ہیں۔ اور دن کو روزے رکھتے  
ہیں۔

قاضی نے کہا وہ امر کہ جس کی طرف محقق گئے ہیں۔ اور میرا اس طرف میلان  
یہ ہے کہ جس کو مالک سفیان رحمہما اللہ نے کہا ہے۔ اور ابن عباس سے روایت کیا  
گیل اور بہت سے فقہاء و متکلمین نے اس کو پسند کیا ہے۔ کہ غیر انبیاء علیہم السلام پر  
ان کے ذکر کے وقت درود نہ بھیجا جائے۔ بلکہ یہ ایک بات ہو جو انبیاء کے ساتھ ہی  
مخصوص ہے۔ ان کی عزت و توقیر کے لحاظ سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت  
پاکیزگی اور تقدس اور تعظیم کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اس میں اس کا غیر شریک نہیں ہوتا۔  
ایسا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی صلوٰۃ و سلام کے ساتھ تخصیص ضروری  
ہے۔ اس میں ان کے سوا اور کوئی ان کا شریک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا  
حکم دیا ہے اور یوں فرمایا ہے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِمْ وَسَلِّمُوْا تَمْلِیْحًا کہ اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو۔  
اور ان کے سوا دوسرے اماموں و فیوہ کے لئے بخشش اور رضوان کا ذکر کیا جاتا ہے۔  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

یَقُولُوْا رَبَّنَا اٰمِنُوْا عَلَیْہِمْ وَسَلِّمُوْا بِالْاٰیْمَانِ (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ: عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں  
کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

marfat.com

Marfat.com

اور فرمایا۔

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَرْحَمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (پ ۱۸ ع ۲)

ترجمہ :- اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی۔

اور یہ بھی ہے کہ یہ امر پہلے طبقہ کے لوگوں میں مشہور نہ تھا جیسا کہ ابو عمران نے کہا ہے۔ اور اس کو صرف رافضیوں اور شیعوں نے بعض اماموں کے بارہ میں نیا پیدا کیا۔ پس انہوں نے آئمہ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درود میں شریک کیا۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو برابر کر دیا۔

اور یہ بھی ہے کہ بدعتوں کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے۔ اب ان کی مخالفت ضروری ہے جس میں انہوں نے التزام کر لیا ہے۔ اور آل و ازواج پر درود کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر اور ان کے ساتھ منسوب ہو کر رہے نہ خصوصیت کے ساتھ۔

علماء کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر درود بھیجا ہے۔ وہ قائم مقام دعا اور رحم سے ان پر متوجہ ہونے کے ہے۔ اس میں تعظیم و توقیر کا مینہ نہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَعْلَمُوا قَوْلَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَقَوْلِهِ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ :- رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

ایسا ہی آپ کی دعا لوگوں کی دعا سے مخالف ہونی چاہئے۔ اور یہ امام ابی الحنفہ اسفرائینی کا پسندیدہ ہے جو ہمارے مشائخ میں سے ہیں اور اسی کے قائل ہیں عمر بن عبد اللہ۔

## فصل ۸

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کی زیارت کے بارہ میں اور اس شخص کی فضیلت میں جو آپ کی زیارت کرے اور سلام کے اور کس طرح سلام اور

marfat.com

Marfat.com

(دعا کے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت مسلمانوں کی سنت میں سے ہے۔ جس پر ان کا اتفاق ہے اور یہ ایک فضیلت ہے۔ جس کی ترغیب دی گئی ہے۔  
حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن خیرون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسن بن جعفر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قاضی محلی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبدالرزاق نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن ہلال نے عبید اللہ عمر سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من زارنی فی المدینۃ محتسباً مکان فی جوارہی وکنت لہ شفیعاً یوم القیمۃ جو شخص میری زیارت مدینہ میں ثواب کے لئے کرے وہ میری پناہ میں ہو گا یا اس کا مرتبہ بڑا ہو گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

اور دوسری حدیث میں ہے۔ من زارنی بعد موتی فکنا زارنی فی حیاتہ جس نے میری زیارت میری موت کے بعد کی۔ گویا کہ اس نے میری زیارت میری زندگی میں کی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی ہے اور اس کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نام کی کراہت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لعن اللہ زواری القبور اللہ تعالیٰ قبر کی زیارت کرنے والوں پر لعنت کرتا ہے اور اس کو آپ کا یہ قول رد کرتا ہے۔ کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ اب ان کی زیارت کرو۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ سو زیارت کا لفظ بولا۔

marfat.com

Marfat.com

اور بعض کہتے ہیں۔ اس لئے مکروہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے۔ زائر زیارت کئے گئے سے افضل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ ہر زیارت کرنے والا اس صفت کا نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ عام طور پر ہے۔ اور حدیث اہل جنت میں جنت والوں کا اپنے رب کی زیارت کرنا آیا ہے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں منع نہیں کیا گیا۔

اور ابو عمران رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے طواف زیارت اور زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے مکروہ کہا ہے۔ کہ یہ لفظ لوگ ایک دوسرے کے لئے باہمی استعمال کرتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے ساتھ اس لفظ میں برابری مکروہ کہی ہے۔ اور مستحب سمجھا ہے کہ خاص کر یہ کہا جائے۔ کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا ہے۔

اور یہ بھی کہ زیارت لوگوں میں مباح ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف سواریوں کو لے جانا واجب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ وجوب سے وجوب استحباب و ترغیب و تاکید ہے نہ وجوب فرضی (مگر یہ توجیہ ٹھیک نہیں کیونکہ وجوب کا اطلاق شرعی معنی پر ہی آتا ہے) یہ امام مالک کا مذہب ہے ورنہ وہ مستحب صاف کہہ دیتے۔ اور اس کی زیادہ تحقیق دیکھنی ہو۔ تو مولانا عبدالحی لکھنوی کی تصانیف میں دیکھو۔ جو نواب بھوپال کے مقابلہ میں لکھے گئے ہیں) اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ امام مالک کا لفظ زیارت کو منع کہنا اور مکروہ سمجھنا بہ نسبت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ تو اس کو وہ مکروہ نہ سمجھتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْصِلْ قَبْرِيْ وَتَنَا يُعْبَدُ بَعْدِيْ اِسْتَحْدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قَبْرِيْ اَتْبَابًا لِّهَمِّ

مَسَاجِدَ

ترجمہ :- خداوند! میری قبر کو بت نہ بنائیو۔ کہ میرے بعد اس کی عبادت کی جائے۔ خدائے تعالیٰ کا اس قوم پر بڑا غضب ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجدیں بنایا ہے یعنی ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

پس امام نے اس لفظ کی نسبت کو قبر کی طرف کرنے اور ان لوگوں کی مشابہت

marfat.com

Marfat.com

سے ذریعہ قطع کرنے اور اس کے دروازہ کے توڑنے کے لئے بچایا۔ واللہ اعلم۔  
 اسحق بن ابراہیم فقیہ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ جو شخص حج  
 کرے وہ مدینہ شریف جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کا قصد  
 کرے۔ اور آپ کے روضہ۔ منبر۔ قبر شریف، مجلس اور جہاں پر آپ کے ہاتھ  
 مبارک لگے ہیں اور قدم شریف پہنچے ہیں۔ اور وہ ستون جس سے آپ تکیہ لگایا کرتے  
 تھے اور جس میں کہ آپ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اور ان لوگوں کی جو اس میں آلود  
 ہیں اور جنہوں نے اس کا قصد کیا (صحابہ و ائمہ مسلمین نے) ان سب کی زیارت سے  
 تبرک حاصل کرے۔ ان سب امور سے عبرت حاصل کرے۔ ان سب مقلات کی  
 عزت کرے۔

ابن علی ندیک کہتے ہیں کہ میں نے بعض علماء سے جن سے میں ملا ہوں سنا ہے  
 وہ کہتے تھے۔ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف  
 کے پاس کھڑا ہو اور یہ آیت پڑھے۔ **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** پھر کہے **يَا أَيُّهَا**  
**اللَّهُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ** جو شخص یہ ستر دفعہ کہے تو اس کو فرشتہ پکارتا ہے۔ کہ **يَا أَيُّهَا**  
**اللَّهُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ** **وَلَمْ تَنْقُطْ لَهُ حَاجَةً** اے قلاں شخص تجھ پر خدا تعالیٰ رحمت بھیجے اس کی  
 حاجت ضائع نہ ہوگی۔

یزید بن ابی سعید مری سے مروی ہے کہ میں عمر بن العزیز کے پاس آیا۔ پھر جب  
 میں ان سے رخصت ہوا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ تم سے مجھ کو ایک کام ہے۔  
 جب تم مدینہ شریف جاؤ گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو جلد دیکھو گے۔  
 میری طرف سے آپ کو سلام کہنا اور وہ شام کے ملک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی طرف قصد بھیجا کرتے تھے (یعنی صرف سلام پہنچانے کے لئے اپنا خاص آدمی  
 بھیجتے تھے)

بعض کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو دیکھا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی قبر پر حاضر ہوئے۔ وہاں ٹھہرے اور دونوں ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ میرا گمان ہے کہ  
 انہوں نے درود و سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع کیا۔ پھر وہ لوٹے۔

امام مالک نے ابن وہب کی روایت میں کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے اور دعا مانگے تو کھڑا ہو بجا یکے اس کا چہرہ قبر شریف کی طرف ہو۔ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اور قریب ہو کر سلام کہے۔ اور اپنے ہاتھ سے قبر شریف کو نہ چھوئے۔ امام مالک نے مبسوط میں کہا ہے کہ میں نہیں مناسب سمجھتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑا ہو اور دعا مانگے لیکن سلام کہے اور چل دے۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس بات کو درست رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو۔ تو اس کو چاہئے کہ اس قدیل کو جو قبر شریف کے پاس ہے اپنے اپنے سر کے اوپر رکھے۔

اور ثلث کہتے ہیں کہ ابن عمر قبر شریف پر سلام کہا کرتے تھے۔ میں نے اس کو سو مرتبہ دیکھا ہے۔ وہ اکثر قبر شریف کی طرف آتے پھر کہتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ابو بکر پر سلام۔ میرے باپ پر سلام ہو۔ پھر لوٹ جاتے۔

اور ابن عمر کو دیکھا گیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھتے اور پھر اس کو اپنے منہ پر رکھتے تھے۔

ابن قسیط اور عنبی سے مروی ہے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب مسجد میں آتے۔ تو منبر کے آس پاس اتار (یعنی اس گروہ کو جو اتار کی طرح ہے) کو جو قبر شریف کے متصل ہے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور دعا مانگتے تھے۔

اور موطا میں جو کہ یحییٰ لیثی کی روایت سے یہ ہے کہ ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر پر درود بھیجتے۔ ابن القاسم اور قسبنی کے نزدیک یہ ہے کہ ابو بکر و عمر کے لئے دعا مانگتے تھے۔

امام مالک بن وہب کی روایت میں ہے کہ سلام کہنے والا یہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى اٰلِ النَّبِيِّ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے۔ ابو بکر و عمر پر سلام کہے۔



قاضی ابوالولید بلخی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ صلوٰۃ سے دعا مانگے۔ اور ابوبکر کے لئے بھی جیسا کہ حدیث ابن عمر میں خلاف ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْہَا مِنْ رَبِّنَا وَصَلَّى اللّٰهُ وَمَلَائِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ الْخَوْرٰتِیْ فُتُوْیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَجَنَّتِکَ وَاصْفِیْ لَیْ اَلْقَمَطِیْنِ الرَّحِیْمِ پھر روضہ شریف کا قصد کر۔ وہ منبر اور قبر کے درمیان ہے۔ اس میں قبر شریف کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھ۔ ان میں اللہ کی تعریف کر اور اس کے تمام وہ مقاصد مانگ جس کی طرف تو نکلا ہے۔ اور اس پر دعا مانگ۔ اور اگر تیری رکعتیں روضہ شریف کے سوا اور جگہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ مگر روضہ شریف میں بہتر ہیں۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَبِیْنٌ مِّنْہٗ وَبَیْنِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں سے ایک بلغ ہے یا درجوں میں سے ایک درجہ ہے پھر قبر شریف کے پاس تواضع اور وقار کے ساتھ کھڑا رہو۔ آپ پر درود شریف پڑھ اور تعریف کر جو تجھے یاد ہو اور سلام کو ابوبکر و عمر پر اور ان دونوں کے لئے دعا مانگ اور رات دن کثرت سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درود پڑھ مسجد قبا اور قبور شہدا کی زیارت کو نہ چھوڑ۔

امام مالک کتاب محمد (یعنی امام محمد شاگرد امام اعظم کی موطا) میں کہتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہے۔ جب داخل ہو۔ اور نکلے یعنی مدینہ شریف میں اور اس کے درمیان کما محمد نے۔ اور جب نکلے تو سب سے آخر قبر شریف کے سامنے کھڑا ہو اور ایسا ہی وہ شخص جو کہ مدینہ شریف سے مسافرانہ طور پر نکلے۔

ابن وہب نے حضرت قائلہ دختر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تو مسجد میں داخل ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور کہو اَللّٰهُمَّ الْخَوْرٰتِیْ فُتُوْیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اور جب نکلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ۔ اور یہ کہو اَللّٰهُمَّ الْخَوْرٰتِیْ فُتُوْیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اور دوسری روایت میں ہے کہ سلام کے درود کی جگہ۔ اور جب نکلے تو کہے اَللّٰهُمَّ بِنِيَّ  
اَسْتَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ اور دوسری روایت میں ہے اَللّٰهُمَّ اَسْفِطِنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ  
کہے۔

اور محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ یہ کہا  
کرتے تھے۔ صَلَّی اللہُ وَمَلَائِکَتُهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ  
وَبَرَکَاتُہُ بِاسْمِ اللّٰهِ دَخَلْنَا وَبِاسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا اور جب نکلا کرتے تھے ایسا  
بی کہا کرتے تھے۔

حضرت فاطمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں  
داخل ہوتے تھے تو کہا کرتے تھے صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ پھر حدیث فاطمہ کی طرح جو  
اس سے پہلے گزری ہے ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ  
کی تعریف کرتے اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
بھیجتے۔ اور اس کے مثل ذکر کیا اور ایک روایت میں ہے بِسْمِ اللّٰهِ وَاَسْلَمَ عَلٰی  
رَسُوْلِہِ اللّٰهِ اور اس کے دوسرے راوی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے اَللّٰهُمَّ اَفْتَحْ لِیْ بَابَ رَحْمَتِکَ وَبَابَ اَبْوَابِ یَذِقِکَ  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم سے کوئی شخص مسجد میں داخل  
ہو تو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور کہے اَللّٰهُمَّ اَفْتَحْ لِیْ۔

امام مالک نے مبسوط میں کہا ہے کہ اہل مدینہ کے لئے یہ لازم نہیں کہ جب مسجد  
میں داخل ہوں یا نکلیں تو قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوں۔ اور یہ بات مسافروں ہی  
کے لئے ہے۔ اور اس میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ جو شخص سفر سے آئے یا سفر کی طرف  
نکلے اس کو مضائقہ نہیں کہ قبر شریف کے پاس کھڑا ہو۔ اور درود شریف پڑھے۔ آپ  
کے لئے اور ابوبکر و عمر کے لئے دعا کی۔ پھر ان سے کہا گیا کہ مدینہ کے لوگ نہ تو سفر  
سے آتے ہیں اور نہ ارادہ سفر کا رکھتے ہیں۔ لیکن وہ ہر روز ایک یا کئی دفعہ اور اکثر  
جمعہ میں یا کئی دنوں میں ایک یا دو مرتبہ یا زیادہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہوتے ہیں  
سلام کہتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہیں۔ ایک گھڑی تک آپ نے کہا کہ مجھ کو یہ بات

ہمارے شہر کے کسی اہل فقہ سے پوچھی۔ اور اس کا ترک اکثر اور بہتر ہے۔ اور اس امت کے آخر لوگ ویسے ہی جب درست ہو سکتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی اصلاح و درستی پر عمل کریں اور مجھ کو اس امت کے پہلے لوگوں سے یہ بات نہیں پوچھی۔ کہ وہ ایسا کرتے تھے۔ اور یہ امر مکروہ ہے مگر اس فحش کے لئے جو کہ سفر سے آئے یا سفر کا ارادہ کرے تو جائز ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں میں نے اہل مدینہ کو دیکھا ہے کہ وہ جب مدینہ سے ٹٹتے یا اس میں داخل ہوتے۔ تو قبر شریف کے پاس آتے اور سلام کہتے۔ کہا کہ یہ ایک رائے ہے (امام مالکؒ کی) بلقی کہتے ہیں میں انہوں نے اہل مدینہ اور مسافروں میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ مسافر لوگوں نے اس کے لئے قصور کیا ہے۔ اور مدینہ کے لوگ وہیں رہتے ہیں۔ انہوں نے اس کا قصد وجہ قبر شریف و سلام نہیں۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يَّعْبُدُ اِسْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ  
عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ وَقَالَ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْنًا خَدَاوَنَ اَمِيْرِيْ قَبْرُ كُوَيْتٍ نَّهْ  
يُنَاسِيْهِ جَوْ پُوْجَا جَائے۔ خدا کا ایسی قوم پر پڑا غضب ہے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام  
کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔ اور فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

احمد بن سعید ہندی کی کتاب میں ہے اس شخص کے بارہ میں جو کہ قبر شریف کے پاس کھڑا ہو۔ کہ نہ اس سے چٹنے اور نہ اس کے پاس دیر تک ٹھہرے۔ اور حیہ میں ہے کہ پہلے مسجد میں داخل ہو کر سلام سے پہلے دو گانہ پڑھے۔ اور نفل پڑھنے کی بہتر جگہ وہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ ہے اور وہ ستون ہے جو کہ خوشبودار ہے۔ لیکن نماز فرضی میں صفوں کی طرف پڑھنا یعنی اول صف میں کھڑا ہونا افضل ہے۔ اور مسافروں کے لئے مسجد میں نفل پڑھنا گھروں کی نسبت بہتر ہے۔

## فصل ۹

(اس بارہ میں کہ اس شخص کو جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو،  
ادب لازم ہے سوا اس کے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اس کی فضیلت اور اس میں اور

مسجد مکہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں آپ کی قبر اور منبر اور مدینہ و مکہ کے رہنے والوں کی فضیلت کے بارہ میں۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَمَثَرِ الْجِبَالِ عَلَى الْمُتَّقِينَ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أُسْقِطَ الْغَمَامُ فِيهِ (پ ۱۱ ع ۲)

ترجمہ :- بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پر بیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قتل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی مسجد ہے آپ نے فرمایا کہ میری مسجد ہے۔ اور یہ قول ابن مسیب و زید بن ثابت ابن عمر مالک بن انس وغیرہم کا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ مسجد قبا ہے۔ حدیث بیان کی ہم سے ہشام بن احمد فقیہ نے میں نے ان کے سنانے پڑھی کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عمر نمری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد بن عبدالمومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر بن درسہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسدد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے زہری سے وہ سعید بن المسیب سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تَشُدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْمَسْجِدِ الْمَدِينِيِّ وَمَا وَ مَسْجِدِ الْأَنْصَارِ

ترجمہ :- سواریاں کس کر سوائے تین مسجدوں کے اور کسی کی طرف مت جاؤ۔ مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد انصاری۔

(یہ حصر مطلقاً نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ دوسری مسجدوں کی طرف بہ نیت عبادت مت کرو اس سے عموماً سفر اور زیارت مدینہ شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر اولیائے کرام منسوخ نہیں اس کی تحقیق مبسوط تصانیف مولانا عبدالحی دیکھنی چاہئے جو کہ نواب بھوپال کے رو میں لکھی گئی ہیں و باللہ التوفیق حرجہا)

marfat.com

Marfat.com

اور مسجد میں داخل ہونے کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے آثار گزر چکے ہیں۔

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو کہا کرتے تھے۔ اَمُوذُ بِاللّٰهِ الْمَظِيْمُ بِوَجْهِهِ الْحَكِيْمُ وَسُلْطَانُهُ الْقَدِيْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

اور کہا مالک نے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آواز سنی تو لئے والے کو بلایا۔ اور کہا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۔ کہا کہ میں بنی ثقیف سے ہوں۔ کہا تم بنی دؤنوں بستیوں (مکہ مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ بلاشبہ ہماری بن مسجدوں میں آواز بلند نہیں کی جاتی۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ کسی کو لائق نہیں کہ قصداً اس میں بلند آواز کرے۔ اور کوئی ایذا دینے والی چیز ہو (مثلاً بدبودار وغیرہ)

کما قاضی نے کہ ابن سب امور کو قاضی اسلعل نے اپنی مبسوط میں مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے باب میں بیان کیا ہے۔ اور تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ باقی حکم میں برابر ہیں۔

قاضی اسلعل کہتے ہیں اور کما محمد بن مسلمہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نمازیوں پر پکار کر بولنا جس میں ابن کی نماز میں گڑبڑ ہو مکروہ ہے۔ اور اس پکارنے میں کچھ مسجدیں ہی خاص نہیں۔ بیگ جماعتوں کی مسجدوں میں لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا مکروہ ہے مگر مسجد حرام اور ہماری مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں (جج کے دلوں میں لبیک کہنا جائز ہے)

اور کما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْهَا سَوَاءٌ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا بہ نسبت اور مسجد کے پڑھنے کے ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ مگر مسجد حرام (کیونکہ اس میں ایک نماز کا ثواب ہے)۔

marfat.com

Marfat.com

قاضی کہتا ہے لوگوں کا استثناء کے معنی میں اختلاف ہے۔ کہ مکہ میں افضل ہے یا مدینہ میں۔

امام مالک ایک روایت میں جو اشب نے ان سے کی ہے اور ان کے شاگرد ابن تلع نے یہ کہا ہے۔ اور اس کے اصحاب کی ایک جماعت یہ کہتی ہے۔ کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ہزار نماز سے بہتر ہے۔ مگر مسجد حرام کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا مکہ میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم افضل ہے۔ یعنی ۹۰۰ درجہ (یہ تاویل بعید ہے اور خلاف ہے دوسری احادیث کے) اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں کی نسبت سو درجہ برتر ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنی ۹۰۰ درجہ (مکہ کی مسجد میں نماز سے) افضل ہوئی۔ اور دوسری مساجد پر ہر نماز کے برابر ہوئی۔ اور اس پر مبنی ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور یہی قول عمر بن الخطاب و امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا ہے۔

اہل مکہ و کوفہ، مکہ کی فضیلت کی طرف گئے ہیں اور یہی قول عطاء بن وہب ابن حبیب کا ہے۔ جو کہ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ اور اس کو سلجی نے شافعی سے حکمت کی ہے۔ اور اوپر کی حدیث میں استثناء کو اپنی ظاہری سمجھنے پر محمول کیا ہے اور یہ کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنی افضل ہے اور وہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح مروی ہے دلیل لائے ہیں۔ اور اس میں یہ ہے کہ صَلَوَاتُكَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي سَائِرِ مَوَاقِعَ اور قلادہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پس مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس بنا پر باقی مساجد سے ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

اور اس میں اختلاف نہیں۔ کہ آپ کی زیر کی جگہ زمین کے تمام حصوں (بلکہ آسمانوں اور کعبہ و عرش سے بھی افضل ہے جیسا کہ شرح میں ہے۔ مترجم) سے افضل

ہے۔ قاضی ابوالوید ساجی کہتے ہیں۔ کہ جس کو حدیث چاہتی یہ ہے کہ مسجد مکہ بقی مساجد سے مخالف ہے۔ اور اس سے اس کا حکم مدینہ کے ساتھ نہیں معلوم ہوتا۔  
 امام طحاوی رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ تفصیل نماز فرض میں ہے۔ اور  
 مطرف ہمارے اصحاب میں سے اور گئے ہیں کہ یہ نفلوں میں بھی ہے۔ کہا طحاوی یا  
 مطرف نے کہ (وہاں کے) جمعہ کا ثواب دوسری جگہ کے جمعہ سے اور (وہاں کے)  
 رمضان کا ثواب دوسرے مقام کے رمضان سے بہتر ہے۔

اور عبدالرزاق نے مدینہ وغیرہ کے رمضان کی فضیلت میں ایک حدیث اس قسم  
 کی نقل کی ہے۔ اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان  
 جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور اس کی طرح ابوہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے  
 موی ہے اور زیادہ کیا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اور دوسری حدیث میں  
 ہے کہ میرا منبر جنت کے درجوں سے ایک درجہ ہے۔

طبری کہتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ گھر سے آپ کے رہنے کا  
 گھر ظاہر مراد ہے۔ بلجو دیکھ روایت کیا گیا ہے جو اس کو بیان کرتا ہے کہ میرے  
 حجرے اور منبر کے درمیان اور دوم یہ کہ گھر سے مراد قبر ہے۔ اور یہ قول زید بن  
 اسلم کا اس حدیث میں ہے۔ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ میری قبر اور منبر کے  
 درمیان۔ طبری کہتے ہیں کہ جب آپ کی قبر آپ کے گھر میں ہے تو ساری روایات  
 متفق ہوتیں۔ ان کے درمیان خلاف نہ رہا۔ کیونکہ آپ کی قبر شریف آپ کے حجرہ  
 میں ہے۔ اور وہی آپ کا گھر ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ  
 یہ آپ کا وہی منبر مدینہ ہو۔ جو دنیا میں تھا۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ دوم یہ وہاں پر منبر  
 ہو گا۔ سوم یہ کہ منبر کا قصد کرنا اور اس کے پاس اعمال صالحہ کی بجا آوری کے لئے  
 حاضری ہونا حوض پر لے آئے گا۔ اور اس سے پانی پینا ضروری کر دے گا۔ اس کو ساجی  
 نے کہا ہے۔

اور آپ کا فرمانا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ دو معنی کا مستحکم

ہے ایک تو یہ کہ وہ موجب دخول جنت ہے اور یہ کہ اس میں دعا مانگنا نماز پڑھنا اس ثواب کا مستحق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بہشت نگواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔ اور دوم یہ کہ اس جگہ کو خدائے تعالیٰ لے جائے گا۔ پھر وہ جنت میں بسینہ ہوگی۔ اس کو داؤدی نے کہا ہے۔

ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بارہ میں فرمایا ہے۔ کہ لَا يَصِيرُ عَلَى لَاَوَاتِهَا وَحِشَتِهَا أَحَدًا كُنْتَ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ جو شخص مدینہ کی تختیوں پر صبر کرے گا۔ میں اس کا قیامت کے دن گواہ یا شفیع بنوں گا۔

اور اس شخص کے بارہ میں کہا کہ فَمِنْ تَعَمَّنَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَالْمَدِينَةُ غَيْرُ كُفٍّ لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ يَعْلَمُونَ۔ جو مدینہ سے نکل گیا۔ کہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ اگر وہ جانتے۔

اور فرمایا کہ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْيَكْرِ تُغْنِي غُبَّتُهَا وَيَصْعُقُ طَيِّبُهَا بے شک مدینہ بھی کی طرح ہے۔ اس کی ٹپاکی کو دور کرتا ہے اور اس کی خوشبو کو خالص کر دیتا ہے (یعنی بدوں کو نکالتا اور اچھوں کو رکھتا ہے)

اور فرمایا کہ لَا يَخْرُجُ أَحَدٌ مِنَ الْمَدِينَةِ رَجُلًا إِلَّا بَقِيَّتْهُ اللَّهُ عَمِيرًا وَيَنْفُ كُفٍّ لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ يَعْلَمُونَ۔ جو شخص مدینہ سے بیزار ہو کر نہیں نکلے گا۔ مگر اس کو خدائے تعالیٰ اس سے بہتر بدل دے گا۔ (یعنی کوئی اور اس سے اچھا آرہے گا۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مَنْ كَفَّتْ فِنْ أَسَدِ الْعَرَبِينَ حَقًّا أَوْ مُعْتَبَرًا يَمْنَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ وَلَا مَنَابَ جو شخص دو حرموں میں سے ایک میں حج کرتا ہو یا عمرہ کرتا ہو مرے گا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے گا جس پر نہ کوئی حساب ہو گا نہ عذاب۔

اور دوسرے طریق میں ہے کہ امن والوں میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ ابن عمر سے مروی ہے (مرفوعاً) کہ جس میں یہ طاقت ہو کہ مدینہ میں فوت ہو جائے تو وہیں مرے کیونکہ بے شک میں اس شخص کے لئے شفاعت کروں گا جو کہ اس میں مرے گا۔



اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ  
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (پ ۱۴ ع ۱)

ترجمہ :- بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ  
میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے  
گھرے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امن میں ہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آگ دونیخ سے اس کو امن ہو گا۔ اور بعض کہتے ہیں  
کہ وہ اس شخص کو کہ جس نے حرم سے باہر آگ کو طلب کیا۔ اور جہالت کے زمانہ  
میں نئی بات جاری کی۔ اور اس کی طرف پناہ لے گیا پناہ دیتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے  
قول کے مثل ہے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمَّا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْمُكْبِتِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (پ ۱۵ ع ۱۵)

ترجمہ :- اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امن بنایا  
اور ابراہیم کے گھرے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنایا اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و  
اسماعیلؑ کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود  
والوں کے لئے۔

یہ بعض کا قول اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ سعدون خولانی کے پاس مقام منتر  
میں آئے اور اس کو بتلایا۔ کہ قبیلہ کتلہ نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ اس کو آگ لگا  
دی۔ آگ ساری رات جلتی رہی۔ لیکن اس میں کچھ اثر نہ ہوا۔ اور مرد سفید رنگ  
رہا۔ سعدون نے کہا کہ شاید اس نے تین حج کئے ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ  
مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ۔

إِنَّ مِنْ حَجَّةٍ أَوْ فَرُوضَةٍ وَمِنْ حَجَّةٍ ثَلَاثَةٌ كَلْبَنَ رَبِّهِ وَمِنْ حَجَّةٍ ثَلَاثٌ حَجَّ حَرَّمَ اللَّهُ حَجْرَهُ  
وَبَشَرَهُ عَلَى النَّارِ۔

ترجمہ :- جس نے ایک حج کیا تو اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور جس نے دوبارہ حج

marfat.com

Marfat.com

کیا تو اس نے اپنے رب کو قرض دیا۔ اور جس نے تیسری دفعہ حج کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں اور بدن کو ہلک پر حرام کر دیتا ہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ بَيْتِ مَا عَظَّمَكَ وَآمَنَ حُرُمَتَكَ حجہ کو ایک گھر کی وجہ سے مرحبا تو کتنا معظّم ہے۔ اور کیا ہی تیری عزت ہے۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی شخص بھی ہو، رکن اسود کے نزدیک خدا سے دعا مانگے خدا اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ ایسا ہی پروردگار کے نزدیک۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص نے مقام (ابراہیم) کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور قیامت کے دن امن والوں سے ہو گا۔

کہا قیسہ قاضی ابوالفضل نے کہ میں نے قاضی حافظ ابو علی کے سامنے پڑھی، کہا حدیث، بیان کی ہم سے ابوالعباس عذری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو امامہ محمد بن الحسن بنی راشد نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن اوریس سے سنا کہ میں نے حمیدی سے سنا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ میں نے عمرو بن دینار سے سنا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مَا مَعَنَا أَحَدٌ يَشْفِي فِينَا هَذَا الْمُتَزِمَ إِلَّا اسْتَجِيبَ لَهُ۔ اس ملتزم میں (ملتزم وہ مقام ہے جو کہ باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ہے جہاں دعا مقبول ہوتی ہے) جس شخص نے دعا مانگی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جب سے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ اس ملتزم میں جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔  
عمر بن دینار کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ابن عباس سے سنا ہے اس مقام پر جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔

سفیان لے کہا ہے کہ میں نے جب سے عمرو سے یہ حدیث سنی ہے اس مقام پر

جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ جب سے میں نے سفیان سے یہ سنا ہے اس مقام پر جو دعا مانگی ہے وہ مقبول ہوئی ہے۔

محمد بن لوریس کہتے ہیں کہ میں نے جب سے حمیدی سے یہ سنا ہے اس مقام پر میری دعا مقبول ہوئی ہے۔

ابو اسامہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے یاد نہیں کہ حسن بن رثیق نے اس میں کچھ کہا ہو، اور میں نے جب سے حسن بن رثیق سے یہ سنا ہے۔ جو دعا خدا سے اس مقام پر مانگی ہے۔ وہ قبول ہوئی ہے۔ دنیا کے امر میں سے اور امر آخرت کی مجھے امید ہے کہ مقبول ہوگی۔

عذری کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ابو اسامہ سے سنا ہے اس مقام پر میری دعا مقبول ہوئی ہے۔

ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے اس مقام پر بہت سی چیزیں مانگی ہیں۔ بعض تو مقبول ہوئی ہیں۔ اور مجھے خدا کی وسیع مہربانی سے امید ہے۔ کہ باقی بھی مقبول ہو جائیں گی۔ قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ اس فصل میں ہم نے تھوڑے سے نکات بیان کئے ہیں۔ اگرچہ وہ باب میں سے نہ تھے۔ کیونکہ ان کا تعلق اس سے پہلے فصل سے تھا۔ مگر پورے قاعدہ کی حرص سے ایسا کیا۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ لِلْغَوَابِ بِرَحْمَتِهِ۔

## تیسری قسم

(اس بارہ میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واجب ہے اور اس بارہ میں جو آپ کے حق میں عمل ہے یا آپ پر جائز ہے یا منع ہے یا احوال انسانی سے آپ کی طرف اس کا نسبت کرنا صحیح ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَلَنْ تَعْلَمُونَ مَا تَلْقَوْنَ فِيهَا فَبِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

تَبْقَىٰ عَلَىٰ صِصِّهِ فَلَنْ يَحْضَرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَعْلَمُ اللَّهُ الْخَافِرِينَ (پ ۱۳ ع ۶)

ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم لئے پاؤں پھر جلو کے اور جو لئے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَالِكِ بْنِ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأَمَّا سِتِيقَةُ كُنَّا بِأَسْكَانِ الْعَمَامِ

(پ ۱۳ ع ۶)

ترجمہ: مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بت رسول ہو گزرے اور اس کی میں صدیقہ ہے دونوں کھلا کھاتے تھے۔  
اور فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَاْكُلُوا الْعَمَامَ وَيَتَذَكَّرُوا فِي الْآسَافِ (پ ۱۸ ع ۱۷)

(پ ۱۸ ع ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھلا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔  
اور فرمایا۔

فَرِئَانًا لِّمَا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ يُؤْمِنُ بِالْآيَاتِ الْهَكُمِ إِلَهُ وَاحِدًا قَدْ كَانَ يُؤْمِنُ إِلَهًُا رَبَّهُ

فَلْيَمْنُوا مَعَنَا وَلَا يَكْفُرُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِنَّنَا (پ ۱۸ ع ۱۷)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ نہ تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام انسان ہیں وہ لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ ان سے مقابلہ و لڑائی کی طاقت نہ رکھتے نہ ان کی باتیں قبول کرتے نہ ان سے ملتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَوَسَّعْتُهُ مَكَّةَ لَحَمَلَةٍ رَّجُلًا (پ ۷ ع ۷) اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے موعی بٹاتے یعنی وہ انسان کی صورت میں ہوتا کہ جن سے تم کو ملنے کی طاقت ہوتی۔ کیونکہ تم فرشتہ کے مقابلہ اور کلام کرنے اور دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے جب کہ وہ اپنی شکل پر ہوتا۔  
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

قُلْ لَوْ كَانَ فِيهِ الْاَرْضُ مَلٰٓئِكَةً يَّمْشُوْنَ مُطْوِيْنًا لَّوَلَّاهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلٰٓئِكًا تَسُوْا (پ ۱۵ ع ۱۱)

ترجمہ نہ تم فرماؤ اگر دین میں فرشتے ہوتے جن سے چلنے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اترتے۔

یعنی خدا کی سنت میں فرشتہ کا رسول بٹاتا اسی کے لئے ہے جو اسی کی جنس سے ہو۔ یا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ خاص کرے اور پسند کرے اور اس کے مقابلہ پر طاقت دے۔ جیسے انبیا اور رسول۔ پس انبیاء اور رسول علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں جو کہ ان کو ان کے احکام اور منہیات اور وعدہ و وعید پہنچاتے ہیں۔ اور ان کو وہ باتیں بتلاتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتے یعنی اس کا جلال اس کا غلبہ۔ اس کا جہوت و ملکوت۔ پس ان کے ظاہری اعضاء اور اجسام اور بیہوش انسانی لوصاف سے متصف ہیں۔ ان پر وہ باتیں آتی ہیں جو کہ انسان پر آیا کرتی ہیں۔ یعنی عارضے بیماریاں۔ موت۔ اور انسانی صفات اور ان کے ادوار اور باطنی حالات اعلیٰ درجہ کے لوصاف انسانی سے موصوف ہیں۔ ملاء اعلیٰ کے حلق ہیں۔ فرشتوں کی

صفات کے مقابلہ ہیں۔ تغیر و آفت سے بچے ہوئے ہیں۔ انسانی مجز اور ضعف انسانی غالباً وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اگر ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح خالص انسانی ہوتے۔ تو بلاشبہ وہ ملائکہ سے (احکام) لینے کی طاقت نہ رکھتے نہ ان کو دیکھ سکتے نہ ان سے مل سکتے نہ دوستی پیدا کرتے جیسا کہ دوسرے لوگوں کو ان کی طاقت نہیں۔ اور اگر ان کے جسم اور ظاہری حالات فرشتوں کے صفات پر ہوتے اور بشری صفات کے خلاف ہوتے تو بالضرور انسان اور جس کی طرف وہ گئے ہوتے۔ ان کے ملنے کی طاقت نہ رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول گذر چکا ہے۔ پس وہ اجسام اور عواہر کی وجہ سے انسان کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ارواح اور باطن کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ ملتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَوْ كُنْتُ مُتَوَدِّعًا مِّنْ قَلْبِي غُلِيًّا لَا تَخَذْتُ بَبِئْسُو غُلِيًّا وَلَكِنْ اُتُوهُ الْاِسْلَامُ لِيَعْنِي  
صَاحِبُكُمْ غُلِيًّا الرَّحْمَنُ۔ اگر امت میں سے میں کسی کو دوست بناتا تو بے شک ابو بکر کو  
دوست بناتا۔ لیکن یہ اسلام کا بھائی بنا ہے۔ اور تمہارا دوست رحمن کا دوست ہے۔  
اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اَنَا مَبِئْسُو غُلِيًّا وَلَا يَتَمَّ قَلْبِي مِثْرِي اَتَكْمِلُنَّ سَوْتِي اِنْ لَّو  
میرا دل نہیں سوتا۔

اور فرمایا کہ رَقِي نَسْتُ سَكَبَتِكُمْ قِي اَنَلُّ بَطْمِي رَقِي وَيَسْتَعِينِي بے شک میں  
تمہاری طرح نہیں ہوں۔ بے شک مجھے میرا پروردگار کھلاتا ہے۔ مجھے پلاتا ہے۔  
پس ان کے باطن آفت سے پاک ہیں۔ فحائض اور علتوں سے بری۔ اور یہ ایک  
ایسا مجمل قضیہ ہے کہ اس کے مضمون پر ہر ایک صاحب ہمت ہرگز کلن نہ ہو گا بلکہ  
اکثر لوگ بسط و تفصیل کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ اس کے بعد دو پیروں میں  
بیان کریں گے۔ خدا کی عذ سے وہی مجھے کلن ہے اور اچھا وکیل ہے۔

## پہلا باب

(اس بارہ میں کہ دینی امور سے خاص ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور  
باقی انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارہ میں کلام صَلَوَاتُ اللہُ عَلَیْہِمْ  
قاضی ابوالفضل خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے۔ جان لے کہ جو تغیرات و آفات  
لوگوں پر آتے ہیں۔ وہ اس سے خالی نہیں۔ کہ اس کے جسم پر آتے ہیں یا اس کے  
حواس پر بلا قصد و اختیار جیسے کہ بیماریاں یا یہ قصد و اختیار آتے ہیں اور وہ سب حقیقت  
میں عمل و فعل ہیں۔ لیکن مشائخ کی علوت ہے کہ اس کی تفصیل تین قسم کی طرف  
کرتے ہیں۔ عقد قلبی قول بزیں عمل باعضا۔ اور تمام لوگوں پر آفات و تغیرات اختیار  
و غیر اختیار ان تمام وجوہ میں آتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انسان تھے۔ اور آپ کی طبیعت پر وہ باتیں جائز ہیں  
جو انسان کی طبیعت پر ہوتی ہیں۔ لیکن بلاشبہ براہین قاطعہ اس پر قائم ہیں۔ اور کلمہ  
اجملع اس پر پورا ہوا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے باہر ہیں۔ اور  
آپ ان بہت سی آفات سے پاک ہیں۔ جو اختیار اور غیر اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔  
جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم ان کو بیان کریں گے۔ اور اس کی تفصیل بتلائیں گے۔

## فصل ۱

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی پختگی کے حکم کے بارہ میں نبوت کے وقت سے)  
جان لے ہم کو اور خاص تم کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دلی تعلق۔ توحید کے طریق اور خدا کے علم و صفات اور اس پر ایمان لانے  
اور جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اور اعلیٰ درجہ کی معرفت اور علم و یقین کے ظہور پر  
تھا۔ ان میں نہ کسی قسم کی جہالت تھی نہ شک و شبہ تھا۔ اور ہر اس چیز سے وہ معصوم  
ہیں۔ جو کہ اس معرفت و یقین کے مخالف ہو۔ یہ وہ بات ہے کہ جس پر مسلمانوں کا  
اجملع ہے۔ اور براہین واضح سے یہ امر صحیح نہیں ہوا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے عقائد

میں اس کے سوا کچھ اور ہو۔ اور اس اعتقاد پر ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے اعتراض نہ کیا جائے کہ انہوں نے کہا کیوں نہیں (ایمان تو ہے) ولیکن اس لئے کہ میرا دل اطمینان پا جائے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اس خبر میں کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے شک نہیں تھا۔ لیکن دل کے اطمینان کا ارادہ اور جھگڑے کا چھوڑنا بوجہ مشاہدہ زندوں کے تھا۔ ان کو اس کے وقوع کا پہلے علم تو حاصل تھا۔ لیکن ارادہ کیا کہ دوسرا علم اس کی کیفیت و مشاہدہ سے حاصل ہو۔

دوسری وجہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے نزدیک ارادہ کیا کہ اپنا مرتبہ آزمائیں اور معلوم کریں کہ اپنے رب سے سوال کرنے سے ان کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور خدا کے قول کا کہ تو ایمان نہیں رکھتے یہ سننے ہوا کہ کیا تجھ کو اپنے مرتبہ کا جو مجھ سے ہے۔ اور اپنی دوستی و برگزیدگی کا یقین نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یقین کی زیادتی کا اور اپنی اطمینان کی قوت کا سوال کیا۔ اگرچہ دل میں شک نہیں تھا۔ کیونکہ علم ضروریہ اور نظریہ کبھی اپنی قوت میں بڑھتے رہے ہیں۔ اور شکوک کا ضروریات پر جاری رہنا محال ہے۔ اور نظریات میں جائز ہے۔ پس نظر سے انتقال یا خبر سے مشاہدہ تک جانے اور علم الیقین سے عین الیقین تک ترقی کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ خبر مشاہدہ جیسی نہیں ہوتی۔ اسی لئے مسہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ ظاہری پردہ کھلنے کا سوال کیا۔ تاکہ نور یقین کے ساتھ اپنے مل میں ممکن اور پوری بصیرت حاصل ہو۔

چوتھی وجہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین پر یہ حجت قائم کی۔ کہ رَبِّیَ الَّذِیْ یُعِیْبُ وَیُؤَیِّیْتُ میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تو اپنے رب سے یہ امر طلب کیا۔ تاکہ اس کی حجت علانیہ درست ہو جائے۔

پانچویں وجہ یہ کہ بعض کہتے ہیں یہ سوال بطریق ادب تھا اور مقصود یہ تھا کہ مجھے مردوں کے زندہ کرنے کی قدرت دے (جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا) اور ان کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ میرا دل اس آرزو سے تسلی پائے۔

چھٹی وجہ یہ کہ انہوں نے اپنے نفس سے شک ظاہر کیا ملائکہ (جیسے) شک نہ



تھک لیکن اس لئے کہ ان کو جواب دیا جائے۔ پھر ان کا قرب بڑھ جائے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت زیادہ شک کے مستحق ہیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے شک کی نفی کرتا ہے۔ اور ضعیف طبیعتوں کا اس سے دور رکھنا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ گمان کریں۔ یعنی ہم بعثت اور خدائے تعالیٰ کے زندہ کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ پھر اگر ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا تو ہم ان سے بدرجہ اولیٰ شک کریں گے۔ یہ آپ نے بطریق ادب فرمایا۔ یا اس سے آپ کی وہ امت مراد ہے کہ جن پر شک جائز ہے۔ یا بطریق تواضع اور شفقت فرمایا۔

اگر ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو ان کے حل کی آزمائش یا یقین کی زیادتی پر محمول کیا جائے۔ اگر تم یہ کہو کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں۔

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا فُتِّنَا بِآيَاتِ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ  
بِالْحَقِّ مِنَ رَبِّكُمْ فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُمْتَرِينَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُوا مِنَ  
الْمُضِلِّينَ (پ ۱۱ ع ۱۵)

ترجمہ: اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں بے شک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہو جائے گا۔

پس تو ڈر، خدا تیرے دل کو ثابت رکھے۔ کہ تیرے دل میں وہ خطرہ گذرے جس کا ذکر بعض مفسرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کیا ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارہ میں شک کا اثبات کیا ہے۔ اور وہ کہ آپ انسان ہیں۔ پس ایسے تمام خطرات کا آپ پر اطلاق ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ بلاشبہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہیں کیا۔ اور آپ نے کسی سے سوال کیا۔

اسی طرح ابن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے۔ اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا شَكَّ وَلَا تَشَكُّنَّ مِنْهُ جَعَلَ لَكَ فِيهِ

سوال کرتا ہوں۔

اور عام مفسرین اس بات پر ہیں اور آیت کے معنی میں ان کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شک کرنے والے کو کہہ دے کہ اگر مجھے شک ہے۔

کہتے ہیں کہ اس سورت میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو اس تلویل پر دلالت کرتی ہو۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ بَيْنِي فَلَا تَعْبُدُوا الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن آمِنُوا بِاللَّهِ يَتَوَفَّكُم وَابْرَأَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (پ ۱۱ ع ۱۶)

ترجمہ :- تم فرماؤ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو تو میں تو اسے نہ پوجوں گا جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہاں اس اللہ کو پوجنا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ ایمان والوں میں ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود عرب کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں کو خطاب ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ لَنْ أَشْرَكَ بِكَ لَتَعْبَعَنَّ مَمْلُوكًا وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ترجمہ کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔ (پ ۲۳ ع ۴)

خطاب تو آپ کو ہے۔ لیکن مراد دوسرے لوگ ہیں۔ اور ایسا ہی ہے۔ کہ فَلَا تَعْبُدْ فِي مَرْبِعَةٍ مِّمَّا يَمْبُذُ هَؤُلَاءِ ترجمہ۔ تم اس سے کہ یہ لوگ عبادت کرتے ہیں شک میں نہ پڑو۔ و نظیرہ کثیر۔ اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔

بکر بن علاء کہتے ہیں کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْكَاذِبِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (پ ۱۵ ع ۱۵)

حلائک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں کہ جس کی طرف آپ بلائے تھے آپ کو جھٹلایا جاتا تھا۔ پھر آپ کہے ان لوگوں سے ہوتے جو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ پس

یہ تمام امور اس پر دلیل ہیں کہ خطاب سے مقصود اور لوگ ہیں۔ اور اسی آیت کی طرف یہ آیت کی طرح خدا کا یہ قول ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ كَرِهُوا** رحمن ہے پس اس سے خبردار ہو کر سوال کر مامور یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور لوگ ہیں۔ تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دینے والے ہیں۔ اور سوال کئے گئے نہ خبر طلب کرنے والے سوال کرنے والے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ شک جس کے ساتھ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو کتاب پڑھتے ہیں۔ سو وہ اس بارہ میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان کیا ہے یعنی امتوں کی خبریں نہ وہ امر جس کی طرف آپ کو بلایا ہے یعنی توحید و شریعت۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ۔

**وَمَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ آلِهَةٍ مُبَدَّوْنَ** (پ)

(۲۵ ع ۱۰)

ترجمہ۔ اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

اس سے مراد مشرکین (یعنی علماء اہل کتاب جو شرک میں مبتلا ہیں) ہے اور ظاہراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے 'یہ حسی کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم سے ان پیغمبروں کی بابت پوچھ کہ جو تجھ سے پہلے ہم نے بھیجے ہیں۔ پس خافض (یعنی عمن میں عن جارہ کو حذف کیا۔ عامل زیر دینے والے) کو حذف کیا گیا۔ اور کلام پورا ہو گیا۔ پھر شروع کیا کہ ہم نے سوائے رحمن کے معبود کو عبادت کئے جائیں، بطریق انکار یعنی ہم نے نہیں کیا۔ اس کو مکی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیئے گئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام سے شب معراج اس کی بابت پوچھیں۔ لیکن آپ کا یقین بہ نسبت اس کے کہ آپ سوال کے محتاج ہوں نہایت قوی تھا۔

marfat.com

Marfat.com

اور روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ میں سوال نہ کروں گا۔ مجھے کلنی ہے (میرا یقین) اس کو ابن زید نے کہا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہمارے رسولوں کی امتوں سے پوچھ کہ کیا وہ ان کے پاس توحید کے بغیر آئے تھے۔ اور یہی معنی قول مجاہد سدی ضحاک قلدہ کا ہے۔

اور اس آیت اور پہلی آیت سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کی خبر دے کہ جن کے ساتھ رسول بھیجے گئے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا۔

اور مشرکین عرب وغیرہ کا اس قول میں جو کہتے ہیں کہ ہم ان کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اس کے قریب کر دیں رد کیا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ

ترجمہ : تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری۔

یعنی اگر ان کے علم میں یہ شک ہو کر بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔ اگرچہ وہ اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس سے مقصود وہ شک نہیں۔ جو کہ پہلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے اور کبھی یہ آیت بھی پہلی طرح ہے یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لمن امترو فی ذلک لا تکونن من الممترن ان لوگوں سے کہو جو اس میں شک کرتے ہیں کہ تم شک والوں سے نہ بنو اور اس پر پہلی آیت دلیل ہے۔ کہ اَفَتَعْبُدُونَ الْبَتَّةَ حَكَمًا وَمَا الَّذِي نَزَّلَ إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (پ ۸ ع ۱) تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غیر کو مخاطب کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تقریر اور بیان ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول کہ تَوَلَّيْتُ قُلُوبَ يَتْلُونَ آتَيْنَاكَ الْوَحْيَ مِنْ قَوْلِ الْعَيْنِ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ كَمَا تَقُولُ کہ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بناؤ۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس نے نہیں کہا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم کو تو شک نہیں ہے اور سوال کر (جس سے) اپنے اطمینان اور علم کو اپنے علم اور یقین کے ساتھ بڑھائے گا۔  
بعض کہتے ہیں۔ کہ اگر تم اس بارہ میں کہ ہم نے تم کو مشرف کیا ہے اور بزرگی دی ہے شک میں ہو۔ تو ان سے اپنی صفت اور اپنے فضائل کی شہرت کی بابت جو کتابوں میں ہے ان سے پوچھ لو۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ مقصود یہ ہے۔ اگر تم کو اپنے غیر سے اس بارہ میں شک ہے جو ہم نے اتارا ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کا کیا معنی ہے۔ (حَتَّىٰ اِنَّا اَسْمٰیْنَسَ الرَّسُوْلَ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا) (پ ۱۳ ع ۶) حتیٰ کہ جب رسول ناامید ہو گئے۔ اور ان کا یہ گمان ہوا۔ کہ ان کو جھٹلایا گیا ہے۔ تحریف کی قرأت کے موافق تو ہم کہیں گے۔ کہ اس کا معنی وہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے۔ کہ اس سے معلوم اللہ کہ رسول اپنے رب سے یہ گمان کریں۔ اس کا معنی یہی ہے۔ کہ رسول جبکہ ناامید ہو گئے تھے تو گمان کرنے لگے۔ کہ جن تابعداروں نے ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا۔ اسی پر اکثر مفسر ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر بتعین اور امتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ انبیاء اور رسولوں کی طرف نہیں لوٹتی۔ اور یہی ابن عباس نخعی ابن جبیر اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔ اور اسی وجہ سے مجاہد نے کذبوا فتح سے پڑھا ہے۔ پس اس کے سوا شائد اور تفسیر سے اپنے دل کو مشغول نہ کر جو کہ علماء کے منصب کے لائق نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کے کیسے لائق ہو گی۔

اور ایسا ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سیرۃ اور شروع وحی کے حل میں آیا ہے۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا تھا۔ کہ لَقَدْ نَوَّحْتِ عَلٰی نَفْسِیْ بِشَکِّ مِیْنِ اِنِّیْ لَفِیْ خَوْفٍ زِدْہُ ہُوَ کَمَا تَحَا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپؐ کو بعد فرشتہ دیکھنے کے آئندہ جو اللہ تعالیٰ آپؐ کو دے گا اس میں کوئی شک تھا۔ لیکن شاید اس نے ڈر سے کہ آپؐ کی قوت فرشتہ کے مقابلہ اور وحی کے بوجھ کے اٹھانے کی متحمل نہ

ہو۔ پھر آپ کا دل نکل جائے یا آپ کی جان نکل جائے۔ یہ اس بناء پر ہے۔ کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے یہ بات فرشتے کی ملاقات کے بعد فرمائی تھی، یا یہ کہ اس کی ملاقات اور نبوت سے خدا کی خبر دینے سے پہلے جبکہ آپؐ پر عجائبات پیش ہوئے ہوں۔ پھر اور درخت نے آپؐ کو سلام کہا ہو۔ آپؐ کو خوابیں اور بشارتیں آتی شروع ہوئی ہوں۔ فرمایا ہو جیسا کہ اس حدیث سے بعض طریقوں میں روایت کیا گیا ہے۔ کہ یہ باتیں پہلے خواب میں ہوتی تھیں، پھر بیداری میں۔ اسی طرح دوبارہ دکھائی گئیں۔ تاکہ آپؐ کو ایک دم علانیہ اور بالمشافہ دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ اور پھر آپؐ اس کو پہلی بشری حالت کی بناوٹ کی وجہ سے اٹھانہ سکیں۔

صحیح حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نظر آنے لگا وہ سچی خواب تھی۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ پھر آپؐ کو خلوت پسند آئی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس حق آگیا۔ بحال آپؐ غار حرا میں تھے، الحمد للہ۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ سال تک رہے، 'آواز سنتے تھے۔ اور سات سال تک روشنی دیکھتے تھے۔ اور کوئی شے نہ دیکھتے تھے۔ آٹھ سال تک آپؐ کی طرف وحی کی گئی۔

ابن اسحاق نے بعض سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اپنے پڑوس کا غار حرا میں ذکر کیا۔ فرمایا کہ پھر میرے پاس (فرشتہ) آیا بحالیکہ میں سویا ہوا تھا۔ پھر کہا کہ پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرح ذکر کیا۔ کہ اس نے آپؐ کو ڈھانپ لیا۔ اور آپؐ کو پڑھایا کہ۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (السورة العلق پ ۳۰)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو

سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

فرمایا کہ پھر میرے پاس سے چلا گیا۔ اور میں نیند سے جاگ اٹھا۔ گویا کہ وہ سورت میرے دل میں تصویر بن گئی۔ میرے نزدیک شاعریا دیوانہ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن نہ تھا۔ میں نے (دل میں) کہا کہ میری بابت قریش ہرگز ایسا نہ کہیں۔ میں ضرور اونچے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ اور اپنے آپ کو وہاں سے گرا دوں گا۔ اور قتل کر دوں گا۔ پھر میں اس ارادہ میں تھا کہ میں نے کسی پکارنے والے کو سنا کہ وہ آسمان کی طرف سے پکارتا ہے۔ اے محمد! تو رسول اللہ ہے اور میں جبرئیل ہوں مرد کی شکل پر۔ اور حدیث کا ذکر کیا۔ اب اس میں آپ نے یہ بیان کیا۔ کہ آپ نے جو کچھ فرمایا یا جو کچھ قصد کیا۔ تو وہ جبرئیل علیہ السلام کے دیکھنے اور آپ کو خدا کی طرف سے نبوت کی اطلاع دینے اور رسالت سے برگزیدہ کرنے سے پہلے تھا۔

اسی طرح عمر بن شریک کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں اکیلا ہوتا ہوں۔ تو آواز کو سنتا ہوں۔ اور بلاشبہ خدا کی قسم میں ڈر گیا ہوں۔ کہ یہ کسی (اہم) معاملہ کے لئے نہ ہو۔

حماد بن سلمہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ سے کہا کہ بیشک میں آواز سنتا ہوں اور روشنی دیکھتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے۔

اور اس بنا پر تاویل کی جائے گی۔ اگر آپ کا قول ان بعض احادیث میں صحیح ہو یہ کہ بڑا بعید شاعریا مجنون ہوتا ہے۔ اور اس میں ایسے الفاظ ہیں جن سے شک کے معانی اس امر کی تصحیح میں جس کو آپ نے دیکھا ہے سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ ساری باتیں آپ کے امر کی ابتداء میں اور فرشتے کے ملنے اور خدا کے بتلانے سے کہ وہ رسول اللہ ہیں پہلے تھیں۔ اور ان الفاظ کے بعض طریقے صحیح نہیں ہیں۔ لیکن خدا کی اطلاع اور فرشتے کے ملنے کے بعد آپ کو اس میں کوئی شک نہ ہوا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے دل میں خدا نے ڈال دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

اور بیشک ابن اسحاق نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

Marfat.com

علیہ وسلم کو پہلے نزول وحی کے مکہ میں آنکھ کا منتر کیا جاتا تھا۔ اور جب آپ پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اور آپ کو وہی تکلف ہوئی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے آپ سے کہا کہ میں ایسے شخص کو آپ کی طرف بھیجوں جو آپ پر منتر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اب کوئی ضرورت نہیں۔ اور حدیث خدیجہؓ اور ان کا اپنا سر کھول کر جبرائیلؑ کا امتحان لینا۔ الحدیث۔

تو صرف خدیجہؓ کے حق میں ہے۔ تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت کی تحقیق کریں۔ اور یہ کہ جو شخص آپ کے ساتھ آتا ہے۔ وہ جبرائیلؑ ہے۔ اور ان کا شکوک جاتا رہے نہ یہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا تھا۔ یا کہ آپ نے اس کے حل کا امتحان کیا تھا۔

بلکہ عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ کی حدیث میں جو کہ ہشام سے اور وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ ورقہ نے خدیجہؓ کو حکم دیا تھا کہ تم اس معاملہ کا اس طرح امتحان کرو۔

اور اسماعیل بن ابی حکیم کی حدیث میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ اے میرے چچا کے بیٹے کیا تم یہ کر سکتے ہو۔ کہ جب تمہارا دوست (جبرائیلؑ) آئے تو مجھے خبر کر دو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اور جب جبرائیلؑ علیہ السلام آئے تو آپ نے ان کو خبر دی۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ میرے پہلو میں بیٹھ جائیں۔ اور حدیث کا ذکر کیا۔ آخر تک۔

اور اس میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ یہ شیطان نہیں ہے یہ فرشتہ ہے۔ اے میرے چچا زاد! تم ثابت قدم رہو اور خوش ہو۔ وہ آپ پر ایمان لائی۔ اب یہ اس پر دلیل ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے لئے طلب ثبوت کیا تھا اور اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہتی تھیں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

اور انقطاع وحی میں معمر کا یہ قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے اس قدر غم کھایا۔ کہ کئی دفعہ ارادہ کیا کہ اونچے پہاڑوں سے گر پڑیں۔ اس اصل میں قدرح نہیں کرتا۔ کیونکہ معمر کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے



جہاں تک ہم کو پہنچا ہے اس نے نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو اسلو کیا ہے۔ نہ اس کے راوی بیان کئے ہیں۔ نہ اس کا ذکر کیا ہے۔ جس نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا ہے۔ اور نہ اس جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے سوا پہچانا نہیں جاتا۔ بلو جو دیکھ یہ احتمال ہے کہ شروع امر میں ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے یا آپ نے اس لئے یہ کیا کہ آپ کو ان لوگوں نے تنگ کیا تھا۔ جن کو آپ نے احکام الہی پہنچائے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَمَّا تَرَكَ بَاطِنًا تَنَفَّكَ عَلَىٰ أَثَرِهِمْ إِنَّكَ لَبُؤْمِرُونَ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَفَا (پ ۵۸ ع ۱۳) ترجمت۔ تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

اس تلویل کے معنی کو وہ حدیث صحیح کرتی ہے۔ جس کو شریک نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اس نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب مشرکین دارالندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی۔ کہ وہ یہ کہیں بیشک وہ جاؤ گے۔ تو آپ پر یہ بات سخت معلوم ہوئی۔ آپ نے کبیل اوڑھ لیا۔ اور اس میں چھپ گئے۔ پھر آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يٰۤاَيُّهَا الْمُتَوَكِّلُ

یا اس بات سے ڈرے کہ انتطالع وحی میری کسی بات کے لئے یا میرے کسی سبب سے ہے۔ اور ڈرے کہ کہیں میرے رب کی طرف سے عذاب نہ آئے۔ پھر اپنے نفس کے لئے یہ کہا۔ اور اس کے بعد یہ حکم نہیں آیا۔ کہ اس سے آپ کو منع کیا گیا ہو۔ اور آپ پر اس سے اعتراض ہو سکے۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کا بھاگنا تھا۔ کہ وہ اپنی قوم کے جھٹلانے کے خوف سے بھاگے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان کو عذاب کا وعدہ دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول یونس علیہ السلام کے بارہ میں کہ فَظَنَّا اَنَّهُ لَن تَغْيِيْدَ مَلِيْمًا اس نے گمان کیا کہ ہم پر نہ ہوں گے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ہم اس پر تنگی نہ ڈالیں گے۔

مکی نے کہا کہ اس نے خدا کی رحمت میں طمع کی۔ اور یہ کہ اس نے نکلنے میں

راستہ میں اس پر تنگی نہ کی جائے، بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مولا کے ساتھ حسن ظن کیا۔ کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم پر وہ بات مقدر کریں گے جو اس کو پہنچے گی۔ اور بے شک تقدیر علیہ تشدید سے پڑھا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اس کے غصہ اور چلے جانے کی وجہ سے اس پر مواخذہ کریں گے۔

ابن زیر کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کیا اس نے گمان کیا تھا کہ ہم اس پر ہر گز قادر نہ ہوں گے بطور استفہام کے۔ اور کسی نبی کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے رب کی کسی صفت سے جہل رہے۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جب وہ غصہ ہو کر چلا، صحیح یہ ہے کہ اپنی قوم پر اس کے کفر کی وجہ سے غصہ ہو کر چلا۔ اور یہی قول ابن عباس ضحاک وغیرہا کا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے غصہ ہو کر چلے گئے تھے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پر غصہ ہونا اس کی دشمنی کرنا ہے۔ اور خدا کی دشمنی کفر ہے۔ مومنین کے لائق نہیں۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام۔

بعض کہتے ہیں کہ اپنی قوم سے ان کو شرم آتی تھی۔ کہ اس کو جھوٹ کی طرف منسوب کریں گے۔ یا قتل کر ڈالیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ان کو ایک بلا شلہ پر غصہ تھا۔ کہ اس نے ان کو حکم دیا تھا کہ اس امر کی طرف جس کا خدا نے ان کو دوسرے نبی کی زبان پر دیا ہے متوجہ ہوں۔ تو اس کو یونس علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہ میرے سوا دوسرا کوئی اس امر پر زیادہ قوی ہو گا۔ اس نے ان کو اس پر قسم دی تھی۔ تب وہ غصہ میں آکر نکلے تھے۔

ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ یونس علیہ السلام کی رسالت و نبوت تو صرف اس وقت ہوئی تھی۔ کہ جب ان کو مچھلی نے باہر پھینکا تھا۔ اس نے آیت سے اس قول کے ساتھ دلیل لی ہے۔

فَبَدَّلْنَاَّهُ بِالْمَرَامِ وَهُوَ سَيِّئٌ مَّا عَلَيْنَا عَلِيمٌ شَعْرَةٌ مِّن يَّسْطِينَ وَارْسَلْنَاهُ فِي مَاءٍ مُّلُوحٍ  
اَوْ يَزِيدُونَ (پ ۲۳ ع ۹)

ترجمہ: پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا

پڑا گیا۔ اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔  
پس یہ قصہ اس وقت اس کی نبوت سے پہلے ہو گا۔  
اور اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا معنی ہے  
کہ۔

إِنَّهُ لَيَقَانُ عَلَى قَلْبِي فَاسْتَغْفِرَ اللَّهُ كُلَّ يَوْمٍ يَأْتِيهِ

ترجمہ : بیشک میرے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے ہر دن سو مرتبہ  
استغفار کرتا ہوں۔

اور ایک طریق میں ہے۔

فِي الْيَوْمِ أَكْثَرُ مِنْ سِتِّينَ مَرَّةً دُنْ فِي سِتِّ مَرْتَبَةٍ

پس اس بات سے ڈر کہ تیرے دل میں یہ خطرہ آئے کہ یہ پردہ وسوسہ یا شک  
تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آتا تھا۔ بلکہ اصل غین (پردہ) اس  
میں یہ ہے۔ جو دل کو ڈھانکے۔ اور اس کو چھپائے۔ اس کو ابو عبیدہ نے کہا ہے۔ اور  
اس کی اصل غین السماء ہے۔ یعنی ابر کا آسمان پر چھا جانا۔

اور دوسرے نے کہا ہے کہ غین ایک شے ہے جو کہ دل کو ڈھانکتی ہے۔ اور  
پورے طور پر چھپاتی نہیں۔ جیسے کہ پتلا بلبل جو کہ ہوا میں ہوتا ہے اور آفتاب کی  
روشنی کو نہیں روکتا۔ ایسا ہی حدیث سے یہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ آپ کے دل مبارک  
پر سو دفعہ یا دن میں ستر دفعہ سے زائد پردہ آتا تھا۔ کیونکہ اس کو وہ لفظ جس کا ہم نے  
ذکر کیا ہے تقاضا نہیں کرتا۔ اور اس میں بہت سی روایات ہیں۔ اور یہ تو استغفار کا عدد  
ہے نہ پردہ کے لئے۔ پس اس پردہ سے مقصود یہ ہے کہ یہ پردہ آپ کے دل کی  
غفلتوں اور نفس کی ستیروں اور ہمیشہ ذکر و مشاہدہ حق کے سو سے تھا۔ بوجہ اس کے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انسانی تکلیف امت کی حکومت۔ اہل و عیال  
کی خبر گیری۔ دوست و دشمن کا مقابلہ۔ مصلحت نفس۔ رسالت کی گھڑی کا کلفت بننا۔  
امانت کی برداشت کے متعلق تھا۔ آپ ان سب امور میں اپنے رب کی اطاعت اپنے  
خالق کی عبادت میں مصروف تھے۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

مخلوق میں سے بلند مرتبے اعلیٰ درجہ پر اور کامل تر معرفت میں تھے اور آپ کا دل خلوص دل و قصد اور اپنے رب کے ساتھ تنہا ہونے کے وقت بالکل اس پر متوجہ تھا وہاں پر آپ کا مقام دونوں حالتوں میں سے بلند تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مقام اعلیٰ کی سستی کی حالت اور اس کے سوا اور امور میں مشغول ہونے میں اپنے اعلیٰ حل کی چشم پوشی اور بلند مقام کے تنزل کو دیکھا تب اللہ تعالیٰ سے اس بات سے استغفار کیا۔

یہ حدیث کی عمدہ اور مشہور تر وجوہ میں سے ہے۔ اور جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس طرف بہت سے لوگوں کا میلان ہے۔ اور اس کے گرد چکر لگایا ہے۔ لیکن قریب ہوئے اور (وہاں تک) پہنچے۔ ہم اس کے باریک معنی کے قریب ہوئے ہیں۔ اور مستفید کے لئے اس کے چہرہ کو کھول دیا ہے۔ وہ اس پر مبنی ہے۔ کہ سستیاں و غفلتیں سو بلاغ کے غیر طریق میں جائز ہیں۔

اہل دل اور مشائخ صوفیہ کا ایک گروہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب باتوں سے منزہ ہیں۔ اور یہ بڑی بات ہے کہ یہ آپ پر حالت سو یا سستی میں جائز ہو۔ وہ گروہ اس طرف گیا ہے کہ حدیث کا یہ معنی ہے کہ جو آپ کی بیعت کو امت کے معاملے میں پریشان کرتی تھی۔ اور آپ کو فکر میں ڈالتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اس کا اہتمام ہے۔ اور اس پر بہت مہربانی ہے۔ تب آپ ان کے لئے استغفار کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کبھی پردہ یمن پر آپ کے دل پر تسکین ہے جو آپ کو ڈھانکتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَنَزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ (پ ۱۰ ع ۱۲) تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا (اپنی تسلی اس پر نازل کی) اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار عبودیت و احتیاج کا اظہار ہو گا۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ آپ کا استغفار اور یہ فعل امت کی تعلیم ہے۔ کہ ان کو استغفار پر ہوانگیختہ کرتا ہے۔

اور دوسرے نے کہا ہے کہ وہ خوف اور گناہ سے بچنے کو معلوم کرتے ہیں۔ اور بے خونی دامن کی طرف نہیں جھکتے۔

کبھی یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ یہ پردہ خوف و عظمت الہی کی حالت ہے۔ جو آپ کے دل کو ڈھانکتی ہے۔ تب آپ اللہ تعالیٰ کے شکر یہ اور عبودیت کی ملازمت کے لئے شکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے عبودیت کی پابندی میں فرمایا ہے۔ کہا میں بندہ شکر گزار نہیں ہوں۔ اور انہیں آخری وجہ پر وہ حدیث محمول ہو گی۔ جو اس حدیث کے بعض طریق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ میرے دل پر دن میں ستر مرتبہ سے پردہ کر پردہ پڑتا ہے اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ اگر تم کہو کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کیا معنی ہیں۔ "وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهَدْيِ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ"۔ (پ ۷ ع ۱۰) اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔

اور خدا کا یہ قول نوح علیہ السلام کے لئے کہ "فَلَا تَكُنَّ مِمَّنْ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ" (پ ۳ ع ۴) تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔

سو جان لے کہ اس شخص کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آیت کے بارہ میں کہتا ہے۔ کہ تم ان لوگوں میں سے مت بنو کہ جو اس سے جاہل ہیں۔ کہ اگر خدا چاہتا تو ضرور ان کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

اور نوح علیہ السلام کی آیت میں کہ تم ان لوگوں میں سے مت بنو۔ کہ جو اس سے جاہل ہیں۔ کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ اِنْ وَعَدَ الْعَقْبُ بِشَيْءٍ تَمَّ اَوْ وَعَدَ حَقٌّ هُوَ اور یہ التفات اس لئے نہ ہو گا۔ کہ اس میں خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت کی جہالت کا اثبات ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام پر جائز نہیں۔ اور مقصود ان کو وعظ کرنا ہے۔ کہ اپنے امور میں جاہلوں کی روش کی مشابہت نہ کریں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کہ اِنْ اَعْطَاكَ بِشَيْءٍ تَمَّ اَوْ تَمَّ كَوْنُكَ مِنْ اُولٰٓئِكَ اِنْ اَعْطَاكَ بِشَيْءٍ تَمَّ اَوْ تَمَّ كَوْنُكَ مِنْ اُولٰٓئِكَ اور ان آیتوں میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کہ وہ اس صفت پر تھے۔ جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ اور کیسے ہو گا۔ حالانکہ آیت نوح اس سے پہلے ہے۔ یعنی "فَلَا تَكُنَّ مِمَّنْ لَكَ بِهِ عِلْمٌ" تو مجھ سے وہ بات نہ پوچھ کہ جس کا تم کو علم نہیں ہے۔ پس اس کے مابعد کا اس کے مابعد پر حمل

کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا مثل اذن کا محتج ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اس میں سوال کا مباح ہونا شروع میں جائز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے منع کیا۔ کہ اس سے اس کے علم کو لپیٹا اور اپنے غیب سے اس کو چھپایا۔ کہ وہ ایسا سبب تھا کہ اس کے بیٹے کی ہلاکت کا موجب تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت اس پر یہ جتلا کر پوری کی۔ اور فرمایا کہ **إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ مِنْكُمْ غَيْرُ صَالِحٍ بِشَكِّ** وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیشک اس کا عمل اچھا نہیں، اس کو (علامہ) مکی نے بیان کیا ہے۔

ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری آیت میں التزام صبر کا اس کی قوم کے اعراض پر حکم دیا۔ **وَلَا يُخْرِجُ مِنْكَ قَبِيلًا حَالِ الْجَاهِلِ بِشَكِّ النَّحْسِ** اور اس وقت تنگی میں نہ پڑیں۔ کہ جتل کے حل کے قریب بوجہ سخت حسرت کے ہو جائیں۔ اس کو ابو بکر بن نورک نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود خطاب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی تم لوگ جاہلوں میں سے نہ بنو۔ اس کو ابو محمد مکی نے بیان کیا ہے۔ اور کہا کہ قرآن میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔ اور اسی فضیلت کی وجہ سے نبوت کے بعد قطعاً اس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا قائل ہونا ضروری ہے اگر تم کہو کہ جب تم نے انبیاء علیہم السلام کی عصمت اس سے ثابت کی۔ اور یہ کہ ان پر ان باتوں سے کوئی بھی جائز نہیں۔ تو پھر اس وقت اللہ تعالیٰ کی وعید کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معنی ہوں گے۔ اگر وہ اس کو کریں۔ اور اس ڈرانے کے کیا معنی ہوں گے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

**لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ مَمْلُوكُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ** (پ ۲۳ ع ۴)

ترجمہ: کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

**وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الْغَالِبِينَ**

(پ ۱۱ ع ۴)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ : اور اللہ کے سوا اس کی زندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا۔ پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالم ہے ہو گا۔  
اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ۔

إِنَّا لَأَذِقُكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا (پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ : اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دوئی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے قاتل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول۔

لَا غِنَىٰ لَّهُ بِالْيَمِينِ (پ ۲۹ ع ۶)

ترجمہ : ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے۔

اور خدائے پاک کا یہ قول۔

وَأَن تَطِيعَ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (پ ۸ ع ۱)

ترجمہ : اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کئے پر چلے تو تجھے

اللہ کی راہ سے بھکا دیں۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول۔

فَإِن يَشَاءِ اللَّهُ يُخَيِّمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ (پ ۲۵ ع ۴)

ترجمہ : اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت و حفاظت کی ہر فرمادے۔

اور اس کا یہ قول۔

وَأَن تَكُفِّرْ كَذِبًا لَّا يَضُرُّكَ (پ ۶ ع ۱۳)

ترجمہ : اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا۔

اور خدا کا یہ قول۔

إِنَّمَا لِلَّهِ تَطِيعُ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ۔

ترجمہ : خدا سے ڈر اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کر

(اس قسم کی آیات میں) تم سمجھو کہ خدا ہم کو اور تم کو توفیق دے گا۔ کہ انصرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امر جائز نہیں۔ کہ تبلیغ رسالت نہ کریں۔ اور نہ یہ کہ اپنے

marfat.com

Marfat.com

رب کی مخالفت کریں۔ یا گمراہ ہو جائیں۔ یا آپ کے دل پر مر لگ جائے یا کافروں کی اطاعت کریں۔ لیکن آپ کے معاملہ کو مکاشفہ اور بیان کے ساتھ بلاغ میں مخالفین کے ساتھ آسان کر دیا۔ اور یہ کہ اگر آپ کی تبلیغ اس طریق پر نہ ہو گی۔ تو گویا کہ آپ نے پہنچایا نہیں۔ اور آپ کی طبیعت کو خوش کیا۔ آپ کے دل کو قوی کیا اپنے اس قول سے کہ **وَاللّٰهُ يَمُصُّكُمْ مِنَ النَّاسِ** اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔

جیسا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا کہ **لَا تَتَّبِعَا تَمَ دُونُو ذَرُو مَتَ۔** تاکہ تبلیغ اور خدا کے دین کے اظہار میں ان کی عقلیں قوی ہوں۔ اور ان سے دشمن کا خوف جو نفس کو ضعیف کر دینے والا ہے جاتا رہے۔  
لیکن خدا کا یہ قول کہ۔

**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِیْسِ ۖ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۖ ثُمَّ لَقَطَطْنَا مِنْهُ الْخَوِیْثَ ۖ (پ ۲۹)**

(۶۷)

ترجمہ : اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کٹ دیتے۔

اور خدا کا یہ قول کہ اس وقت البتہ ہم تم کو دنیا کا عذاب دگنا چکھاتے سواں کا یہ معنی ہے کہ یہ بدلہ اس شخص کا ہے کہ جو ایسا کرے۔ اور تمہارا بدلہ ہے اگر تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جو یہ کرے۔ حالانکہ وہ ایسا نہ کرے گا۔

اور ایسا ہی خدا کا یہ قول کہ اگر تو اکثر زمین والوں کی بات مان لے گا۔ تو وہ تم کو سیدھے راستہ سے بہکا دیں گے۔ اور اس کے مشابہ اور آیات سو مراد اس سے آپ کے سوا اور لوگ ہیں۔ اور یہ کہ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو کہ شرک کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات جائز نہیں۔

اور خدا کا یہ قول کہ خدا سے ڈر اور کافروں کی اطاعت نہ کر۔ سو اس میں یہ نہیں۔ کہ آپ نے ان کی اطاعت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جس سے چاہے آپ کو منع کرے۔ اور جس کا چاہے حکم دے جیسا کہ فرمایا۔



وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَالْمَوْحِيّ يُرِيدُونَ وُجُوهَ مَا مَلَكَ مِنْ جَنَابِهِمْ وَمِنْ  
 غَيْبٍ وَمَا مِنْ جَنَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (پ ۷ ع ۴)

ترجمہ: اور نہ کہ انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا  
 چاہے۔ تم پر ان کے حسب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حسب سے کچھ نہیں۔  
 پھر انہیں تم دور نہ کر تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

ملا کہ ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جہڑ کا تھا نہ آپ ظالموں  
 میں سے تھے۔

## فصل ۲

لیکن انبیاء علیہم السلام کی عصمت اس طریق نبوت سے پہلے سو اس میں لوگوں کا  
 اختلاف ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ وہ نبوت سے پہلے خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کی  
 جمالت اور اس میں شک کرنے سے پاک ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام سے اخبار و آثار  
 قوی ثابت ہوئے ہیں۔ کہ جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان نقصانوں سے پاک رہے  
 ہیں۔ وہ توحید و ایمان پر پرورش پائے ہیں بلکہ انوار معارف و الطاف سعادت کی  
 خوشبوؤں پر پلے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے قسم اول کے باب دوسرے میں  
 اس پر تنبیہ کی ہے۔ اور کسی اہل اخبار نے یہ نقل نہیں کیا۔ کہ کوئی شخص جو نبی ہوا  
 ہو اور پسند کیا گیا ہو۔ وہ پہلے اس سے کفر و شرک سے مشہور ہوا ہو۔ اور اس باب  
 میں دلیل نقل کی ہے۔ اور بعض اہل علم نے (عقلی) یہ دلیل پیش کی ہے کہ جس کا یہ  
 طریق ہو۔ اس سے دل نفرت کیا کرتے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ قریش نے ہمارے  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے افتراء کئے اور کفار امت نے اپنے انبیاء کو ہر ممکن  
 طریق سے عار دلائی۔ اور ان پر وہ وہ باتیں گھڑیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے صاف طور  
 فرمایا۔ رلوہوں نے ہم تک اس کو نقل کیا ہے۔ لیکن ہم ان تمام عیوب میں کہیں نہیں  
 پاتے کہ کسی نے ان میں سے کسی پیغمبر کو یہ عار دلائی ہو کہ تم نے اپنے معبودوں کو  
 چھوڑ دیا ہے۔ اور نہ ان کی برائی اس طرح کی ہے۔ کہ تم نے وہ بات چھوڑ دی جس پر

لوگوں کے ساتھ متفق تھے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اس پر وہ جلدی کرتے۔ اور اس کے معبود کے بارہ میں اس کی کمون مزاجی سے محبت پکڑتے۔ اور بلاشبہ اپنے پیغمبر کو بوجہ معبودوں کے ترک کے ان کی جھڑک زیادہ بری اور زیادہ دلیل میں قاطع ہوتی۔ یہ نسبت اس کے کہ ان کو ان کے معبودوں اور ان بتوں کی جو ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ چھوڑنے پر جھڑکتے۔ منع کرتے۔ اب ان کا اس سے اعراض کرنے پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے۔ کہ انہوں نے اس امر کی طرف راستہ نہیں پایا۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو ضرور نقل کیا جاتا۔ اور وہ اس سے چپ نہ رہتے۔ جیسا کہ قبلہ کے بدلنے میں وہ چپ نہیں رہے تھے۔ اور کہہ دیا تھا کہ اس کو کس بات نے اپنے پہلے قبلہ سے جس پر وہ تھے پھیر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت کی ہے۔

قاضی قشیریؒ نے انبیاء علیہم السلام کی پاکیزگی پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل بیان کی ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَنُوحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ وَخَفَقْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (پ ۲۱ ع ۱۷)

ترجمہ : اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔ اور خدا کے اس قول سے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ أَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأَخَذْنَا مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (پ ۲۳ ع ۱۷)

ترجمہ : اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کلمہ حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

قاضی کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ميثاق میں پاک کیا۔ اور بعید ہے کہ آپ سے آپ کی پیدائش کے پہلے عہد لیا ہو۔ پھر نبیوں سے آپ پر ایمان لانے لہ

آپ کو مدد دینے کا آپ کے پیدا ہونے سے مدتوں پہلے عہد لیا ہو۔ پھر آپ پر شرک جائز ہو یا اس کے سوا دوسرے گناہ۔ یہ وہ بات ہے کہ جس کو سوائے بے دین کے اور کوئی جائز نہ سمجھے مگر یہ مطلب اس کے کلام کا ہے۔ اور یہ کیسے ہو گا۔ حالانکہ آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ کے دل کو بچپن میں چاک کیا۔ اس سے پھٹل خون کی نکل اور کہا کہ یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اس کو دھویا۔ اور حکمت و ایمان سے بھر دیا۔ جیسا کہ ابتدائی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

اور تم کو ابراہیم علیہ السلام کی بات ستارے اور چاند و آفتاب کے بارہ میں شک میں ڈالے کہ انہوں نے کہا تھا۔ یہ میرا رب ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا کہنا بچپن اور ابتدائی نظرو استدلال میں تھا۔ اور تکلیف کے لزوم کے پہلے تھا۔ اور علماء و مفسرین کے بڑے وانا لوگ اس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ آپ نے اپنی قوم کے چپ کرانے کو اور ان پر دلیل قائم کرنے کو کہا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی استفہام ہے۔ جو کہ انکار کے قائم مقام ہے اور مقصود یہ ہے کہ کیا یہ میرا رب ہے؟

زجاج کہتے ہیں کہ یہ میرا رب تمہارے قول کے مطابق ہے۔ جیسا کہ کہا ہے میرے شریک کہاں ہیں۔ یعنی تمہارے نزدیک اور اس پر دلیل کہ آپ نے ان میں سے کسی کی عبادت نہیں کی۔ اور نہ کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی شرک کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ ماتعبدون تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

پھر فرمایا۔ اقْرَأْ بَنِيَّ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ لَكُمْ اَوْبَاءُكُمْ وَالَّذِينَ لَانْفُسِهِمْ مَتَّوْلِينَ وَالرَّبُّ الْعَلِيمُ (پ ۹ ع ۹) تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ لَا تَجْعَلْ دِينَكَ يَدَئِي يَدِي (پ ۲۳ ع ۷) جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

اور اس کا یہ قول کہ وَالْحَنِينِ وَيَنِي لَا تَجْعَلْ اَصْنَامًا (پ ۳ ع ۱۸) اور مجھے اور

میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اگر تو کہے کہ ان کے اس قول کے کیا معنی کہ لَئِنْ لَّمْ يَكُونِ رِيسٌ لَّا حَكْمَتٌ مِّنَ الْقَوْمِ  
الْآخَرِينَ (پ ۷ ع ۱۵)۔ اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں  
ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ خدا میری تائید نہ کرتا تو میں تمہاری طرح گمراہی اور  
تمہاری عیادت میں ہوتا۔ یہ کلام اپنی قوم پر شفقت و خوف کی وجہ سے قلم در نہ وہ  
ازل میں گمراہی سے معصوم ہیں۔

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنی کہ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ  
لَنُغْنِيَنَّكُمْ مِّنْ لَّدُنَّا لَوْ كُنْتُمْ فَاهِقِينَ (پ ۳ ع ۱۵)

ترجمہ: اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکل  
دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ۔

پھر اس کے بعد رسولوں کی طرف سے کہا کہ قَدْ فَتَرْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِن مَّا نَكُنْ  
مِّنْكُمْ بَعْدَ إِذْ نَخْلَعْنَا قُلُوبَهُمْ (پ ۹ ع ۱) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر  
تمہارے دین میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچلایا ہے۔

تو اب تم پر لوٹنے کا لفظ اشکل نہ ڈالے۔ اور یہ کہ یہ لفظ اس کا مقتضی ہے کہ  
بیشک انبیاء علیہم السلام اس دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔ جس میں کہ وہ تھے۔ ان  
کے مذہب میں کیونکہ یہ لفظ کلام عرب میں اس معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہ  
جس کی ابتدا ہی نہ ہو۔ معنی ہو جانے کے جیسا کہ جنہوں کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ  
کوئلہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ پہلے اس سے ایسے نہ تھے۔ اسی طرح شاعر کا یہ قول ہے۔  
يَلْسَكَ الْمَكَارِمُ لَأَقْصَبَانَ مِنْ لَّيْنٍ شَيْبًا يَمَاءُ فَقَانًا بَعْدَ أَبْوَالٍ

یعنی یہ آپ کے مکارم اخلاق اس دودھ کے دو برتن نہیں ہیں۔ کہ جن میں پانی  
لایا گیا ہو۔ پھر اس کے بعد بول بن گئے ہوں۔ حالانکہ اس سے بول نہ قلم

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنی۔ وَوَجَّعَكَ مَالًا قَهَنًا (پ ۳۰ ع ۱۸)  
ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ نبوت سے گمراہ تھے۔ پس خدا نے اس کی طرف آپ کو ہدایت دی۔ اس کو طبری کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو گمراہوں کے درمیان پایا۔ پھر اس سے بچایا۔ اور ایمان اور ارشاد کی ہدایت کی۔

اسی طرح سدی اور بیت سے علماء سے موی ہے بعض کہتے ہیں اپنی شریعت سے گمراہ پایا۔ یعنی آپ اس کو پہچانتے نہ تھے۔ پس اس کی طرف آپ کو ہدایت کی۔

اور گمراہی میں پر حیرانی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اس چیز کی طلب میں تھے۔ جو آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرے۔ اور جس سے شرع کے پایہ ہو جائیں۔ میں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت کی۔ اس کا مطلب قشیری نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ حق کو پہچانتے نہ تھے۔ تب اس کی طرف ہدایت کی۔ اور یہ خدا کے اس قول کی طرح ہے کہ مَنَّكَ مَعَكُمْ تَكُنْ تَعْلَمَ آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ جانتے نہ تھے اس کو علی بن عیسیٰ نے کہا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو گمراہی گناہوں کی نہ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ہدایت کی یعنی آپ کے معاملہ کو براہین کے ساتھ بیان کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو مکہ اور مدینہ کا راستہ بھولے ہوئے پایا۔ پھر آپ کو مدینہ کی ہدایت کی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کو پایا۔ پھر آپ کے سبب گمراہ کو ہدایت دی۔ جعفر بن محمد سے موی ہے کہ آپ کو اپنی محبت سے جو تمہارے ساتھ ازل میں تھی گمراہ پایا۔ یعنی تم اس کو پہچانتے نہ تھے۔ پھر میں نے تم پر احسان کیا۔ کہ اپنی معرفت عنایت کی۔

حسن بن علی نے قَوْلَكَ كَلَّا قَوْلِي پڑھا ہے۔ یعنی گمراہ نے تم کو پایا۔ پھر ہدایت کی یعنی وہ تمہارے سبب ہدایت پا گیا۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ آپ کو گمراہ پایا۔ یعنی میری معرفت کا دوست اور گمراہ کے  
 سنے دوست کے آتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے  
 فرزندوں کی زبان سے) اِنَّكَ لَيُنْصِرُ صَدَاقَكَ الْقَبِيْمُ بِشَكِّكَ آپ اپنی قدیمی گمراہی میں ہو۔  
 یعنی اپنی قدیمی محبت میں ہو۔ اور یہاں دین میں گمراہی مراد نہیں۔ اس لئے کہ وہ یہ  
 بات نبی اللہ کے بارہ میں کہتے تو ضرور کافر ہو جاتے اور ابن عطاء کے نزدیک اسی طرح  
 اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (جو کہ زبان مصر کی زبان سے کہا ہے) اِنَّا لَنُزَيِّعُهَا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ  
 ہم بیشک زیلغا کو کھلی گمراہی میں پاتی ہیں۔ یعنی کھلی محبت میں۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو اس شے کے بیان میں جو آپ کی طرف  
 اتاری گئی۔ حیران پایا۔ پھر آپ کو اس کے بیان کی ہدایت کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا  
 ہے۔

اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ الْغَيْبِ لِيُبَيِّنَ لِيْطٰنٍ مَّا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (پ ۳ ع ۳)

ترجمہ : اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان  
 کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان نہ کریں۔

بعض کہتے ہیں 'اور پایا تجھ کو کہ نبوت کے ساتھ۔ تم کو کوئی پہچانتا نہ تھا یہاں  
 تک کہ تم کو ظاہر کر دیا۔ اور تجھ سے نیک بختوں کو ہدایت دی۔

اور میں کسی مفسر کو نہیں جانتا۔ کہ جس نے ایمان سے گمراہ کیا ہو۔ ایسا ہی موسیٰ  
 علیہ السلام کے قصے میں اس کا قول ہے کہ فَطَلْتَهَا اِنَّا وَتَاوَيْنَا مِنَ الْعٰثِمِيْنَ (پ ۱۹ ع ۶) میں  
 نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔ یعنی خطا کاروں میں سے جو کہ کوئی کام  
 بغیر قصد کے کر لیتے ہیں۔ اس کو ابن عرفہ نے کہا ہے۔ ازہری کہتے ہیں کہ اس کا معنی  
 ہے بھولنے والے۔ اور بیشک یہ بات اس کے اس قول میں کہی گئی ہے وَوَجَّعَكَ ضَلٰلًا  
 فَهٰذِيْ (پ ۳۰ ع ۱۸) اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ جیسا  
 کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَنْ تَخِيْلَ اِحْدٰىمَا اِنْ دُوْنُوْنَ مِنْ سِوَاكَ بَهْلًا (یعنی  
 گواہی میں عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے)

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ کہ مَا كُنْتَ تَتَّبِعُ مَا اِيْتٰكَ

marfat.com

Marfat.com

ولایت (پ ۲۵ ع ۶) اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ سمرقندی نے کہا ہے۔ اس کا معنی ہے کہ تم وحی سے پہلے نہیں جانتے تھے۔ کہ قرآن کو پڑھو گے۔ اور نہ جانتے تھے۔ کہ مخلوق کو کیسے ایمان کی طرف بلاؤ گے۔ اور قاضی ابوبکر اسی طرح کہتے ہیں کہا کہ نہ وہ ایمان جانتے تھے۔ کہ جو فرائض و احکام ہیں۔ کہا پس آپ پہلے سے توحید کے ساتھ مومن تھے۔ پھر وہ فرائض اترے کہ جن کو پہلے آپ نہ جانتے تھے۔ پس تکلیف کے ساتھ ایمان کو بڑھایا۔ اب یہ بات تلویحات سے ہے۔

اگر تم کہو کہ خدا کے اس قول کا کیا معنی ہے۔ وَیَنْکُتُ مِنْ قَبْلِهِ لَوْمَاتُ الْمُنَافِقِينَ (پ ۳ ع ۱) اگرچہ بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی، سو جان لے کہ یہ اس قول کے معنی کو نہیں۔ اور وہ لوگ کہ ہماری آیات سے غافل نہیں۔ بلکہ ابو عبد اللہ ہر وہی نے حکایت کی ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام کے قصد سے بیشک غافل تھے۔ کیونکہ تم نے ہماری وحی سے اس کو معلوم کیا ہے۔

اور ایسا ہی وہ حدیث کہ جس کو عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے ساتھ ان کے جلسوں میں جاتے تھے۔ تو وہ فرشتوں کو آپ نے سنا جو آپ کے پیچھے تھے۔ ان میں سے ایک فرشتہ دوسرے سے کہنے لگا۔ تم جاؤ۔ حتیٰ کہ اس کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس کے پیچھے کیسے کھڑا ہوں۔ حالانکہ اس کا زمانہ بتوں کے چھوٹنے کے قریب ہے (یعنی وہ بتوں کی طرف جا رہے ہیں) اور یہ بھی بچپن میں آپ کو چچا ابو طالب اصرار سے لے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد آپ کبھی ان کے جلسوں میں حاضر نہیں ہوئے۔

اور یہ حدیث بھی وہ ہے جس کا احمد بن حنبل نے سختی سے انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ موضوع ہے یا موضوع کے مشابہ ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے۔ کہ عثمان نے اپنی اسلا میں وہم کیا ہے اور حدیث فی الجملہ منکر ہے۔ اس کی اسلا پڑ اتفاق نہیں۔ سو اس کی طرف التفات نہ کی

ہائے۔ اور مشہور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف ہے۔ اہل علم کے نزدیک جو آپ نے فرمایا ہے کہ **بُيِّنَتْ لِيَ الْاَصَمِيَّةُ بِرِسْتِي مَجْهًا** بری معلوم ہوتی تھی۔

اور آپ نے دوسری حدیث میں جس کو ام ایمن نے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے چچا اور اس کی اولاد نے ان کے عید میں حاضر ہونے کے لئے کلام کیا۔ اور آپ کی کراہت کے بعد آپ کو قسم دلائی۔ تب آپ ان کے ساتھ نکلے اور ڈرتے ہوئے لوٹے۔ اور فرمایا کہ جب میں کسی بت کے قریب ہوتا تو میرے سامنے ایک شخص سفید رنگ۔ دراز قد ظاہر ہوتا۔ اور مجھ پر چلاتا کہ پیچھے ہو۔ اس کو مت چھوٹا۔ پھر اس کے بعد آپ ان کی کسی عید میں شامل نہ ہوئے۔

اور بحیرا کے قصہ میں آپ کا فرمانا جبکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لات و عزی کی قسم دلائی ایسے وقت میں کہ آپ شام کے سفر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ لڑکھن میں گئے تھے۔ اور آپ میں نبوت کی علامات پائی تھیں۔ اور اس سے آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ تب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان دونوں کی قسم دلا کر مت پوچھو۔ کیونکہ واللہ میرا ان دونوں سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ پھر آپ کو بحیرا نے کہا تھا۔ خدا کی قسم تم مجھ کو وہ بت بتلاؤ جو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھ جو پوچھتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور خدا کی توفیق سے یہ بات مشہور ہے۔ کہ آپ نبوت سے پہلے مشرکوں کے حج میں مزدلفہ میں ان کے کھڑے ہونے کے مخالف تھے۔ اور آپ عرفہ میں کھڑے ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کا مقام تھا۔

### فصل ۳

قاضی ابوالفضل خدا ان کو توفیق دے کہتے ہیں۔ بلاشبہ جو پہلے ہم نے بیان کیا اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام توحید و ایمان و وحی میں مضبوط تھے۔

marfat.com

Marfat.com



اس میں معصوم تھے۔ لیکن اس باب کے ماسوا ان کے دلوں کا یقین تو بالکل علم و یقین سے فی الجملہ بھرا ہوا ہے۔ اور یہ کہ وہ امور دین و دنیا کی معرفت و علم کو اس قدر حلوی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ اور جس نے اخبار کا مطالعہ کیا ہو۔ اور حدیث میں مشغول رہا ہو۔ اور جو ہم نے کہا ہے اس قول میں تاویل کیا ہو۔ جو ہم نے کہا ہے۔ تو اس کو محقق پائے گا۔ اور ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اس کتب کے چوتھے باب قسم اول میں وہ ان معارف میں مختلف ہیں۔ لیکن جو ان میں سے امر دنیا کے متعلق ہے تو انبیاء علیہم السلام کے حق میں مصلحت شرط نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء کو ان میں بعض امور کی اطلاع نہیں ہے۔ یا ان کا اعتقاد ان کے برخلاف ہے۔ اور اس میں ان پر کوئی عیب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے ارادے آخرت اور ان کی خبروں اور امر شریعت اور اس کے قوانین سے متعلق رہتے ہیں۔ اور دنیا کے امور اس کے مخالف ہیں بخلاف ان دنیا داروں کے جو کہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کو دوسرے باب میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔ لیکن یوں نہیں کہا جاتا کہ وہ دنیا کے کوئی امور نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ امر فطرت اور ثلوانی تک لے جاتا ہے۔ حالانکہ یہ حضرات اس سے پاک ہیں بلکہ وہ اہل دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ان کی حکومت و ہدایت اور ان کے دین دنیا کی اصلاحات کے لئے حاکم بنائے گئے ہیں۔ اور یہ امور دنیا سے بالکل لاعلم ہونے سے انجام ہو نہیں سکتے۔

انبیاء علیہم السلام کے حالات و علوات اس باب میں معلوم ہیں۔ اور آپ کی ان سب سے واقفیت مشہور ہے۔ لیکن اگر یہ ان کا اعتقاد دین کے متعلق ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا علم ہی کتنا صحیح ہے۔ اس پر آپ کا جمل فی الجملہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے خالی نہیں کہ آپ کو اس کا علم خدائے تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوا ہو۔ سو یہ وہ امر ہے۔ کہ آپ سے اس میں شک جائز نہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ پھر جمل کیسے بلکہ آپ کو علیہ السلام حاصل ہوا۔ یا آپ سے یہ فعل جس میں کہ آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ اجتہادی ہوا ہے۔ اس قول کی بناء پر کہ محققین کے

نزدیک آپ سے اجتناب جائز ہے۔

اور ام سلمہؓ کی حدیث کے موافق کہ آپ نے فرمایا ہے تم میں اپنی رائے سے ہی جس میں کہ مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ فیصلہ کرتا ہوں۔ اس کی تخریج معتبر راویوں نے کی ہے۔ اور جیسے کہ بدر کے قیدیوں کا قصہ اور پیچھے رہنے والوں کو حکم دینا بعض کی رائے پر پس یہ بھی جس کا آپ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ آپ کا اجتہادی ثمرہ ہے۔ حق اور صحیح ہی ہو گا۔ اور یہ وہ حق ہے کہ اس کے خلاف کی طرف جو اس میں مخالف ہے اور خطاء و اجتہادی کو جائز کہتا ہے۔ التفات نہ کی جائے گی نہ اس شخص کے قول کے موافق جو کہ مجتہدین کے صواب کی طرف گیا ہے۔ جو کہ ہمارے نزدیک حق و صواب ہے۔ اور نہ دوسرے قول پر کہ حق ایک طرف میں گیا ہو گا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعات میں اجتہادی خطا سے عصمت ثابت ہے۔ اور اس لئے کہ مجتہدین کے خطا کا قول تو شرع کے استقرار کے بعد بھی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر و اجتہاد تو ان معاملات میں ہے جس میں کہ آپ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اور پہلے اس سے جو آپ نے دل میں ٹھان لیا۔ شروع نہ ہوا تھا۔ لیکن جن واقعات شریعہ پر آپ کا دل مضبوط نہیں ہوا۔ سو بیشک شروع میں ان کو نہیں جانتے تھے۔ مگر اسی قدر کہ خدا نے آپ کو بتلایا تھا۔ حتیٰ کہ ان سب کا علم آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔ یا تو خدائے تعالیٰ کی وحی سے یا اذان سے کہ آپ اس میں شروع کریں۔ اور حکم دیں۔ اور جو آپ کو خدا دکھلائے۔ اور آپ وحی کا انتظار اکثر امور میں کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے اس وقت تک انتقال نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ ان سب کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو گیا۔ اور احکام شریعہ کے معاملات آپ کے نزدیک متفق ہو گئے۔ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا۔ جہل کی نفی ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیل شرع سے جس کی دعوت دینے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ پر جہل کا کتنا صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ابن امور کی طرف جن کو آپ جانتے نہ ہوں صحیح نہیں۔ لیکن وہ امور جو آپ کے اعتقاد سے متعلق ہیں۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے ملکوت اور

خدا کی مخلوق اس کے اسما حسنی اور آیات کبریٰ کا یقین اور آخرت میں علامات قیامت، نیک بختوں بد بختوں کے حالات جو ہو چکے اور جو ہوں گے ان سب کا علم جو آپ نے خدا کی وحی سے ہی جانا ہے۔ سو اس میں پہلے بیان کے موافق آپ معصوم ہیں۔ جو علم آپ کو دیا گیا اس میں آپ کو شک و شبہ نہیں۔ بلکہ آپ کو اس میں پورا یقین ہے۔ لیکن اس میں یہ شرط نہیں کہ ان سب کی تفصیل کا آپ کو علم ہو۔ اگرچہ آپ کو اس کا اتنا علم ہے کہ اور تمام لوگوں کو اتنا نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **إِنِّي لَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِي رَبِّي** میں نہیں جانتا۔ مگر اسی قدر جتنا کہ مجھے رب نے بتلایا ہے۔

اور آپ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا ہے کہ **وَلَا تَخْطَرُ عَلَى قَلْبٍ بَشَرٍ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرْوِ الْأَمْنِ** نہ کسی انسان کے دل پر گزرا ہے۔ پس کوئی نفس وہ باتیں نہیں جانتا کہ جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں تیرے پیچھے چلوں۔ اس شرط پر کہ تو مجھ کو وہ عمدہ علم سکھائے جو تجھ کو سکھایا گیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ اسلک باہائیک الحسنی ماملت منها وامل اعلم خدا وندا میں تجھ سے تیرے عمدہ ناموں سے سوال کرتا ہوں۔ جو ان میں سے جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔

اور آپ کا یہ قول ہے۔ **أَسْأَلُكَ بِحَقِّ اسْمِ هَوَاكَ مَسْمُوتٍ بِهِ نَفْسُكَ أَوَّاسًا تَرْتَبِّدُ فِيهِ نَفْسُ الْغَيْبِ وَتَدْعُكَ** میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر ایک اسم سے جو تیرا ہے۔ تو نے اپنا نام رکھا ہے یا اس کو ترجیح دی علم غیب میں جو تیرے پاس ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عِلْمٌ** (پ ۳ ع ۳) اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

زید بن اسلم وغیرہ کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ علم اللہ تعالیٰ تک خشی ہو جاتا ہے یہ وہ امر ہے کہ جس میں کوئی خفا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ ان کی کچھ انتہا ہے۔ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید و شرع و

معارف امور دینیہ کے اعتقاد کے بارہ میں ہے۔

## فصل ۴

جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان سے بچنے اور صحت پر است  
متفق ہے۔ خدا اس سے کافی ہے نہ تو اس کو آپ کے جسم پر طرح طرح کی تکلیف  
دینے سے اور نہ آپ کے دل پر دسوس پہنچانے سے غالب آتا ہے۔

بیشک ہم کو خبر دی قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے حدیث بیان کی ہم سے ابوالحسن  
دارقطنی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے اسماعیل صغار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے  
عباس ترقی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم  
سے سفیان نے منصور سے۔ وہ سالم بن ابی الجعد سے وہ مسروق سے وہ عبداللہ بن  
مسعود سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔

مَا يَنْفَعُكُمْ مِنْ أَعْدٍ إِلَّا وَجَّهَ بِهِ قُوَّتُهُ مِنَ الْيَمِينِ وَقُوَّتُهُ مِنَ الْأَمْنِ كَيْفَ قَالُوا تَوَيْتَكَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَيَّاهُ وَلِيَكُنَّ اللَّهُ تَعَالَى أَمَانًا مَعَكُمْ فَلَسَكُم

ترجمہ : تم میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا ہم دشمن جن نہ بنایا گیا ہو۔ اور ایک  
ہم دشمن فرشتہ نہ ہو۔ صحابہ نے کہا کہ آپ کے ساتھ بھی یا رسول اللہ! فرمایا کہ میرے  
ساتھ بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد کی ہے۔ وہ مسلمان ہو گیا۔

اس کے سوا دوسرے نے منصور سے روایت کی ہے۔ كَلَّا يَتَوَيْتُكَ إِلَّا بِمَنْ شَاءَ  
مجھ کو نیکی کے سوا اور کچھ حکم نہیں دیتا۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا معنی بیان کیا گیا ہے اور ان سے روایت کیا گیا  
ہے فاسلم یعنی میں اس سے بچتا ہوں۔

بعض علماء نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے۔ اور روایت کیا  
گیا ہے۔ کہ وہ اسلام لے آیا ہے۔ یعنی میرا ہم دشمن اپنے حل کفر سے اسلام کی  
طرف آیا ہے۔ پھر وہ سوائیکی کے کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرشتہ اور یہ ظاہر

حدیث کا مطلب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بعض نے روایت کی ہے فاسلم یعنی وہ فرما ہوا ہو گیا ہے۔  
 کاخی ابو الفضل خدا اس کو توفیق فرمادے۔ کتا ہے اب جبکہ آپ کے شیطان کا  
 جو آپ کا ہم نشین ہے اور نبی آدم پر غالب ہے یہ حکم ہے۔ تو اس کا کیا حل ہو گا۔ جو  
 آپ سے دور ہو گا اور جس نے آپ کی صحبت کو لازم نہیں کر لیا۔ اور نہ آپ کے  
 نزدیک آنے پر قادر ہے۔

بیشک حدیثیں اس بارہ میں آئیں ہیں۔ کہ شیطانوں نے کئی موقعوں پر آپ کے  
 نور کے بجھانے اور آپ کے ہلاک کرنے اور فتنل میں ڈالنے کی خواہش سے آپ کا  
 بیچا کیا تھا لیکن آپ کے اغوا سے ناامید ہو گئے۔ اور ناکام ہو کر لوٹے۔ جیسا کہ نماز  
 کی حالت میں آپ کا تعرض کیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ لیا تھا۔  
 اور قید کر دیا تھا۔

صحاح میں ہے کہ کما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم  
 نے بیشک شیطان میرے سامنے پیش ہوا۔ عبد الرزاق نے کہا کہ ملی کی شکل میں پھر اس  
 نے مجھ پر حملہ کیا۔ کہ میری نماز کو قطع کرے۔ تب خدا نے مجھے اس پر قدرت دی۔  
 مگر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ تم صبح کے وقت اس کو دیکھ لو۔ پھر میں نے  
 اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی بات یاد کی (جو انہوں نے دعا مانگی تھی کہ

لَا يَفْضَحُنِي وَمَنْ يَفْضَحُنِي مَلَكًا لَا يَنْبِيئُنِي بِأَعْيُنِكَ لَعْنَتُكَ الْوَقَّابُ (پ ۲۳ ع ۴)  
 ترجمہ: اے میرے رب مجھے بے شک نہ دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے  
 بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی بڑی دین والا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام واپس کیا۔

اور ابو درودا کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بیشک  
 خدا کا دشمن ابلیس میرے پاس آگ کا شعلہ لایا۔ تاکہ اس کو میرے منہ میں رکھے اور  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ آپ نے اعوذ باللہ پڑھنے اور اس پر لعنت کرنے کا  
 ذکر کیا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لوں۔ اور اسی طرح ذکر کیا (جو پہلے بیان کیا)  
 اور فرمایا۔ کہ بیشک وہ صبح کے وقت تک بندھا ہوا ہوتا۔ جس سے مدینہ کے بچے

کھیلے۔

اور ایسا ہی حدیث معراج میں ہے۔ جس میں ایک جن کا آپ کے لئے آگ کا شعلہ تلاش کرنا آیا ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو وہ کلام سکھلایا۔ جس سے آپ نے اس سے پناہ مانگی۔ اس کو موطا میں ذکر کیا ہے۔

اور جب شیطان خود آپ کو تکلیف دینے پر قیور نہ ہوا۔ تو پھر آپ کے دشمنوں کو سبب اور واسطہ بنایا۔ جیسا کہ اس کا معاملہ قریش کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مشورہ میں ہوا۔ اور وہ شیخ نجدی کی صورت میں آیا تھا اور دوسری دفعہ جنگ بدر میں سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا تھا۔

اور یہ خدا کا قول ہے کہ۔

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ

أَمَّا لَهُمْ وَقَالَ لَغَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ الْكَافِرِينَ وَابْنُ جَارِثٍ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاهُ تِلْكَ الْيَمِينِ نَحَسَّ  
مَعَهُ مَقْبِيهِمْ وَقَالَ ابْنُ بَرٍّ لَكُمْ مَنُكُمْ إِلَى اللَّهِ مَا تَرَوْنَ إِنْ أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ  
(پ ۱۰ ع ۲)

ترجمہ : اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دکھائے اور بولا  
آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں لشکر  
آمنے سامنے ہوئے اپنے پاؤں بھاگا اور بولا میں تم سے الگ ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو  
تمہیں نظر نہیں آتا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اور ایک دفعہ بیعت عقبہ کے وقت قریش کو آپ کی حالت سے ڈراتا تھا اور ان  
سب واقعات میں اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملہ سے آپ کو کفایت کی۔ اور اس کے  
ضرر و شرارت سے آپ کو بچا لیا۔

پیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَنْ يَمْسِيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حُضْنٌ مِنْ كَتْمِهِ فَعَاءَ لِيَطْمَنَ بَيْنَهُ فِي عَائِصَرِهِمْ حَتَّى يُلَاقِيَهُمْ فِي

ترجمہ : کہ جیسی علیہ السلام اس کے چھونے سے بچائے گئے۔ وہ آیا تھا کہ اپنے

marfat.com

Marfat.com

ہاتھ سے ان کے پہلو میں چھوئے۔ جبکہ وہ پیدا ہوئے مگر اس نے پردہ میں چھوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ اور آپ کے منہ میں جب دوائی ڈالی گئی۔ اور آپ سے کہا گیا۔ ہم ڈر گئے تھے کہ آپ کو کہیں ذات الجنب نہ ہو۔ تب آپ نے فرمایا کہ **لَيْتَهَا مِنْ الشَّيْطَانِ وَلَمْ يَسْكُنِ اللَّهُ لِيَسْلُطْهُ، مَلَأَ يَه** تو شیطان کی طرف سے اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر غلبہ نہ دے گا پھر اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں۔

**وَلَقَدْ يَنْزَغُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَوِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پ ۹ ع ۱۳)**  
ترجمہ: اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کو نچا دے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سننا جانتا ہے۔

تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ خدا کے اس قول کی طرف راجع ہے۔ کہ **وَأَمْرٌ خُصٌ مِنَ الْعَمَلِينَ۔ (پ ۹ ع ۱۳)** اور جاہلوں سے منہ پھیر۔ پھر فرمایا کہ اگر تجھے نذغ پہنچے یعنی تجھ کو غضب ہلکا کرے۔ جو کہ تجھ کو ان سے اعراض کے ترک پر برا نہ گھسیختہ کرے۔ تو اللہ کے ساتھ پناہ مانگ۔ بعض کہتے ہیں کہ نذغ کے معنی یہاں فساد کے ہیں۔ جیسا کہ کہا بعد اس کے کہ شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈالے۔

بعض کہتے ہیں **يَنْزَغُكَ** تجھے برا نہ گھسیختہ کرے۔ اور حرکت دے اور برا نہ گھسیختہ کرنا کم درجہ کا دوسرے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جب دشمن پر غصہ اس کو حرکت دے یا شیطان آپ کے افوا کا ارادہ کرے۔ اور خطرات تو ادنیٰ و سلاوس ہے۔ کہ جس کا آپ کی طرف راستہ نہیں کہ آپ اس سے پناہ مانگیں۔ پھر اس کے معاملہ کی کفایت کی جائے گی۔ اور یہ آپ کی پوری عصمت کا سبب ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ آپ پر اس سے بڑھ کر کہ آپ کا تعرض کرے غلبہ نہیں پاسکتا۔ اس کو آپ پر قدرت نہیں دی جاتی۔

اس آیت میں بعض نے کچھ اور کہا ہے۔ اور ایسے ہی یہ بات صحیح نہیں۔ کہ شیطان آپ کے سامنے فرشتہ کی صورت میں ظاہر ہو اور آپ پر شبہ ڈالے۔ نہ تو

شروع رسالت میں نہ اس کے بعد اور اس پر اعتبار کرنا معجزہ کی دلیل ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں شک نہیں ہوتا۔ کہ جو کچھ اس کے پاس آتا ہے وہ خدا کا فرشتہ لاتا ہے۔ وہ اس کا حقیقتاً رسول ہے۔ یا تو ضروری علم کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پیدا کرتا ہے یا بہان کے ساتھ کہ جس کو اپنے نزدیک ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ تیرے رب کا کلمہ صدق و عدل کے طور پر پورا ہو جائے۔ اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی۔ قولہ تعالیٰ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الْقَسَّ الشَّيْطَانُ فِيْ لُغَيْتِهِ فَبَسَّخَ اللَّهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطَانُ ثُمَّ بَعَثْنَا إِلَيْهِمُ الرُّسُلَ وَاللَّهُ مُبِينٌ (پ ۷ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

پس جان لے کہ اس آیت میں لوگوں کے بہت سے قول ہیں۔ ان میں سے بعض نرم ہیں بعض سخت۔ بعض موٹے اور بعض دبلے ہیں۔ اور سب سے بہتر اس میں وہ قول ہے۔ جس پر کہ جمہور مفسرین ہیں۔ وہ یہ کہ تمنی کے معنی یہاں پر تلاوت کے ہیں۔ اور شیطان کا القا اس میں یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو پریشان کرنا اور قاری کے لئے دنیا کی باتیں یاد دلانا حتیٰ کہ اس پر اپنی پڑھائی میں وہم و نسیان آجائے یا سننے والوں پر اس کے سوا تحریف اور بری تاویلیں داخل کر دے۔ جن کو اللہ تعالیٰ زائل اور منسوخ کر دیتا ہے اس کا امثالہ اس پر کھول دیتا ہے۔ اس کی آیات کو محکم کرتا ہے۔ اور اس آیت پر عنقریب اس کے بعد ایسا کلام ہو گا کہ اس سے زیادہ ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور بالضرور سمرقندی نے اس قول کا انکار کیا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ ملک سلیمان پر شیطان کا تسلط و غلبہ ہو گیا تھا۔ اور ایسے قصے صحیح نہیں۔ اور ہم نے سلیمان



علیہ السلام کا قصہ اس کے بعد اچھی طرح بیان کیا ہے۔ اور اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جسم سے مراد وہ لڑکا ہے جو ان کا پیدا ہوا تھا۔

ابو عمرؒ مکی نے ایوب علیہ السلام کے قصے اور ان کے اس قول میں کہ ”بیشک مجھ کو تکلیف و عذاب پہنچا ہے“ کہا ہے کہ کسی کو یہ جائز نہیں۔ کہ یہ تاویل کرے کہ شیطان نے بلاشبہ اس کو بیمار کر دیا۔ اور برائی کو اس کے بدن میں ڈال دیا تھا۔ یہ بات سوائے اللہ تعالیٰ کے فعل و امر کے نہیں ہوتی۔ تاکہ ان کو آزمائے۔ اور ثواب دے۔ مکی کہتے ہیں کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ شیطان نے اس کو جو تکلیف دی تھی وہ اس کی بیوی کو دوسرے تھا۔ جو اس نے اس کو ڈالا تھا۔

اگر تو کہے کہ خدائے تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ جو کہ یوشع علیہ السلام کی طرف سے ہے کہ ”نہیں بھلایا مجھے مگر شیطان نے“ اور اس کا فرمانا یوسف علیہ السلام کی طرف سے کہ پھر بھلا دیا اس کو شیطان نے اپنے رب کا ذکر۔

پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول جبکہ آپ نماز سے جنگل کے دن سو گئے تھے (پور دن چڑھ گیا) کہ یہ وہ وادی ہے جس میں شیطان ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کا گھونہ مارنے میں فرمانا کہ یہ شیطان کا کام ہے۔

سو جان لے کہ یہ ایسا کلام ہے کہ عرب کے کلام میں ہر ایک بری بات کو جو کسی سے واقع ہو یا کوئی ایسا فعل ہو جائے تو وہ ہمیشہ شیطان کی طرف سے اور اس کے فعل سے سمجھا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے طَلَعَهَا حَكَاةٌ رُّؤُسِ الشَّيْطَانِ (پ ۱۳ ع ۶) اس کا پھل گویا کہ شیطانوں کے سر ہیں۔

پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے لئے فرمایا تھا)۔

پھر یہ بھی ہے کہ یوشع علیہ السلام کے قول کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک ان کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدام سے کہا ایلخ اور روایت کی گئی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد نبی ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ

ان کی موت سے کچھ پہلے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نبوت سے پہلے تھا۔ اور مفسرین کے اس قول کے بارے میں کہ بھلایا اس کو شیطان نے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بھولنے والا قید خانہ کے دو شخصوں میں سے ایک شخص تھا۔ اور اس کا رب بلو شاہ تھا۔ یعنی شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ بلو شاہ سے اس کا ذکر کرے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ حال ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس قسم کے شیطان کے فعل میں یوسف علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام پر دسوس و غلش کا غلبہ نہیں۔ اور اس میں صرف ان کے دلوں کو دوسرے امور کے ساتھ مشغول کرنا مقصود ہے۔ اور ان کو وہ باتیں یاد دلانا کہ جو ان کو شیطان نے بھلا دی تھیں۔ اور وہ بھول گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ جنگل شیطان کا ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں۔ کہ وہ آپ پر غالب آگیا۔ اور نہ یہ کہ آپ نے اس کا دوسوہ دیا۔ بلکہ اگر یہ اپنے ظاہری معنی پر ہے تو آپ نے اس شیطان کا کام ظاہر کر دیا۔

اس قول سے کہ بلا شک شیطان بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کو تھپک کر سلاتا رہا جیسا کہ بچے کو سلا یا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سو گیا۔ سو جان لے کہ شیطان کا اس جنگل میں غلبہ صرف بلال رضی اللہ عنہ پر تھا جو کہ فجر کے پہرہ پر مقرر تھا۔ یہ تاویل جب ہے کہ ہم آپ کے اس قول کو کہ یہ شیطان کا جنگل ہے۔ نماز کے سو جانے کے سبب پر تنبیہ بتائیں۔ لیکن اگر اس کو کوچ کے سبب پر تنبیہ اور وہاں پر نماز نہ پڑھنے کی علت ٹھہرائیں۔ تو یہ دلیل زید بن اسلم کی حدیث کے انداز و جریان کی ہے۔ پس اب اس پر اس باب میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ امر ظاہر ہے اور اشکل جاتا رہتا ہے۔

## فصل ۵

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سو معجزہ کی صحت کے ساتھ آپ کے صدق و لائیکل واضح پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جس میں کہ آپ کا طریقہ پہنچانے کا تھا اس میں امت اس پر متفق ہے۔ کہ بے شک آپ اس میں ان خبروں کے دینے سے

جو خلاف واقع ہیں محصوم ہیں۔ نہ قصداً نہ عمداً نہ سواً نہ غلطاً لیکن عمداً خلاف کما تو بالکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ معجزہ کی دلیل خدا کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرے رسول نے جو کہا ہے سچ ہے۔ بلاشک اور تمام اہل ملت کا اس پر اجماع ہے۔ اور جو غلطی و سوسے واقع ہو جائے۔ تو اسکو ابوا تعلق استراخی کے نزدیک اور جو ان کا تابع ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔

قاضی ابوبکر بطلانی اور اس کے موافق کے نزدیک فقط اجماع کی وجہ اور شرع کے ورود کی وجہ سے ہے نہ فقط نفس معجزہ سے کیونکہ ان میں دلیل معجزہ کے مقتضی میں اختلاف ہے۔ اور ہم اس کے ذکر سے طول کلام نہیں کرتے۔ کیونکہ غرض کتاب سے ہم نکل جائیں گے۔

اب ہم مسلمانوں کے اجماع پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت کے پہنچانے کی باتوں اور اپنے رب کی طرف سے خبر دینے اور اس بارہ میں کہ خدا نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے نہ عمداً نہ بلا عمد نہ خوشی میں نہ غصہ میں۔ نہ محنت میں نہ مرض میں خلاف واقع جائز نہیں۔

اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ہے۔ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں وہ سب باتیں لکھ لوں۔ کہ جو آپ سے سنتا ہوں۔ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا خوشی اور غصہ میں۔ فرمایا۔ ہاں۔ کیونکہ میں ان سب حالتوں میں سچ ہی کہتا ہوں۔ اور ہم کو دلیل معجزہ کے بیان میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے زیادہ بیان کرنا چاہئے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ جب معجزہ آپ کے صدق پر قائم ہے۔ اور یہ کہ آپ سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ خدا کی طرف سے سچ ہی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور معجزہ خدا کے اس قول کے قائم مقام ہے۔ کہ آپ جو کچھ میری طرف سے کہتے ہیں سچ ہی کہتے ہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں۔

لَیْسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ لِیَبْلِغَکُمْ مَا رَسَلْتُ بِهِ اِلَیْکُمْ وَبَیِّنَ لَکُمْ مَا نَزَلَ اِلَیْکُمْ

ترجمہ نہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف تاکہ میں تم کو وہ بات پہنچا دوں جس کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور تمہارے لئے وہ بیان کروں

marfat.com

Marfat.com

جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے۔

وَمَا يَنْطَلِقُ مِنَ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (پ ۲۷ ع ۵)

ترجمہ :- اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَقَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (پ ۶ ع ۳)

ترجمہ :- تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (پ ۲۸ ع ۴)

ترجمہ :- اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

پس آپ کی طرف سے اس باب میں ایسی خبر پائی جانی صحیح نہیں ہے۔ کہ جو خلاف واقع ہو۔ خواہ کسی وجہ سے ہو۔ اب اگر ہم آپ پر غلط اور سو جائز رکھیں۔ تو غیر سے آپ کی تمیز ہم کو نہ ہوگی۔ اور بالضرور حق باطل کے ساتھ مل جائے گا۔ پس معجزہ آپ کی تصدیق پر تمام بدوں تخصیص کے شامل ہے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب امور سے پاک کر دینا برہان اور اجماع سے واجب ہے۔ جیسا کہ ابواحق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

## فصل ۶

یہاں پر بعض طعن کرنے والوں کے سوالات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورہ نجم پڑھی۔ اور کہا۔ اَمْرًا بَيْنَ الْاَلَاتِ وَالْعَزَىٰ وَمِنَ الْاَنْثَاثِ الْاَعْرَی (پ ۲۷ ع ۵) تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزی اور اس تیسری منات کو۔ تو کہا تِلْكَ الْفَرَانِیْقُ الْعُلَىٰ وَانْ شَفَاعَتَهَا يُرْتَجَىٰ اور یہ بھی مروی ہے مُرْتَضًیٰ اور ایک روایت میں ہے۔ اِنَّ شَفَاعَتَهَا تُرْتَجَىٰ وَلِئِنَّهَا لَمَعَ الْفَرَانِیْقُ الْعُلَىٰ اور ایک روایت میں ہے وَالْفَرَانِیْقُ الْعُلَىٰ تِلْكَ الشَّفَاعَةُ تُرْتَجَىٰ یعنی کیا تم نے

لات و عزری اور تیسرے منات کو دیکھا یہ (بت) بڑے آبی پرندہ ہیں۔ اور بے شک ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ اور جب آپ نے سورت ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور کفار نے سجدہ کیا جبکہ آپ کو سنا کہ ان کے معبودوں کی تعریف کرتے ہیں۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ شیطان نے آپ کی زبان پر یہ القا کر دیا۔ اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے خواہشمند تھے۔ کہ اگر آپ پر کوئی ایسی آیت نازل ہو جو کہ آپ میں اور آپ کی قوم میں قرب پیدا کر دے۔ (تو بہتر ہے)

اور دوسری روایت میں کہ آپ چاہتے تھے کہ آپ پر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہو۔ کہ ان کو اس سے نفرت دلائے۔ اور اس قصہ کو بیان کیا۔

اور بے شک جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آیا۔ پھر اس پر سورت پیش کی۔ جب آپ ان دونوں کلموں پر پہنچے۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس یہ نہ لایا تھا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے غمزدہ ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل کی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَمْنَعُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يَحْكُمُ اللَّهُ أَيْنَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (پ ۱۷ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے۔ سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا رہتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر رہتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول وَإِنْ كَانُوا يَفْتَخِرُونَ (پ ۸ ع ۸) اور وہ تو فریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے۔

سو جان لے خدا تم کو بزرگی دے۔ کہ ہمارے لئے اس حدیث کے مشکل الفاظ پر کلام کرنے کے لئے دو ماخذ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا اصل ہی ضعیف ہے اور دوسرا یہ کہ اس کو تسلیم کیا جائے پہلے ماخذ میں تجھے یہ کلنی ہے کہ اس حدیث کو کسی صحت

والے نے تخریج نہیں کیا۔ اور نہ کسی ثقہ راوی نے معتبر متصل سند سے بیان کیا ہے۔ صرف ان مفسرین مورخین نے جو عجیب خبروں سے شیفتہ اور کتابوں میں سے ہر صحیح و ضعیف بات کو لے لیتے ہیں نقل کیا ہے قاضی بکر بن علاء مالکی نے سچ کہا ہے کہ بے شک لوگ بعض اہل ہوا و تفسیر کی وجہ سے جلا ہو گئے ہیں۔ اور اس سے بعض طہ باوجود راویوں کے ضعف اور اضطراب روایات و انقطاع السلا و اختلاف کلمات کے چمٹ گئے ہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ نماز میں واقع ہوا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اپنی قوم کے جلسہ میں کہا ہے جبکہ آپ پر یہ سورت اتری۔ تیسرا کہتا ہے کہ یہ اس وقت کہا تھا۔ جب کہ آپ کو اونگھ آگئی تھی۔ چوتھا کہتا ہے بلکہ آپ اپنے نفس سے باتیں کرتے تھے۔ تب بھول گئے۔ پانچواں کہتا ہے کہ شیطان نے آپ کی زبان پر یہ کہہ دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبرائیل علیہ السلام پر پیش کیا۔ تو اس نے کہا میں نے آپ کو یہ نہیں پڑھایا تھا۔ ایک اور کہتا ہے بلکہ شیطان نے ان کو سکھا دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا۔ اور جب یہ بت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ کہ واللہ اس طرح نہیں نازل ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

راویوں کے اختلاف اور جس مفسر اور تابعی نے یہ حکایت آپ سے بیان کی ہے اس نے اس کو سندا اور مرفوعاً کسی صحابی تک نہیں پہنچایا۔ اور ان کی طرف سے اکثر طریقے ضعیف و اہی ہیں۔

اور اس میں مرفوع شعبہ کی حدیث ہے جو کہ ابی بشر سے ہے وہ سعید بن جبیر سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے کہا مجھے گلن ہے یہ شک اصل حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ اور قصہ کا ذکر کیا ہے۔

ابوبکر بزار کہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث متصل اسناد سے روایت کی گئی ہو۔ جس کا ذکر جائز ہو۔ اور شعبہ سے امیہ بن خالد وغیرہ کے سوا کسی نے اسناد نہیں کیا۔ جس کو وہ سعید بن جبیر سے بطور ارسال روایت کرتا ہو۔ صرف کلبی سے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباسؓ سے پہچانی جاتی ہے۔ اب تم کو ابوبکر رحمۃ اللہ نے بیان کر دیا ہے۔ کہ یہ حدیث کسی ایسے

طریق سے نہیں پہچانی جاتی۔ جس کا ذکر جائز ہو سوا اس طریق کے اور اس میں ضعف ہے۔ جس پر اس نے تنبیہ کی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس میں وہ شک ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جس پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے ساتھ یقین نہیں ہے۔

اور حدیث کلبی کی وہ ہے کہ جس سے روایت جائز نہیں۔ اور نہ اس کا ذکر جائز ہے۔ کیونکہ وہ بہت ضعیف اور بڑا چھوٹا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف بزارؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اور جو آپ سے صحیح حدیث میں ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم پڑھی۔ اور آپ مکہ میں تھے۔ پھر مسلمانوں اور مشرکوں جن و انس نے سجدہ کیا۔ یہ تو اس حدیث کا ضعف بطریق نقل تھا۔ لیکن لحاظ معنی تو بلاشبہ حجت قائم ہے اور امت اس پر متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی رذیل باتوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ اور یہ کہنا کہ آپ اس بات کی خواہش کرتے تھے۔ کہ آپ پر معبودان باطلہ غیر اللہ کی تعریف کی آیات اتاری جائیں۔ سو یہ تو کفر ہے یا یہ کہ آپ پر شیطان غالب ہو جائے آپ پر قرآن کو مشتبہ کر دے۔ حتیٰ کہ اس میں وہ آیت ملا دے جو اس میں سے نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کا اعتقاد کر لیں۔ کہ قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جو کہ قرآن میں سے نہیں حتیٰ کہ آپ کو جبرائیل علیہ السلام خیار کر دے۔ سو یہ ساری باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محل ہیں یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے عمداً کہتے ہوں۔ سو کفر ہے یا سوا کہتے ہوں۔ حالانکہ آپ ان سب باتوں سے معصوم ہیں۔ اور ہم نے براہین اور اجماع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کے جاری ہونے سے آپ کے دل پر یا زبان پر نہ عمداً نہ سوا معصوم ہونا بیان کر دیا ہے۔ یا کہ آپ پر اس امر میں جو فرشتہ آپ کو سکھائے اس سے مشتبہ ہو جائے جو شیطان آپ کے دل میں ڈالے یا شیطان کو آپ پر راست ملے یا اللہ تعالیٰ پر عمداً یا سوا کوئی بات بولیں جو خدا نے انہیں اتاری۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِیْلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتْنَ ۝ فَمَا

مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزٌ ۝ وَلَئِنْ كُنْتُمْ لِلْمُصَیِّقِ ۝ (پ ۲۹ ع ۶)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگ دل کٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

إِنَّا لَا ذَنْبَكَ يَضَعُ الْعَبْثُ وَيَضَعُ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝  
(پ ۵۸ ع ۸)

ترجمہ :- اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

دوسری وجہ یہ کہ اس قصہ کا عقلاً و عرفاً محل ہونا ظاہر ہے۔ اور یہ اس طرح کہ بے شک یہ کلام اگر ایسا ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے۔ تو اس کا جوڑ بیحد ہو گا کیونکہ یہ از قسم ناقص ہو گا۔ تعریف و برائی ملی ہوئی ہو گی۔ جس کی تالیف و نظم غیر مناسب ہو گی۔ اور بالضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مسلمانوں اور سردارین مشرکین پر جو اس وقت حاضر تھے یہ امر کبھی مخفی نہ رہتا۔ اور یہ امر ادا کرنے والے پر مخفی نہیں۔ پس اس شخص کا کیا حال کہ جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہو۔ جس کا علم بیان کے باب اور فصیح کلام کی معرفت میں وسیع ہو۔

تیسری وجہ یہ کہ منافقوں اور دشمن مشرکوں اور ضعیف دل و جاہل مسلمانوں کی عادت ہے کہ پہلی ہی دفعہ ان کے دل نفرت کر جاتے ہیں۔ اور تھوڑے فتنہ کے لئے دشمن لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور باتیں ملا دیتے تھے۔ مسلمانوں کو عار دلاتے تھے۔ اور ان کے پیچھے درپے مصائب پر خوش ہوا کرتے تھے۔ اور وہ لوگ کہ جن کے دل بیمار ہوتے تھے۔ اور اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ اونٹنی شہ پڑ جانے سے مرتد ہو جاتا کرتے تھے۔

اور اس قصہ میں کسی نے سوائے اس ضعیف روایت کے کچھ بیان نہیں کیا۔ اور اگر یہ امر ہوتا۔ تو بالضرور قریشی اس کے سبب مسلمانوں پر غلبہ پاتے۔ اور یہود ایک حجت ان پر قائم کرتے جیسا کہ انہوں نے مکابرہ سے معراج کے قصہ میں بیان کیا تھا۔



یہاں تک کہ بعض ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور ایسا ہی ہوا جو صلح حدیبیہ کے قصہ میں واقع ہوا۔ اور اس بلا سے اگر پائی جاتی اور کوئی بڑھ کر فتنہ نہ تھا۔ اور دشمنوں کے لئے اگر موقع پاتے تو اس سے بڑھ کر شور کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ اور کسی دشمن سے اس بارہ میں ایک کلمہ بھی وارد نہیں ہوا۔ اور نہ کسی مسلمان سے اس کے باعث کوئی منہ سے بات نکلی۔ اب یہ اس قصہ کے بطلان اور اس کو جڑ سے اکھڑنے پر دلیل ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ انس و جن کے شیطانوں نے اس حدیث کو بعض بے وقوف محدثین کے دل میں ڈال دیا۔ تاکہ ضعیف مسلمانوں کے دل میں شک ڈال دیں۔

چوتھی وجہ یہ کہ راویوں نے اس قصہ میں ذکر کیا ہے کہ اس بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَإِنْ كَانُوا لَیْقِیْنُوْكَ مِنَ النَّبِیِّ اَوْحٰیْنَا الْبَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْہَا غَیْرَہٗ ۚ وَاِنَّا لَا تَخٰذُلُوْكَ غَیْبًا ۝۱۰ وَلَوْلَا اَنْ تَشْكُرَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنُ اِلَیْہِمۡ سَبِیْلًا ۝۱۱ (پ ۵۷ ع ۸)

ترجمہ :- اور وہ تو قریب تھا کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کر دو اور ایسا ہوتا تو وہ تم کو اپنا گمراہ دست بنا لیتے اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

اور یہ دونوں آیتیں اس خبر کو رد کرتی ہیں جن کو وہ روایت کرتے ہیں۔ اب اس کا مضمون و منہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امر سے معصوم رکھا۔ کہ آپ افترا کریں۔ اور ثابت قدم رکھا۔ حتیٰ کہ ان کی طرف تھوڑا سا بھی نہ جھکے۔ بہت کا تو کیا حال۔

وہ اپنی دہی اخبار میں روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میلان اور افتراء سے زیادہ کام کیا۔ کیا ان کے معبودوں کی تعریف کی۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے خدا پر افترا کیا ہے۔ اور میں نے وہ بات کہی ہے۔ جو اس نے نہیں کہی (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ یہ آیت کے منہوم کے برخلاف ہے۔ اور یہ حدیث کو ضعیف بتاتا ہے اگر وہ صحیح ہو۔

یس اس کا کیا حال ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اور یہ مثل اس آیت کے ہے جو دوسری جگہ آیا ہے کہ اگر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی آپ پر نہ ہوتی۔ تو بیشک ایک گروہ نے ان میں سے ارادہ کر ہی لیا تھا۔ کہ آپ کو گمراہ کریں۔ اور نہیں گمراہ کریں گے۔ مگر اپنے آپ کو۔ اور آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔

بیشک ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس قدر قرآن میں کاد کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ واقع نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'يَكَادُ سَبَّزَقُم يَنْخَبُ بِالْأَبْعَدِ' یعنی قریب ہے کہ اس کی بجلی کی روشنی آنکھوں کو لے جائے حالانکہ وہ نہیں لے گئی۔ اور آیت اَنكَلَا نُؤْتِيهَا یعنی میں عنقریب اس کو بخشی کر دوں گا۔ حالانکہ نہیں کیا۔

قاضی کہتے ہیں۔ کہ بیشک قریش و کثیف نے جبکہ آپ کے معبودوں کے پاس سے گزرے۔ آپ سے التجا کی۔ کہ آپ اپنے چہرہ سے ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ایسا کریں۔ تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ لیکن آپ نے ایسا نہ کیا۔ اور ایسا نہ کرنے والے تھے۔

انباری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ان کے قریب ہوئے اور نہ ادھر جگے۔

اور اس آیت کے سننے میں اور تفسیریں بھی بیان کی گئی ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ کا صاف طور پر اپنے رسول کی عصمت کا بیان کرتا ہے۔ جو ایسی بیسودہ ضعیف باتوں کو رد کرتا ہے۔ اب آیت میں سوا اس کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر عصمت کو حجت رکھنے کا احسان کرتا ہے۔ کہ اس نے کفار کے مکروفتہ کے اردلو سے آپ کو بچلایا ہے۔ اور اس سے ہمارا مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور معصوم ہونا ہے۔ اور یہی آیت کا مقصود ہے۔ لیکن دوسرا مانند حدیث کی تسلیم سے اگر صحیح ہے۔ اور بالضرور خدائے تعالیٰ نے ہم کو اس کی عصمت سے پتہ دی ہے۔ لیکن بہر حال اس سے آئمہ مسلمین نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ضعیف اور قوی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو قتلہ اور مقاتل نے روایت کی ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی۔ جبکہ آپ نے یہ سورت پڑھی تھی۔ تب یہ کلام آپ کی زبان پر جاری ہوا۔ نیند کے غلبہ کی وجہ سے اور یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی حل میں یہ بات جائز نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ اس کو آپ کی زبان پر پیدا نہیں کرتا۔ اور نیند و بیداری میں آپ پر شیطان کو غالب نہیں کرتا۔ کیونکہ اس باب میں ہر ایک عمد و سمو سے آپ کی عصمت ہے۔

کلبی کے قول میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس سے بات کی تب یہ بات شیطان نے آپ کی زبان پر کہی۔

اور ابن شہاب کی روایت میں جو ابی بکر بن عبدالرحمن سے ہے کہا ہے کہ آپ کو سمو ہو گیا۔ اور جب آپ کو اس کی خبر دی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سہواً یا قصداً کہیں۔ نہ شیطان آپ کی زبان پر کہہ سکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کے درمیان کفار کے طاعت رکھنے اور جھڑکنے کی تقدیر پر اس کو کہا ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول تھا کہ یہ میرا رب ہے۔ تلوٹوں میں سے ایک تلوٹ کے موافق **هَذَا رَبِّي** (یعنی کیا یہ میرا رب ہے) اور جیسا کہ ان کا یہ قول **يَوْمَ قُلْتُ هَذَا رَبِّي** (بلکہ ان کے بڑے نے یہ کلام کیا ہے) سکوت اور دونوں کلاموں میں مہمل کرنے کے بعد (یعنی آپ نے آیت پڑھ کر سکوت کیا اور پھر ان کے جھڑکنے کو کلام مستقبل پڑھا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا) پھر اپنی تلاوت کی طرف رجوع کیا۔ اور یہ فعل بیان کے ساتھ ممکن ہے۔ اور قرینہ مراد پر دلالت کرتا ہے۔

اور یہ آیت ممکن یعنی قرات میں داخل نہیں۔ یہ وہ معنی ہے کہ قاضی ابوبکر نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس پر اسی روایت سے اعتراض نہیں کیا جاتا کہ یہ بات نماز میں ہوئی تھی۔ کیونکہ چھ پہلے نماز میں بات کرنا منع نہ تھا)

اور وہ بات جو قاضی ابوبکر وغیرہ محققین کے نزدیک اس کے تسلیم کرنے میں ظاہر اور مرجح ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ آپ کے رب کا حکم تھا قرآن کو

ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ اور آیات کو اپنی قرأت میں مفصل پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ ثقہ راویوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ پس ممکن ہے کہ شیطان ان سکنت کے لئے گھات میں لگا رہا ہو۔ اور خفیہ اس میں وہ باتیں خود بتائی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ بنا کر داخل کر دیں۔ اس طرح پاس کے کفار سن لیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سمجھ لیں۔ اور کیونکہ انہوں نے پہلے ہی سے وہ سورت جو خدا نے اتاری تھی حفظ کر لی تھی۔ اور وہ یقیناً جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حل ہے کہ بتوں کی مذمت و عیب کرتے ہیں۔ جو آپ کی طرف سے مشہور امور تھا۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اس طرح بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں نے یہ سنا نہ تھا۔ اور شیطان نے اس کو مشرکین کے کانوں اور دلوں میں ڈالا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اشاعت اور شبہ و فتنہ سے غم ہوا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُعْكِمُ اللَّهُ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (پ ۱۷ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

پس تمنی کا معنی یہ ہے کہ تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کتاب کو سوا آرزوؤں یعنی تلاوت کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اور خدا کا یہ قول ہے۔ لَا يَقْنَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا لَمَانِيَا (پ ۱۷ ع ۹ ترجمہ۔ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لیتا) اللہ تعالیٰ وہ بات مٹا دیتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے۔ یعنی اس کو لے جاتا ہے۔ اور اس اہبلہ کو دور کرتا ہے۔ اور اس کی آیات کو محکم کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سو پڑھنے کے وقت ہو جاتا تھا

تو آپ اس سے بیدار ہو جاتے تھے۔ اور اس سے رجوع کرتے تھے۔ اور یہ کلبی کے قول کی طرح ہے۔ جو آیت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنے آپ سے باتیں کیں۔ اور فرمایا کہ اس نے تمہاری یعنی اپنے آپ سے باتیں کیں۔

اور ابو بکر بن عبدالرحمن کی روایت میں اس طرح ہے۔ اور یہ سو قرات میں جب ہی صحیح ہوتا ہے۔ کہ جس کا طریق معانی کا تبدیل اور تبدیل الفاظ نہ ہو۔ نیز وہ امر زائد نہ ہو۔ جو کہ قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی آیت کا سو ہو وہ آیت ساقط ہو جائے۔ یا اس کا کوئی کلمہ۔ لیکن اس سو پر قرار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر آپ کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی وقت آپ کو یاد دلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس سو کا جو آپ پر جائز ہے۔ اور اس کا جو آپ پر جائز نہیں ذکر کریں گے۔ اور اس کی تاویل میں جو ظاہر ہوتی ہے یہ بھی ہے کہ مجاہد نے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ **والفراتقہ العلیٰ**۔ سو اگر اس قصہ کو تسلیم کر لیں۔ تو ہم کہیں گے کہ بیشک یہ قرآن تھا۔ اور مقصود غرانتہ العلیٰ اور اس سے کہ ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ فرشتے ہیں۔

اس روایت کے موافق اور اسی کے ساتھ کلبی نے تفسیر کی ہے کہ غرانتہ فرشتے ہیں۔ اور یہ اس طرح کہ کفار کا اعتقاد تھا۔ کہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے حکایت کی ہے۔ اور ان کا اس سورت میں رد کیا ہے اپنے قول سے کیا تمہارے لڑکے ہیں۔ اور اس کی لڑکیاں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ سب باتیں رد کر دیں۔ اور فرشتوں سے شفاعت کی امید صحیح ہے اور جب مشرکوں نے اس کی یہ تاویل کی۔ کہ اس ذکر سے مراد ان کے معبود ہیں۔ اور یہ بات شیطان نے ان پر مشتبہ کر دی۔ اور ان کے دل میں اچھی معلوم کرائی۔ اور ان کی طرف ڈال دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ جسے شیطان نے ڈال دیا تھا۔ اپنی آیات کو مضبوط کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی تملوت کو جن کی وجہ سے شیطان نے راستہ پایا تھا۔ اشبہ کی وجہ سے اٹھا دیا۔ جیسا کہ قرآن میں سے اکثر آیات منسوخ کر دی ہیں۔ اور ان کی تملوت دور کر دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس اتارنے میں حکمت تھی۔ اور اس کے منسوخ کرنے میں حکمت تھی۔ تاکہ اس کے باعث جس کو چاہتا گمراہ

کرتا اور جس کو چاہتا ہدایت کرتا۔ اور سوائے ناستقوں کے اور کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

وَلِيَجْمَعَ مَابَيْنَ الشَّيْطَانِ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّ الْحَقَّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ الْيَاتِنِ السُّوَارِي سِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ ۝ (پ ۷۷ ع ۱۳)

ترجمہ :- اور تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کر دے ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ستم گار دھرم کے جھگڑالو ہیں۔ اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں اس کے لئے ان کے دل۔ اور بے شک اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھی راہ چلانے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سورت کو پڑھا اور لات و عزی اور تیسرے منہ کے ذکر تک پہنچے۔ تو کفار اس سے ڈرے کہ کوئی ایسی بات نہ کہیں۔ جس سے ان کی مذمت نکلے۔ تب وہ ان دونوں کلموں سے ان کی طرح جلدی سے کرنے لگے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں خلط مطل کر دیں۔ اور آپ پر اپنی علوت کے موافق برائی کریں۔ یا شور مچائیں۔ جیسا کہ وہ کما کرتے تھے۔ کہ لَا تَسْمَعُوا لَهُنَّ الْقُرْآنَ الْفَجْرِ لَعَلَّكُمْ تَقْلُبُونَ (پ ۲۳ ع ۱۸) یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیسودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آو۔

اور ان کا یہ فعل شیطان کی طرف اس لئے نسبت کیا گیا کہ اس نے ان کو اس پر ہرانگیختہ کیا تھا۔ اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کما تھا پھر اس وجہ سے کہ انہوں نے آپ پر جھوٹ و افترا کیا تھا۔ آپ کو غم پیدا ہوا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔ اور یہ فرمایا کہ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الشَّيْطَانُ فِي هَمِّتِهِمْ فَيَنْسِفُ اللَّهُ مَا بَيْنَهُمُ الشَّيْطَانُ ثُمَّ يَمُرُّهُمُ اللَّهُ أَيْتِيمًا وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (پ ۷۷ ع ۱۴)

ترجمہ :- اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف

سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور لوگوں کو حق و باطل الگ کر کے بتا دیا۔ اور قرآن کو محفوظ کر دیا۔ اس کی آیات کو مضبوط کیا۔ اور جو دشمن نے مشتبہ کر دیا تھا اس کو دور کر دیا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ آپ اس کا ضامن ہوا اور یہ فرمایا کہ **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَفَعَلْنَا لَعِظُومُوهَا** (پ ۱۳ ع ۱) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور ان میں سے یونس علیہ السلام کا قصہ ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ اپنے رب کی طرف سے دیا۔ اور جب انہوں نے توبہ کی۔ تو ان سے عذاب دور ہو گیا۔ تب اس نے کہا کہ **لَا تَرْجِعْ إِلَيْهِمْ كَلِمَةً** میں ان کی طرف جھوٹا بن کر بھی نہ جاؤں گا۔ اور غصہ ہو کر چل دیا۔ سو جان لے خدا تجھے کرم کرے کہ یہ بات کسی حدیث میں جو اس بارہ میں ہیں وارد نہیں ہوئی۔ کہ یونس علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے بلکہ اس میں صرف یہ آیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تھی۔ اور دعا کوئی خیر نہیں۔ جس کی تصدیق یا تکذیب طلب کی جائے لیکن ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر فلاں فلاں وقت عذاب آجائے گا پس ایسا ہی ہوا تھا جیسا کہ کہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب دور کیا۔ اور ان پر مہربانی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**الْأَفْئُومُ يُونُسَ لَمَّا لَمِنُوا حَكَمَتَا عَنْهُمْ مَلَكُ الْغُورِي فِي الْحَيَاةِ الْفَنِيَا وَمَتَّعَهُمْ فِي رَحْمَةٍ**

(پ ۱۵ ع ۱۵)

ترجمہ :- ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائی ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں مٹا دیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔

اور اخبار میں آیا ہے کہ انہوں نے عذاب کے دلائل و علامات دیکھے تھے۔ اس کو ابن مسعود نے بیان کیا ہے۔

اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کو عذاب نے اس طرح ڈھانک لیا تھا جیسا کہ

marfat.com

Marfat.com

کپڑا قبر کو ڈھانک لیتا ہے۔

اگر تم کہو اب روایت کے کیا معنی ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ پھر مشرک ہو کر مرتد ہو گیا۔ اور قریش کی طرف چلا گیا۔ اور ان سے جا کر کہنے لگا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جدھر چاہتا تھا۔ پھیر لیا کرتا تھا۔ آپ مجھ کو عزیز حکیم لکھاتے تھے۔ اور میں کہتا تھا یا علیہم صلیہ تو آپ کہتے تھے ہیں سب درست ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرمایا کرتے کہ ایسا لکھو تو وہ کہتا ایسا لکھ دوں۔ تو آپ فرماتے جیسا چاہتا ہے لکھ لے۔ آپ کہتے کہ لکھ علیہا حکیم اور وہ کہتا میں سمیعاً بصیراً لکھوں۔ تو اس کو فرماتے کہ جیسا چاہے لکھ لے۔ اور صحیح حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ پھر وہ مرتد ہو گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی جانتے ہیں جو میں لکھ دیا کرتا تھا۔

جان لے کہ خدا ہم کو اور تم کو حق پر ثابت رکھے۔ اور شیطان کو حق و باطل کے ساتھ ملانے میں ہماری طرف راستہ نہ دے۔ کہ اول تو یہ حکایت مومن کے دل میں کسی قسم کا شک نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ یہ ایک مرتد کا بیان ہے جو کہ خدا کا منکر ہو گیا۔ اور ہم تو اس مسلمان کی خبر نہیں قبول کرتے جو مستم ہو۔ تو پھر اس کافر کی بات کیسی مانیں۔ جو کہ اللہ و رسول پر اس سے بڑھ کر افترا کرتا ہے۔ اور سلیم العقول پر تعجب ہے کہ ایسی حکایت کی طرف اس کا دل متوجہ ہو۔ حالانکہ وہ بات ایک دشمن کافر دین سے بغض رکھنے والے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے والے سے صادر ہوئی ہو۔ اور کسی مسلمان سے منقول نہ ہوئی ہو۔ نہ کسی صحابی نے اس کا ذکر کیا ہو کہ وہ اس امر کا شاہد ہے جو اس نے کہی ہے یا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا ہے۔ اور بیشک جھوٹ اور افترا وہی لوگ بولا کرتے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اور جو اس کا ذکر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہوا ہے۔ اور اس کی ظاہر

marfat.com

Marfat.com



حکایت ہے۔ سو اس میں اس امر پر دلالت نہیں۔ کہ وہ اس کا شاہد ہے۔ اور شاید کہ انہوں نے جو سنا حکایت کر دیا۔ حالانکہ بزار نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کو ثابت نے انس سے روایت کیا ہے۔ اور اس پر اس کا کوئی تلخیص نہیں ہے۔ اور اس کو حمید نے انس سے روایت کیا ہے اور کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حمید نے ثابت سے سنا ہے۔

قاضی ابوالفضل خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے اور اسی وجہ سے واللہ اعلم۔ اہل صحیح نے ثابت کی حدیث اور حمید کی حدیث کی تخریج نہیں کی۔ اور صحیح حدیث عبداللہ بن عزیز میں رفع کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس کو اہل صحت نے تخریج کیا ہے اور ہم نے اس کا ذکر کیا ہے اس میں انسؓ سے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں ہے صرف ایک مرتبہ نحرانی کی حکایت بیان کی ہے اور اگر حدیث صحیح ہوتی ہے تو اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس امر میں جو آپ کی طرف وحی ہوتی ہے وہم کا گمان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ نسیان و غلطی و تحریف کا جس میں آپ تبلیغ فرماتے ہیں جواز ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کی نظم اور اس میں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کوئی طعن نہیں۔ کیونکہ اگر یہ قصد صحیح ہے۔ تو اس میں اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں۔ کہ کاتب نے آپ سے کہا علیم حکیم لکھ دیا۔ تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ اس کی زبان یا قلم ایک دو کلمہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ آپ کے اظہار سے پہلے سبقت کر گئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے آیات لکھا دی تھیں۔ جو اس پر دلالت کرتی تھیں۔ اور اسی کلمہ کا تقاضا کرتی تھیں۔ اس میں کاتب کے کلام کی معرفت و قوت ذہانت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ اکثر سمجھ دار آدمی جب کسی شعر کو سنتا ہے۔ تو قافیہ کی طرف اس کا ذہن دوڑتا ہے یا عمدہ کلام کے شروع کو سنے۔ تو ایسے جملہ کی طرف اس کا ذہن دوڑتا ہے۔ کہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اور یہ اتفاق پورے کلام میں نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک آیت اور ایک سورت میں اتفاق نہیں ہوتا۔ اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اگر صحیح ہے۔ یہ سب صواب اور ٹھیک ہے۔ پس

کبھی آیت کے آخر میں دو دو جیس اور دو قرآنتیں ہوتی ہیں۔ جو دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکی ہیں۔ آپ نے ایک تو لکھا دیا۔ اور کاتب کا اپنی داملی اور ذہانت سے مقتضائے کلام کے موافق دو سری قرات کی طرف ذہن دوڑ گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے ذکر کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحیح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا محکم کر دیا۔ اور جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ بعض آیات کے آخر میں پایا گیا ہے۔ مثلاً اللہ کا یہ قول اِنْ تَمُذِّبُوهُمْ فَيَنْتَهُمْ مَبَادِكُكُمْ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور یہ جمہور کی قرات ہے۔ اور ایک جماعت نے یہ پڑھا ہے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ حالانکہ قرآن میں یہ نہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات ہیں جو آیات کے مقاطع کے سوا ہیں (یعنی آیات کے درمیان ہیں) وہ دو طرح کے ہیں۔ جمہور نے ان دونوں کو پڑھا ہے۔ اور وہ دونوں قرآن میں ثابت ہیں۔ جیسے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور ننشرها دونوں ہیں۔ اور يَقُصُّ الْحَقُّ اور یہ سارے اختلاف شک کا موجب نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلطی اور وہم کا موجب ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ صورت ان تحریروں میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قرآن کے سوا لوگوں کی طرف لکھ کر بھیجا کرتا تھا۔ پھر وہ خدا کی تعریف کرتا تھا۔ اور اس میں جس طرح چاہتا تھا لکھ دیتا تھا۔

## فصل ۷

یہ تو اس کلام میں ہے کہ جس کا طریقہ تبلیغ کا ہے۔ اور جس میں تبلیغ نہیں ہے یعنی وہ اخبار ہیں۔ کہ جن کی سند احکام کی طرف نہیں۔ اور نہ وہ آخرت کے اخبار ہیں۔ نہ وحی کی طرف منسوب ہے۔ بلکہ امور دنیا اور آپ کے حالات میں وارد ہیں۔ سو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات سے پاک سمجھنا ضروری ہے کہ آپ کی کوئی خبر خلاف واقع نہ ہو۔ عمداً نہ سهواً نہ غلطاً۔ اور یہ کہ آپ خوشی اور غصہ قصہ و ہنسی۔ صحت مرض کی حالت میں بھی صحیح معنی میں تھے۔ اس کی دلیل ہے۔ کہ سلف کا اس

پر اتفاق و اجماع ہے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ ہم یقیناً صحابہ کے دین و علوات کو جانتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے تمام حالات کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی تمام باتوں پر ان کو بھروسہ ہوا کرتا تھا۔ خواہ کسی امر میں ہوں اور جس طرف سے واقع ہوں۔ اور یہ کہ ان کو ان میں سے کسی امر میں توقف و تردد نہ ہوتا تھا۔ اور نہ وہ اس وقت اس بات کا ثبوت مانگا کرتے تھے۔ کہ کہیں اس میں سوا ہے یا نہیں۔

اور جب ابن ابی الحقیق یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیت کی۔ بلکہ انہوں نے اس کو خیر سے نکل دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں برقرار رہنے کو کہا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ حجت پیش کی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے فرمایا تھا۔ کہ تیرا اس وقت کیا حال ہو گا۔ جبکہ تو خیر سے نکلا جائے گا۔ تو یہودی نے کہا۔ کہ یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی تھی۔ تب اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے خدا کے دشمن تو نے جھوٹ بولا۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ کے اخبار و آثار سیرت و شمائل وہ ہیں جن کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان کو تفصیل سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں کہیں نہیں آیا۔ کہ آپ نے اپنی غلطی کا تدارک کیا ہو۔ کسی قول میں جو آپ نے فرمایا ہو یا کسی خبر میں جو آپ نے دی ہے۔ وہم کا اقرار کیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو منقول ہوتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ کھجوروں کے پیوند کرنے میں اس امر سے جو آپ نے انصار کو فرمایا تھا۔ رجوع کرنا منقول ہے اور یہ ایک رائے تھی۔ کوئی خبر نہیں تھی۔ اور سوائے اس کے بہت سے امور ہیں۔ جو اس باب سے نہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَىٰ بَيْنِ قَارِي خَيْرًا خَيْرًا مِّنْهَا وَلَا فَعَلْتُ الْبَيْتَ عَلَيْهِ وَكَفَرْتُ عَنْ

بَيْنِي

ترجمہ: واللہ اگر میں کسی امر میں قسم کھا بیٹھوں اور پھر اس کے سوا کسی دوسری بات کو بہتر دیکھوں۔ تو جس طرح پر قسم کھائی وہ کر لوں گا۔ اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دے دوں گا۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ لَنْ تَنْتَفِعُوا بِاللَّهِ (اللہ کے پاس جھگڑا

لے کر آتے ہو۔ الحدیث۔

اور آپ کا فرمانا کہ رَسَقَ يَازُ بَيُّوْ حَتَّى يَبْلُغَ اَلْعَمَاءُ الْجَمْعَ اے زبیر اتنا پانی اپنی کھتی کو دے لے کہ دیوار تک پہنچ جائے۔

جیسا کہ ہم کو وہ قصہ جو اس باب میں مشکل نظر آتا ہے اور جو اس کے بعد ہے مع ان دونوں کے انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

اور یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی خبر جھوٹی خلاف واقع معلوم ہو جائے تو اس کی باتوں میں شک پڑ جائے گا۔ اور وہ حدیث میں مشتم ہو گا۔ اس کی بات لوگوں کے دلوں میں نہیں پڑے گی۔ اسی لئے محدثین و علماء نے اس شخص کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ جس میں وہ غفلت۔ خراب حافظہ۔ کثرت غلط ہو بلوجود اس کے ثقہ ہونے کے ترک کر دیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ عمداً امور دنیا میں جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ اور بہت جھوٹ بلا جملع گناہ کبیرہ ہے۔ مروت کو ساقط کرتا ہے۔ اور ان سب امور سے منصب نبوت پاک ہے۔ اور ایک دفعہ کا جھوٹ بولنا جس میں کہ برائی اور سخاوت ہو ایسا ہے کہ اس کے صاحب کو نخل ہے۔ اس کے قائل کو عیب دار بتاتا ہے۔ وہ اسی کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن جو اس مرتبہ پر نہ پہنچے۔ پھر اگر ہم اس کو صفائے میں شمار کریں۔ تو کیا اس کا حکم ایک دفعہ جھوٹ بولنے کے حکم میں ہو گا۔ (کہ آیا بحث سے پہلے صادر ہونے یا بعد) مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور بہتر ہے کہ نبوت کو اس کے تھوڑے بہت سے سو عمر سے پاک رکھا جائے۔ کیونکہ نبوت سے مقصود پہنچانا اور خبر دینا اور بیان کرنا ہے۔ اور اس امر کی تصدیق ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اور پھر اس قسم کی تجویز اس بات میں عیب لگانے والی ہے۔ اور اس میں شک پیدا کرنے والی ہے۔ معجزہ کے مناقص ہے۔

سو ہم یقیناً اعتقاد رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر ان کے بات کرنے میں کسی وجہ سے خلاف نہیں۔ نہ قصداً نہ بدوں قصد اور ہم ان لوگوں کے ساتھ جو اس میں سستی کرتے ہیں۔ کہ سو کی حالت میں جس کا طریقہ تبلیغ کا نہیں۔ ان پر یہ امر جائز ہے سستی نہیں کرتے۔ ہاں اور بعد نبوت کے ہرگز نہیں اور بایں طور کہ ان پر نبوت

سے پہلے جھوٹ جائز نہیں۔ اور نہ اس کی طرف نسبت کرنی ان کے امور اور ان کی دنیا کے حالات میں جائز نہیں۔ کیونکہ یہ بات ان کو عیب دار اور شکی بناتی ہے۔ لوگوں کے دل ان کی تصدیق سے رسالت و تبلیغ کے بعد نفرت کرتے ہیں۔ اور تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریش وغیرہ امت کے حالات اور ان کے سوال کرنے کو آپ کے حل سے آپ کے صدق کلام میں اور جو کچھ ان کو اس سے معلوم کرایا گیا تھا۔ انہوں نے مشہور امر کا اقرار کیا تھا۔ دیکھو اہل نقل کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر اس سے اور بعد پر اتفاق ہے۔ اور ہم نے بیشک اول کتاب کے دوسرے باب میں وہ آثار نقل کئے ہیں۔ جو اس بات کی صحت کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے بیان کرتے ہیں۔

## فصل ۸

اگر تو کہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا جو سو کی اس حدیث میں ہے کیا مطلب ہے جس کو ہم سے فقید ابواسحق ابراہیم بن جعفر نے بیان کیا کہا حدیث بیان کی ہم۔۔۔ قاضی ابوالاصح بن سہل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حاتم بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عبد اللہ بن انخار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے مالک سے وہ داؤد بن حصین سے۔ وہ ابو سفیان سے جو کہ مولیٰ ابن ابی احمد کا ہے۔ کہ اس نے کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور دو رکعت میں سلام پھیر دیا۔ تب ذوالیدین کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ کیا نماز کم ہو گئی۔ یا آپ بھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں۔

الحدیث۔

پس آپ نے دونوں حالتوں کی نفی کی۔ اور یہ کہ کوئی بات نہیں ہوئی حالانکہ ان

میں سے ایک بات ضرور ہوئی۔ جیسا کہ ذوالیدین نے کہا ہے کہ یا رسول اللہ بیشک ان میں سے کچھ تو ہوا ہے۔

سو جان لے کہ ہم کو اور تم کو خدائے تعالیٰ نیک توفیق دے کہ علماء کے اس میں کئی جواب ہیں۔ بعض تو انصاف کے درپے ہیں اور بعض ظلم و ناانصافی کی نیت سے پر ہیں۔ اور دیکھو میں کہتا ہوں کہ اس قول کے موافق جس میں کہ آپ پر وہم و غلط کا جواز ہے جس کا طریق بلاغ کا نہیں ہے۔ سو اس کو تو ہم نے دو قولوں میں سے ضعیف کر دیا ہے۔ پس اس پر اس حدیث سے اور جو اسی قسم کی ہے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے مذہب کے موافق جو آپ پر سو و نسیان آپ کے تمام افعال میں جائز نہیں کہتا۔ اور جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسی صورت میں قصداً کیا۔ جو کہ نسیان کی صورت میں ہے۔ تاکہ (سو میں) سنت ہو جائے۔ پس آپ اپنی خبر میں صادق ہیں۔ کیونکہ آپ بھولے نہیں۔ اور نہ نماز کم ہوئی۔ لیکن اس قول پر آپ نے اس فعل کو اس صورت میں عمداً کیا ہے تاکہ اس شخص کو جو ایسی صورت پیش آئے۔ سنت ہو جائے۔ اور یہ قول پسندیدہ نہیں۔ ہم اس کو اپنے موقع پر بیان کریں گے۔ لیکن اقوال میں آپ سے سو کا محال ہونا اور غیر قول میں سو کا جواز ہونا جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔ اس میں بھی کئی جواب ہیں۔

ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتقاد اور دل سے خبر دی اب انکار قصر کا تو باطن و ظاہر میں حق و صدق ہے۔ لیکن نسیان سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتقاد سے خبر دی ہے۔ اور یہ کہ آپ اپنے گمان میں بھولے نہیں۔ گویا آپ نے اس خبر کا اپنے ظن سے ارادہ کیا۔ اگرچہ اس اعتقاد اور ظن کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ قول کہ میں بھولا نہیں۔ سلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی میں نے قصداً سلام کہا ہے۔ اور شمار میں بھول گیا ہوں۔ یعنی نفس سلام میں نہیں بھولا ہوں۔ اور یہ محتمل ہے اور اس میں بعد ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے اور وہ سب سے بعید ہے۔ جس کی طرف بعض علما گئے ہیں۔

اور الفاظ اس کا احتمال رکھتے ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ساری باتیں نہیں ہوتیں یعنی کی و نسیان دونوں جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ ان میں سے ایک تھا۔ اور لفظ منہوم اس کے خلاف ہے مع دوسری صحیح روایت کے۔ وہ آپ کا قول کہ نہ نماز میں کی ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جس کو میں نے اپنے اماموں سے دیکھا ہے۔ اور یہ ساری وجوہ لفظ کے لئے قائل ہیں۔ باوجود اس کے کہ بعض بعید ہیں۔ اور بعض میں محسوس ہے۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے خدا اس کو توفیق دے۔ کہ جو میں کہتا ہوں اور جو مجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ ان تمام وجوہ سے زیادہ قریب ہے یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بھولا نہیں ہوں۔ اس لفظ کا انکار ہے۔ کہ جس کو اپنے آپ سے نفی کی ہے۔ اور دوسروں پر آپ نے اپنے اس قول سے اس کا انکار کیا ہے۔ کہ تمہیں یہ بات بری ہے۔ کہ یوں کہو کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا ہوں۔ لیکن یوں کہو کہ میں بھلایا گیا ہوں۔

اور آپ نے دوسری حدیثوں کی روایات میں یہ فرمایا ہے۔ کہ میں بھولا نہیں کرتا لیکن بھلایا جلیا کرتا ہوں۔ پھر جب سائل نے آپ سے پوچھا کہ کیا نماز میں کی ہوئی ہے۔ یا آپ بھول گئے ہیں۔ تو آپ نے اس کے کم کرنے کا انکار کیا جیسا کہ تھا۔ اور آپ کا نسیان اپنے نفس کی طرف سے تھا۔ اگر کوئی بات اس میں جاری ہو گئی تو بیشک آپ بھلائے گئے۔ یہاں کہ دوسرے سے آپ نے سوال کیا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ بھلائے گئے یا آپ پر یہ بات واقع ہو گئی۔ تاکہ یہ طریق مستون ہو جائے۔ پس آپ کا اس پر یہ فرمانا کہ بھولا نہیں اور نماز میں قصر ہوا ہے۔ اور یہ اور نہیں ہوئے۔ صدق و حق ہے۔ نہ تو قصر ہوا اور نہ حقیقتاً بھولے۔ لیکن بھلائے گئے۔

اور ایک اور وجہ ہے کہ جس کو میں نے بعض مشائخ کے کلام سے اشارہ سمجھا۔ وہ کہ اس نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سو ہوتا تھا اور ہوتے نہ تھے۔ اور اپنے آپ سے اپنے بھول کی نفی کی ہے۔ کیونکہ نسیان ایک غفلت و آفت ہے سو ایک قسم کا دلی فعل ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سو کرتے تھے۔ اور اس

سے غافل نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کو نماز کی حرکات سے وہ (محوت) جو نماز میں ہوتی تھی۔ اس میں مشغول رہنے کی وجہ سے فارغ اور بے پرواہ کرتی تھی۔ نہ یہ کہ آپ سے غافل ہوتے تھے۔ پس اگر یہ اس معنی پر ثابت ہو جائے تو آپ کے اس قول میں کہ نہ کمی ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں کوئی مخالف نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ نہ نماز کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ اس ترک کے معنی میں ہے جو کہ نسیان کی دو وجوہوں میں سے ایک وجہ ہے واللہ اعلم۔ آپ کا یہ ارادہ ہے کہ میں نے دو رکعتوں میں اس لئے سلام نہیں دی ہے کہ کمال نماز کا تارک ہوا ہوں۔ لیکن بھول گیا ہوں۔ اور یہ میری طرف سے نہیں تھا۔ اور اس پر دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث صحیح میں فرمانا ہے۔ کہ میں البتہ بھولا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت بناؤں۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ کلمات کہ وہ تین جھوٹ تھے۔ اور قرآن میں ان میں سے دو مذکور ہیں۔ ایک تو ان کا یہ قول کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرا بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔ اور بادشاہ کو آپ کا اپنی بیوی کی طرف سے یہ کہنا کہ بیشک وہ میری بہن ہے۔

سو جان لے تجھ کو اللہ تعالیٰ عزت دے کہ تمام باتیں جھوٹ سے خارج ہیں۔ نہ قصہ میں نہ غیر قصہ میں۔ بلکہ مغاریض و اشارات میں داخل ہیں۔ جن میں گنجائش ہے کہ جھوٹ نہ ہو۔ آپ ان کا یہ قول کہ میں بیمار ہوں۔ سو حسن بھریٰ وغیرہ نے کہا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔ یعنی ہر مخلوق بیمار ہوا کرتی ہے۔ اور اپنی قوم کے سامنے ان کے ساتھ نکلنے میں ان کی عید کی طرف یہ عذر کر دیا۔

بعض کہتے ہیں بلکہ ان کو ایک ستارہ معلوم کے طلوع کے وقت بخار ہو جلیا کرتا تھا۔ اور جب اس کو دیکھ لیا۔ تو اپنی عادت کے موافق عذر کر دیا۔ اور ان سب صوتوں میں جھوٹ نہیں۔ بلکہ ایک خبر صحیح اور سچی ہے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ آپ نے اپنی ضعف دلیل اور اس بیان کے ضعف کی وجہ



سے جو ان کے سامنے ستاروں کی وجہ سے کیا تھا۔ جس میں وہ مشغول رہا کرتے تھے۔ اور یہ کہ آپ اس کے دیکھنے کی حالت میں اور پہلے اس کے کہ آپ کی حجت ان پر قائم ہو۔ بیماری و مرض کی حالت میں ہیں تعریفیں و اشارہ کیا بلو جو دیکھ خود آپ کو شک نہ تھا۔ نہ آپ کا ایمان ضعیف تھا۔ لیکن جو استدلال ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس میں ضعف تھا۔ اور اس کی دلیل ضعیف تھی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ دلیل سقیم اور بیمار ہے۔ اور یہ نظر معطل ہے یعنی بیمار ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو استدلال و صحت دلیل کا ان کے سامنے ستاروں۔ آفتاب و چاند سے الہام کیا۔ جس کا خدا نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم پہلے اس کو بیان کر آئے ہیں۔ اور آپ کا یہ قول **قُلْ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْتَأْذِنُوا بَلْ كَانُوا يَنْشِقُّونَ** بلکہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ یہ کہ پوچھو ان سے اگر ہیں بولتے۔

سو آپ نے اس خبر کو شرط کلام کیا ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ اگر وہ بولتا ہے۔ سو یہ آپ کا قوم کے جھڑکنے کے طور پر تھا۔ اور یہ بھی سچ ہے۔ اس میں کوئی خلاف واقع بات نہیں۔

اور آپ کا یہ قول کہ یہ میری بہن ہے۔ سو اس کی وجہ تو حدیث میں بیان ہو چکی ہے آپ نے کہا تھا کہ تم اسلام میں میری بہن ہو۔ اور یہ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِخْوَةٌ** کہ سب مومن بھائی ہیں۔

اب اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو تین جھوٹ بتلایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین دفعہ جھوٹ بولا ہے۔ اور شفاعت کی حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے جھوٹوں کو یاد کریں گے۔ سو اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے سوائے ان کلمات کے ایسا کوئی کلام نہیں کیا۔ کہ جس کی صورت جھوٹ کی ہو۔ اگرچہ باطن میں وہ حق تھا۔ اور جبکہ ان کے ظاہری معنی اس کے باطن کے خلاف تھے۔ اس لئے ابراہیم ان کے مواخذہ سے ڈر گئے۔

لیکن وہ حدیث جس میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حل تھا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کیا کرتے تھے۔ اس کے سوا دوسری طرف کا تو یہ کہ طور پر ذکر کیا کرتے

تھے۔ یہ قول بھی خلاف واقع کوئی امر نہیں۔ یہ تو اپنے مقصد کا چھپانا ہے تاکہ آپ کا دشمن اپنے بچاؤ کا سامان نہ تیار کر لے۔ اور جانے کی وجہ چھپالی۔ اور دوسری جگہ کا ذکر بطریق سوال کرتے تھے۔ اس کے حالات کی بحث کرتے تھے۔ اس کے ذکر کا تو یہ کرتے تھے۔ اور یہ نہیں کہتے تھے۔ کہ فلاں جنگ کے لئے چلو۔ اور ہمارا ارادہ کہ خلاف پایا جائے۔

اب اگر تم یہ کہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے کیا معنی ہے بھائی کہ ان سے سوال کیا گیا تھا۔ کہ لوگوں میں سے کون شخص زیادہ عالم ہے۔ تو کہا میں زیادہ عالم ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا۔ کیونکہ انہوں نے اس کا علم خدا کی طرف نہ لوٹایا۔ الحدیث 'اور اس میں کہا ہے بلکہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے۔ جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ اور یہ خبر ہے جس کو بیشک اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

سو جان لے کہ اس حدیث کے بعض طریق میں ابن عباسؓ سے یہ آیا ہے کہ کیا تم ایسے شخص کو جو تم سے زیادہ عالم ہے جانتے ہو۔ اور جب ان کا جواب 'ان کے علم سے تھا۔ اور ان کا جواب ان کے علم کے موافق تھا۔ تو یہ خبر سچ اور حق ہے۔ اس میں کوئی خلاف واقع نہیں نہ کچھ شبہ ہے۔ اور دوسرے طریق پر اس کا عمل ان کے گمان اور اعتقاد پر ہے۔ جیسا کہ اگر آپ اس کی تصریح کر دیتے۔ کیونکہ آپ کا حل نبوت اور برگزیدگی میں اس امر کا متقاضی ہے۔ پس ان کا اس کی بہت خبر دینا بھی اپنے اعتقاد اور گمان کے موافق سچ تھا۔ اس میں کوئی خلاف نہیں۔ اور کبھی اپنے قول سے کہ میں زیادہ جانتا ہوں۔ ان کا ارادہ نبوت کے وظائف کا تھا۔ جو کہ علوم توحید اور امور شریعت و سیاست امت تھے۔ اور خضر علیہ السلام ان سے دوسرے علوم میں زیادہ عالم تھے۔ جن کو کوئی شخص بدوں خدا کے بتلائے ہوئے علوم غیبیہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ وہ قصے جو کہ ان دونوں کے حل میں مذکور ہیں۔ سو موسیٰ علیہ السلام سے بالخصوص ان علوم سے جو کہ ان کو سکھائے گئے تھے زیادہ عالم تھے۔ اور اس پر خدا کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا مَا يَشَاءُ اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔ اور خدا کا ان کو اس پر عتاب کرنا جیسا کہ علما نے کہا ہے سو ان کے اس

قول کے اقرار پر ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے علم کو خدا کی طرف رو نہ کیا۔ جیسا کہ ملائکہ نے کہا تھا۔ لَا يَمْنَعُكَ إِلَّا مَا مَكَمَّتَا کہ ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ تو نے ہم کو سکھایا ہے۔ یا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے شرعاً اس قول کو پسند نہ کیا۔ واللہ اعلم، تاکہ اس قول سے وہ شخص جو کہ ان کے کمال تک تزکیہ نفس و اعلیٰ درجہ میں ان کی امت میں سے نہیں پہنچا۔ ان کی اقتدا کرے گا۔ تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں انسان کا اپنے نفس کی تعریف کرنا شامل ہے۔ جس سے اس کو کبر عجب تزکیہ نفس اور دعویٰ پیدا ہو جائے گا۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کا گروہ ان رذائل سے پاک ہے۔ لیکن دوسرے لوگ اس راستہ پر چلتے ہیں۔ اور اس اندھیرے پر پڑتے ہیں۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ پس اس سے خود بچنا اپنے نفس کے لئے اور تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ بہتر ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جیسی باتوں کے حفظ باقہم کے لئے ان باتوں میں جن کو آپ نے جان لیا تھا فرمایا تھا۔ اَنَا سَيِّدُ وَتِلَادِمَ وَلَا فَخْرَ کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور فخر نہیں کرتا۔ الحدیث۔

اور یہ حدیث ان لوگوں کے لئے جو اس کے قائل ہیں کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔ دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ کہ اس میں یہ ہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ عالم ہوں۔ حالانکہ ولی نبی سے بڑھ کر عالم نہیں ہوتا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام معرفت میں ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں۔ (اور ان کے نبی ہونے پر) اس قول سے دلیل لی ہے کہ یہ کلام میں نے حکم سے نہیں کہے۔ سو معلوم ہوا کہ یہ ان کو وحی ہوئی تھی۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ لیکن یہ ضعیف ہیں کیونکہ ہم کو یہ معلوم نہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اور نبی سوائے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کے نہ تھا۔

اور اہل اخبار نے اس میں کوئی ایسی بات نقل نہیں کی۔ جس پر بھروسہ ہو۔ اور جب ہم نے خدا کا یہ قول کہ تم میں سے زیادہ عالم ہے عموم پر نہیں رکھا۔ بلکہ خاص اور معینہ واقعات میں ہے۔ تو اس بات کی حاجت نہیں کہ خضر علیہ السلام کی نبوت

ثابت کی جائے۔ اسی لئے بعض استادوں نے کہا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے اس بارہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (احکام) لیتے تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ اور خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ان قصایا میں زیادہ عالم تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ (بعض بیہوش) اور بعض نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف ادب سکھانے کے لئے مجبور کئے گئے تھے نہ تعلیم کے لئے۔

## فصل ۹

لیکن جو آپ کی عصمت اعضاء کے افعال کے متعلق ہے۔ اور ان میں سے زبان کی باتیں ہیں سوائے اس خبر کے کہ جس میں کلام ہوا ہے۔ اور سوائے دلی اعتقاد کے جو توحید کے سوائے ہے۔ اور جو ہم نے پہلے آپ کے معارف مخصوص بیان کئے ہیں مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام فاحش اور گنہگار کبیرہ سے جو ملک ہیں معصوم ہوا کرتے ہیں۔ اس میں جمہور کی دلیل وہ اطلاق ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہی مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور دوسروں نے اطلاق کے ساتھ عقلی دلیل ہے۔ ان سب امور کو محل رکھا ہے۔ یہی سب کا قول ہے۔ اور اسی کو استاد ابوبکر نے اختیار کیا ہے۔ اور ایسا ہی ان میں اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ یہ گنہگار انبیاء علیہم السلام اس امر سے معصوم ہے۔ کہ رسالت کو پہچاننے اور عقلی حجتوں سے معصوم ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ عصمت کو چاہتا ہے۔ اس پر جمہور مع سب کے اطلاق کے اصرار کرتا ہے۔ اور جمہور اس کا قائل ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ان کو ان امور سے معصوم ہیں۔ اپنے اختیار و کتب سے یہ امر لازم کئے ہوئے ہیں۔ کہ جس کو گنہگاروں پر ہرگز طاقت نہیں۔ مگر چھوٹے گنہگاروں کو سبک دینا اور انہیں گنہگاروں سے جائز سمجھا ہے۔ یہی مذہب ابوبکر کا ہے۔ اور ان کے دلائل و مشکمیں کا ہے۔ اس کے بعد ہم عقربہ و دلائل قرآنیہ سے ان کے اصرار کو ثابت کرتے ہیں۔

ایک دوسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام

ثابت کی جائے۔ اسی لئے بعض استادوں نے کہا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے اس بارہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (احکام) لیتے تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ اور خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ان قصایا میں زیادہ عالم تھے۔ کہ جو ان کو دئے گئے تھے۔ (بعض بینات) اور بعض نے یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی طرف ادب سکھانے کے لئے مجبور کئے گئے تھے نہ تعلیم کے لئے۔

## فصل ۹

لیکن جو آپ کی عصمت اعضاء کے اعمال کے متعلق ہے۔ اور ان میں سے زبان کی باتیں ہیں سوائے اس خبر کے کہ جس میں کلام ہوا ہے۔ اور سوائے دلی اعتقاد کے جو توحید کے سوائے ہے۔ اور جو ہم نے پہلے آپ کے معارف مخصوصہ بیان کئے ہیں مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام فواحش اور گناہان کبیرہ سے جو ملک ہیں معصوم ہوا کرتے ہیں۔ اس میں جمہور کی دلیل وہ اجماع ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہی مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور دوسروں نے اجماع کے ساتھ عقلی دلیل سے ان سب امور کو محال رکھا ہے۔ یہی سب کا قول ہے۔ اور اسی کو استدلال ابوالحسن نے اختیار کیا ہے۔ اور ایسا ہی ان میں اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ یہ گروہ انبیاء علیہم السلام اس امر سے معصوم ہے۔ کہ رسالت کو چھپائے اور تبلیغ میں قصور کرے۔ کیونکہ یہ سب کچھ عصمت کو چاہتا ہے۔ اس پر معجزہ مع سب کے اجماع کے دلائل کرتا ہے۔ اور جمہور اس کا قائل ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ان باتوں سے معصوم ہیں۔ اپنے اختیار و کسب سے یہ امر لازم کئے ہوئے ہیں۔ کہ حسین نجار کہتے ہیں کہ ان کو گناہوں پر ہرگز طاقت نہیں۔ مگر چھوٹے گناہوں کو سلف وغیرہ کی جماعت نے انبیاء علیہم السلام سے جائز سمجھا ہے۔ یہی مذہب ابو جعفر طبری وغیرہ فقہاء محدثین و متکلمین کا ہے۔ اس کے بعد ہم عنقریب وہ دلائل بیان کریں گے۔ جن سے وہ دلیل لاتے ہیں۔

ایک دوسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عقل ان سے واضح

ہونے کو محل نہیں جانتی۔ اور شرع میں کئی ایک وجہ پر قاطع دلیل نہیں۔ محققین کا ایک گروہ جو فقہاء و متکلمین میں اس طرف گیا ہے۔ کہ جس طرح وہ کبار سے معصوم ہیں صفائے سے بھی معصوم ہیں۔ کیونکہ صفائے و کبار کے معنی میں لوگوں کا اختلاف و اشکال ہے۔

ابن عباسؓ وغیرہ کا یہ قول ہے۔ کہ جس سے خدا کی نافرمانی ہو وہ کبیرہ ہے۔ اور ان میں سے صغیرہ اس کو کہتے ہیں جو کبیرہ کی نسبت چھوٹا ہو۔ اور خدا کی مخالفت جس امر میں ہو ضروری ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہو۔

قاضی ابو محمد عبد الوہاب کہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ یوں کہا جائے خدا کے گناہ صغیرہ ہیں۔ مگر اس معنی کہ کبیرہ سے بچنے کے ساتھ وہ بخشے جاتے ہیں۔ اور خدا کی مغفرت کے ساتھ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ بخلاف کبیرہ گناہوں کے جبکہ ان سے توبہ نہ کی جائے پھر ان کو کوئی چیز نہیں مٹاتی۔ ان کو معاف کر دینا خدا کی مرضی پر ہے۔ یہی قول قاضی ابوبکر اور آئمہ اشعریں کی ایک جماعت اور بڑے بڑے آئمہ فقہاء کا ہے۔

ہمارے بعض امام کہتے ہیں کہ دونوں قول پر اس میں اختلاف ثابت نہیں کہ یہ حضرات صفائے کے تکرار و کثرت سے معصوم ہیں۔ کیونکہ اس کا تکرار کبار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس صغیرہ میں بھی اختلاف نہیں کہ جس میں حیا و عزت و مروت جاتی رہے۔ برائی و کینہ پن کو واجب کر دے۔ کیونکہ یہ بھی دو باتیں ہیں۔ کہ جن سے انبیاء علیہم السلام اجماعاً معصوم ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات معزز مرتبہ کو گواہی دیتی ہے۔ اور اس شخص کو عیب دار بناتی ہے۔ لوگوں کے دل اس سے نفرت کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے پاک ہیں۔ بلکہ منزہ و بچاؤ کے ساتھ مباح چیزیں مل جاتی ہیں۔ پھر اس مباح کے کرنے سے اسم مباح سے نکل کر حرام تک نوبت پہنچتی ہے۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ مکروہات میں قصداً پڑنے سے معصوم ہیں۔

بعض آئمہ نے انبیاء علیہم السلام کے صفائے سے معصوم ہونے پر اس سے دلیل پکڑی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال کی عہد کی آئمہ و خصائل کے اتباع

مطلقاً کرنی چاہئے۔ اور جسور فقہاء یعنی امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب بدوں التزام قرینہ شرعیہ کے اسی پر ہیں۔ (بعض مستحب کہتے ہیں۔ بعض مباح)۔

ابن خویر مند امام مالکؒ سے اس کا التزام وجوباً بیان کرتے ہیں۔ اور یہی قول ابوری ابن قسار اور ہمارے اکثر اصحاب کا ہے۔ اور یہ قول اکثر اہل عراق ابن سرج اصطنوی ابن خیران کا ہے جو شافعیہ سے ہیں۔ اور اکثر شافعیہ اس پر ہیں کہ یہ مستحب ہے۔ ایک گروہ مباح کی طرف گیا ہے۔ بعض نے یہ قید لگائی ہے کہ جو امور دینیہ ہیں۔ اور اس سے قربت کا مقصد پایا جائے۔ اس میں ابتلا ہے۔ اور جس نے آپ کے افعال میں اطاعت کو مباح کہا ہے اس نے کوئی قید نہیں لگائی۔ اس نے کہا ہے اگر ہم ان پر صغائر جائز رکھیں۔ تو ان کے افعال میں اقتدار جائز نہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کے افعال میں کوئی ایسا فعل نہیں ہے کہ جس میں آپ کے مقصد میں تمیز ہو سکے۔ کہ اس میں قربت ہے یا اباحت ہے یا منع یا گناہ ہے۔ اور یہ صحیح نہیں۔ کہ کسی مرد کو کسی امر کے ماننے کا حکم دیا جائے۔ شاید وہ گناہ ہو خصوصاً ان اصولوں کے قول پر جو کہ فعل کو قول پر مقدم جانتے ہیں۔ جبکہ دونوں متعارض ہوں۔ اور ہم اس دلیل کو اور برہماتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ کہ جس نے صغائر گناہ کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جائز رکھا اور جس نے نفی کی سب اس پر متفق ہیں۔ کہ آپ کسی منکر یا قول کے فعل پر کسی اور کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے کو دیکھ کر چپ رہتے تھے۔ تو یہ اس کے جواز کی دلیل ہوتی تھی۔ اب یہ کیونکر ہو۔ کہ غیر کے حق میں تو آپ کا یہ حل ہو۔ لیکن اس منکر کے وقوع کو آپ سے اپنے لئے تجویز کیا جائے۔ اور اس ماخذ پر آپ کی عصمت مکروہ کے مقلات سے واجب ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اور اس لئے کہ آپ کے فعل کی پیروی کا رواج یا استحباب جھڑکنے اور فعل مکروہ کے منع کرنے کے منافی ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ صحابہ کے طریق سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیا کرتے تھے۔ خواہ کیسے ہوں اور کسی قسم کے ہوں۔ جیسا کہ آپ کے اقوال سے ظاہر ہے۔ اور بلاشبہ جب آپ نے

انگوٹھی اتار ڈالی۔ تو سب نے اپنی انگوٹھیاں اتار ڈالیں۔ اور جب آپ نے اپنی نعلین اتاری۔ تو سب نے اپنی نعلین اتار ڈالیں۔

اور صحابہ نے ابن عمرؓ کے دیکھنے کو دلیل ٹھہرایا۔ جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کے لئے بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھا دیکھا تھا۔ اور بہت سے صحابہ نے عبادت و عالت کے بہت سے امور میں ابن عمرؓ کے قول سے دلیل لی ہے۔ کہ میں نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو نے اس کو خبر نہ دی تھی۔ کہ میں روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتا ہوں۔ اور حضرت عائشہؓ نے دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی پر خفا ہوئے۔ جو کہ آپ کی طرف سے اس قسم کی خبر دے گیا تھا۔ پھر اس نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جو چاہے حلال کر دے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ بے شک میں تم سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ اور خدا کے حدود کا زیادہ عالم ہوں۔ اس میں آثار و احادیث بکثرت ہیں۔ جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کے مجموعہ سے یہ بات قطعاً معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ حضرت آپ کے افعال کی اتباع و پیروی کرتے تھے۔ اگر وہ اس میں آپ کی مخالفت کسی فعل میں جائز سمجھتے۔ تو یہ انتظام نہ ہوتا۔ بالضرور ان سے منقول ہوتا۔ اور ان کی اس سے بحث ظاہر ہوتی۔ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر اس کے قول و عذر کا انکار نہ کرتے۔ جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن امور مباحات کا وقوع ان سے جائز ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی جرح قدح نہیں۔ بلکہ اس میں ان کا حکم ہے۔ اور ان کے ہاتھ غیروں کے ہاتھ کی طرح ہیں۔ جن پر ان کا غلبہ ہے۔ مگر انبیاء علیہ السلام اس سے بلند درجہ کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں۔ ان کے سینے انوار معرفت سے کھل دیئے گئے ہیں۔ وہ خدا اور دار آخرت سے اپنے دلی تعلق کی وجہ سے برگزیدہ کئے گئے۔ وہ مباحات سے بقدر ضرورت کے سوائے اس کے کہ ان کو راستہ کے چلنے کی قوت دے۔ ان کے دین کی اصلاح کرے۔ ان کی دنیا کی ضرورت پورا کرے نہیں لیتے۔ [www.marfat.com](http://www.marfat.com)



مل جایا کرتی ہے۔ اور قربت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کا بیان اول کتاب میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارک میں بیان کیا ہے۔  
اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام پر خدا کا بڑا فضل ہے کہ ان کے افعال کو قربات و طاعت بنا دیا ہے جو مخالفت و گناہ کے طریق سے بعید ہیں۔

## فصل ۱۰

انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے پہلے آپ کے گناہوں سے عصمت میں اختلاف ہے۔ بعض نے تو محل کہا ہے۔ اور بعض نے جائز کہا ہے۔ اور صحیح انشاء اللہ یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ ہر اس عیب سے جو شک کا موجب ہے معصوم ہیں اور کیسے نہ ہوں۔ حالانکہ اس مسئلہ کا تصور محل کی طرح ہے۔ کیونکہ گناہ اور منہیت تو شروع کے تقرر کے بعد ہوتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں وحی اترنے سے پہلے کے بارہ میں لوگ مختلف ہیں۔ کہ آیا آپ پہلی شرع کے تابع تھے یا نہیں۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ کسی شرع کے پابند نہ تھے۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ پس اس قول پر گناہ موجود نہ تھے۔ اور اس وقت آپ کے حق میں معتبر نہ تھے۔ کیونکہ شرعیہ اور امر و گواہی اور تقرر شرع کے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ پھر جو لوگ اس امر کے قائل ہیں ان کے دلائل میں اختلاف ہے۔

سیف السنت اور تمام فرقوں کے پیشوا قاضی ابوبکرؓ اس طرف گئے ہیں۔ کہ اس پر علم کا طریقہ نقل ہے۔ اور بطریق سماعت خبر کا وارد ہونا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ بات ہوتی۔ تو البتہ منقول ہوتی۔ اس کا چھپنا ممکن نہ تھا علوتاً۔ کیونکہ آپ کی روش میں یہ ایک متم بالشان اور بڑا معتبر امر تھا۔ اس شریعت والے اس سے غر کرتے۔ اور آپ پر اس سے حجت لاتے۔ لیکن اس میں سے کچھ بھی منقول نہیں

ایک گروہ عقلاً اس کے محل ہونے کی طرف گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جو شخص تابع مشہور ہو جائے اس کا متبوع ہونا بعید ہے۔ انہوں نے اس کی بنا حسن و قبح پر رکھی ہے۔ (یعنی حسن و قبح عقلی ہیں) لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ اور اس کی نسبت نقلی کی طرف کرنا جیسا کہ قاضی ابوبکر نے کیا ہے بہتر ہے۔ اور زیادہ ظاہر ہے۔

ایک فرقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توقف کیا ہے۔ اور اس میں قطعی حکم لگانے کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں وجہوں کو عقل محل نہیں جانتی۔ اور ان دونوں میں ان کے نزدیک طریق نقل ظاہر نہیں ہوا۔ یہی مذہب ابو العالی کا ہے۔

تیسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ آپ پہلی شرعی پر عامل تھے۔ پھر ان کا اختلاف ہے کہ یہ کوئی معین شرع ہے یا نہیں۔ بعض نے اس کے مقرر کرنے میں توقف اور تاخیر کی ہے۔ بعض نے معین کرنے پر دلیری اور جزم کیا ہے۔ پھر یہ معین فرقہ مختلف ہوا ہے۔ کہ آپ نے کس کی اتباع کی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی اتباع کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی صلوات اللہ علیہم۔ پس یہ سب خلاصہ مذاہب کا اس مسئلہ میں ہے۔ اور زیادہ ظاہر اس میں مذہب قاضی ابوبکر کا ہے۔ اور زیادہ بعید مقرر کرنے والوں کا مذہب ہے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کچھ ہوتا تو ضرور منقول ہوتا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور کسی سے یہ سب مخفی نہ رہتا۔ ان کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں کہ آخر نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جو نبی اس کے بعد آیا۔ اس نے اس کی شریعت کو لازم پکڑا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی بالعموم دعوت ثابت نہیں ہوئی۔

اور دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کے اس قول میں کہ دین ابراہیم ضیف کی اتباع کر۔ کوئی حجت نہیں۔ اور نہ دوسروں کے لئے خدا کے اس قول میں کہ تَرَوْعَ لَكُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا وَضٰیہُ نُوْحًا۔ تمہارے لئے دین میں سے جو نوح علیہ السلام کو وصیت کی تھی مقرر ہے۔

حجت ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اس کا محل یہ ہے۔ کہ ان کی اتباع توحید میں

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ أَتُوبُ إِلَيْهِمْ إِنَّهُمْ اقْبَلُوهُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ ۚ

ہدایت دی ہے۔ پس ان کی ہدایت کے ساتھ اتباع کر۔

اور ان میں خدائے تعالیٰ نے ایسے نبی کا بھی نام لیا ہے کہ کسی شریعت خاص کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا۔ جیسے کہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام اس شخص کے قول کے موافق جو یہ کہتا ہے۔ کہ وہ رسول نہ تھے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک ایک جماعت کا ایک آیت میں نام لیا ہے جن کی شریعتیں مختلف تھیں۔ ان میں جمع ہونا ناممکن تھا۔ اب یہ اس پر دلیل ہے کہ جس پر وہ متفق تھے۔ یعنی توحید اور خدا کی عبادت اور اس کے بعد کیا اس شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ اتباع منع ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ قول لازم ہے یا وہ اس بارہ میں مختلف ہیں۔ لیکن جس نے عقلاً ان کو منع کہا ہے۔ سو اس کا عمل ہر رسول کے بارہ میں بلاشبہ جاری ہو گا۔ اور جو شخص نقل کی طرف مائل ہوا ہے۔ تو جہاں اس کے لئے متصور اور مقرر ہو گا۔ اس کی اتباع کرے گا۔ اور جس نے وقف کہا ہے۔ وہ اصل پر ہے۔ اور جس نے ماقبل کی اتباع کو واجب کہا۔ تو اس نے اس کا التزام کیا۔ کہ اپنی دلیل ہر نبی میں جاری کرے۔

## فصل ۱۱

یہ حکم تو وہ ہے کہ جس میں اعمال کی مخالفت قصد ہو۔ اور اس کا نام گناہ رکھا جاتا ہے۔ وہ تکلیف کے نیچے داخل ہے۔ لیکن جو بدوں قصد و ارادہ کے ہو جیسا کہ وظائف شرعیہ میں جن کو شرع نے مقرر کیا ہے۔ جن کا تعلق خطاب سے نہیں۔ اور ان پر کوئی مواخذہ نہیں سو و نسیان ہو۔ پس انبیاء علیہم السلام کے حالات اس پر مواخذہ کے چھوڑنے اور ان کے لئے گناہ نہ ہونے میں امتوں کے ساتھ برابر ہیں۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو پہنچانے کا طریق شرع کا مقرر کرنا احکام کا تعلق امت کو (شرعی) فعل کی تعلیم اور ان کو آپ کی اتباع (اور عدم اتباع) میں مواخذہ کرنا اور جو

اس سے خارج ہے وہ آپ کی ذات سے مخصوص ہے۔ لیکن اول قسم (بلاغ) کا حکم خدا کی ایک جماعت کے نزدیک اس باب میں قول میں سو کرنے کا ہے۔ اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا محمل ہونا اور آپ پر قصداً و سہواً جائز ہونے سے آپ کا معصوم ہونا بیان کر دیا ہے۔

اسی طرح علماء کہتے ہیں۔ کہ اس باب میں افعال کی مخالفت جائز نہیں۔ نہ عمداً نہ سہواً۔ کیونکہ یہ افعال تبلیغ و ادا کی جست سے بہ معنی قول ہیں۔ اور ان عوارض نا ان پر جاری ہونا شک کا موجب ہے۔ اور طعنوں کا باعث ہے۔ اور سو کی احادیث سے توجیہات کے ساتھ علماء نے عذر کیا ہے۔ اس کے بعد ہم ان کا ذکر کریں گے۔

اسی کی طرف ابو اسحق نے میلان کیا ہے۔ اور اکثر فقہاء و متکلمین اس طرف گئے ہیں۔ کہ افعال بلاغیہ و احکام شرعیہ میں مخالفت سہواً و غیر قصداً آپ پر جائز ہے۔ جیسا کہ نماز میں احادیث سو مقرر ہو چکا ہے۔ اور اس میں اور اقوال بلاغیہ میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ معجزہ قول کے صدق پر قائم ہے۔ اور اس کی مخالفت اس کے برخلاف ہے (یعنی قول میں صدق سو بلا قصد کو نہ ملتا معجزہ کے برخلاف ہے۔ کیونکہ معجزہ دلیل صدق ہے) لیکن افعال میں سو اس کے برخلاف ہے اور نہ نبوت میں عیب لگاتا ہے۔ بلکہ فعل کی غلطیاں اور دل کی غلطیاں انسان کے صفات لازمہ سے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُنْسِي كَمَا تَنْسَوْنَ وَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

ترجمہ۔ بیشک میں انسان ہوں۔ بھولتا ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو۔ جب میں بھول جاؤں تو تم مجھ کو یاد دلا دو۔

ہاں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نسیان و سہواً علم اور بیان شرع کا باعث ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لئے ایک امر کی تعلیم دوں اور سنت بناؤں۔ بلکہ روایت کیا گیا ہے کہ تَنْتُ أَنْسَى وَ لِحِينَ أَنْسَى لَا سُنَّةَ فِي بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت کروں۔

marfat.com

Marfat.com

اور یہ حالت آپ کی تبلیغ کی زیادتی اور آپ پر نعمت کا پورا ہونا ہے۔ نقصان کے صفات اور طعن کی غرضوں سے دور ہے۔ کیونکہ اس تجویز کے قائل یہ شرط لگاتے ہیں۔ کہ رسول سو و غلط پر برقرار نہیں رکھے جاتے۔ بلکہ اس پر ان کو اچھا کیا جاتا ہے۔ وہ فوراً اس کے حکم کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور دوسرے کہتے ہیں کہ انتقال سے پہلے اچھا کئے جاتے ہیں۔ کہ جس کا طریق باغ کا نہیں۔ اور نہ بیان احکام کا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے امور دین و افکار قلبی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جن کو آپ نے اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی اس میں اتباع کی جائے۔ سو امت کے طبقہ کے اکثر علماء اس میں غلط سستی و غفلت دلی جائز رکھتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی گئی ہے۔ کہ لوگوں کی تکلیفیں امت پر حکومت گھر کے لوگوں پر عتایت معنوں کا لحاظ کریں۔ لیکن یہ بطریق تکرار و اتصال نہیں۔ بلکہ شتاد طور ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **إِنَّهُ لَيَبْغَاَنَّ عَلَى قَلْبِي مَا سَتَفَرُّا اللَّهُ بِشَاكٍ** میرے دل پر پردہ آجاتا ہے۔ اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔

اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جس سے آپ کے مرتبہ میں کمی واقع ہو۔ اور آپ کے معجزہ کے مثالی ہو۔

اور ایک گروہ سو و نسیان و غفلت و سستی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بالکل منع کرتا ہے۔ اور یہی مذہب صوفیہ کی جماعت اور دلوں اور مقامات کے عالموں کا ہے۔ اور ان احادیث میں ان کے اقوال ہیں۔ جن کا ہم اس کے بعد انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

## فصل ۱۲

(ان احادیث میں کلام جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سو واقع ہوا ہے) اس سے پہلی فصلوں میں ہم وہ افعال و احوال بیان کر آئے ہیں جن میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جائز ہے اور جن میں جائز نہیں۔ اور ہم نے تمام اخبار میں اور اقوال مبینہ میں سو کو محل کہا ہے۔ اور افضل مبینہ میں اس وجہ پر کہ ہم نے اس کو ترتیب دیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو اس میں وارد ہوا ہے۔ وقوع سو کو جائز کہا ہے۔ ہم اس کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کے بارہ میں جو احادیث صحیحہ وارد ہیں، تین ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث ذی الیدین کی ہے۔ جو دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے کی ہے۔

دوسری حدیث ابن لجنہ کی ہے۔ جو دو رکعت کے بعد قیام کے بارہ میں ہے تیسری ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھیں۔

اور یہ احادیث اس سو پر مبنی ہیں جو کہ اس فعل میں ہوا ہے۔ جس کو ہم نے مقرر کیا ہے۔ اس میں خدا کی یہ حکمت ہے۔ کہ آپ کی سنت مقرر ہو۔ کیونکہ فعل کے ساتھ تبلیغ بہ نسبت قول کے زیادہ روشن اور احتمال کو زیادہ اٹھانے والا ہے۔ اور اس کی شرط یہ ہے۔ کہ سو برقرار نہیں رہتا۔ بلکہ آپ کو اس کا شعور ہوتا ہے تاکہ اٹھلے جاتا رہے۔ اور حکمت کا فائدہ ظاہر ہو۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور نسیان و سو فعل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُنْسِي كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

ترجمہ :- میں انسان ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ جب میں بھول جاؤں۔ تو مجھ کو یاد دلاؤ۔

اور فرمایا کہ رَحِمَ اللّٰهُ فُلَانًا لَّذَاذْكَرْنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً كُنْتُ سَافِطُهُمْ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم کرے۔ کہ اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیت یاد دلا دی۔ جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا (سوا)۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ تَنْسِيْتُهُمْ مجھے وہ بھلائی گئی تھیں۔

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

marfat.com

Marfat.com

انی لا نفسی او نفسی لا من - بیشک میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت کر دوں  
بعض کہتے ہیں کہ راوی کا شک ہے۔ اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ میں بھولتا  
نہیں بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ سنت بناؤں۔

ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار اس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ شک نہیں ہے۔ اور یہ کہ  
اس کے معنی تقسیم کے ہیں۔ بعض میں بھول جاتا ہوں یا اللہ تعالیٰ مجھے بھلاتا ہے۔  
قاضی ابوالید یاجزی کہتے ہیں۔ ان دونوں کے کہنے کا یہ احتمال ہے کہ آپ کا یہ ارادہ  
ہے کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں۔ اور نیند میں بھلایا جاتا ہوں۔ یا میں انسان کی علوت  
کے موافق بھولتا ہوں۔ یعنی شے سے ذہول و سو ہو جاتا ہے بلوجود اور متوجہ ہونے  
اور فارغ بالی کے بھلایا جاتا ہوں۔ پس دو نسیانوں میں ایک کو اپنے نفس کی طرف  
منسوب کیا۔ کیونکہ آپ کے لئے اس میں ایک سبب تھا۔ اور دوسرے کو اپنے نفس  
سے دور کیا۔ کیونکہ آپ اس میں مضطر کی طرح تھے۔

اور ایک گروہ اصحاب معانی و کلام کا حدیث میں اس طرف گیا ہے کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نماز میں سو کیا کرتے تھے۔ اور بھولتے نہ تھے۔ کیونکہ نسیان ذہول غفلت و  
آفت تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب باتوں سے پاک ہیں۔ اور سو ایک  
شغل ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں سو کیا کرتے تھے۔ اور وہ آپ کو  
حرکات نماز سے وہ شے (یعنی نور معرفت) کہ جس سے آپ مشغول رہتے روک رکھتے  
تھے۔ نہ اس وجہ سے کہ آپ اس سے غافل تھے۔ اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کے اس قول سے حجت پکڑی ہے۔ جو کہ دوسری روایت میں ہے کہ بیشک میں  
بھولتا نہیں۔

اور ایک گروہ آپ سے ان سب امور کو منع کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا سو عمارا "وقصدا" تھا۔ تاکہ مستون ہو جائے۔ اور یہ قول پسندیدہ  
نہیں ہے۔ اس کے مقاصد مناقض ہیں۔ اس سے فائدہ نہیں۔ کیونکہ ایک ہی محل میں  
آپ کیونکر جان کر بھولنے والے ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو اپنے قول میں یہ کوئی حجت  
نہیں۔ کہ آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ صورت نسیان کو عمارا "کریں تاکہ سنت ہو جائے۔"

کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں۔ اور دونوں حالتوں میں سے ایک حل کو ثابت کیا۔ اور عمداً "واقصداً" تاقص کو دور کیا۔

اور فرمایا کہ تمہاری طرح میں بھی انسان ہی ہوں۔ جیسا تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ اور اس طرف بڑے بڑے محقق مائل ہوئے ہیں۔ جو ہمارے اماموں میں سے ہوئے ہیں۔ وہ ابو الحنفیہ السمرانی ہیں۔ اور ان میں سے اس کے سوا اس سے اور کوئی راضی نہیں۔ اور نہ میں راضی ہوتا ہوں۔ اور ان دونوں گروہوں کو آپ کے اس قول میں کہ میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں حجت نہیں کیونکہ اس میں بالکل نسیان کے حکم کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو صرف لفظ کی نفی ہے۔ اور اس لفظ کی کراہت ہے۔ جیسا کہ آپ کا قول کہ تمہارے لئے یہ بری بات ہے۔ کہ یوں کہو کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں۔ لیکن بھلایا گیا ہوں یا امر نماز میں دل سے غفلت اور کم اہتمام کی نفی ہے۔ لیکن نماز کی وجہ سے اس سے مشغول ہو گئے۔ اور اس کے بعض حصہ کو بعض کی وجہ سے بھول گیا۔ جیسا کہ خندق کے دن نماز کو چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا۔ اور دشمن کے پھاؤ میں نماز سے غافل ہو گئے۔ پس آپ ایک بندگی کی وجہ سے دوسری بندگی سے علیحدہ ہو گئے۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ خندق کے دن چار نمازیں ظہر عصر مغرب عشاء ترک کی تھیں۔ اور اسی سے اس شخص نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ خوف کی حالت میں نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ جب کہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ پائے۔ اس کے وقت تک۔ یہ مذہب شامیوں کا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نماز خوف کا حکم اس کے بعد آیا ہے۔ پس وہ اس کے لئے ملغ ہے۔

اگر تم کہو۔ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو جنگل کے دن نماز سے سو گئے تھے۔ کیا کہتے ہو۔ اور بیشک آپ نے فرمایا ہے کہ ان عینی تناء مان ولا ینام قلبہ۔ میری آنکھیں تو سوتی ہیں۔ اور دل نہیں سوتا۔

سو جان لے کہ علماء نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے دل کاغیند کے وقت اور آپ کی آنکھوں کا اکثر اوقات میں یہ حل ہے۔

marfat.com

Marfat.com



اور ثابور وقت میں آپ کا اور حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے غیر سے خلاف علوت ثابور ہوتا ہے۔ اور اس تاویل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نفس حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا۔ اور قول بلال رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں کہ ایسی فیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ تصحیح کرتا ہے۔ لیکن اس قسم کی بات آپ سے ایک امر کے لئے ہوتی ہے۔ جس کا خدا ارادہ کرتا ہے۔ کہ اثبات حکم ہو۔ سنت کی بنیاد پڑے۔ شرع کا اظہار ہو۔

اور جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ **كُتِبَ عَلَى اللَّهِ لَا يَقْضَىٰ وَلَٰكِنْ أَرَادَ لِمَنْ يَكُونُ بَعْدَ كُمْ** اگر خدائے تعالیٰ چاہتا۔ تو ضرور ہم کو جگا رہتا۔ لیکن اس نے ارادہ کیا کہ یہ بعد آنے والوں کے لئے طریقہ ہو۔

دوم یہ کہ آپ کے دل کو فیند مستغرق نہ ہوا کرتی تھی۔ تاکہ آپ سے اس میں حدیث پیدا ہو۔ کیونکہ مروی ہے کہ آپ اس سے محفوظ تھے۔ اور آپ سو جلیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا سانس تیز ہوتا تھا۔ اور آپ کی آواز سنی جاتی تھی۔ پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔ اور وضو نہ کیا کرتے تھے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں آپ کے سونے کے بعد وضو کا ذکر ہے۔ آپ کا سونا اپنی بیوی کے ساتھ ہے۔ اب اس سے فیند کے بعد وضو کرنے سے دلیل لانا ممکن نہیں۔ کیونکہ بیوی کے چھونے کی وجہ سے یا کسی اور حدیث کی وجہ سے ہو۔ اور یہ کیسے ہو۔ حالانکہ اسی حدیث کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ پھر آپ سوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کی آواز سن لی۔ پھر نماز قائم ہوئی۔ تو آپ نے نماز پڑھی۔ اور وضو نہ کیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا دل اس لئے نہیں سوتا تھا۔ کہ فیند میں آپ پر وحی آیا کرتی تھی۔ اور جنگل کے قصہ میں تو صرف یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی فیند آفتاب کے دیکھنے سے تھی۔ اور یہ دل کا فعل نہیں۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **كَرِهَ اللَّهُ قَبْضَ قَوْلِهِمْ قَوْلًا** شَاءَ لَرَقَعًا يَبْنِي فِي حَيْثُ كُنْتُمْ هَذَا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کیا۔ اور اگر چاہتا

تو ان کو ہماری طرف اس سے دوسرے وقت لوٹا دیتا (یعنی وقت پر جگا دیتا)۔  
 اگر کہا جائے کہ اگر آپ کی عادت نیند میں مستغرق ہونے کی نہ تھی۔ تو بے شک بلال رضی اللہ عنہ کو یوں نہ فرماتے۔ کہ اَصْلًا لَمْ يَصْبِحْ هَارَةً لِّمَجِّهِ كِي حَفَاظَتِ كَرَامَتِہ۔ اس کے جواب میں یوں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ صبح کو اندھیرے میں نماز پڑھ لیا کریں۔ اور جس کی آنکھ سو جائے۔ اس سے اول وقت فجر کی رعایت آسان نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ جو کہ یہ بات ظاہری اعضا سے معلوم ہوتی ہے۔ تب بلال کو آپ نے اول فجر کی رعایت کرنے کے لئے وکیل بنایا۔ تاکہ آپ کو اطلاع دے۔ جیسا کہ نیند کے سوا رعایت فجر سے کسی اور کام میں آپ مشغول ہو جائیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے منع کرنے کا کیا مطلب کہ میں بھول گیا ہوں۔ اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنِّیْ اُنْسِیْ کَمَا تُنْسَوْنَ فَاِنَا نَسِیْتُ فَذَکِّرْنِیْ کہ میں بھی بھولتا ہوں۔ جیسا کہ تم بھولتے ہو۔ اور جب میں بھول جاؤں۔ تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ لَقَدْ اَذْکَرْنِیْ کَذَا وَ کَذَآ اٰیۃٌ کُنْتُ اُنْسِیْتُہَا مجھ کو اس نے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جو تجھے بھلا دی گئی ہیں

سو جان لے کہ خدا تجھ کو معزز کرے کہ ان الفاظ میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ کا اس سے منع فرمانا۔ کہ یوں کہا جائے کہ میں فلاں آیت بھول گیا ہوں۔ سو اس پر یہ محمول ہے۔ کہ اس کی تلاوت قرآن منسوخ ہو گئی ہو۔ (یعنی اگر میں تلاوت آیت بھول جاؤں تو یہ مت کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے) یعنی غفلت اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی طرف مجبور کیا۔ تاکہ جس کو چاہے ثابت رکھے۔ اور جس کو چاہے مٹا دے۔ اور جو سو یا غفلت آپ کی طرف سے ہو۔ جس کو آپ یاد رکھتے ہوں۔ تو اس میں اس کی صلاحیت ہے۔ کہ یوں کہا جائے کہ میں بھول گیا ہوں (یا بھلایا گیا ہوں)۔

اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بطریق استعجاب

ہے۔ کہ فعل کو اپنے خالق کی طرف نسبت کریں۔

اور دوسری حدیث (جس میں جواز بھولنے کا ہے) بطریق جواز ہے۔ کیونکہ اس میں بندہ کا عمل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد تبلیغ شریعت اور بندوں تک پہنچا دینے کے کسی آیت کا ساقط کرنا اور بھولنا اور پھر امت کا یاد دلانا یا اپنی طرف سے یاد آجانا جائز ہے۔ مگر جس کے منسوخ اور دلوں سے محو کر دینے کا اور اس کے ذکر کے ترک کا خدائے تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہو۔ اور جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی آیت کو جس کا طریق ہو۔ کسی وقت بھول جائیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلاغ سے پہلے وہ آیت بھلا دے۔ جس کی نظم میں تبدیلی نہ ہو۔ اور اس کا حکم خلط طوط نہ ہو۔ جس سے خبر میں خلل واقع ہو۔ پھر وہی اس کو یاد دلا دے۔ اور اس کا ہمیشہ بھلا دینا محال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کے پہنچانے کی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) تکلیف دیتا ہے۔

### فصل ۱۳

ان لوگوں پر رو جو انبیاء علیہم السلام پر صفات گنہ جائز کہتے ہیں۔ اور اس میں جس کے ساتھ انہوں نے استدلال کیا ہے۔ اس میں کلام۔

جان لے کہ جو فقہاء و محدثین اور ان کے موافق متکلمین نے انبیاء علیہم السلام سے صفات کا صدور جائز کہا ہے۔ انہوں نے اس میں قرآن کی بہت سی آیات صریحہ و احادیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ اگر ظاہر آیت و حدیث کا التزام کریں۔ تو اس سے کبیرہ گناہوں اور خرق اجماع تک نوبت پہنچتی ہے۔ جس کو کوئی مسلمان نہ کہے گگ اور کیسے یہ بات ہو۔ حالانکہ جن آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ جن کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اس کے معنی میں اور احتمالات کا مقابلہ ہے اور ان میں سلف کے وہ اقوال آئے ہیں۔ جو ان کے لازمی معنی کے برخلاف ہیں۔ اور جب ان کے مذہب پر اجماع نہیں۔ اور قہم سے ان کے دلائل میں اختلاف چلا آتا ہے۔ اور ان کے قول کے خطا اور دوسرے قول کی صحت پر دلیل موجود ہے۔ تو اس کا

ترک واجب ہے۔ اور جو امر صحیح ہو۔ اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ دیکھو ہم انشاء اللہ ان کے دلائل میں بحث کرتے ہیں۔

ان کی ایک دلیل یہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے  
لِيُفِزَ لَكَ مَا تَقْدَمُ مِنْ فَتْيِكَ وَمَا تَأْتِيهِ (پ ۲۶ ع ۹) مگر اللہ تمہارے سبب سے گناہ  
بخشتے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا وَاسْتَوْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (پ ۲۶ ع ۶) اور  
اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔  
اور خدائے تعالیٰ کا یہ فرمانا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ۔ اور ہم نے  
تجھ سے وہ بوجھ اتار دیا کہ جس نے آپ کی پیٹھ بوجھل کر دی تھی۔

اور خدا کا یہ فرمان کہ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَفْنَيْتَ لَهُمْ (پ ۱۰ ع ۱۲) اللہ تمہیں معاف  
کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔

اور خدا کا یہ قول لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پ ۱۰ ع ۵)  
اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مل  
لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

اور خدا کا یہ قول عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ وَمَا يُدْرِيكَ لَمَنِ يَزْكُي أَوْ يَنْكُرُ  
فَتَنَعَهُ الْيَزْكُرُ (پ ۲۰ ع ۵) تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ  
ناجینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ  
دے۔

جو قصص کہ انبیاء علیہم السلام کے منقول ہیں۔ جیسے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول کہ  
عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (پ ۲ ع ۲) اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع  
ہوئی۔

اور اس کا یہ قول فَلَمَّا آتَاكُمْ صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَنِ  
مُشْرِئِكُمَا (پ ۹ ع ۱۳) پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہئے بچہ عطا فرمایا انہوں نے  
اس کی عطا میں اس کے ساتھی ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک سے۔

marfat.com

Marfat.com

اور اس کا آدم علیہ السلام کی طرف سے یہ قول کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (پ ۸ ع ۹) اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔  
 اور اس کا یہ قول یونس علیہ السلام کی طرف سے۔ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (۱۷ ع ۶) پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔  
 اور جو کچھ داؤد علیہ السلام کا قصہ بیان کیا۔ اور اس کا قول۔

وَعَلَىٰ دَاوُدَ إِنَّمَا فَتَانَهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَنَابَ فَنَفَعْنَا لَهُ فَأَلْبَسْنَا لَهُ يَدِيَّاهُ وَجَنَّبْنَاهُ لَأَعْتَابُ وَحَسَنَّ زُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَا بَ (پ ۲۳ ع ۱۱)

ترجمہ۔ اور اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اس کا یہ قول کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا بِهِ وَهَمَّ بِهَا وَمَا نَعَدُ مِنَ قِيَمَتِهِ مَعَ إِخْوَانِهِ۔ بیشک اس نے (زلیخانے) اس کا قصہ کیا۔ اور اس نے (یوسف علیہ السلام نے) اس کا قصہ کیا۔ اور جو اس کا قصہ اس کے بھائیوں کے ساتھ بیان کیا۔

اور اس کا قول موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔ پس اس کو موسیٰ علیہ السلام نے گھونسا مارا۔ پھر وہ مر گیا کہا کہ یہ شیطان کے کام میں سے ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دعا میں یہ کہنا خُذْ اَوْدَانِ الْفِرْيَاسِ مَا قَتَمْتُهُ وَمَا آخَرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَمَلْتُ۔ میرے اگلے اور پچھلے اور جو چھپے ہوئے اور ظاہر گنہ ہیں معاف کر دے۔

اور اسی قسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دعائیں اور شفاعت کی حدیث میں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا اپنے گناہوں کا ذکرنا اور آپ کا فرمانا کہ میرے دل پر پردہ آجاتا ہے۔ پھر میں اللہ تعالیٰ سے استغفار مانگتا ہوں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اس کی طرف

دن میں اکثر ستر مرتبہ سے زائد توبہ کرتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کا نوح علیہ السلام کی طرف سے فرمان: لَا تَغْفِرُوا لِي وَلَا تَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور نہ رحم کرے تو میں ہو جاؤں گا نقصان پانے والوں سے۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا تھا: وَلَا تُعَاذِبْنِي فِي الذَّنِّ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ۔ کہ مجھ سے ظالموں کے بارہ میں مخاطب نہ ہونا۔ بے شک وہ ڈوبیں گے۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے کلمہ: وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خِطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ مجھے اس امر کی طمع ہے کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے۔ اور خدا کا فرمان موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہ تَبَيَّنْتَ إِلَيْكَ مِنْ تِيْرِي طرف توبہ کی۔

اور خدا کا یہ قول وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ إِنْ أَشَاءَ اللَّهُ لَيَذَّابُنَا اللَّهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ قَنَكِ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے پہلے گناہ اور پچھلے گناہ بخشے۔

ان کے معانی میں مفسرین کا بیشک اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ جو پہلے نبوت کے تھے اور جو اس کے بعد۔ بعض کہتے ہیں کہ جو تجھ سے گناہ ہوئے اور جو نہیں ہوئے آپ کو جتلا دیا۔ کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبوت سے جو پہلے ہوئے اور جو پیچھے ہیں۔ ان سے آپ کی عصمت ہے۔ اس کو احمد بن نصر نے بیان کیا۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گناہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو گناہ آپ سے سمو و غفلت و تاویل سے ہو گئے ہیں۔ اس کو طبری نے بیان کیا ہے۔ اور قشیری نے اس پسند کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلے گناہوں سے مراد آدم علیہ السلام کا گناہ ہے۔ اور پچھلے سے آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ اس کو سمرقندی اور سلیمی نے ابن عطاء سے بیان کیا ہے۔

اور اس تلویل اور پہلی تلویل کی طرح جو گزری ہے خدائے تعالیٰ کا یہ قول تلویل کیا جائے گا۔ کہ اِسْتَغْفِرُ لِنَفْسِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ آپ اپنے اور مومنین و مومنات کے گناہوں کے لئے استغفار کریں۔ مکی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پر مخاطب کرنا آپ کی امت کا مخاطب کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم دیا گیا کہ آپ یوں کہیں۔ کہ مَا آدَبُوا مَا يُغْفَرُ بِهِ وَلَا يَكُفُّ سِرِّمْ خِمْسٍ جَانَا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ تو اس سے کفار خوش ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لِيُغْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے بخش دے۔

اور دوسری آیت میں جو مومنین کے انجام کے بارہ میں اس کے بعد ہے اس کو ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ پس آیت کا مقصود یہ ہے۔ کہ آپ بخشے ہوئے ہیں۔ اور کوئی گناہ ہو بھی تو آپ سے مواخذہ نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ مغفرت سے یہاں پر آپ کا عیوب سے پاک ہونا مراد ہے۔ اور خدا کا یہ قول وَوَضَعْنَا مَنَّاكَ وَزَدْنَاكَ الْإِنْفَاقَ لِنَقُصَّ ظَهْرَكَ۔ ہم نے آپ کے بوجھ کو آپ سے اٹھا دیا۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل اور توڑنے کے قریب کر دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جو آپ کے گناہ نبوت سے پہلے تھے۔ یہی قول زید بن اسلم اور حسن بصری کا ہے۔ اور یہی قنادہ کے قول کا مطلب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہوتا۔ تو وہ آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیتے۔ اس معنی کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مقصود رسالت کا بوجھ ہے۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے اس کو پہنچا دیا۔ اس کو بلوردی اور سلمیٰ نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو ہٹا کر دیا۔ اس کو مکی

نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے اندرونی شغل و حیرت و طلب شریعت کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ یہاں تک کہ اس شریعت کو آپ کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کو قسیری نے بیان کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ پر وہ بوجھ ہلکا کر دیا جو آپ پر لادا گیا تھا۔ کیونکہ ہم نے اس کی حفاظت کی۔ جس کا آپ کو محافظ بنایا گیا تھا۔

اور آپ کی پیٹھ کو بوجھل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ عنقریب تھا کہ آپ کی پیٹھ بوجھل ہو جائے۔ اور جس نے اس کے معنی نبوت سے پہلے کے کئے ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور کے اہتمام میں لگے رہتا ہے۔ جو نبوت سے پہلے تھے۔ اور نبوت کے بعد آپ پر حرام کئے گئے۔ پھر اس کو بوجھ شمار کیا۔ وہ آپ پر بوجھل ہوا اور اس سے آپ ڈرے یا ہلکا کرنے سے آپ کا بچانا اور گناہوں سے کٹنی ہوتا ہے۔ اگر وہ ہوتے تو وہ آپ کی پیٹھ کو بوجھل اور دوتا کر دیتے۔ یا وہ رسالت کا بوجھ تھا یا امور جاہلیت سے جو آپ کا دل بوجھل و مشغول تھا۔

اور خدائے تعالیٰ کا آپ کو خبر دینا کہ وحی کی حفاظت جو آپ سے چاہی گئی ہے۔ اس کی خدا حفاظت کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ مَعَا اللہُ مَعَكُمْ رِمَ اَفْنِيتَ لَہُمْ خدا نے تم سے معاف کر دیا۔ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی؟ سو یہ بات وہ ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے اس سے کوئی ممانعت نہ ہوئی تھی۔ تاکہ اس کو گناہ نہ سمجھا جائے اور نہ خدا نے اس کو گناہ قرار دیا ہے۔ بلکہ اس کو کسی اہل علم نے عتاب نہیں شمار کیا۔ اور جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے غلطی کی ہے۔

غطویہ کہتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری کیا ہے۔ بلکہ آپ دو امور میں اختیار دئے گئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ آپ اس امر میں کہ آپ پر وحی نازل نہ کی گئی ہو منحصر تھے۔ جو چاہتے کرتے۔ اور کیسے نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَنْذَرْنٰ مَن مِّنْہُمْ کہ جس کو آپ چاہیں ان میں سے اجازت دے دیں۔ اور جب

marfat.com

Marfat.com



آپ ان کے دلوں سے واقف نہ تھے۔ کہ اگر آپ ان کو اذن نہ دیتے تو البتہ وہ بیٹھ رہتے (یعنی اذن کے بغیر بھی وہ نہ نکلتے) اور یہ کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہاں پر معافی کے معنی بخشنے کے نہیں۔ بلکہ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عَفَا اللَّهُ لَكُمْ مِّنْ صَدَقَةِ الْغَنِيِّ وَالزَّافِقِ مَكُوْرَے اور غلاموں کی زکوٰۃ سے خدا نے تم کو معاف کر دیا۔ حالانکہ ان پر کبھی واجب نہ ہوا تھا۔ یعنی تم پر یہ لازم نہیں۔

اسی طرح قصیدی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ بات وہی شخص کہتا ہے کہ جو کلام عرب سے واقف نہیں۔ کہ "معافی گناہ ہی سے ہوا کرتی ہے۔" کہا کہ خدا نے تم کو معافی کے یہ معنی ہیں کہ تم پر گناہ لازم نہیں کیا۔

داؤدی کہتے ہیں روایت کی گئی ہے کہ یہ آپ کی عزت ہے۔  
مکی کہتے ہیں کہ یہ شروع کلام ہے جیسا کہ یوں کہیں۔ کہ خدا آپ کی اصلاح کرے۔ آپ کو عزت دے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں آپ کو خدا عافیت دے (اور خالص کر دے)۔

لیکن خدا کا قول بدر کے قیدیوں میں کہ۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُفْخِرَ فِي الْأَرْضِ يُرِيدُونَ عَرَضَ الثُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ  
الْآخِرَةَ وَاللَّهُ مَزِيْرٌ حَكِيمٌ لَّوْلَا حُكْمُكَ مِنَ اللَّهِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ:۔ کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔ تو لوگ دنیا کا مل چاہتے ہیں، اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مل لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آئے۔ (پ ۱۰ ع ۵)

سو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ کا کوئی الزام نہیں بلکہ اس میں اس کا بیان ہے کہ خدا نے آپ کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ کو فضیلت دی ہے۔ گویا کہ یوں کہا ہے کہ یہ بات کسی نبی کو آپ کے سوا

جائز نہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُحِلَّتْ لَنَا الْغَنَائِمُ مِمَّنْ لَمْ يَلْحَقُوا بِالْحَرْبِ وَلَا يَرْجُوا الْوَيْدَ وَلَا يُلَاقُوا السَّيْرَ وَلَا يَكُونُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَرْجُوا الْوَيْدَ وَلَا يُلَاقُوا السَّيْرَ وَلَا يَكُونُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور کسی نبی کو مجھ سے پہلے حلال نہیں کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کے اس قول کی کیا معنی ہیں۔

يُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: تم دنیا کے اسباب کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مقصود خطاب ان لوگوں سے ہے جو اس کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور جس کی غرض صرف دنیا اور اس کا برعاطا ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیل القدر صحابہ مقصود نہیں۔ بلکہ بے شک سخاک سے مروی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔ جبکہ مشرکین بدر کے دن بھاگے تھے۔ اور لوگ لڑائی چھوڑ کر لوٹ میں مشغول ہوئے تھے۔ اور غنیمت جمع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے ڈر گئے تھے۔ کہ دشمن ان پر لوٹ آئیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذَلِكَ يَكْتُفِي مِنَ الشَّيْءِ اللَّهُ تَعَالَىٰ كِي تَرْجِعُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ لکھنا نہ ہوتا۔

سو مفسرین آیت کے معنی میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اگر میری طرف سے یہ بات نہ گزری ہوتی۔ کہ میں کسی کو جب تک منع نہ کر لوں عذاب نہ دوں گا۔ تو البتہ تم کو عذاب دیتا۔ پس یہ تفسیر قیدیوں کے معاملہ کو گناہ نہیں قرار دیتی۔

بعض کہتے ہیں یہ معنی ہے کہ اگر تمہارا ایمان قرآن پر نہ ہوتا۔ اور وہ پہلی کتاب ہے پھر تم نے درگزر نہ کیا۔ تو البتہ تم غنیمت کے مال لینے پر مواخذہ کئے جاتے۔ اور اس قول کی تفسیر اور اس کا بیان زیادہ کیا جاتا ہے۔ بایں طور کہ یوں کہا جائے۔ کہ اگر تم قرآن پر ایمان نہ رکھتے۔ اور لوگوں میں سے ہوتے جن کے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں۔ تو البتہ تم عذاب دیئے جاتے۔ جیسا کہ ظالموں کو سزا دی گئی۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ اگر لوح محفوظ میں لکھا نہ ہوتا۔ کہ غنیمتوں کا مال تم پر حلال ہے۔ تو ضرور تم کو عذاب دیا جاتا۔

پس یہ سب دلائل گناہ و عصیوں کی نفی کرتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص وہ کام کرے جو اس کو حلال ہے۔ تو وہ نافرمان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا پس تم کھاؤ مال غنیمت سے حلال طیب۔

اور بعض کہتے ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اختیار دیئے گئے تھے۔

اور بیشک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنگ بدر کے دن آئے اور کہا کہ آپ کو قیدیوں کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔ اگر چاہیں تو قتل کریں۔ اور چاہیں تو فدیہ لے لیں۔ اس شرط پر کہ ان میں سے آئندہ سال ان کے برابر قتل کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو فدیہ منظور ہے۔ اور ہم میں قتل کئے جائیں۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جو ہم نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ اور انہوں نے وہی کیا جو ان کو حکم دیا گیا تھا۔

لیکن ان میں سے بعض صحابہ نے دو وجہوں سے زیادہ ضعیف وجہ کی طرف میلان کیا۔ اور اس کے سوا دوسری وجہ زیادہ صحیح تھی۔ کہ ان کو سرگرمی سے قتل کیا جائے۔ تب وہ اس پر عتاب کئے گئے۔ اور ان کے ضعف اختیار اور اس کے غیر کے اختیار کرنے کی عمدگی کو واضح کر دیا۔ اور یہ سب نافرمان اور گنہگار نہیں ہوئے۔ اسی کی طرف طبری نے اشارہ کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جھگڑے میں یہ فرمانا کہ تَوَنَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَنَابِقُ مَا جَاءَهُ مِنْهُ إِلَّا مَعَهُ اِذَا عَزَا اَعْلَىٰ اَنْ يُّنَادِيَ اَنْ اَتْرَبَا تَوْ سَوَا لَیْ عَمْرُكَ اَوْ دُكُوْنِیْ نَدِیْجَا ان کی رائے کی عمدگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس شخص کی رائے کی طرف کہ جو ان کے موافق ہوا کہ دین کی عزت ہو اس کے کلمہ کا اظہار ہو۔ اس کے دشمن کی ہلاکت ہو۔ اور یہ کہ یہ معاملہ اگر عذاب کا موجب ہوتا تو اس سے عمر رضی اللہ عنہ اور اس جیسے نجات پا جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس لئے معین کیا کہ وہ ان سب سے اول تھے۔ کہ جس نے اس کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن

اللہ تعالیٰ نے اس میں ان پر عذاب کرنا مقدر نہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ ان کو پہلے ہی حلال تھا۔

داؤدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اختیار کی ثابت نہیں ہے۔ اور اگر ثابت ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گمان جائز نہیں۔ کہ آپ نے اس بات کا حکم دیا جس میں کوئی (حکم) نہیں۔ اور نہ کوئی نص سے دلیل ہے۔ اور نہ اس میں آپ کی طرف حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک کیا ہے۔

اور قاضی بکر بن العلاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس آیت میں خبر دی ہے کہ آپ کی تاویل اس کے موافق ہے جو کہ غنیمتوں کا مال حلال کرنے اور فدیہ لینے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا۔ اور بلاشبہ اس سے پہلے عبداللہ بن جحش کے لشکر میں جس میں کہ ابن الحضری مقتول ہوا تھا۔ تو حکم بن کیسان اور اس کے ساتھی سے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ نے فدیہ لے لیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بات کا کوئی عتاب نہیں کیا۔ اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ایک سال سے زائد کا ہے۔ اور یہ سب اس پر دلیل ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قیدیوں کے بارہ میں تاویل و عقل مندی پر تھا۔ اور جو پہلے گزرا وہ بھی ایسا ہی تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر انکار نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بدر کے معاملہ کو بڑا خیال کیا کہ اس میں قیدی زیادہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اظہار اور اپنے احسان کی تاکید کو خوب جانتا ہے۔ ان کی تعریف لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ کہ ان کو مل غنیمت حلال ہے۔ کہ جس میں عتاب و انکار و گناہ نہیں۔

اور قاضی کے کلام کا یہ مقصد ہے (جو بیان ہوا) لیکن خدائے تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ مہربان و نولی یعنی آپ نے ترش روئی کی اور منہ پھیر لیا۔ سو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کا اثبات نہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کا یہ اطلاق دیتا ہے کہ آپ کا مقابل ان لوگوں میں سے ہے جو پاک نہ ہو گا۔ اور اگر آپ کو اصل حل معلوم ہوتا۔ تو دو مردوں میں سے اولیٰ اور بہتر اندھے کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جو آپ نے کیا۔ اور کافر کی طرف توجہ کی۔ تو یہ خدا کی اطاعت اور تبلیغ

احکام اور اس کی خاطر کا میلان دلانا تھا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو مشروع کیا نہ یہ گناہ تھا۔ نہ مخالفت تھی۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیان کیا ہے۔ وہ دو مردوں کے حل کی خبر دیتا۔ اور آپ کے سامنے کافر کی توہین کرنا اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اس سے اعراض کریں۔ اور فرمایا۔ وَمَا مَلَيْكَ الْآيُكُنَّی اور آپ پر اس سے کچھ حرج نہیں۔ کہ وہ پاک نہ ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ مَبَسَّ وَتَوَثَّى سے وہ کافر مردا ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کو ابو تمام (صاحب دیوان حملہ) نے کہا ہے۔ (مگر یہ قول نہایت ضعیف ہے کذا فی الشرح)۔

لیکن آدم علیہ السلام کا قصہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا فَآكَلَا مِنْهَا کہ ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا۔ بعد اس کے یہ کہہ دیا تھا۔ کہ وَلَا تَقْرَبُنِي هَذِهِ الشَّجَرَةُ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ ظالموں میں سے ہوئے۔ اور خدا کا یہ قول کہ اَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ کیا میں نے تم کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا گناہ کو صاف بیان کر دیتا۔ اور یہ فرمانا کہ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اور گمراہ ہوا یعنی جاہل بنا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ خطا کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کی خبر دی۔ اور فرمایا کہ ہم نے گیہوں کے کھانے سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا۔ سو وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا پختہ ارادہ نہ پایا۔

ابن زید کہتے ہیں کہ وہ ابلیس کی عداوت کو بھول گئے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ اِنَّ مَنَا مَعُوذَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكَمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَقْسَمَا (پ ۱۶ ع ۱۶) بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکل دے پھر تو مشقت میں پڑے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کو حلال جان کر مخالفت کا قصد نہیں کیا۔ لیکن دونوں ابلیس کی قسم سے دھوکہ میں پڑ گئے۔ کہ اس نے کہا تھا۔ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ اور ان کو یہ وہم ہوا کہ کوئی شخص خدا کی جھوٹی قسم نہ کھائے گا۔

اور آدم علیہ السلام کا عذر اس طرح کا بعض آثار میں آیا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس نے ان کے سامنے خدا کی قسم کھائی۔ حتیٰ کہ ان کو دھوکہ دے دیا۔ اور موسیٰ دھوکہ میں آجایا کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ بھول گئے۔ اور مخالفت کی نیت نہ کی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کا عزم بالجزم نہ پایا۔ یعنی مخالفت قصداً نہیں کی۔ اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ عزم کے معنی یہاں ہوشیاری اور صبر کے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ جب انہوں نے نشہ کی چیز کھائی تھی۔ اس وقت یہ بھی کھایا تھا۔ اس قول میں ضعف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ اس میں نشہ ہو گا۔ اور جب یہ بھول کر ہوا۔ تو یہ گناہ نہ تھا۔ اور ایسا ہی اگر غلطی سے ان پر مشتبہ ہوا۔ اس لئے کہ بھولنے والے اور سو والے کا تکلیف کے حکم سے نکل جانا بالاتفاق ہے۔

اور شیخ ابوبکر بن فورک وغیرہ کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ امر نبوت سے پہلے ہو۔ اور اس کی دلیل خدا کا یہ قول ہے۔ کہ وَصَلَىٰ اٰدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ اٰدَمُ علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر گمراہ ہوا۔ پھر اس کو اس کے رب نے اختیار کیا۔ اور اس پر رجوع کیا اور ہدایت دی۔ اب ذکر کیا کہ اختیار و ہدایت بعد گناہ کے تھی۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ وہ دانہ تو بڑا کھلایا۔ بھالیکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس سے منع کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کو خاص درخت کے ساتھ رکھنا نہ مطلق جنس درخت سے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ توبہ ترک تحفظ سے تھی نہ مخالفت سے۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے یہ تلویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تحریم کی وجہ سے منع نہیں کیا۔ اگر یوں کہا جائے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی اور گمراہ ہوا۔ اور فرمایا کہ پھر خدا نے اس کی توبہ قبول کی اور ہدایت دی۔ اور آدم علیہ السلام کا یہ قول حدیث شفاعت میں کہ وہ اپنے گناہ کو یاد

کرے گا اور چٹک میں درخت کے کھانے سے منع کیا گیا تھا پھر میں نے مغربی کی۔  
 سو اس کا اور اس جیسے اعتراضوں کا جواب مجھلا "آخر فصل میں انشاء اللہ آئے گا  
 لیکن قصہ یونس علیہ السلام کا سو اس کے کچھ حصہ کا جواب تو ابھی گزر چکا اور  
 یونس علیہ السلام کے قصہ میں گناہ پر تصریح نہیں ہے اس میں صرف اس قدر ہے کہ  
 وہ بھاگا اور غصہ کی حالت میں چلا گیا اور چٹک ہم نے اس میں کلام کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس لئے عیب لگایا کہ وہ اپنی قوم سے من  
 کیا تھا کہ ان میں عذاب اترے گا۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ جب ان کو عذاب کا وعدہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے  
 عذاب معاف کر دیا۔ تو کہا کہ اللہ میں ان سے جوئے حد سے بھی نہیں گرا۔  
 بعض کہتے ہیں کہ جو شخص جھوٹ بولا کر آقا کا لوگ اس کو گناہ لگا دیتا ہے۔  
 اس لئے وہ ڈر گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ رسالت کے یوم اہل بیت سے عداوت کر رہا تھا۔  
 اور پہلے کلام گزر چکا کہ ان سے عداوت نہیں کی گئی تھی۔  
 گناہ پر تصریح نہیں۔ مگر اسی قول پر کہ وہ اپنے آپ کو نبی قرار دیتا تھا۔  
 منصف اور خدا کا یہ قول کہ "وَلَقَدْ كَذَّبْتَ بِكَتْمِ الْفُلْ"۔  
 بھاگ گیا۔

سو مفسرین کہتے ہیں کہ دور ہوا میں ان کی عداوت تھی۔  
 میں ظالموں میں سے ہوں۔ اور ان کے لئے عذاب ہے۔  
 دنا۔ اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ ان کے لئے عذاب ہے۔  
 خدا کے حکم کے بغیر اپنی قوم سے ان کو عداوت نہیں تھی۔  
 کی وجہ سے یا اس لئے کہ آپ نے اپنی قوم سے عداوت کر لی تھی۔  
 اور نوح علیہ السلام نے اپنے قوم سے عداوت کر لی تھی۔  
 موافقہ نہ کیا گیا تھا۔  
 واسطی کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ ان کو عذاب نہیں لگا۔

اور قلم کو اپنی طرف منسوب کر کے اقرار کیا اور اپنے کو اس کا مستحق سمجھا۔  
 اسی طرح آدم اور حوا کا قول ہے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا اے ہمارے رب ہم نے  
 اپنی جانوں پر قلم کیا۔ کیونکہ یہ دونوں جس میں اتارے گئے تھے اس کے غیر موقع پر  
 پڑنے اور جنت سے نکلنے اور زمین پر اترنے کا سبب بنے تھے۔ (یعنی جنت میں گیہوں کا  
 دانہ کھا لیا تھا)۔

داؤد علیہ السلام کے قصہ کی طرف جس کو اہل اخبار اور بعض مفسرین نے ان اہل  
 کتب سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے اس میں تغیر و تبدل کر دیا ہے توجہ نہ کرنی  
 چاہئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی تصریح نہیں کی۔ اور نہ وہ کسی صحیح حدیث  
 میں آیا ہے۔ جس پر قرآن کی آیت صاف طور پر نص ہے۔ وہ خدا کا یہ قول ہے۔  
 وَعَلَىٰ دَاوُدَ اٰمَنَّا فَتَمَنَّا رَبَّهُ وَغَرَّ رَاٰیَہَا وَاَنَابَ فَنَغْفِرُ لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّ لَہٗ عِندَنَا لَکٰرُئِیۡ  
 وَحَسَنَ مَّآبٍ

ترجمہ۔ (پ ۲۳ ع ۱۱) اور اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو  
 اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔ تو ہم نے اسے یہ  
 معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔  
 اور اس کا یہ قول کہ بواب کا یہ معنی ہے کہ وہ مطیع ہے۔ اور یہ بہتر تفسیر ہے۔  
 امین عباس اور امین مسعود کہتے ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام نے ایک شخص سے اس  
 سے زیادہ نہیں کہا کہ میری خاطر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا۔ اور مجھے اس کا ذمہ دار  
 بنادے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب کیا۔ اور خبردار کیا۔ اور ان کے دنیا میں مشغول  
 ہونے پر انکار کیا۔ اور یہی وہ امر ہے کہ جس پر اعتقاد کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی سنگینی پر اپنی سنگینی کی۔

بعض کہتے ہیں بلکہ دل سے اس کو دوست جانا۔ کہ وہ شہید کیا جائے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ جس گناہ سے انہوں نے استغفار کی تھی۔ ان کا  
 دونوں جھگڑالوؤں کو یہ کہنا تھا کہ اس نے بیشک تم پر قلم کیا۔ سو انہوں نے خصم کے  
 قول سے ہی اس کو قلم بتایا۔





طرف سے فرماتے ہیں کہ اِنَّا كَافَّةً مَّبْنِيْنَ بَيْتِيْهَا فَلَمْ يَنْتَهِهَا حُتِّبَ لَهُ حَسَنَةً جَبَّ مِثْرًا بِنْدِهِ  
کوئی گناہ کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اس کو نہیں کرتا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی  
ہے۔ پس اس کے ارادہ میں اس وقت گناہ نہیں۔

لیکن محققین فقہاء و متکلمین کے مذہب کے موافق یہ ہے کہ جب خطرہ پر نفس کا  
پختہ ارادہ ہو جائے۔ تو وہ گناہ ہے۔ اور جس پر اس کا نفس پختہ نہ ہو تو وہ معاف ہے۔  
اور یہی حق ہے۔ پس انشاء اللہ یوسف علیہ السلام کا خطرہ اس قسم کا ہو گا۔ اور ان کا یہ  
قول کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ اس سے مراد بھی خطرہ ہو گا۔ یا یہ ان کا کہنا  
بطریق تواضع ہو گا۔ اور اس بات کا اقرار ہے۔ کہ میں نفس کی مخالفت کرتا ہوں۔  
کیونکہ وہ پہلے سے پاک اور بری ہے۔ اور کیسے یہ نہ ہو حالانکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ  
سے حکایت بیان کی ہے۔ کہ یوسف علیہ السلام نے کوئی ارادہ نہ کیا تھا۔ اور کلام میں  
مقدم و موخر ہے۔ یعنی بیشک زلیخا نے ان کا ارادہ کیا تھا۔ اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل  
واضح نہ دیکھتے۔ تو البتہ ان کا قصد کرتے۔ اور بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورت کی  
طرف سے کہا ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ اور بیشک میں نے اس کو اس کے  
نفس سے درغلایا تھا۔ سو وہ بچ گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ يُصَرِّفُ مِنْهُ الشَّوْءَ وَالْفَعٰلَ اِذَا رَآهٖ مِنْ اَمْرِ  
سے برائی اور بے حیائی کو دور کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَعَلَّقَتِ الْاَبْوَابُ وَقَالَتْ مَيْتٌ لَّكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ رَبِّيْٓ اَحْسَنُ مَثْوًى لِّهٖ لَا يُفْلِحُ  
الظَّالِمُوْنَ۔ (پ ۱۲ ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور دروازے سب بند کر دئے اور بولی آؤ تمہیں سے کہتی ہوں کہا اللہ  
کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے  
شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مراد ہے، بعض  
کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کا قصد کیا۔ یعنی اس کو جھڑکا اور وعظ کیا۔ بعض کہتے ہیں

کہ اس کو اس بات نے غم میں ڈالا۔ کہ وہ اس سے رک گئے کہ بعض کہتے ہیں کہ اس کا قصد کیا۔ یعنی اس کی طرف دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے مارنے اور دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں ان کی نبوت سے پہلے کی ہیں۔

بعض ذکر کرتے ہیں کہ عورتیں یوسف علیہ السلام کی طرف برابر شہوت کا میلان کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی اور خبردار کیا۔ اور ان پر نبوت کی ہیبت ڈالی۔ پس نبوت کی ہیبت نے اس تمام حسن سے جو دیکھا تھا ان کو فارغ کر دیا تھا (یعنی وہ تمام حسن بھول گئے)۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس مقتول کے ساتھ جس کو آپ نے گھونسا مارا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ ان کا دشمن تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ان قبیلوں میں سے تھا۔ کہ جو فرعون کے دین پر تھے۔ ان سب میں واقع کی دلیل یہ ہے کہ یہ نبوت سے پہلے تھا۔

قائد کہتے ہیں۔ کہ اس کو لکڑی سے مارا تھا۔ لیکن قصداً اس کو قتل نہ کیا تھا۔ پس اس تقدیر سے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اور ان کا یہ عمل کہ یہ شیطان کا قول ہے۔ اور کہ ظَلَمْتَ نَفْسِي فَأَنْفِرُونِي میں نے اپنے جان پر ظلم کیا سو مجھے بخش دے۔

ابن جریر کہتے ہیں یہ اس لئے کہا کہ نبی کو یہ مناسب نہیں کہ قتل کرے۔ حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے۔

نقاش کہتے ہیں کہ اس کو عداً ارادہ سے قتل نہ کیا تھا۔ اس کو صرف گھونسا مارا تھا۔ جس سے اس کے ظلم کے دفع کرنے کا ارادہ تھا۔ کہل۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نبوت سے پہلے تھا۔ اور یہی تلاوت کا مضمون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس کے قصہ میں یہ کہنا کہ فَتَنَّاكَ فَتُوتَا ہم نے تم کو پورے طور پر آزمایا۔ یعنی ہم نے تم کو یکے بعد دیگرے آزمایا۔

بعض کہتے ہیں۔ اس قصہ میں اور جو کچھ کہ ان کو فرعون کے ساتھ واقع پیش آیا۔

بعض کہتے ہیں کہ ان کا صندوق اور دریا میں گرا نا وغیرہ۔

marfat.com

Marfat.com

بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو پورے طور پر چھڑایا۔ اس کو ابن مسعود مجاہد کہتے ہیں۔ عرب بولا کرتے ہیں کہ میں نے چاندی کو آگ میں خالص کیا۔ اور اصل فتنہ کا معنی آزمائش اور اظہار باطن ہے۔ مگر یہ کہ عرف شرع میں اس آزمائش میں مستعمل ہوتا ہے کہ جو مکروہ شے تک پہنچا دے۔

اور ایسا ہی وہ ہے کہ جو صحیح حدیث میں ہے۔ کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو اس کی آنکھ پر تھپڑ مارا۔ اور اس کو نکل دیا۔ اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر تعدی اور غیر واجب امر کا حکم لگایا جائے۔ کیونکہ یہ ظاہر امر ہے اس کی وجہ ظاہر ہے اس کا فعل جائز تھا۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس سے اس شخص کو روکا کہ جو ان کے ہلاک کو آیا تھا۔ اور وہ آدمی کی شکل میں آیا تھا۔ اور ممکن نہیں کہ انہوں نے اس کو ملک الموت معلوم کیا ہو۔ سو اس کو اپنے آپ سے دفع کیا۔ لیکن اس ممانعت سے اس صورت کی آنکھ جاتی رہی۔ کہ جس میں فرشتہ امتحاناً مشکل ہو کر آیا تھا۔ اور یہ خدا کا امتحان تھا۔ اور جب وہ ان کے پاس اس کے بعد آیا اور خدا نے ان کو جتلیا۔ کہ یہ اس کا رسول اور قاصد ہے۔ تو مان لیا۔

اور حقدین اور متاخرین کے اس میں کئی جواب ہیں۔ میرے نزدیک یہ جواب ان سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور یہ تاویل ہمارے شیخ امام ابو عبد اللہ مازری کی ہے۔ اور چنگ ابن عاتکہ وغیرہ نے اس کی تاویل پہلے سے یہ کی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا اس کو ہاتھ سے تھپڑ مارنا یہ تھا کہ اس سے حجت سے کام لیا تھا۔ اور اس کی حجت کی آنکھ پھوڑی تھی۔ اور یہ کلام اس باب میں لغت (عرب) میں مشہور ہے۔

لیکن سلیمان علیہ السلام کا قصہ اور جو اس میں لیل قاسم نے اس کے گناہ کا بیان کیا ہے۔ اور اس کا یہ قول کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ۔ چنگ ہم نے سلیمان کو فتنہ میں ڈالا۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم نے اس کو آزمایا۔ اور اس کو آزمانا وہ ہے۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے کہا تھا آج کی رات بالضرور سو بیوی یا غلاموں سے بیویوں سے جملع کروں گا۔ کہ ان سے ہر ایک شہسوار بنے گی۔ جو

خدا کے راستہ میں جہاد کرے گا۔ اس کے دوست نے ان سے کہا کہ کہو انشاء اللہ مگر انہوں نے کہا۔ سو ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی بیوی حاملہ نہ ہوئی۔ جو کہ مرد کا ایک حصہ جنی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انشاء اللہ کہتے تو وہ سب خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔  
اصحاب معلیٰ کہتے ہیں۔ شق سے مراد وہ جسم ہے۔ جو کہ ان کی کرسی پر ڈال کر پیش کیا گیا تھا۔ یہ ان کی سزا اور آزمائش تھی۔

بعض کہتے ہیں بلکہ وہ مر گیا تھا۔ تو اسی مردہ کو اس کی کرسی پر ڈالا گیا تھا۔  
بعض کہتے ہیں ان کا گناہ یہ تھا۔ کہ اس کی حرص اور آرزو کثرت تھی۔  
بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے انشاء اللہ بوجہ حرص میں غرق ہونے اور آرزو کرنے کے نہیں کی تھی۔

بعض کہتے ہیں۔ ان کی سزا یہ تھی۔ کہ ان کا ملک چھن گیا تھا۔ اور گناہ یہ تھا کہ اپنے دل سے اس بات کو دوست رکھا۔ کہ ان کی سرال کا ان کے دشمن پر حق ملے ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے پکڑے گئے۔ کہ جو ان کی ایک عورت نے کیا تھا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ جو اخباری لوگ نقل کرتے ہیں۔ کہ شیطان ان کے ہم نوا بن گیا اور آپ کے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اور ان کی امت پر ظلم ڈھلنے لگا۔ کیونکہ شیطانوں کو اس قسم کا غلبہ نہیں دیا جاتا۔ اور انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے معصوم ہیں۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام نے قصہ مذکورہ میں انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ تو اس کے کئی جواب ہیں۔

اول تو وہ جو صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ آپ یہ کہنا بھول گئے۔ اور یہ اس لئے کہ خدا کا مقصود پورا ہوا۔

دوم یہ کہ اپنے ساتھی سے یہ بات نہ سنی اور اس سے غافل رہا۔

marfat.com

Marfat.com

اور اس کا یہ قول کہ **هَبِّ يَدِيْكَ لَا يَنْجِيْكَ لَاحِدٌ** مجھ کو ایسا ملک دے کہ میرے بعد اور کسی کو مناسب نہ ہو۔

سو سلیمان علیہ السلام نے یہ بات دنیا پر غیرت اور اس کی نفاست کی وجہ سے نہیں کی۔ لیکن جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس پر کوئی غالب نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ان پر اس شیطان کو غلبہ دیا گیا تھا۔ جس مدت میں کہ ان کا امتحان ہوا تھا۔ یہ اس قول کے مطابق ہے کہ جو یہ کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں بلکہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو فضیلت ہو۔ اور ایک خصوصیت ہو۔ جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان کے خواص دئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ اس لئے کہا تھا کہ ان کی نبوت پر دلیل و حجت رہے جیسا کہ ان کے باپ (داؤد علیہ السلام) کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور علیؑ ہذا۔

لیکن نوح علیہ السلام کا قصہ کا عذر تو ظاہر ہے۔ انہوں نے اس میں تاویل اور ظاہر لفظ پر حمل کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم تم کو اور تمہارے اہل کو بچالیں گے۔ اس لفظ کا معنی مراد لیا۔ اور اس علم کا ارادہ کیا کہ جو ان کے بیٹے کا علم ان سے چھپایا گیا تھا۔ اور یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں شک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ظاہر کیا۔ کہ وہ ان اہل میں سے نہیں جن کی نجات کا خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ ان کو بتا دیا کہ وہ ان ڈوبنے والوں میں سے ہے۔ جو ظالم ہیں۔ اور ان کو ظالموں کے بارہ میں خطاب کرنے سے منع کیا۔ پھر وہ اس تاویل سے مواخذہ کئے گئے۔ ان پر عتاب کیا گیا۔ وہ اپنے رب سے اس سوال کرنے پر ڈرے۔ جن کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ اور نوح علیہ السلام اس روایت کی بنا پر جس کو نقاش نے بیان کیا ہے اپنے فرزند کے کفر کو جانتے نہ تھے۔

آیت میں بعض نے اور معنی اس کے سوا بیان کئے ہیں۔ اور یہ سب معنی نوح

علیہ السلام پر سوائے اس کے کہ ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے۔ یعنی ان کے ایسی بات کے سوال کرنے پر متوجہ ہونا جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ نہ اس سے منع کیا گیا تھا گناہ کا فیصلہ نہیں کرتے۔

اور جو صحیح حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو اس نے چیونٹی کے گروہ کو جلا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے ایک گروہ کو جلا دیا۔ جو خدا کی تسبیح کرتا تھا۔ سو اس حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ اس نے کیا ہے۔ گناہ ہے۔ بلکہ اس نے وہ کام کیا۔ جس کو اس نے مصلحت سمجھا۔ کہ ایسے موزیوں کو قتل کرنا چاہئے۔

جو کہ درخت کے نفع سے جس کو خدا نے مباح کیا ہے روکتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ نبی درخت کے نیچے اترا ہوا تھا۔ اور جب اس کو چوٹی نے تکلیف پہنچائی۔ تو وہ وہاں سے اس خوف سے کوچ کر گیا کہ کہیں دوبارہ ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور خدا کی وحی میں کوئی بات نہیں جو اس کو گناہ قرار دے۔ بلکہ اس کو صبر کی برداشت اور انتقام کے ترک کی رغبت دلائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَیِّنْ صَبْرُکُمْ لَمْ یَخْبِرْکُمْ تَلْکَ اٰیٰتِہٖۤ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَکُمْ اِلَہُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَخَلِّیْہَا فَاِنْ کَانَ رَیْءُکُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا عَلٰی سُلٰطٰنٍ مُّبِیْنٍ فَاُولٰٓئِکَ یُحْکِمُ اللّٰہُ لِقَآءِہٖۤ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرُّکُمْ لے کہ ظاہر فعل اسی لئے تھا کہ چوٹی نے خاص ان کو تکلیف پہنچائی تھی۔ پس یہ انتقام اپنے نفس کے لئے اور ان کی تکلیف کو قطع کرنے کے لئے کیا تھا۔ جو باقی چوٹیوں کے وہاں پر رہنے سے متوقع تھا۔ اور اس تمام معاملہ میں کوئی ایسا حکم امتناعی صادر نہیں ہوا تھا۔ جس کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ اور خدا کی وحی میں اس بارہ میں ان کو کوئی حکم نہیں آیا تھا۔ اور نہ یہ کہ اس فعل سے توبہ استغفار کرو۔ واللہ اعلم۔

اگر یوں کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ مگر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام یا ایسا ہی فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس اس کا جواب گزر چکا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ بلا قصد سو و غفلت سے ہوئے ہیں۔

## فصل ۱۳

اگر تم کہو کہ جب تم نے انبیاء صلوات اللہ علیہم سے گناہوں کو دور کیا۔ اور مفسرین کا اختلاف و محققین کی تاویل بیان کر دی۔ تو خدا کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ کہ وَمَعْنَى اَدْمُ رَبَّنَا فَفَوِّسِ اَدَمَ نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس گمراہ ہوا اور قرآن و حدیث میں بھی بار بار آیا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے۔ توبہ و استغفار گریہ و زاری کی ہے جیسا کہ ان سے گذر چکا ہے۔ اور وہ ڈرتے رہے ہیں۔ اور کیا وہ شخص جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو ڈرتا رہتا ہے توبہ کرتا ہے۔ استغفار کرتا ہے۔

سو جان لے خدا ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ بڑائی بلندی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سنت کی معرفت میں جو اس کے بندوں کے درمیان میں ہے۔ اس کی حکومت کی عظمت اور اس کی قوی گرفت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ان کو خدا کے خوف پر برانگیختہ کرتی ہیں۔ وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی باتوں سے پکڑے جائیں۔ جن پر ان کے سوا دوسرے لوگ نہیں پکڑے جاتے۔ اور وہ بعض ایسے کاموں میں جو ممنوع نہ تھے۔ اور نہ ان کا حکم دیا گیا تھا۔ مواخذہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سبب ان پر عتاب کیا جاتا ہے۔ اس کے مواخذہ سے ان کو ڈرایا جاتا ہے۔ ان کو وہ تاویل یا سو یا دنیا کے زائد مباح امور سمجھ کر بجالاتے ہیں۔ لیکن ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کے مراتب عالیہ کی نسبت گناہ ہیں۔ ان کے کمال اطاعت کے لحاظ سے معاصی ہیں۔ نہ یہ کہ اوروں کے گناہوں کی طرح وہ گناہ ہیں۔ کیونکہ گناہ کمینہ اور رذیل شے سے لیا گیا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ ہر شے کی ذنب ہے۔ یعنی آخر لوگوں کے اذنب پر رذیل لوگ ہیں۔ پس گویا کہ ان کے یہ ادنیٰ افعال اور ان کے برے حالات ہیں۔ کیونکہ وہ پاک اور صاف ہیں۔ ان کے باطن و ظاہر اعمال صالحہ و پاکیزہ کلمات ذکر ظاہر و خفی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ وہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کو بڑا جانتے ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے لوگ کبیرہ گناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں و گناہ یہ نسبت اوروں کے نیکیاں ہوتے



ہیں۔ جیسا کہ یوں کہا گیا ہے۔ نیکیوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔ یعنی وہ اپنے اعلیٰ شان و بزرگ حالات کے گناہوں کی طرح ہوا کرتی ہیں۔ علیٰ ہذا۔

عصیان و ترک مخالفت پس لفظ کے لحاظ سے کیسے بھی سو یا توہل ہو۔ مخالفت و ترک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کَفَوْنِی وہ گمراہ ہوا۔ یعنی اس امر سے جاہل ہوا۔ کہ یہ وہی درخت ہے۔ جس سے کہ منع کیا گیا تھا۔ غی کے معنی جہالت کے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے خطا کی جو ہمیشگی کو طلب کیا۔ جو اس کو کھا لیا۔ اور اس کی امیدیں ناکام رہیں۔

اور یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے قول سے مواخذہ کئے گئے۔ کہ قید خانہ کے دو قیدیوں میں سے ایک کو کھانا کہ مجھ کو اپنے پلوں کے پاس یاد کرنا۔ پھر اس کو شیطان نے اپنے بادشاہ کے پاس ذکر کرنے سے بھلا دیا۔ تب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں چند سال تک رہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو خدا کا یاد کرنا بھلا دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دوست کو اس سے بھلا دیا کہ وہ اپنے سردار پلوں کے پاس ان کا ذکر کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر یوسف علیہ السلام یہ بات نہ کہتے۔ تو اس قدر قید خانہ میں نہ رہتے۔

ابن رنار کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ بات کہی تو ان سے (خدا کی طرف سے) یہ کہا گیا۔ کہ تم نے میرے سوا دوسرے کو وکیل بنایا ہے تو بالضرور میں تمہاری قید کو لمبا کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے پروردگار میرے دل کو بڑی مصیبت نے بھلا دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو ذرہ ذرہ سی بات پر گرفت کی جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے باوجود یکہ وہ ان سے دینی بے ادبی کریں و رگزر کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔ اور پہلے گروہ نے (جو انبیاء علیہم السلام کو ہر ایک سو و زیان سے بھی معصوم کہا ہے) اس سے

اعتراض کیا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سو و نسیان سے بھی مواخذہ کئے جاتے ہیں۔ اور جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کا حل ارفع اور بلند ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا لوروں سے بڑا حل ہے۔

اس کا جواب یہ سمجھ لے خدا تم کو عزت دے۔ کہ ہم نے یہ تو ثابت نہیں کیا کہ اس میں ان کو مواخذہ لوروں کے مواخذہ کے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس لئے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں ان کے مدارج بڑھیں۔ ان کو اس میں آزمایا جاتا ہے کہ اس کے باعث ان کے مراتب بلند ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَقَتَبَ عَلَيْهِ وَهْدً پھر اس کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ اور اس پر رجوع کیا۔ اور ہدایت دی۔

اور داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ

فَقَضَيْنَاكَ تَالُوكَ وَإِنَّكَ عِنْدَ نَاكُزْلُغِي وَحُصْنٍ مَّيْ (پ ۲۳ ع ۱۱)

ترجمہ: تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تبت الیک خداوند! میں نے تیری طرف رجوع کیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رَبِّیْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِشَکِّیْ میں نے تم لوگوں پر پسند کیا۔

اور سلیمان علیہ السلام کے قتلہ اور رجوع کے ذکر کے بعد یہ کہا۔

فَصَحَرْنَاكَ الْوَجْعَ تَعْرِقُ بِمَوْرِهِ دُخَانُ حَيْثُ أَصَابَ ○ وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَانٍ وَغَوَاصٍ ○  
وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ○ هَذَا عَطَاؤُنَا مِنْ أَوْكَمِكُ بِمَوْرِهِ حَسَابٍ ○ وَلَئِنَّكَ وَنَدْنَا لَنَزْلُغِي  
وَحُصْنٍ مَّيْ ○ (پ ۲۳ ع ۱۱)

ترجمہ: تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کھڑے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بعض متکلمین کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں ظاہر میں لغزشیں ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ کرہات اور قرب ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے لوگوں کو یا ان کو جو ان کے درجہ میں نہیں ہیں (یعنی متقی لوگ) خبردار کیا جاتا ہے۔ کہ ایسی باتوں پر ان سے مواخذہ ہوتا ہے۔ تو وہ بھی ڈریں۔ اور باز پرس کا اعتقاد رکھیں۔ تاکہ نعمتوں پر شکر یہ کا التزام کریں۔ اور تکلیفوں پر جبکہ ایسے بڑے مقلات والوں کو جو معصوم ہیں مصیبتیں آتی ہیں۔ صبر کریں۔ اور جب انبیاء علیہم السلام کا یہ حل ہے۔ تو ان کے سوا لوگوں کا کیا حل ہو گا۔

اس لئے صلہ مری فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کا ذکر تابیین کے لئے بڑی محتاجات ہے۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام (مچھلی والے) کے قصد کو ان کے نقصان کے لئے بیان نہیں کیا۔ لیکن اس لئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صبر میں زیادتی حاصل ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ ان لوگوں سے جو کہ انبیاء علیہم السلام سے صغائر گناہوں کا صدور جائز رکھتے ہیں یہ کہا جائے کہ تم اور تمہارے موافق لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ کبائر سے بچنے کی وجہ سے ان کے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں تو کوئی خلاف نہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے معصوم ہیں۔ سواب جو تم لوگ ان سے صغائر کا صدور جائز رکھتے ہو۔ تو تمہارے قول پر وہ بخشتے جاتے ہیں۔ لیکن اب ان پر مواخذہ کے تمہارے نزدیک کیا معنی ہیں۔ علی ہذا۔

انبیاء علیہم السلام کا خوف ان کی توبہ جبکہ وہ معاف شدہ ہیں۔ کیوں ہے؟ سو جو جواب اس کا وہ دیں گے۔ وہی ہمارا جواب ہے۔ کہ سو و توبی افعال پر مواخذہ ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی کثرت توبہ و استغفار جس میں کہ عاجزی عیوبیت قصور کا اقرار پایا جاتا ہے۔ خدا کی نعمتوں کے

شکریہ پر تھی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں بدوہ شکر گزار نہیں ہوں مگر اُن کے پہلے پچھلے گناہوں کے موافق سے آپ بخوف ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور زیادہ جانتے والا ہوں۔ کہ کس کس بات سے مجھے ڈرنا ہے۔

حارث بن اسد کہتے ہیں۔ کہ ملائکہ و انبیاء کا خوف خدا کے جاہل کا خوف، اور اس کی عبادت ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ امن میں ہیں (خدا نے ان کو جلا دیا ہے کہ دَسُوْا یُعْیِیْکُمْ رُشْکَ فِتْرَتِیْ میں تم سے راضی ہوں اور تمہیں بہت کچھ دوں گا)۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ یہ کلام اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی امت ان کی اتباع کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کَوْنُ تَعْلَمُوْنَ مَا لَکُمْ لَفْظِکُمْ قَوْلًا وَلَبَّکُمْ کَلِمًا اگر تم لوگ وہ باتیں جانتے جن کو میں جانتا ہوں تو بالحدود تھوڑا ہنساکرتے اور بہت رویا کرتے۔

اور یہ بھی ہے کہ توبہ استغفار میں ایک لطیف مہینے ہیں۔ جس کی طرف بعض علماء نے اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی محبت کی طلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رِیَاضَ اللہِ یُحِبُّ التَّوْبَةَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ چنگ اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو اور بڑے پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پس رسولوں اور نبیوں کا ہر وقت استغفار اور توبہ پر رجوع کرنا خدا کی محبت کی طلب ہے۔ اور استغفار میں توبہ کا سنی پایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے چنگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر کے فرمایا۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْمَضَرَّةِ مِنْ اٰخِرِ مَعْلَدِیْنِیْزِیْغِ قُلُوْبِ قَرِیْقِیْیْہُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْہُمْ لَقَدْ یَّہْدِیْہُمْ ذٰلِکَ زَیْجِہُمْ ۝ (پ ۱۱ ع ۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمتیں حوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مهاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ يَعْمِدْ لِدِينِكَ وَأُتِفِرَ أَنَّهُ كَانَ تَوْبًا رَّحِيمًا -

ترجمہ :- پس تو اپنے رب کی تعریف کر اور اس سے استغفار مانگ۔ کیونکہ بے شبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

## فصل ۱۵

تم کو ہمارے پہلے بیان سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب امور سے عقلاً شرعاً مطلقاً نقلاً سلماً معصوم ہیں۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے جا مل ہوں۔ نبوت سے پہلے یا بعد یا یہ کہ امور شرعی جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی پہنچے ہوں اس کے ادا کرنے میں قاصر رہے ہوں یا کبھی آپ نے جب سے خدا نے آپ کو نبی بنایا ہے۔ اور رسول کر کے بھیجا ہے قصداً یا غیر قصداً جھوٹ بولا ہے۔ اور یہ سب امور شرعاً اور چھوٹوں سے تحقیقاً۔ اور تحقیقاً عقلاً آپ پر محال ہیں۔ آپ نبوت سے پہلے قطعاً اور کبار سے آپ کا پاک رہنا اجمالاً اور صغائر سے تحقیقاً۔ اور جو آپ کی امت کے لئے خدا نے مشروع کیا ہے۔ اس سے ہمیشہ سو غفلت غلط نسیان سے پاک ہیں۔ آپ جمیع حالات خوشی۔ غصہ۔ غم مزاج میں معصوم ہیں۔

اب تم کو لازم ہے کہ ان امور کو یقیناً قبول کرو۔ اور ان کو بخیل کے ہاتھ سے پکڑو۔ (یعنی چھوڑ دو مت) ان فصول کی اچھی طرح قدر کرو اور اس کے بڑے فائدہ کو معلوم کرو۔ کیونکہ جو شخص ان باتوں سے جا مل ہو کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہیں یا جائز ہیں یا آپ پر محال ہیں۔ اس کے احکام کی صورتیں نہ جانتا ہو۔ تو وہ اس امر سے بے خوف نہ ہو گا۔ بعض امور خلاف واقع اعتقاد کرے۔ اور آپ کو ان باتوں سے پاک نہ سمجھے۔ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرنی جائز نہیں۔ پھر اس طرح ہلاک ہو گا۔ کہ اس کو خبر تک نہ ہو گی۔ اور دوزخ کے سب سے نیچے گڑھے میں گرے گا۔ کیونکہ آپ کی نسبت باطل ظن کرنا اور آپ پر وہ اعتقاد رکھنا جو آپ پر

جائز نہیں۔ ایسے شخص کو ہلاکت کے گھر میں داخل کر دے گا۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً رات کے وقت ان دو شخصوں کو پکارا جنہوں نے آپ کو رات کے وقت جبکہ آپ مسجد میں معشقت تھے۔ اور آپ کے پاس حضرت صفیہؓ آپ کی بیوی تھی۔ اور فرمایا کہ یہ صفیہ (میری بیوی) ہے۔ پھر (جب انہوں نے عجباً سبحان اللہ کہا) ان سے فرمایا۔ کہ بیشک شیطان ابن آدم میں خون کی طرح جاری رہتا ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں۔ کہ تمہارے دلوں میں اس قسم کا شک ڈال دے۔ جس سے تم ہلاک ہو جاؤ۔

خدا تم کو عزت دے۔ یہ لن فوائد میں سے ایک فائدہ ہے جس پر ان فصول میں ہم نے کلام کیا ہے۔ اور شاید کہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے جب ان باتوں کو سنے تو کہے کہ یہ باتیں ہیں۔ ان سے سکوت بہتر ہے۔ اور تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ اس فائدہ کے لئے متعین ہے کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس میں ایک اور فائدہ بھی ہے۔ جس کی طرف اصول فقہ میں احتیاج پڑتی ہے۔ اور اس پر وہ مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ کہ جو فقہ میں شمار نہیں کئے جاتے۔ اور ان کے باعث چند مسائل میں فقہاء کے مختلف اقوال کے شروع شطب سے خلاصی ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال میں یہی حکم ہے۔ یہ ایک بڑا باب اور بڑی اصل اصول فقہ سے ہے اس کی بنا اس پر ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبار و تبلیغ میں سچا مانا جاوے۔ اور یہ کہ آپ پر سو جائز نہیں۔ آپ اپنے افعال میں عداۃ مخالفت سے معصوم ہیں۔ اور چونکہ آپ سے معاذ کے وقوع میں ان کا اختلاف ہے۔ اس لئے آپ کے فعل کی اتباع میں اختلاف ہے۔ اس کا بیان اس علم کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔ جس کو ہم طول دینا نہیں چاہتے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان مسائل کی طرف حاکم و مفتی اس شخص کے بارہ میں محتاج ہوتے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان امور سے کوئی امر منسوب کرے۔ اور ان سے آپ کو موصوف کرے۔ اب جو قاضی ان باتوں کو جو آپ پر جائز ہیں۔ اور جو محال ہیں۔ اور جن پر اجماع ہو چکا ہے۔ جن میں خلاف ہے پھر نہ جانے تو

اس بارہ میں وہ یقیناً کیسے ٹوٹی دے سکے گا اور کہاں سے معلوم کرے گا کہ جو وہ کہتا ہے۔ اس میں نقصان ہے یا تعریف ہے۔ پھر یا تو مسلمان کے حرام خون کرنے پر دہری کرے گا یا کوئی حق ساقط کرے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو خلع کر دے گا۔ اور اسی طرح اہل اصول و آئمہ علماء و محققین فرشتوں کی عصمت میں مختلف ہیں۔

## فصل ۲۱

(فرشتوں کی عصمت کے بارہ میں بحث)

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ملائکہ مومن بزرگ ہیں اور آئمہ مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے جو رسول ہیں وہ عصمت میں نبیوں کے حکم میں ہیں۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے برابر ہیں۔ اور وہ انبیاء اور ان کے تبلیغ کے حقوق میں ان انبیاء علیہم السلام کی طرح۔ جو اپنی امت کی طرف تبلیغ کرتے ہیں۔ ان میں سے جو رسول نہیں۔ ان میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ تو ان سب کے تمام گنتوں سے عصمت کی طرف گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف حجت لاتا ہے۔

لَا يَصْنَعُونَ اللَّهُ مَا يَرْغَبُونَ وَيُفْعَلُونَ مَا يَرْضَوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۸)

ترجمہ: جو اللہ کا حکم نہیں ملتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے حجت لاتے ہیں۔

وَمَا يَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُفْعَلُ وَمَا يَتَّبِعُ إِلَّا مَا يَرْضَى (پ ۲۳ ع ۹)

ترجمہ: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے اور بے شک ہم پر پھیلائے حکم کے ٹھکر ہیں اور بے شک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے۔

وَمَنْ يَنْهَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ بِسُجُودِ الْقُلُوبِ وَالْقَهَارِ لَا يَفْتَرُونَ

(پ ۲ ع ۲)

ترجمہ: اور اس کے پاس اس کی عبادت سے کبر نہیں کرتے اور نہ

تھکیں۔ رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

اور خدا کے اس قول سے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ لَكَ لَا يَتَكَبَّرُونَ عَنْ مِلَّةِ رَبِّهِمْ وَيَتَذَكَّرُونَ لَكَ (پ ۹ ع ۳)

ترجمہ نہ بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور خدا کے اس قول سے کہ وہ بزرگ نیکوکار ہیں۔ وَلَا يَمْتَنِعُونَ

الْمَطَهَرُونَ اور اس کو سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھوٹا۔

اور اس قسم کی دیگر سمعی دلائل۔ اور ایک گروہ ادھر گیا ہے کہ یہ خاص ان میں سے مرسلین و مقررین کی خصوصیت ہے۔ جن کو ان کے اعلیٰ مراتب سے اہل اخبار و نقایہ نے ذکر کیا ہے۔ جن کا ہم انشاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔ اس میں ہم پسندیدہ وجہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ اور صواب یہ ہے کہ ان کی عصمت ہے اور ان کے اعلیٰ مقام ان سب باتوں سے جو ان کے مدارج کو کم کر دے پاک ہے۔

میں نے اپنے بعض مشائخ کو دیکھا ہے کہ جس نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ فقہ فحش کو ان کی عصمت میں کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام کرنے کے وہی قاعدے ہیں۔ جو کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بیان میں ہم نے ذکر کئے ہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال کے قاعدے علیحدہ ہیں۔ جن کو یہاں پر ہم ساقط کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان سب کا معصوم ہونا واجب نہیں سمجھا۔ ان کی دلیل ہاروت و ماروت کا قصہ ہے۔ جن کو اہل اخبار نے بیان کیا ہے۔ مفسرین نے نقل کیا ہے۔ حضرت علیؑ و ابوبکرؓ نے ان قصہ اور ان کی آزمائش کو بیان کیا ہے۔

سو تم کو خدا عزت دے۔ جان لو یہ اخبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں نہیں ہے مگر شارح ملا علی قاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں۔ جو مجموعہ قتل صحت ہے اور کہا ہے کہ ان فرشتوں کے بحالت بشری جلا ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ علیؑ ہذا شارح نسیم الریاضؒ نے

marfat.com

Marfat.com



سیوطیؒ سے اس کے طریق میں سے اوپر بتلائے ہیں اور نہ یہ واقعہ قیاس سے لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ قرآن میں ہے اس کے مطلب میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اور جو کچھ اس بارہ میں بعض نے کہا ہے۔ اکثر سلف نے اس کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔

اور یہ اخبار کتب یسود سے لئے گئے ہیں۔ اور یہ ان کا افترا ہے۔ اور یہ قصہ بڑی برائی پر مشتمل ہے دیکھو ہم ان باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ کہ جو ان لشکر سے پرہیزگاری کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اول تو ہاروت و ماروت میں اختلاف ہے کہ آیا وہ فرشتے تھے یا انسان اور کیا یہاں فرشتے مراد ہیں یا نہیں۔ اور کیا قِراوت مَلَائِکَہِ دو فرشتے کی ہے یا مَلَائِکَہِ یعنی وہ بادشاہ۔ اور کیا مَلَائِکَہِ اور مَلَائِکَہِ میں مانفیہ ہے یا موجب اکثر مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو فرشتوں سے امتحان کیا۔ کہ جلدو سیکھتے ہیں یا نہیں۔ اور بیان کر دیا کہ عمل جلدو کفر ہے۔ جو اس کو سیکھے گا کافر ہو جائے گا۔ جو چھوڑ دے گا ایماندار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے فرماتا ہے کہ إِنَّمَا نَعْنُقُ فِتْنَةً فَلَا تَكْفُرُوا ہم تو فتنہ اور آزمائش ہیں تو کافر مت بنو اور ان لوگوں کو سکھانا ڈرانے کی تعلیم ہے۔ یعنی جو شخص ان کے پاس سیکھنے کو آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ یہ مرد و عورت میں تفریق کر دیتا ہے۔ اور اس کا خیال نہ کرو۔ کیونکہ یہ جلدو ہے اور کافر مت بنو۔

اب اس بنا پر دونوں فرشتوں کا فعل طاعت ہے۔ اور جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔ اس میں ان کا تصرف کرنا گنہہ نہیں۔ اور اوروں کے لئے وہ آزمائش و فتنہ ہے۔ ابن وہب نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے۔ کہ ان کے پاس ہاروت و ماروت کا ذکر کیا گیا۔ اور یہ کہ وہ جلدو سکھاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم ان دونوں کو اس سے پاک سمجھتے ہیں۔ پھر بعض نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا نُزِّلَ عَلَى الْمَلَائِکَہِ تُوْخَلَدُ نے کہا کہ ان دونوں پر نہیں اتارا گیا۔ اب یہ خالد ہیں۔ جو بلوجود اپنے علم اور بزرگی کے ان دونوں کو اس سحر کی تعلیم سے منزہ بتلاتے ہیں۔

جس کو دوسروں نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان دونوں کو حکم دیا گیا تھا بشرطیکہ وہ اس

امر کو بیان کر دیں گے کہ یہ کفر ہے۔ اور خدا کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے۔ پھر ان دونوں کو بڑے گناہوں اور کفر سے جو ان اخبار میں مذکور ہے۔ کیسے پاک نہ کرتا اور خالد کا یہ قول کہ ان پر اتارا نہیں گیا۔ اس سے ان کا ارادہ یہ ہے کہ ماہل پر مانفیہ ہے۔ اور یہی قول ابن عباس کا ہے۔

مکی کہتے ہیں کہ کلام کی تقدیر یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ اس سے مقصود وہ جادو ہے۔ جس کو شیطانوں نے ان پر افترا کیا تھا۔ اور یہودی اس میں ان کے تابع ہوئے تھے۔ وَمَا نُزِّلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ اور نہیں اتارا گیا دو فرشتوں پر مکی کہتے ہیں کہ یہ دونوں جبرائیل و میکائیل ہیں۔ یہودیوں نے ان دونوں پر جادو کے لانے کا دعویٰ کیا تھا۔ جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر دعویٰ کیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس میں جھٹلایا (اور فرمایا) وَلَئِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ بَيْنَ يَدَايِهِمْ هَارُوتَ وَمَارُوتَ۔ (یعنی) لیکن شیطانوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے ہاروت ماروت کے بطل شر میں (گویا قرأت خالد میں یوں ترتیب ہے۔ وَمَا كَفَرَ سَلِيمَانُ وَمَا نُزِّلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَلَئِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ بَيْنَ يَدَايِهِمْ هَارُوتَ وَمَارُوتَ)۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں دو مرد تھے کہ جنہوں نے جادو سکھایا تھا۔

حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاروت و ماروت بڑے سخت کافر باطل کے ہیں۔ اور انہوں نے یہ پڑھا ہے۔ وَمَا نُزِّلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بہ کسر لام یعنی جو کچھ اتارا گیا دو بلو شاہوں پر۔ کاف کا کسروہ اور اس قرأت پر ماہل مجاہد ہو گئے۔

ایسا ہی عبدالرحمن بن انبری کی قرأت بہ کسر لام ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ دو بلو شاہوں سے ماہل مراد داؤد و سلیمان علیہما السلام ہیں۔ اور مانفیہ ہو گئے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں بنی اسرائیل میں سے بلو شاہ تھے جن کو خدا نے مسخ کر دیا تھا۔ اس کو سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ اور قرأت بکسر لام شاذ ہے۔

پس آیت کا مصداق ابو محمد مکی کی تقدیر پر عمدہ ہے۔ جو کہ ملائکہ کی تنزیہ بیان کرتا ہے۔ اور ان سے پلیدی دور کرتا ہے۔ ان کو خوب پاکیزہ بناتا ہے۔ اور خدائے

تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ کہ **بِأَنَّهُمْ مُّطَهَّرُونَ وَكِرَامٌ كَرِيمُونَ وَلَا يَصُودُ اللَّهُ مَعَهُمْ** بیشک وہ پاک ہیں اور بزرگ نیکوکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس کے حکم میں نافرمانی نہیں کرتے۔

اور ملائکہ کے معصوم نہ ہونے میں جو قصہ ابلیس کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ اور ان میں رکمیں تھا۔ جنت کے خازنوں اور محفلوں میں سے تھا آخر قصہ تک جس کو بیان کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اس کو ملائکہ میں سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہ کہا ہے۔ **فَجَنُّوا إِلَّا ابْلِيسَ** اور اس پر بھی اتفاق نہیں بلکہ اکثر لوگ اس کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ جنوں کا باپ ہے۔ یہی حسن بصری قلاوہ ابن زیڈ کا قول ہے۔ شہر بن جو شب کہتے ہیں کہ وہ ان جنوں میں سے تھا۔ کہ جب انہوں نے قسار کیا۔ تو فرشتوں نے ان کو زمین پر پھینک دیا۔ اور استثنا غیر جنس سے عرب کے کلام میں شائع اور جاری ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **مَا لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ** ان کو سوائے اتباع الظن کے اور کچھ علم نہیں۔

اور یہ بھی لوگوں نے روایت کی ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ جلا دیئے گئے۔ اور ان کو حکم دیا گیا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ مگر ابلیس نے۔ سو یہ وہ اخبار ہیں کہ جن کی کچھ اصل نہیں۔ اور جن کو صحیح اخبار رد کرتی ہیں۔ اس لئے ان سے بحث نہ کی گئی۔ واللہ اعلم۔

## دوسرا باب

اس بارہ میں کہ انبیاء عظیم السلام کو جو امور مذہبیہ میں خصوصیت ہے اور ان پر انسانی عوارض جاری ہوتے ہیں۔

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء عظیم السلام اور رسول انسان ہیں۔ ان کا جسم اور ظاہر خاص انسانی ہیں۔ اس پر نکلت و تغیرات و درد بیماریاں موت کے پالے کا پٹا جاتے ہیں۔ جیسا کہ اور انسانوں پر ہے۔ اور یہ سب باتیں ان میں تضاد کا باعث نہیں۔ کیونکہ کسی شے کو ناقص بہ نسبت اس کے کہتے ہیں۔ جو کہ اس سے کمال زیادہ اپنی نوع میں ہو۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دار دنیا کے لوگوں کی نسبت لکھ دیا ہے کہ **فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَفِيهَا تُرْجَعُونَ** اس میں زندہ رہیں گے اور اسی میں مریں گے اور اسی سے نکالے جائیں گے۔

اور تمام لوگوں کو تغیر کے مسلک پر پیدا کیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو گری سوری گئی تھی۔ بھوک پیاس معلوم ہوتی تھی۔ غضب اور قتل لاحق ہوتا تھا۔ تھکن و رنج پہنچتا تھا۔ ضعف و پوچھا آپ کو ہول آپ گھوڑے پر سے گرے۔ جس سے آپ کا ایک پہلو زخمی ہوا۔ کتار نے آپ کو زخم پہنچایا۔ آپ کے دانت مبارک توڑے۔ آپ کو زہر پھیلی گئی۔ آپ پر جلو کیا گیا۔ آپ نے دوا کی۔ بچنے لگوائے۔ آپ نے حشر تھوڑے کئے۔ (جو گھج طریق سے تھے۔ پھر آپ نے اپنی موت (واجب) کو پورا کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت پائی۔ اور رشتہ اعلیٰ سے جا ملے۔ اور احسان و آنائش کے گھر سے چھوٹ گئے۔ یہ سب انسانی علامات ہیں۔ جن سے خلاص نہیں ہو سکتی۔

آپ کے سوائے اور انبیاء عظیم السلام کو اس سے بڑھ کر تکلیفیں پہنچیں ہیں۔ وہ قتل کئے گئے۔ آگ میں ڈالے گئے۔ آدوں سے چرے گئے۔ ان میں سے بعض ایسے ہوئے ہیں۔ کہ ان کو ان کی باتوں سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو خدا نے محفوظ رکھا ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

و سلم غلبہ کفار کے بعد لوگوں سے بچائے گئے۔

اب اگر آپ کے رب نے ابن تم کے ہاتھ کو جنگ احد کے دن نہ روک لیا اور اہل طائف کی دعوت کے وقت دشمنوں کی آنکھوں سے نہ روک لیا تو بلاشبہ غار ثور کی طرف نکلنے کے وقت قریش کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور غورث کی نکوار کو آپ سے روک دیا۔ اور ابو جہل کو روک دیا۔ سراقہ کے گھوڑے کو روک لیا۔ اور اگر ابن عامر کے جلو سے آپ نہ بچے تو آپ کو اس سے بچلایا۔ اور جو اس سے بڑا ہے یعنی یسویہ کی زہر سے۔ علی ہذا بقی انبیاء علیہم السلام بھی جلا ہوئے اور بچائے گئے۔ اور یہ اس کی پوری حکمت ہے تاکہ ان کا شرف ان مقالت میں ظاہر کرے۔ ان کا حل ظاہر کرے۔ اپنی بت پوری کرے۔ اس امتحان سے ان کی انسانیت کا امتحان کرے اور جو ان میں ضعیف العقل لوگ ہیں۔ ان کا شبہ ان کے بارہ میں دور کر دے۔ تاکہ ان عجائبات کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتے ہیں گمراہ نہ ہو جائیں جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔ تاکہ ان کے رنج اٹھانے میں ان کی تسلی ہو۔ ان کے رب کے نزدیک ان کے اجر بہت ہیں۔ خدا کا احسان ان پر پورا ہو۔

بعض محقق کہتے ہیں کہ اس قسم کے عوارضات و تغیرات مذکورہ ان کی اجسام انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔ جن سے انسان کا مقابلہ اور بنی آدم سے باہمی تکلیف کا اٹھانا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ جنس کی مشابہت ہے۔ لیکن ان کے باطن ان باتوں سے غالباً پاک اور معصوم ملأ اعلیٰ اور ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان سے بہت باتیں لیتے ہیں۔ ان سے وحی ان کو ملتی ہے۔ اور بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **إِنَّ مَبْنَىٰ تَمَكُّنٍ وَلَا يَتَمُ قَلْبِي** میری آنکھیں سوتی ہیں۔ لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ **رَبِّي لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ بِي لَيْتَ يُطَوِّقُنِي وَيَسْقِيَنِي** میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔

اور فرمایا کہ امت امتی ولسن امتی لہمتن ہی۔ میں بھوکا نہیں۔ لیکن بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ میری اقتدا کی جائے۔

پس آپ نے خبر دی۔ کہ آپ کا پوشیدہ اور باطن اور روح آپ کے جسم ظاہری کے برخلاف ہے۔ اور یہ کہ وہ آفت جو آپ کے ظاہر جسم پر آتی رہی ہیں۔ یعنی ضعف، بھوک، بیداری، نیند، آپ کے باطن پر کچھ اثر نہیں ڈالتیں۔ بخلاف اور انسانوں کے کہ ان کے باطن میں بھی اثر کرتی ہیں۔ کیونکہ اور لوگ جب سوتے ہیں۔ تو ان کی نیند ان کے جسم و دل کو گھیر لیتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند کی حالت میں دل حاضر رہتا تھا۔ جیسا کہ بیداری میں۔ حتیٰ کہ بعض آثار میں یہ آیا ہے کہ آپ نیند کی حالت میں بے وضو ہونے سے محفوظ رہتے تھے۔ کیونکہ آپ کا دل حاضر رہتا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ایسے ہی دوسروں کا یہ حل ہے۔ کہ جب بھوکے ہوتے ہیں تو ان کا جسم ضعیف ہو جاتا ہے۔ ان کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ پھر بالکل ہی طاقت جاتی رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچک یہ خبر دی ہے۔ کہ آپ کو یہ باتیں پیش نہیں آئیں۔ اور یہ کہ آپ ان کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھانا کھلاتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔ اور ایسا ہی میں کھتا ہوں۔ کہ آپ کے باطن پر یہ سب حالات یعنی درو، بیماری، جلوہ، غضب جاری نہیں ہوتے تھے۔ جس سے آپ پر خلل واقع ہو۔ آپ کی زبان اور اعضاء پر وہ باتیں جاری نہ ہونیں۔ جو آپ کے لائق نہ تھیں جیسا کہ اور انسانوں پر آتی ہیں۔ جس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

## فصل ۱

اگر تم کو کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ پر جلوہ کیا گیا جیسا کہ حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو محمد عثمانی نے اور میں نے اس کو سنائی۔ اس نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی حاتم بن محمد نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو الحسن علی بن خلف نے کہا

marfat.com

Marfat.com

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن احمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے  
 کہا حدیث بیان کی ہم سے بخاری نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے عید بن اسعیل نے  
 کہا حدیث بیان کی ہم سے ابواسلمہ نے شام بن عوف سے وہ اپنے آپ سے وہ عاصم  
 رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوہ کیا گیا ہے  
 حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کام کر لیا ہے مگر کیا نہ ہوتا تھا۔ اور دوسری  
 روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ عورتوں کے پاس آئے ہیں۔  
 مگر آپ نہ آئے ہوتے تھے۔ اللہ اعلم۔

اور جب جلوہ شدہ پر کسی امر کا شبہ ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس  
 میں کیا حل ہے اور آپ پر یہ بات کیسے جائز ہے۔ آپ تو معصوم ہیں۔

سو جان لے خدا نے تعالیٰ ہم کو اور تم کو خوش دے کہ یہ حدیث صحیح متفق علیہ  
 ہے۔ اور اس میں بے دھول نے طعن کیا ہے۔ اور اپنی بے وقوفی سے اس کی آڑ لی  
 ہے۔ اور ایسی باتوں میں شرع میں شک ڈالتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے شرع اور نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر سے پاک کیا ہے کہ اس میں شک و شبہ ہو۔ اور جلوہ ایک  
 مرض ہے جو اور امراض کی طرح آپ پر واقع ہو سکتا ہے۔ جن کا انکار نہیں کیا جاتا۔  
 اور نہ اس سے آپ کی نبوت میں عیب آتا ہے۔ اور یہ جو آیا ہے کہ آپ کے خیال  
 میں یہ آتا تھا کہ آپ نے یہ کام کیا ہے مگر کیا نہیں ہوتا تھا۔ سو اس میں کوئی عیب  
 امراض نہیں۔ کہ آپ کی تبلیغ و شریعت پر پڑتا ہے یا آپ کے صدق میں عیب لگتا  
 ہو۔ کیونکہ دلیل اور افعال آپ کے عصمت پر اس امر سے قائم ہے۔ اور یہ امور  
 آپ کے دنیوی امور میں طاری ہوتے تھے۔ جس کے لئے آپ نہیں بھیجے گئے تھے۔  
 اور نہ ان کی وجہ سے آپ کو فضیلت دی گئی تھی۔ بلکہ ان امور میں اور انسانوں کی  
 طرح آپ پر آفت آتی تھیں۔ پس اس میں کچھ خرابی نہیں کہ آپ کو ان امور کا  
 خیال آتا تھا۔ جن کی حقیقت نہ ہو۔ پھر یہ امر آپ کے لئے واضح ہو جاتا تھا۔

اور یہ بھی ہے کہ اس فصل کی تفسیر حدیث کی دوسری روایت لے کر دی ہے  
 کہ آپ کو یہ خیال آتا تھا کہ اپنی بیوی کے پاس آپ مجھے مگر کیا نہ ہوتے۔ اور

سفیان نے بیشک کہا ہے کہ یہ قسم جلو میں سے سخت ہے۔ اور کسی حدیث میں نہیں آیا۔ کہ آپ سے اس بارہ میں ایک کوئی قول منقول نہیں بخلاف اس کے جو آپ نے خبر دی کہ آپ نے فلاں کام کیا ہے۔ حالانکہ کیا نہ ہوتا۔ اور یہ صرف خطرات اور نخیلات ہوتے تھے۔

اور بعض علما کہتے ہیں۔ کہ حدیث سے مقصود یہ ہے کہ آپ ایک شے کا خیال کرتے تھے کہ میں نے وہ کام کیا ہے۔ حالانکہ نہیں کیا۔ لیکن یہ ایک تخیل تھا۔ نہ یہ کہ اس کی صحت کے معتقد تھے۔ پس آپ کے تمام اعتقالات درست تھے۔ اور اقوال صحیح تھے۔ یہ وہ جوابات ہیں جن کا میں اپنے آئمہ کی طرف سے اس حدیث کے بارہ میں واقف ہوا ہوں بلوجودیکہ ان کے کلام کا معنی ہم نے واضح کر دیا ہے۔ اور ان کے اشارات کا بیان زائد کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک وجہ کافی ہے۔

لیکن مجھ کو اس حدیث میں ایک اور تاویل معلوم ہوئی ہے جو ان گمراہوں کے اعتراضات سے بہت دور ہے۔ وہ نفس حدیث سے سمجھی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ عبدالرزاق نے یہ حدیث ابن المسیب اور عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے۔ اور ان دونوں سے مروی ہے کہ ابن زریق کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلو کیا۔ اور اس کو کنوئیں میں داخل کیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا یہ حل ہوا کہ) قریب تھے کہ اپنے دیکھنے کا اظہار کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا۔ کہ انہوں نے یہ کیا ہے۔ پھر اس کو کنوئیں میں سے نکالا۔

اسی طرح داقدی سے مروی ہے عبدالرحمن بن کعب و عمر بن الحکم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال حضرت عائشہ کے قرب سے روکے گئے۔ پھر اتنے میں کہ آپ سوئے تھے۔ دو فرشتے آپ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک تو آپ کے سر مبارک کی طرف بیٹھا اور دوسرا آپ کے پاؤں مبارک کی طرف الجھٹ۔

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ کے پاس جانے سے ایک سال تک خاص کر روکے گئے۔ حتیٰ کہ اپنی بیٹائی کا انکار کرنے لگے (یعنی بیٹائی



میں فرق آنے لگا۔

اور محمد بن سعد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ پھر عورتوں اور کھانے پینے سے روکے گئے۔ تب آپ پر دو فرشتے اترے۔ اور قصہ بیان کیا۔

اب تم کو ان روایات کے مضمون سے معلوم ہو گیا۔ کہ جلوہ آپ کے ظاہر اعضاء پر واقع ہوا۔ نہ آپ کے دل اور اعتقاد و عقل پر اور یہ ان کا اثر آپ کی آنکھ۔ اور جسم پر ہوا۔ اور آپ کو عورتوں کے جماع کرنے سے روک دیا۔ آپ کے جسم کو ضعیف اور بیمار بنا دیا۔ آپ کے خیال میں جو ایک کام آتا تھا اس کا یہ معنی ہے کہ آپ بیوی کے پاس گئے ہیں۔ حالانکہ آپ گئے نہ ہوتے۔ یعنی آپ کی طبیعت میں خوشی اور گزشتہ عادت کے موافق عورتوں کے پاس آنے کی قدرت تھی۔ لیکن جب ان کے قریب جاتے تو آپ کو جلوہ کا اثر معلوم ہوتا تھا۔ جس سے جماع پر قیور نہ ہوتے تھے۔ جیسا کہ جلوہ شدہ کو پکڑ ہوتی ہے۔ اور شاید اس قسم کے جلوہ کی طرف سفیانؓ نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ نہایت سخت قسم کا جلوہ ہے۔

اور دوسری روایت میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ آپ کے خیال میں ایک کام آتا تھا۔ کہ کیا ہے لیکن نہ کیا ہوتا۔ اس وجہ سے آپ کی آنکھوں میں خلل آگیا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ کہ آپ گمان کرتے تھے کہ میں نے اپنی فلاں بیوی کو دیکھا ہے۔ یا کسی دوسرے کا فعل دیکھا ہے۔ حالانکہ فی الواقع جو آپ نے دیکھا تھا نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کی بصارت میں ضعف آگیا تھا۔ نہ یہ کہ آپ کی عقل میں فتور ہو گیا تھا۔ اور جب واقع ہے تو جو کچھ جلوہ اور اس کا اثر مذکور ہوا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کسی قسم کا شبہ وارد نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی لحد کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔

فصل ۲

یہ حال تو آپ کے جسم مبارک کا تھا۔ لیکن دنیاوی امور کا حال سو اس میں ہم

marfat.com

Marfat.com

پورے طور پر پہلے ڈھنگ پر اعتقاد "قولا" عملاً "کلام کرتے ہیں۔ آپ کا دنیاوی امور پر اعتقاد کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ دنیاوی امور کو ایک طرز پر خیال کرتے جس کا خلاف ظاہر ہوتا یا اس کی نسبت آپ کو شک یا ظن ہوتا مگر امور شرعیہ کا یہ حال نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر سفیان بن العاص اور بہت سے راویوں نے سماع اور قرات کے طور پر ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عمر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالعباس رازی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد بن عروہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن رومی نے اور عباس غبری احمد مقری نے ان سب نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے خضر بن محمد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عکرمہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابوالنجاہی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے رافع بن خدیج نے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ کھجوروں کو پیوند کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ انہوں نے پیوند چھوڑ دیا۔ لیکن اس سہل پھل کم آیا۔ اور لوگوں نے اس کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہوں۔ جو تم کو میں دین کی بابت حکم دوں وہ تو بجا لاؤ۔ اور جو تم کو میں اپنی رائے سے حکم دوں تو میں انسان ہی ہوں۔

اور انسؓ کی روایات میں ہے کہ تم اپنے دنیاوی امور کے زیادہ عالم ہو۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے یونہی ایک گمان کیا تھا۔ سو تم ظن کے بارہ میں مواخذہ نہ کرو۔

اور ابن عباسؓ کی حدیث میں جو کھجوروں اور انگوروں کے جانچنے کے بارہ میں ہے یہ ہے کہ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تو انسان ہی ہوں۔ اب جو تم کو اللہ کی طرف سے بتلاؤں وہ تو حق ہے اور جو میں اپنی طرف سے کہوں سو میں انسان ہوں۔ خطا کرتا ہوں۔ اور صواب بھی۔ اور یہ وہ واقعات ہیں کہ ہم نے آپ کی طرف سے جو امور دنیا میں فرمائے ہیں۔ بیان کئے ہیں۔ جو ظنی حالات ہیں نہ وہ کہ آپ نے شرع کے بارہ میں جو آپ نے مقرر فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے

اجتہاد سے فرمایا ۔

اور جیسا کہ ابن اسحق نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے کنوؤں سے دور جا کر اترے (جہاں پانی تھوڑا تھا) تو آپ سے حباب بن منذر نے عرض کیا۔ کہ کیا یہ وہ منزل ہے کہ جہاں پر خدائے تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے کہ یہاں سے ہم آگے نہ بڑھیں۔ یا یہ کہ آپ کی رائے اور لڑائی و مکر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں بلکہ رائے۔ لڑائی اور دھوکہ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ منزل نہیں ہے آپ یہاں سے اٹھیں ہم قوم کے پانی سے قریب ہو جائیں۔ اور وہیں اتریں۔ پھر اس کے سوا باقی کنوؤں کو بند کر دیں۔ تاکہ ہم تو پیس اور وہ نہ پیس۔ تب آپ نے فرمایا کہ تم نے عمدہ رائے کا اشارہ کیا۔ اور جو اس نے کہا تھا۔ وہی آپ نے کیا۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** ان سے آپ معاملہ مشورہ کر لیا کریں۔

پس اس قسم کے امور دنیاوی تھے۔ جس میں علم دین کو کچھ دخل نہ تھا۔ نہ اس کے اعتقاد نہ اس کی تعلیم کو۔ سو آپ پر اس دنیاوی معاملہ میں جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ آپ پر جائز ہے۔ کیونکہ ان سب امور میں کوئی نقصان نہیں نہ کمی ہے۔ یہ سب امور تو صرف عادی ہیں۔ جن کو تجربہ کار سمجھتا ہے۔ اور اپنی ہمت و شغل نفس اس کی طرف لگاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خدائی معرفت کے ساتھ دل بھرا ہوا تھا۔ علوم شریعت سے آپ کا سینہ معمور تھا۔ امت کی دینی و دنیوی ضروریات سے آپ کا دل متعین تھا۔ لیکن یہ بعض امور میں نادار اور شاؤ طور پر واقع ہوتا تھا اور خاص کر انہیں معاملات دنیاوی میں ہوتا تھا۔ کہ جس میں دنیا کی حفاظت اور اس کے فوائد میں موشگافی اور باریکی ہو۔ اور اکثر امور میں یہ واقعہ پیش نہ آتا تھا۔ جس سے غفلت اور غلطی پائی جائے۔ اور بالتواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے دنیاوی امور کی معرفت اور ان کی باریک مصلحتیں اور دنیا داروں کے فرقوں پر حکومت کرنا اس طرح منقول ہے کہ انسان میں ایسا ہونا معجزہ ہے۔ جس کو ہم نے اس کتاب کے باب

marfat.com

Marfat.com

المعجزات میں پہلے بیان کر دیا ہے۔

### فصل ۳

بشری احکام اور ان کے مقدمات میں جو آپ کے ہاتھ پر جاری ہوتے تھے اور حق کو باطل سے تمیز کرنے صحیح اور غلط کے علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد کا یہی طریق تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَمْدُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَاقْضِ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسَمِعَ فَمَنْ قَضَيْتَ لَهُ مِنْ سِوَى إِلَهِهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذُ بِهِ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ :- میں تو بیشک انسان ہوں۔ اور تم مجھ سے جھگڑتے ہو شاید تم میں سے کوئی اپنی حجت میں ہشیار زیادہ ہو۔ پھر اس کے لئے جیسا کہ سنوں فیصلہ کر دوں۔ اور جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو اس کو اس میں سے کچھ کھانا نہ چاہئے۔ کیونکہ میں اس کو آگ کا ٹکڑا دیتا ہوں۔

حدیث بیان کی ہم سے حسین بن محمد حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن کثیر نے کہا۔ خبر دی ہم کو سفیان نے ہشام بن عروہ سے وہ اس کے باپ سے وہ زینب بنت ام سلمہ سے وہ ام سلمہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

الحدیث

اور زہری کی روایت میں عروہ سے ہے کہ شاید تم میں سے کوئی زیادہ بولنے والا ہو۔ اور میں اس کو سچا گمان کر لوں۔ اور اس کے لئے فیصلہ کروں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر حال پر احکام جاری فرمایا کرتے تھے۔ اور غالب ظن پر گواہ کی گواہی۔ قسم کھانے والے کی قسم زیادہ مشابہ حق کی رعایت۔ چڑے کے برتنوں اور ان کی بندش کی پہچان سے حکم لگا دیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ خدائی حکمت کا بھی اس میں یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا۔ تو آپ کو بندوں کی باطنی باتوں اور آپ کی امت کے دلوں کے چھپے ہوئے امور پر اطلاع دے دیتا جس سے

آپ صرف اپنے علم و یقین سے حکم لگا دیا کرتے تھے۔ اقرار اور گواہی یا قسم یا شبہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ کی امت کو آپ کی اتباع اور اقتدا کا آپ کے افعال و احوال آپ کے فیصلوں اور آپ کے طریقہ میں حکم دیا تھا۔ اور دوسرے یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے علم سے خاص کر دیتا۔ اور آپ کو اس میں ترجیح دے دیتا۔ تو امت کے لئے آپ کی اتباع کی کوئی سبیل نہ رہتی۔ اور شریعت میں آپ کے کسی فیصلہ پر کسی کو حجت نہ رہتی۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ جس پر آپ کو اس مقدمہ میں اطلاع دی گئی تھی۔ کیونکہ آپ نے اس میں وہ پوشیدہ حکم لگا دیا۔ جو خدائے تعالیٰ نے آپ کو ان کے مافی الضمیر سے اطلاع دی تھی۔ اور یہ وہ بات ہے کہ جس کو امت نہیں جان سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام کو ان کے ظاہر حالات پر کہ جس میں آپ اور آپ کے سوا دوسرے لوگ برابر ہیں جاری کر دیا۔ تاکہ آپ کے مقدمات کی یقین اور آپ کے احکام کے اجرا میں امت کو پوری اتباع حاصل ہو۔ اور وہ آپ کی سنت کے علم و یقین سے جو کچھ ہو کریں۔ کیونکہ آپ کے فعل کا بیان آپ کے قول کی نسبت زیادہ واضح ہے۔ لفظی احتمال اور تاویل کرنے والے کی تاویل سے بالاتر ہے۔ اور آپ کا ظاہر پر حکم لگانا بیان میں زیادہ روشن اور احکام کے وجوہ زیادہ واضح تخالف و جمعوں کے اسباب میں زیادہ مفید تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ ان سب معاملات میں امت کے حکام لوگ پیروی کیا کریں۔ اور جو آپ سے منقول ہوا۔ اس پر بھروسہ کیا جائے۔ شریعت کا قانون منضبط ہو۔ آپ سے وہ علم غیب کا چھپایا جائے کہ جس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ عالم غیب مختص ہے۔ اور وہ اپنے غیب پر سوائے کسی رسول کے اور کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اور اس کو اس میں سے جس قدر چاہتا ہے سکھاتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے اسے خاص کرتا ہے۔ اس میں آپ کی نبوت میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ اور آپ کی عصمت کا کڑا نہیں ٹوٹتا۔

فصل ۴

آپ کے وہ دنیاوی اقوال جو آپ نے اپنے اور دوسروں کے احوال میں بیان کئے

marfat.com

Marfat.com

ہیں۔ اور آپ آئندہ کریں گے یا پہلے کر چکے ہیں۔

سو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان میں خلاف ہر طرح اور ہر وجہ سے محال ہے  
 عدا "ہو یا سوا" صحت میں ہو یا مرض میں خوشی میں ہو یا غضب میں اور یہ کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معصوم ہیں۔ یہ تو ان اقوال میں ہے کہ جن کا  
 طریقہ محض خبر ہے۔ جس میں صدق و کذب داخل ہوتا ہے۔ لیکن وہ اشارات کہ جن  
 کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف ہے۔ سو دشوی امور میں ان کا صادر ہونا جائز ہے۔  
 خاص کر مصلحت کے قصد سے جیسا کہ لڑائیوں میں تو یہ فرماتے اور واقعہ کو چھپاتے  
 تھے۔ تاکہ دشمن اپنے پھلو کا سامان نہ کر لے۔

اور جیسا کہ آپ کی خوش طبعی کی نسبت منقول ہے۔ کہ امت کے خوش آنے کو  
 اور مومنین صحابہ کے دلوں کے بہلانے کو کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے  
 کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ اور جیسا آپ نے ایک عورت سے اس  
 کے خاوند کی نسبت یہ فرمایا۔ کہ کیا وہ وہی ہے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ اور یہ  
 سب سچ ہے۔ کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہے۔ اور ہر انسان کی آنکھ میں سفیدی ہوتی  
 ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اِنِّیْ لَا مَزَاجَ وَلَا اَقْوَلَ اِلَّا سَقَا  
 میں بلاشبہ خوش طبعی تو کرتا ہوں۔ لیکن سچ ہی بولتا ہوں۔ یہ سب خبر کے بارہ میں ہے۔  
 لیکن خبر کے سوا دوسری باتوں میں جن کی صورت امر اور نہی کے امور دنیاوی  
 میں ہے۔ سو اس میں بھی جھوٹ جائز نہیں۔ اور آپ پر یہ بھی جائز نہیں کہ کسی چیز  
 کا حکم دیں یا کسی سے منع فرمائیں اور دل میں اس کے خلاف ہو۔

اور بلاشبہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَا كَانَ يَنْبَغِيَّ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ غَايِبَةٌ  
 اَلَاَمِيْنِ نَبِيٍّ كُوْجَائِزٍ نِّسِ كَ وَهْ اَنَّهُمْ كُوْجَائِزٍ كُوْجَائِزٍ كُوْجَائِزٍ  
 خیانت ہوتی۔

اگر تم کہو کہ زید رضی اللہ عنہ کے قصہ میں خدائے تعالیٰ کے اس قول کے کیا  
 معنی ہے۔

إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُغْفِرُ  
فِي نَفْسِكَ مَا لِلَّهِ مُبْتِغِيٌّ

تَخْشَى فَلَئِنَّ قُضِيَ زَيْدٌ بَيْنَهَا وَطَرًا زَوْجُكَهَا لِيَكُنْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ  
إِدْعِيَانِهِمْ إِنْ قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ :- اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت  
دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر تم  
اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا  
اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے  
نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان  
کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر  
رہتا۔

سو جان لے خدا تم کو معزز کرے۔ اور اسی ظاہر لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی پاکیزگی کی نسبت کچھ شک نہ کر۔ کہ آپ نے زید کو روکنے کا حکم دیا۔ اور دل  
سے آپ اس کی طلاق کے خواہاں تھے۔ جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت سے بیان کیا  
گیا ہے۔ اور زیادہ صحیح وہ بات ہے۔ جس کو اہل تفسیر نے علی بن حسینؑ سے نقل کیا  
ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ بات بتلائی۔ کہ بی بی زینب عنقریب آپ کی بیوی  
ہونے والی ہے۔ اور جب زید نے اس کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اپنی بیوی  
کو روکے رکھو۔ اور خدا سے ڈر (یعنی اس کی نسبت تکبر کی بات مت کر۔ اور بلا سبب  
طلاق نہ دے) اور اس سے آپ نے یہ امر چھپائے رکھا۔ جو خدا نے تعالیٰ نے آپ کو  
بتلادیا تھا۔ کہ تم عنقریب اس سے نکاح کرو گے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کہ  
زید اس کو طلاق دے گا۔ اور آپ اس سے نکاح کریں گے۔

اسی طرح عمرو بن فائد نے زہری سے روایت کی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کو بتلایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بی بی زینب  
بنت جحش کا آپ سے نکاح کر دے گا۔ پس یہ بات تھی۔ جو آپ نے دل میں چھپائی

تھی۔ اور اس بات کو مفسرین کا قول اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد کہ وَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ مَفْعُوۡۃً کہ اللہ تعالیٰ کا امر ہو کر رہے گا یعنی آپ کو ضرور ہے کہ اس سے نکل کریں، صحیح کرتا ہے۔ اور اس بات کو یہ بات واضح کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو بی بی زینبؓ کے ساتھ صرف آپ کا نکل کرنا اس کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جو کچھ آپ نے چھپایا ہے وہ وہی معاملہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول اس قصہ میں یہ ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فَبِمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أُولَٰئِكَ قَدَرًا مَّعْذُوۡرًا ۝ (پ ۲۲ ع ۲)

ترجمہ :- نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔

پس یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ اس معاملہ میں آپ پر کچھ حرج نہ تھا۔

طبریؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں تھا۔ کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں کہ آپ کو حلال کر دیا ہو گنہگار کرے۔ جس فعل کو اس کے پہلے رسول کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کو وہ امر حلال تھا۔

اور اگر اس روایت کے موافق ہوتا جس کو حدیث قلادہ نے بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی محبت ہو گئی تھی۔ اور آپ کو خوش معلوم ہوئی تھی۔ اور آپ چاہتے تھے کہ زید طلاق دے دے۔ سو اس روایت میں بڑا حرج ہے۔ اور یہ وہ بات ہے کہ آپ کے لائق نہیں۔ کہ آپ اس طرف آنکھیں پھٹائیں۔ جس سے آپ کو ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی دنیا کی خواہشیں اور بالضرور یہ حسد کی وجہ سے ہوتا۔ جو برا ہے۔ جس کو متقی لوگ پسند نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں (معاذ اللہ)

قشیریؒ کہتے ہیں کہ یہ بات اس کے کہنے والے کی طرف سے ایک بڑی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور فضیلت کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہے اور یہ کیسے



کہا جاتا ہے۔ کہ اس کو آپ نے دیکھا اور اچھی معلوم ہوئی۔ حالانکہ وہ آپ کی پھپھی کی بیٹی تھی۔ ہمیشہ آپ اس کو دیکھتے تھے۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی دیکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتیں پردہ نہ کرتی تھیں۔ (کیونکہ پردہ کی آیت بعد میں نازل ہوئی تھی) اور آپ ہی نے اس کا نکاح زید سے کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی زید سے طلاق دینے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے نکاح کر دینے میں یہ حکمت تھی۔ کہ متبہکی کی حرمت کو (جو عام لوگوں میں مشہور تھی) دور کر دے۔ جیسا کہ فرمایا۔ **مَعَمَّ أَبَا أَحَدٍ قَيْنَ رَجَائِكُمْ** یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

اور فرمایا **يَكْفِيَا بَكُونَنَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجًا فِي أَزْوَاجِ أَعْمِيَاءِهِمْ** یعنی تاکہ مومنین پر اپنے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔

اور اسی طرح ابن فورک سے مروی ہے۔ ابواللیث شرقدی کہتے ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں کیا فائدہ تھا۔ کہ زید کو اس کے روکنے کا حکم دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ فائدہ تھا۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جتلا دیا تھا۔ کہ وہ آپ کی بیوی ہے (جو آئندہ ہوگی) تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طلاق دینے سے روکا۔ کیونکہ ان دونوں میں محبت نہ تھی۔ اور آپ نے اس بات کو دل میں چھپائے رکھا۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا تھا۔ اور رب زید نے اس کو طلاق دے دی۔ تو آپ لوگوں سے ڈرے کہ وہ کہیں گے۔ آپ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں۔ پھر خدا نے آپ کو اس سے نکاح کرنے کا حکم دیا۔ کہ ایسی بات امت کے لئے مباح ہو جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **يَكْفِيَا بَكُونَنَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجًا فِي أَزْوَاجِ أَعْمِيَاءِهِمْ** تاکہ مومنین پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے زید کو روکنے کا اس لئے حکم دیا۔ کہ شہوت کو روکیں اور نفس کو اس کی شہوت سے دفع کریں۔ اور یہ توجہ یہ جب ہے کہ آپ پر ہم اس کو جائز رکھیں۔ کہ آپ نے اس کو دھتلا جو دیکھا تو پسند کیا اور اس قدر کہنے کا کوئی

انکار نہیں۔ کیونکہ ابن آدم میں ”بعاً“ حسن کو دیکھ کر خوش ہونا رکھا ہوا ہے۔ اور دھتتا“ نظر کا پڑ جانا معاف ہے۔ پھر نفس کو اس سے روکا اور زید کو اس کے روکنے کا حکم دیا۔

اور انکار ان زیادتیوں پر ہے جو قصہ میں ہیں۔ معتبر اور بہتر وہ روایت ہے جس کو ہم نے علی بن حسینؑ سے بیان کیا ہے۔ اور سمرقندی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہی قول ابن عطا کا ہے۔ اسی کو قاضی قشیری نے پسند کیا ہے۔ اسی پر ابو بکر فورک نے اعتبار کیا ہے۔ اور کہا کہ محققین اور مفسرین کے نزدیک یہی معنی صحیح ہے۔

ابن فورک کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں غفلت کے برتاؤ اور مافی الضمیر کے خلاف کے اظہار سے مبرا اور پاک ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک صاف کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَوَضَّ اللَّهُ لَهُ نَبِي (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وہ بات جو خدا نے فرض کر دی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور جس نے اس امر کا گمان کیا۔ تو اس نے خطا کی اور خشیت کا معنی یہاں خوف کے نہیں۔ اس کے معنی حیا کرنے کے ہیں۔ کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ اور آپ کا شرم کرنا منافقین و یہود کی گڑبڑ اور مسلمانوں پر ان کے شور مچانے سے تھا۔ کہ بیٹوں کی بیویوں سے نکاح منع کرنے کے بعد خود بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جیسا کہ انہوں نے آخر شور مچایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر عتاب کیا۔ اور ان کی طرف توجہ کرنے سے اس بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلال کر دیا تھا۔ پاک کیا۔ یعنی آپ منافقین کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ جیسا کہ سورہ تحریم میں اپنی بیویوں کی مرضی کی رعایت کرنے میں عتاب کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ لِمَ نُنْعِمُ مَا آخَرَهُ اللَّهُ لَكُمْ تَبْتَغِينَ مَوَاحِشَ اَزْوَاجِكُمْ وَاللَّهُ مُنْكَرٌ دَجِيمٌ جو چیز خدا نے آپ کو حلال کر دی ہے اس کو کیوں حرام کرتے ہو۔ بیویوں کی رضامندی کے لئے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا بیان فرماتا ہے۔ تَنْعَشُ النَّاسَ وَاللَّهُ اَعْلَمُ

تَخَشَّاهُ لَوْ كُؤُا سَ شَرَابَتَ هؤ۔ اللہ تعالیٰ سے شرابنا زیادہ مناسب ہے۔  
 حسنؑ اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بالفرض)  
 کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ کیونکہ اس میں آپ پر عتاب ہے۔ اور  
 جس کو آپ نے چھپایا تھا اس کا اظہار ہے۔

## فصل ۵

اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں تمام حالات میں عصمت  
 تو بیشک ثابت ہو چکی اور اس میں کوئی خلاف و اضطراب عمداً، سهواً، صحت، مرض،  
 قصد اور خوش طبعی، خوشی، غضب کے حالات میں جائز نہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی اس وصیت کے کیا معنی ہیں۔ جو اس حدیث میں ہے کہ حدیث بیان کی  
 ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو  
 الولید نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو محمد اور ابو الہشیم اور ابو اسحق نے ان سب نے  
 کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن  
 اسماعیل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے علی بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے  
 عبد الرزاق بن ہمام نے کہا خبر دی ہم کو معمر بن زہری سے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے  
 وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے انتقال کا وقت ہوا۔ تو گھر میں چند آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 فَهَاتُوا كِتَابَ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ اَوْ مِی تم کو کچھ لکھ دوں تاکہ اس کے بعد تم  
 ہرگز گمراہ نہ ہو۔

بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کا غلبہ ہے۔ الحدیث  
 اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس کلمۃ لاؤ۔ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں کہ  
 میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔

پھر صحابہؓ جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کو کیا ہوا۔ کیا آپ (خدا نخواست) بھکی  
 باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ اور سمجھ لو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ

دو۔ کیونکہ جس حل میں کہ میں ہوں وہ بہتر ہے۔  
 اور اس کے بعض طریق میں ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریان ہوتا ہے؟  
 اور ایک روایت میں (ملقط ماضی ہجر) ہے کہ ہریان ہوا ہے۔  
 اور روایت کیا گیا ہے۔ اجر یعنی کیا ہریان ہے۔  
 اور روایت کیا گیا ہے اجر۔ یعنی کیا ان کو ہریان ہوتا ہے۔  
 اور اس حدیث میں ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو سخت درد ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب اللہ ہے وہ ہم کو کفنی ہے۔ اور زیادہ شور  
 ہونے لگا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔  
 اور ایک روایت میں ہے کہ گھروالوں نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض تو  
 کہتے تھے کہ کلاب کو بٹاؤ۔ کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیں۔ اور بعض  
 وہ کہتے تھے جو عمر کہتے تھے۔

ہمارے آئمہ نے اس حدیث کے بارہ میں کہا ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 امراض اور اس کے عوارض سے مثلاً "سخت درد ہونے اور غشی وغیرہ سے جو آپ کے  
 جسم میں عارض ہوتے تھے۔ معصوم نہ تھے۔ لیکن اس امر سے معصوم تھے۔ کہ اس  
 درمیان میں آپ سے کوئی بات سرزد ہو۔ کہ جس سے آپ کے معجزہ میں طعن  
 آوے۔ اور شریعت میں فسو لازم آئے۔ جیسے ہریان اور خلل کلام اس بنا پر جس نے  
 حدیث کی روایت ملقط ہجر صیفہ ماضی کی ہے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے  
 معنی ہیں کہ آپ کو ہریان ہوا ہے۔ جب ہریان ہو تو ہجر "جر" کہا کرتے ہیں۔ اور جب  
 بری بات کوئی کرتا ہے۔ تو اجر "جر" کہا کرتے ہیں۔ یعنی کیا وہ بیکار ہوا ہے۔ اور اجر  
 "جر" کا متعدی ہے۔ اور زیادہ صحیح اور بہتر روایت اجر ہے۔ جو اس شخص پر انکار ہے  
 جو کہتا تھا کہ نہ لکھو۔

ایسا ہی ہماری اس روایت میں ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ جو سب راوی گزشتہ  
 زہری کی روایت میں بیان کرتے ہیں۔ اور محمد بن سلام کی حدیث میں جو ابن عیینہ سے  
 ہے ایسا ہی ہے۔ اور اسی طرح اس کو اصلی نے اپنے خط کے ساتھ اور دوسروں نے

ان ہی طریق سے بیان کی ہے۔ ایسا ہی ہم نے اس کو مسلم سے حدیث سفیان میں بیان کیا ہے۔ اس کے سوا اوروں سے بھی اور اس پر روایت مجر کی الف استتمام کے حذف پر محمول ہوگی۔ اور تقدیر یہ ہوگی۔ اھجر یا ہجر اور قائل کی وحشت کھانے پر محمول ہو گا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت ورد اور آپ کے حال کے مشاہدہ سے کہ آپ نے کتاب کا ارادہ کیا۔ جس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کو حیرت طاری ہوئی۔ حتیٰ کہ یہ قائل اس لفظ کو ضبط نہ کر سکا۔ اور کمال ورد کے قاسم لفظ ہذیان اس کے منہ سے نکل گیا۔ نہ یہ کہ اس کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ آپ کو (خدا نخواستہ) ہذیان ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ کی حفاظت پر خوف نے ان کو برانگیختہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وَاللّٰهُ يُمْسِكُ مِنَ السَّمَاءِ مَا تَرَوْنَ اَنْ تَنفَلَكَ مِنْ فَوْقِ السَّمَاءِ اِنْ يَشَاءُ اَلَمْ يَكُنْ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخْتَصِرًا ۝ (ہم ان کو محفوظ رکھے گا۔

اسی قسم کا یہاں معاملہ ہے (کاش کہ آپ خاموش رہیں)۔

اور روایت امرا کی جو کہ ابو اسحق مستملی کی صحیح بخاری میں ابن جبیر کی حدیث میں ابن عباس سے قتیبہ کی روایت سے مروی ہے۔ سو ان لوگوں کی طرف راجع ہے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اختلاف کرنے والے تھے۔ اور ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اختلاف کرتے ہو۔ بھالیکہ تم آپ کے سامنے بری اور بے جا باتیں کرتے ہو۔ اور مجر بہ ضم حاک کے معنی بری بات کے ہیں، حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب لانے کا حکم فرمایا تھا۔ تو صحابہ نے کیسے اختلاف کیا۔ اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں استعجاب و اباحت چھوڑ کر وجوب کا درجہ قرآن سے سمجھایا جلیا کرنا ہے۔ شاید کہ بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قرآن سے سمجھ لیا ہو کہ یہ ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور بعض نے یہ سمجھا ہو۔ اور کہا کہ آپ سے سمجھ لو۔ اور جب انہوں نے اختلاف کیا۔ تو آپ اس امر سے رک گئے۔ کیونکہ یہ پختہ ارادہ نہ تھا۔ اور یہ بات بھی تھی کہ حضرت عمر کی رائے کو انہوں نے پسند کیا۔

marfat.com

Marfat.com

پھر ان علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس حکم سے رک جانا یا تو اس لئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف سے ایسے حل میں ڈر گئے کہ اس لکھانے میں آپ کو تکلیف ہو گی۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت درد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان امور سے ڈرے کہ جن سے لوگ عاجز ہو جائیں گے۔ اور مخالفت سے ان کو نقصان ہو گا۔ اور یہ مناسب سمجھا کہ ایسے امور میں امت کے لئے اجتہاد کی وسعت سوچ کر حکم لگانا صواب کی تلاش کرنا زیادہ آسان ہے۔ پھر مصیب اور مخطرہ کو اجر ملے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جان لیا تھا کہ شرع مقرر ہو چکی ہے اور دین مضبوط ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَلْيَوْمَ لَكُمُ الدِّينُ لَكُمْ يَوْمَ الْيَوْمِ آج میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اَوْصِيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ عِيْرَتِيْ فِيْهِ تَمُّ كِتَابُ اللّٰهِ اور اپنی اولاد و اقارب کی وصیت کرتا ہوں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے۔ ان لوگوں کا رد ہے (العیاذ باللہ)۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ منافقوں اور بیمار دل والوں کے توسل سے ڈرتے تھے۔ کہ یہ کتاب خلوت میں لکھی جاتی۔ اور وہ اس میں طرح طرح کی باتیں بناتے۔ جیسے کہ رافضی لوگ وصیت وغیرہ کا دعوے کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر بطور مشورہ و اختیار کے تھا کہ آیا صحابہؓ اس میں متفق ہوتے ہیں یا مختلف اور جب مختلف ہوئے تو اس کو چھوڑ دیا۔

اور ایک گروہ نے کہا ہے۔ کہ حدیث کا معنی یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب میں ان باتوں کا جواب دینے والے تھے۔ جن کا آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ نہ یہ کہ آپ نے شروع میں ان کا کوئی حکم دیا تھا۔ بلکہ صحابہؓ نے آپ سے کچھ طلب کیا تھا۔ سو ان کی خواہش کے مطابق جواب دیا تھا۔ اور دوسروں نے اس کو مکروہ جانا۔ جن

کے وہی وجوہ ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔

اس قصہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک لے چلو۔ اگر یہ معاملہ ہم میں ہوا تو ہم اس کو جان لیں گے۔ لیکن حضرت علیؑ نے اس کو مکروہ سمجھا تھا اور کہا تھا کہ واللہ! میں نہ کروں گا۔ اور ان علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی دلیل لی ہے۔ کہ یہ فرمایا تھا۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس حال میں کہ میں ہوں۔ وہ بستر ہے۔ یعنی جس حال میں کہ میں ہوں وہ حکم کے چھوڑ دینے اور کتاب اللہ کے ساتھ چھوڑ دینے اور اس سے کہ تم اپنے مطالبہ سے مجھے بلاتے ہو بستر ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ جو آپ سے طلب کیا گیا تھا۔ وہ آپ کے بعد امر خلافت اور اس کا متعین کرنا تھا۔

## فصل ۶

اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس حدیث کی بھی کیا توجیہ ہے جس کو ہمیں فقیہ ابو محمد خشنی نے بیان کیا ہے۔ اور میں نے ان کے سامنے پڑھا ہے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی طبری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالغافر قاری نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد جلودی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن سفیان نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن حجاج نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عیسیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یث نے سعید بن ابی سعید سے سالم سے جو کہ نصر بن کاسولی (غلام آزار) ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ۔

إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَفْعَلُ بِكُمَا يَفْعَلُ الْبَشَرُ وَإِنِّي قَدْ اتَّخَذْتُ مِنْكَ مَهْنًا كَنْ تَخْلُفُنِي

فَإِنَّمَا مَوْءِنُ أَرْبَتِهِ أَوْ سَبَبُهُ أَوْ جَلَدُهُ فَاجْعَلْهَا لَكَ كَعَفَاةٍ وَ قَرْنَهُ تَقَرُّبُهُ إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بشر ہی ہے۔ وہ ایسا ہی غصہ ہوتا ہے۔ جیسے اور لوگ اور میں نے تجھ سے عہد لیا ہے تو اس میں خداوند ہرگز مجھ سے خلاف نہ

کیجیو۔ میں جس مومن کو تکلیف دوں گا یا گالی دوں یا اس کو درے ماروں تو اس کے لئے کفارہ اور قربت بنا دیجو۔ جس سے وہ قیامت کے دن قریب ہو جائے۔  
اور ایک روایت میں ہے کہ **فَاتِيَا اَسَدَ مَمُوتٍ عَلَيْهِ دَعْوَةٌ**۔ جس شخص کو میں بددعا دوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ **تَبَيَّنَ لَهَا يَتَابُ** وہ اس کے لائق نہ ہو۔  
اور ایک روایت میں ہے کہ۔

**فَاتِيَا رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَّيْتَهُ اَوْ لَعَنْتَهُ اَوْ جَلَدْتَهُ فَاَجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَصَلَاةً وَرَحْمَةً**

ترجمہ :- جس مسلمان کو میں گالی یا لعنت کروں یا درے ماروں تو اس کے لئے پاکیزگی اور رحمت کر دے۔

اور یہ کیسے صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص پر لعنت کریں جو اس کا مستحق نہ ہو یا غصہ میں ایسا آپ کریں حالانکہ آپ ان سب امور سے معصوم ہیں۔  
سو جان لے خدائے تعالیٰ تیرے سینہ کو کھول دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اول تو یہ فرمانا کہ خداوند اس کا اہل نہ تھا۔ یعنی تیرے نزدیک باطن میں اہل نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر کا تھا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس میں وہ حکمت بھی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (کہ لوگ آپ کی اقتدا کریں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے یا ادب دینے کا اس کو گالی دے کر یا لعنت کر کے ظاہر حال پر حکم دے دیا۔ پھر بوجہ شفقت امت اور مومنین پر رحم کھانے کے جو خدا نے آپ کا خاص وصف بنایا ہوا تھا۔ اس ڈر سے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو اس کے بارہ میں قبول کرے گا۔ اس کے لئے دعا مانگی۔ کہ وہ دعا اور آپ کا فعل اس کے لئے رحمت بن جائے۔ اور یہی معنی آپ کے اس قول کا ہے کہ **تَبَيَّنَ لَهَا يَتَابُ** وہ اس کے لائق نہ تھا۔ نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غضب اور تنگی سینہ سے اس پر برا نہجیختہ کیا تھا۔ کہ کسی غیر مستحق مسلمان کے ساتھ ایسا کریں۔ اور یہی معنی صحیح ہے۔

اور آپ کے اس قول سے کہ میں انسان کی طرح غصہ ہوتا ہوں۔ یہ نہیں سمجھا

marfat.com

Marfat.com



جاتا کہ غضب نے آپ کو غیر واجبی چیز پر ہوانگیختہ کیا ہے بلکہ جائز ہے کہ اس سے یہ مقصود ہو کہ للہی غضب نے آپ کو لعنت یا گالی سے اس کو عذاب دینے پر ہوانگیختہ کیا تھا۔ یا وہ اس قسم میں سے تھا۔ کہ متحمل تھا۔ اور اس کا معاف کرنا جائز تھا یا آپ کو اس کا اختیار دیا گیا تھا۔ کہ اس میں عذاب کریں یا معاف کریں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قاسمقام ڈرانے اور امت کو کوف دلانے کے ہو کہ حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اور ایسا ہی کئی موقعوں پر بددعا کرنا بلا قصد و عمد ہو۔ بلکہ جیسے عرب کی عادت ہے ویسے فرمایا ہو۔ اور اس سے مراد قبول ہونا نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ آپ کا قول ہے 'تیرا ہاتھ خاک آلودہ ہو۔ اور تیرے پیٹ کو خدا نہ بھرے۔ اور وردن سرمنڈی۔ وغیرہ آپ کی بددعائیں۔ اور آپ کی صفت میں دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بد زبان نہ تھے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ آپ گالی دیتے نہ فحش کلام تھے۔ نہ لعنت کرنے والے۔ اور ہم میں سے کسی کو عتاب کے وقت یہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کو کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ پس حدیث کو اس معنی پر حکم کیا جائے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان قسم کی دعاؤں کے قبول ہونے سے ڈر گئے۔ اور اپنے رب سے عمد لیا۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ اس دعا کو اس شخص کے لئے جس کے حق میں کمی گئی ہے۔ رحمت و قربت بنا دے۔ اور کبھی یہ فرمانا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جس پر دعا کی ہے۔ آپ ڈر گئے ہیں۔ اور اس سے محبت کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعنت کرنے سے ڈر لاحق نہ ہوا ہو۔ اور آپ کی دعا نہ قبول ہو جائے۔ جو اس کو ناامیدی پر ہوانگیختہ کرے۔ اور کبھی آپ کا اپنے رب سے اس شخص کے لئے جس کو آپ حد ماریں یا گالی دیں سوال کرنا بجا اور صحیح ہوتا تھا کہ اس بددعا کو اس کے لئے کفارہ بنا دے۔ جو اس کو صدمہ پہنچا ہے۔ اور اس کے جرم کو مٹا دے۔ اور یہ کہ آپ کا دنیا میں اس کو سزا دینا اس کی مغفرت اور معافی کا باعث ہو جائے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ان جرائم کا

مرکب ہو گا اور اس کو دنیا میں سزا دی گئی۔ تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ اگر تم کہو کہ زبیر کی حدیث کے کیا معنی ہیں۔ اور آپ کا اس کو جب کہ وہ انصاری کے ساتھ حہ کی غلی میں جھگڑا تھا۔ یہ فرماتا کہ اے زبیر تو پانی پلا لے۔ یہاں تک کہ نختوں تک پہنچ جائے۔ تب آپ کو انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ بے شک وہ آپ کا پھپھی زاد بھائی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ اے زبیر پلا لے یہاں تک کہ دیوار تک پہنچ جائے۔ تو جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک ہیں۔ کہ کسی مسلمان کو آپ سے اس واقع میں کوئی امر پہنچے۔ جس میں شک پیدا ہو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زبیر سے اپنے بعض حق پر کفایت کرنے کے لئے کہا کہ جس سے اعتدال اور صلح پائی جائے۔ لیکن جب اس سے دوسرا شخص (مخامم) راضی نہ ہوا۔ اور جھگڑنے لگا۔ اور غیر واجبی بات کہنے لگا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو پورا حق دلایا۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کا یہ باب مقرر کیا ہے۔ کہ جب امام صلح کا اشارہ کرے اور دوسرا انکار کرے۔ تو اس پر پورا حکم لگائے۔ اور آخر حدیث میں امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو اس کا پورا حق دلایا۔ اور بیشک مسلمانوں نے اس حدیث کو اس جھگڑے میں اصل قرار دیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی آپ کے ہر حکم میں کرنی چاہئے۔ خواہ غصہ کی حالت میں ہو یا خوشی کی حالت میں اگرچہ آپ نے قاضی کو غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے کو منع کیا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حالتوں میں معصوم ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں غصہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنے نفس کے لئے نہ تھا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ اور ایسا ہی عکاشہ کی حدیث میں جو آپ نے عکاشہ سے کہا تھا۔ کہ تم مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اور یہ عہد نہیں کہا تھا۔ کہ غصہ نے آپ کو برا نکلیختہ کیا ہو۔ بلکہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ عکاشہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ حضورؐ نے مجھے چھڑی ماری تھی۔ یہ میں نہیں جانتا کہ عہد ماری تھی یا آپ نے اونٹنی کے مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تھا۔ کہ اے عکاشہ تجھ کو میں خدا کی پناہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ کو عدا "چھڑی مارے۔"

اور ایسا ہی دوسری حدیث میں ہے جو کہ اعرابی کے ساتھ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا تھا کہ تو قصاص لے لے۔ تو اعرابی نے آپ سے عرض کیا۔ کہ بیشک میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک کوڑا مارا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے لٹک گیا تھا۔ آپ نے اس کو کئی بار منع فرمایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ تو اپنی مراد کو پالے گلہ اور اس سے انکار کرتا تھا (اور چھوڑتا نہ تھا) تب آپ نے تیسری مرتبہ کے بعد اس کو مارا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات اس شخص کے لئے ہے جو کہ آپ کے منع کرنے سے باز نہ آئے۔ صواب اور بہتر ہے اور ادب کا مقام ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحم کیا۔ کیونکہ یہ آپ کا اپنا حق تھا۔ حتیٰ کہ اس سے معاف کر دیا۔

اور حدیث سواد بن عمرو کی۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے حال میں آیا۔ کہ خوشبو سے آلودہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ درس ہے درس ہے (خوشبودار گھاس) اس کو اتار دے۔ اور مجھ کو ایک چھڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ میرے پیٹ پر ماری۔ جس نے مجھے دردناک کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قصاص چاہتا ہوں۔ تب آپ نے اپنا بدن مبارک میرے سامنے ظاہر کیا۔ اور آپ نے اس کو ایک بری بات پر جو دیکھا تھا مارا تھا۔ اور امید ہے کہ آپ نے اس مارنے سے صرف تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن جب اس سے اس کو درد محسوس ہوا۔ تو آپ نے اس سے قصاص لینے کو کہا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

فصل ۷

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی افعال کہ گناہوں اور کمزوریات سے بچیں۔ سو ان کا حکم تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض میں سو اور غلطی کا جواب

marfat.com

Marfat.com

ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ سب امور نبوت میں قدر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ باتیں شاندار ہوتی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عام افعال درستی اور صواب پر تھے۔ بلکہ ان میں سے اکثر یا کل عبادات کے قائم مقام اور قرب الہی تھے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے نفس کے لئے وہی چیز لیتے تھے جو کہ ضروری ہو۔ اور جس میں جسم کی بقیہ بہان کا قیام ہو۔ اور جس میں آپ کی ذات کی مصلحت ہو۔ جس سے اپنے رب کی عبادت کریں۔ شریعت کو قائم رکھیں، اپنی امت پر حکومت کریں، اور جو کچھ کہ آپ میں اور لوگوں کے درمیان ہو۔ پس اچھی بات کرتے تھے۔ یا بخشش تھی۔ جس سے آپ ان کو غنی کرتے تھے یا اچھا کلام تھا جو فرماتے تھے یا غیر سے سنتے تھے یا مخالفوں کی دلجوئی کرتے تھے یا دشمن کو جھڑکتے تھے یا حامد کی مدارات کرتے تھے۔ اور یہ سب امور آپ کے عمدہ افعال کے ساتھ آپ کی عبادت کے پاک وظائف سے ملتے تھے۔ اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دنیاوی افعال میں اختلاف افعال کی وجہ سے (اوروں سے) اختلاف رکھتے ہیں۔ اور آئندہ امور کے لئے ان کے مناسب سلان تیار کرتے تھے۔ اپنے چلنے پھرنے میں قریب مقام کے لئے گدھے پر سوار ہوتے اور سفروں میں اونٹنی پر اور لڑائیوں میں خچر پر بھی سوار ہوتے تھے۔ جو آپ کے ثابت قدم رہنے کی دلیل تھی۔ اور گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ اور اس کو خوف کے دن اور چلانے والے کی فریادری کے لئے تیار رکھتے تھے۔ ایسا ہی دنیاوی امور اپنی امت کی مدد اور سیاست کے لئے کرتے تھے۔ اس کے خلاف کو کمرہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ اس کا غیر اس سے بہتر ہوتا جیسا کہ اس کے لئے ایک کام چھوڑ دیتے۔ حالانکہ اس کا کرنا اس کے نہ کرنے سے بہتر ہوتا تھا۔ اور کبھی یہ بات دینی امور میں جس میں آپ کو دودھوں میں سے ایک وجہ کا اختیار دیا گیا تھا ہوتی تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ شریف سے کوہ احد کی طرف نکلنا حالانکہ آپ کی رائے تھی۔ کہ مدینہ میں پناہ لے کر رہا جائے۔ اور آپ کا منافقوں کے قتل کو چھوڑ دینا۔ حالانکہ ان کا حل یقیناً معلوم تھا (لیکن) دوسروں کی تالیف قلوب اور مومنین کی ان سے قربت کی وجہ سے اور اس

بات کو برا سمجھنے کی وجہ سے کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ قتل مناسب نہ سمجھتا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ اور آپ نے بناء کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کے بناء کے موافق کرنا چھوڑ دیا۔ تاکہ قریش کے دلوں کی رعایت ہو۔ کہ وہ اس کا گرانا اور بدلانا بڑا گناہ جانتے تھے۔ اور آپ نے اس خیال سے کہ ان کے دل اس وجہ سے آپ سے نفرت نہ کر جائیں۔ اور کہیں ان کی پہلی عداوت میں جو دین اور اہل دین سے تھی تحریک نہ پیدا ہو۔ اور آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا جو حدیث صحیح میں ہے۔ کہ اگر تیری قوم کفر کے قریب نہ ہوتی۔ تو بالضرور میں خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنا پر پورا کر دیتا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کرتے تھے۔ پھر اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ کیونکہ اس کا غیر بہتر ہوتا تھا۔ جیسا کہ آپ کا بدر کے کنوؤں کے پانیوں سے ان پانیوں کی طرف چلے جانا کہ جو دشمن کے قریب سے زیادہ قریب تھے۔ یعنی پہلے آپ دور ڈیرہ کرنے لگے تھے۔ مگر حبیب بن منذر کے کہنے سے قریب قریش چلے گئے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ **لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ امْرَأَتِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَسْقُتِ الْهَنْئِ** اگر میں پہلے اپنا کام کرتا جس کو میں نے پیچھے کیا ہے تو میں ہدی بھیجتا۔

اور آپ کافر اور مسلم کے لئے اپنا چہرہ کشادہ فرماتے۔ اس امید پر کہ اس کی دلجوئی ہو جائے۔ جاہل کے لئے صبر فرماتے۔ اور فرماتے کہ وہ آدمی بہت برا ہے کہ لوگ اس کی شرارت کی وجہ سے اس سے ڈریں۔ اور ایسے لوگوں کو اپنا عمدہ مل دیتے تاکہ آپ کی شریعت و دین خدائی اس کو پیارا معلوم ہو۔

آپ اپنے مکان میں خادم کی طرح کام کرتے تھے۔ اور اپنی چادر اچھی طرح پنے رہتے۔ تاکہ آپ کے بدن سے کوئی عضو ظاہر نہ ہو جائے۔ اور آپ کے اصحاب اور ہم نشینوں کے سروں پر گویا کہ پرندے ہوتے تھے۔ یعنی نہایت ادب سے مجلس میں بیٹھتے تھے۔ آپ اپنے ہم جلسوں سے ان کے بڑوں کی باتیں کیا کرتے تھے۔ جن سے وہ تعجب کرتے تھے۔ جن باتوں سے وہ ہنستے تھے۔ آپ بھی ہنستے تھے۔ آپ کی خدمہ

پیشانی اور عدل عام طور سب کو شامل تھا۔ آپ کو غضب گھبرا نہیں دیتا تھا۔ اور حق سے قصور وار نہ بناتا تھا۔ اپنے صحابہ سے کوئی بات دل میں نہ چھپاتے تھے۔ اور فرماتے کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرتی ہو۔

اگر تم کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا جبکہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آنے والا تھا کہ یہ برا شخص آیا ہے۔ اور جب وہ آپ کے ساتھ آیا۔ تو آپ نے اس سے نرمی کی باتیں کیں۔ اور اس کے ساتھ رہے اور جب وہ باہر نکل گیا۔ تو میں نے آپ سے اس کی بات پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ آدمی بہت برا ہے۔ جس سے لوگ اس کی برائی کی وجہ سے ڈرتے ہوں۔ اور (یہ سوال پیدا ہوتا ہے) کیونکہ یہ امر جائز تھا کہ اس کی بات آپ خلاف باطن کے ایک امر ظاہر فرمائیں۔ اور اس کے پیچھے جو کچھ فرمایا فرمائیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اس کے دل کو خوش کرنے کے لئے تھا تاکہ اس کا ایمان قائم رہے۔ اور اس کے سبب سے اس کے پیرو اسلام میں داخل ہوں۔ اور اپنے کو اس جیسا دیکھے۔ تو اس وجہ سے اسلام کی طرف کھینچ آئے۔ اور اس قسم کی بات اسی وجہ سے فرماتے تھے۔ کہ دنیا کی مہارات سے دنیاوی سیاست کی حد کی طرف نکل جائے۔ (یعنی لوگ اس بدلتے سے مسلمان ہو جائیں)۔ اور کبھی ان کو اللہ کا بہت سلان دے کر خوش کیا کرتے تھے۔ پس نرم باتوں کا کیا کہنا۔

صفوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھ کو مل دیا۔ حالانکہ مخلوق میں سے آپ مجھ کو زیادہ دشمن تھے۔ آپ برابر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ مجھ کو تمام مخلوق سے پیارے معلوم ہونے لگے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں یہ فرمانا کہ یہ برا شخص ہے۔ عیب نہیں۔ اس شخص کو جو اس کے حل سے جامل ہے۔ اس کا حل جملانا ہے۔ تاکہ اس کے حل سے ڈرے۔ اور اس سے احتراز کرے۔ اس کی طرف پورا بھروسہ نہ کرے۔ خاص کر جب کہ وہ سردار اور متمتع ہے۔ اور اس قسم کا اظہار جبکہ ضرورت اور دفع ضرر کے لئے ہو۔ تو عیب نہیں ہوا کرتا۔ یہ جائز ہوا کرتا ہے۔ بلکہ بعض

اوقات تو واجب ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ محدثین کی راویوں کی تخریج میں اور گواہوں کو پاک صاف بنانے والوں اور جرح کرنے والوں کا حل ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ اس مشکل حدیث بریرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ جو کہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا۔ جبکہ بی بیؓ نے آپ کو خبر دی تھی۔ کہ بریرہ کے مالک اس کو بیچنے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ ولاء ان کو ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اس کو خرید لے۔ اور ان کے لئے شرط ولاء کی کر لے۔ تب بی بیؓ نے اس کو خرید لیا تھا۔ پھر آپ خطبہ پڑھتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے۔ کہ ایسی شرمیں لگا لیتے ہیں۔ جو کہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط کہ کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بیؓ کو حکم دیا۔ کہ ان کے لئے شرط کر لے اور اس پر انہوں نے اس کو بھیجا تھا۔ اور یہ شرط نہ ہوتی تو واللہ اعلم وہ بی بیؓ کے پاس نہ بھیجتے۔ جیسا کہ پہلے شرط کے انہوں نے نہ بیچا تھا۔ حتیٰ کہ اس شرط کو ان سے مقرر کر لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا۔ حالانکہ آپ نے کھوٹ اور دھوکا کو حرام فرمایا ہے۔

سو جان لے خدا تجھ کو مکرم کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امور سے پاک ہیں۔ جو کہ جاہل کے دل میں آتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم جاننے کے لئے ایک گروہ اہل علم نے اس زیادتی کا انکار کیا ہے۔ کہ تم ان سے ولاء کی شرط کر لو۔ کیونکہ یہ زیادتی حدیث کے اکثر طریقوں میں نہیں ہے۔ اور اس کے ہونے کے باوجود بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ لحم کے معنی علیم کے آتے ہیں (یعنی ان کے برخلاف شرط کر لے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ تَهُمُ اللَّعْنَةُ یعنی یہ لوگ ہیں جن پر لعنت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا وَلَنْ آسَأْتُمْ فَلَهَا یعنی اگر تم برائی کرو گے تو ان پر ہو گی۔ پس اس لحاظ سے یہ معنی ہوں گے۔ کہ ولاء کی ان کے برخلاف اپنے لئے شرط کر لے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا اور وعظ کرنا اس لئے ہو گا کہ انہوں نے پہلے اپنے لئے ولاء کی شرط کی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ان کے لئے ولاء شرط کر لے امر کے معنی میں نہیں۔ بلکہ برابری اور خبر کے معنی پر ہے۔ کہ یہ شرط ان کو نفع نہ دے گی۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہلے بتا چکے۔ کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس گویا کہ آپ نے یہ فرما دیا کہ شرط کریا نہ کر۔ کیونکہ یہ شرط مفید نہیں۔ اسی تلویل کی طرف داؤدی وغیرہ گئے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جھڑکنا اور ملامت کرنا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کو پہلے اس کا علم تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے قول کا معنی کہ ان کے لئے ولاء کی شرط کر لے یہ ہے کہ ان کو اس کا حکم ظاہر کر دے۔ اور ان کے سامنے آپ کی سنت بیان کر دے کہ ولاء اسی کے لئے ہوا کرتی ہے جو آزاد کر دے۔

پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے پہلی مخالفت کی وجہ سے جو اس میں آپ کی طرف سے ہوئی۔ جھڑکتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ یوسف علیہ السلام کے فعل کے کیا معنی ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ جبکہ ایک برتن پینے والے (جو پھر نہ پینے کا بتایا گیا تھا جو کہ چاندی یا سونے کا تھا) کو اس کے کجلوہ میں رکھ دیا تھا۔ اور اس کو چوری کے نام سے پکڑ لیا تھا۔ اور جو کچھ اس بارہ میں اس کے بھائیوں پر واقع ہوا۔ اور اس کا یہ کہنا کہ تم ضرور چور ہو حالانکہ وہ چور نہ تھے۔

سو جان لے کہ خدا تجھ کو عزت دے۔ کہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَذَلِكَ يَكْنُ لِيُؤْفَ تَا كَان لِيَا خُذَا عَاهُ فِي رَيْنِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَرَفَعُ  
تَدَجِيَتْ مَنْ تَشَاءُ وَفَوْقُ كُنْ فِي عِلْمِ عَلَيْهِ (پ ۱۳ ع ۳)

ترجمہ۔ ہم نے یوسف کو بھی تدبیر بتائی بلو شاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com



اور جب ایسا ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جو کچھ بھی ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو جتلا دیا۔ کہ بیشک میں تیرا بھائی ہوں۔ تم غم نہ کرو۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا موافقت اور رغبت سے اور یقینی انجام بخیر۔ اور اس سے برائی و ضرر دور کرنے کی وجہ سے ہوا۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ اے قافلہ والو۔ تم ضرور چور ہو۔ سو یہ قول یوسف علیہ السلام کا نہیں کہ اس کا جواب دینا لازمی ہو۔ جس سے شبہ دور ہو۔ اور شاید کہ اس کے قائل کے ساتھ اگر اچھی تلویل کی جائے خواہ وہ کوئی ہو۔ پھر اس نے یہ گمان کیا ہو گا کہ ظاہری حل میں تم چور ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بات اس لئے کہی کہ پہلے انہوں نے یوسف علیہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تھا۔ اور اس کو بیچ ڈالا تھا۔ بعض نے کچھ اور سب سے بیان کئے ہیں۔

اور یہ لازم نہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی نسبت وہ باتیں کہیں جو ان سے مروی نہیں کہ انہوں نے بالضرور کہی ہوں گی۔ حتیٰ کہ اس سے خلاصی طلب کی جائے۔ اور ان کے دوسروں کی لغزشوں کا عذر کرنا لازم نہیں۔ (یعنی فیر انبیاء کی طرف سے عذر ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں)۔

## فصل ۸

اگر یوں کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر امراض آتے تھے۔ ان کی تکلیف ہوتی تھی۔ اور آپ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہ حال تھا۔ اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا امتحان میں جلا کیا تھا۔ جیسے کہ ایوبؑ۔ یعقوبؑ۔ دانیالؑ۔ یحییٰؑ۔ زکریاؑ۔ عیسیٰؑ۔ ابراہیمؑ۔ یوسفؑ و غیرہم صلوات اللہ علیہم۔ حالانکہ یہ حضرات خدا کی مخلوق میں سے اس کے پسندیدہ اس کے دوست اس کے برگزیدہ تھے۔

سو جان لے۔ خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق نیک دے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال عدل اور اس کی تمام باتیں سچی ہیں۔ اس کے کلمات میں تبدل نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ جیسا کہ ان سے کہتا ہے۔ لنتظر کیف تعلمون ما کہ ہم

دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لَیْسَلُوْكُمْ اَنْفُسُكُمْ مَعًا تاکہ تم کو آزمائیں کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے کہ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور اب تک ان لوگوں کو نہیں جانتا۔ جو کہ تم میں سے جملہ کرتے ہیں۔ اور صابرین کو نہیں جانتا اور البتہ ضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔

پس خدا کا یہ امتحان لینا کہ طرح طرح محنتیں دے کر ان کے مرتبے بڑھائے جائیں ان کے درجات بلند ہوں۔ اور ایسے اسباب پیدا ہوں۔ جو کہ صبر۔ رضا۔ شکر۔ تسلیم توکل۔ سپردگی۔ دعا۔ تضرع کے حالات ان سے ظاہر ہوں۔ ان کی بصیرتوں میں تاکید ہو کہ کسی مصیبت زدہ پر رحم ہو۔ کسی جلاء پر شفقت ہو۔ غیروں کو نصیحت ہو۔ دوسروں کو وعظ ہو۔ تاکہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ جلاء میں اقتداء کریں۔ اور جو مصیبتیں ان پر آئیں۔ ان کو تسلی رہے۔ صبر میں ان کی پیروی کریں۔ اور ان کی وہ لغزشیں جو ان سے ہوئی تھیں یا وہ غفلتیں جو پہلے ہو چکی ہیں مٹ جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو پاک مہذب ہو کر ملیں۔ ان کا اجر کامل تر اور ان کا ثواب زیادہ تر اور بڑا ہو۔

حدیث بیان کی ہم سے قاضی ابو علی حافظ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن میرنی اور ابو الفضل خیرون نے ان دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ بغدادی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ سنخی نے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حملو بن زید نے عامر بن بحدلہ سے وہ مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون لوگ بلا میں زیادہ جلا ہیں۔ فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پھر ان کے بعد جو ان سے زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر جو ان کے زیادہ مشابہ ہیں۔ مراد یہ کہ اپنے دین کے موافق آزمایا جاتا ہے۔ بندہ پر برابر بلاء آتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کو ایسے حل پر چھوڑتی ہے کہ زمین پر چلتا ہے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَتْ فِتْنَةٌ مَعَهُ رِيتُّوْنَ كَثِيْرًا فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا

اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يَحِبُّ الضَّعِيْفِيْنَ۔ (پ ۶۷۴)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ:- اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ  
ست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور کمزور ہوئے اور نہ  
دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیشہ مومن پر بلاء اس کی ذات  
اور اولاد و مال میں آتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا سے جاملتا ہے بھالیکہ اس پر  
کوئی قصور نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ  
جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بستری کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے لئے دنیا میں سزا  
کی جلدی کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ  
کے باعث اس سے مصیبتیں روک لیتا ہے۔ تاکہ ان کو قیامت کے دن پالیوے۔  
ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو  
بلاء میں ڈالتا ہے تاکہ اس کی عاجزی سنے۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا کا زیادہ کرم بندہ ہو۔ اس کی بلاء بھی  
زیادہ سخت ہوتی ہے۔ تاکہ اس کی فضیلت ظاہر ہو۔ وہ ثواب کا مستحق ہو جاوے۔ جیسا  
کہ لقمان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا اے میرے فرزند سونا اور چاندی  
آگ کے ساتھ آزمائی جاتی ہیں۔ اور مومن بلاء کے ساتھ آزمایا جاتا ہے۔

اور بیشک بیان کیا گیا ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے ساتھ جلاء  
کئے گئے۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ انہوں نے اپنی نماز میں بوجہ محبت اس کی طرف توجہ  
کی تھی۔ اور یوسف علیہ السلام سوتے تھے۔

بعض کہتے ہیں۔ بلکہ ایک دن وہ اور اس کے فرزند یوسف علیہ السلام بکروٹے بنے  
ہوئے کے گوشت پر جمع ہوئے تھے۔ اور وہ دونوں ہنستے تھے۔ ان کا ایک پڑوسی خیم  
تھا۔ اس نے گوشت کی خوشبو سونگھی۔ اور اس کی خواہش کی۔ وہ رو پڑا۔ اور اس کی  
دادی بڑھیا بھی اس کے رونے سے رو پڑی۔ اور دونوں میں ایک دیوار کا فرق تھا  
لیکن یعقوبؑ اور ان کے فرزند یوسفؑ کو اس کا علم نہ ہوا۔ تب یعقوب علیہ السلام

رونے کے ساتھ سزا دیئے گئے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے غم سے روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں غم کے مارے بھر گئیں۔ اور سفید ہو گئیں۔ اور جب اس بات کو معلوم کر لیا۔ تو اپنی باقی زندگی میں منادی کو حکم دے دیا کہ وہ اس کی چھت پر پکارا کرے۔ دیکھو جو شخص کھانے والا ہو وہ آل یعقوب کے ساتھ آکر کھالے۔ اور یوسف علیہ السلام اس تکلیف کے ساتھ سزا دیئے گئے۔ جس کا خدائے تعالیٰ نے بیان کیا ہے (قید وغیرہ)۔

یہ سب سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایوب علیہ السلام کی بلاء کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ ان کے پوشا کے پاس گئے۔ لوگوں نے اس سے اس کے قلم کے بارہ میں کلام کیا۔ اور اس سے سخت کلامی کی۔ مگر ایوب علیہ السلام نے اس سے اپنی کھیتی کے خوف سے نرمی کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو بلاء کے ساتھ سزا دی۔ اور سلیمان علیہ السلام کو اس لئے تکلیف و محنت ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ ان کی نیت میں تھلہ کہ ان کے سرال کی طرف حق ہے یا ان کے گھر میں گناہ ہوتا تھا۔ جن کا ان کو علم نہ تھا (اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور یہی فائدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مرض اور درد رہا کرتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درد دیکھا ہے اور کسی کو نہیں دیکھا۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کو بڑا سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مجھ کو تمہارے دو مردوں کے بخار کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کو دوہرا اجر ملے۔ فرمایا۔ کہ ہاں یہی بات ہے۔

اور ابو سعید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا کہ واللہ مجھے طاقت نہیں۔ کہ آپ کے بدن مبارک پر ہاتھ رکھوں۔ کیونکہ آپ کو سخت بخار ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ہیں۔ ہم کو دو گنی چو گنی بلاء آتی رہتی ہے۔

پیشک بعض نبی جوؤں میں جلاء کئے گئے۔ حتیٰ کہ اس کو قتل کر ڈالا۔ اور پیشک بعض نبی بھوک میں جلا ہوئے۔ اور بے شک یہ گروہ بلا سے ایسا ہی خوش ہوتے تھے جیسے کہ آرام سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بڑی جزاء بڑی بلاء کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور پیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ ان کو جلا کرتا ہے۔ پس جو راضی ہوا اس کے لئے رضا اور جو غصے ہوا اس کے لئے غصہ ہے۔

اور پیشک مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ مَذَّيْمُونَ سَوْفَ يُعَذِّبُهُمْ جو مفسر برائی کرے گا وہ بدلہ دیا جائے گا۔ کہ مسلمان دنیا کی مصیبتوں سے بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس وہ اس کے لئے کفارہ بن جاتی ہیں۔ یہ حضرت عائشہؓ اور ابی اور مجاہد سے روایت کی گئی ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس پر مصیبت بھیجتا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ مسلمان کو خواہ کوئی مصیبت پہنچے۔ خدا اس کو اس کے لئے کفارہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کلتا اس کو چھوے۔ اور ابی سعید کی روایت میں ہے کہ جس مومن کو کوئی تکلیف اور دہم۔ فکر۔ ایذا۔ غم۔ حتیٰ کہ کوئی کلتا اس کو چھوے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ عطا کرتا ہے۔

ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ جس مسلم کو تکلیف پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے یوں جھاڑ دیتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ ایک اور حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے جسموں کے امراض اور ان پر دردوں کی شدت کے ہونے میں ان کی موت کے وقت رکھی ہے تاکہ ان کے قوی ضعیف ہو جائیں۔ اور قبض کے وقت روح کا ٹکنا آسان ہو۔ نزع کی موت اور سکرات کی شدت بوجہ تقدم مرض و ضعف جسم و نفس ان پر آسان ہو جائے۔ بخلاف نامکملی موت کے۔

اور اس کے جلد لینے کے جیسا کہ مردوں کا حل سختی اور نرمی اور مشکل اور سہولت میں دیکھا جاتا ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی مثل کھیتی کے تنہ کی سی ہے۔ اس کو ہوا اس طرح پلٹاتی رہتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ جس طرف سے اس پر ہوا آتی ہے۔ اسی طرف اس کو پلٹا دیتی ہے۔ اور جب وہ بند ہو جاتی ہے۔ تو برابر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی مومن ہے کہ بلاء کے ساتھ پلٹتا رہتا ہے۔ اور کافر کی مثل صنوبر کے درخت کی سی ہے۔ جو کہ ٹھوس کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اکھیر پھینکتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن مصیبت زدہ بلا اور امراض میں رہتا ہے۔ وہ خدا کی تقدیروں میں پلٹا کھانے میں راضی رہتا ہے۔ اس کے لئے فرما تیردار رہتا ہے۔ اس کی رضامندی سے نرم دل رہتا ہے۔ غصہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ کھیتی کے تنہ کا ہواؤں کا فرما تیردار ہونا جس طرف وہ لے جائیں پلٹ جاتا ہے۔ اور جس طرف سے آئے اور ہی جھک جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ مومن سے بلاؤں کی ہواؤں کو دور کر دیتا ہے۔ تو وہ برابر صحیح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کھیتی کا تنہ خدا کی ہواؤں کے سکون کے وقت برابر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے رب کے شکر اور اس کی نعمت کی معرفت کی طرف بلاء کے دور ہونے سے لوٹتا ہے۔ اس کی رحمت و ثواب کا شکر رہتا ہے۔ اور جب اس کا یہ طریق ہو تو اس پر مرض موت اور اس کا آنا اور جان کا ٹکنا مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ درد اٹھانے کی اس سے پہلے اس کی علوت ہوتی ہے۔ اور جانتا ہے کہ اس میں اجر ہے۔ مرض یا اس کی سختی کے پے در پے آنے سے اپنے نفس کو مصیبتوں اور ضعف کا عادی بنا لیتا ہے۔ اور کافر اس کے برخلاف ہے۔ اکثر حالات میں تندرست رہتا ہے۔ اپنے جسم کی صحت سے نفع حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ درخت صنوبر ٹھوس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کو موت کے وقت میں اس کے دھوکے پر اکھیر پھینکتا ہے اور اس کو ناکام بغیر نرمی و مہربانی کے پکڑ لیتا ہے۔

اس کی موت حسرت و تکلیف نزع کے لحاظ سے بہت سخت ہوتی ہے۔ بلو جو دیکھ اس کا نفس قوی اور جسم صحیح ہوتا ہے۔ اس کو درد سخت اور عذاب ہوتا ہے۔ اور البتہ عذاب آخرت نہایت سخت ہوتا ہے جیسا کہ صنوبر کا اکھاڑا جانا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **فَاَخَفْنَا مِمَّ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ**۔ پس ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا۔ بھائی کہ وہ نہ جانتے تھے۔

اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کی عارت اپنے دشمنوں کے بارہ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔  
**فَكَلَّا اخَذْنَا بِنَبِيٍّ فِيْهُمْ مِّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا عَلَيْهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ**۔ (پ ۲۰ ع ۱۹)

ترجمہ۔ تو ان میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑنے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

پس ان سب کو اتفاقی موت کے ساتھ سرکشی اور غفلت کی حالت میں مار ڈالا۔ اور صبح کے وقت بغیر تیاری کے اچانک ان کو پکڑ لیا۔  
 اسی لئے سلف سے مذکور ہے کہ وہ اچانک موت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور سلف سے ابراہیم نخعی کی حدیث میں ہے کہ سلف اس گرفت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ جیسے کہ غضب کا پکڑنا ہو۔ یعنی ناگہانی موت کو برا سمجھا کرتے تھے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ بیماریاں موت کی ڈرانے والی ہیں۔ اور جس قدر بیماریاں سخت ہوں گی موت کے آنے کا خوف بھی زیادہ ہو گا۔ پس جس کو یہ امراض ہوں گے وہ مستعد ہو جائے گا۔ اور یہ جان لے گا۔ کہ اب اپنے رب کے ملنے کا وقت آگیا ہے۔ وار دنیا سے اعراض کرنے لگتا ہے۔ جس میں کثرت سے رنج و غم میں اس کا دل آخرت کے ساتھ معلق ہو جائے گا۔ اور پھر اس چیز سے کہ جس کے مواخذہ کا خوف ہو نکل جاتا ہے۔ خواہ وہ خدا کی جانب سے ہو یا بندوں کی طرف سے اہل حقوق کے

حق ادا کرتا ہے۔ اور جس مل متروکہ میں وصیت کا عملج ہوتا ہے۔ جس امر میں کہ عہد کرنا چاہتا ہے۔ غور و فکر کرتا ہے۔

اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف شدہ ہیں۔ کہ آپ نے مرض موت میں جس شخص کا حق آپ پر تھا مل یا حق بدن تھا ٹکنا چاہا۔ اور اپنے نفس اور مل سے قصاص لینا چاہا۔ اپنے قصاص کی قدرت دی جیسا کہ فضل کی حدیث اور حدیث وفات میں وارد ہوا ہے۔ اور اپنے بعد ٹھکین کے لئے وصیت کی (یعنی) کتاب اللہ اور اپنی آل کی اور انصار اور ان کی گٹھری کی۔ اور آپ نے کتاب لکھنے کو منگوائی۔ تاکہ آپ کی امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو جائے۔ یا تو خلافت کے لئے تصریح کرنی تھی۔ یا اللہ تعالیٰ آپ کی مراد کو جانتا ہے۔ پھر آپ نے اس سے باز رہنے کو افضل اور بہتر جاننا۔

ایسا ہی خدائے تعالیٰ کے مومن بندوں اور مستحقین اولیاء اللہ کی علوت ہے اور ان سب امور میں غالباً کفار محروم رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے۔ تاکہ گناہ زیادہ کریں۔ اور تاکہ ان کو درجہ بدرجہ وہاں تک پہنچاتا ہے۔ جس کو وہ جانتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ (پ ۲۳ ع ۲)

ترجمہ۔ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آئے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر و ملٹ کر جائیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص نے بارہ میں جو دفعتاً فوت ہو گیا تھا۔ سبحان اللہ فرمایا تھا (یعنی تعجب ہے) گویا کہ وہ اللہ کے غضب پر فوت ہوا ہے۔

محروم وہ شخص ہے جو کہ اپنی وصیت سے محروم ہے۔ اور فرمایا کہ ناگہانی موت مومن کے لئے راحت ہے۔ اور غضب سے مار ڈالنا کافریا فاسق کے لئے ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مومن پر موت ایسے حال میں آتی ہے کہ وہ غالباً مستعد اور اس کا منتظر



ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا کام آسان ہوتا ہے۔ کسی حال میں آجائے۔ وہ دنیا کی تکلیف و ایذا سے چھوٹ کر راحت کی طرف آجاتا ہے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ **مُسْتَرْجِعٌ وَمُسْتَرْجِعٌ** یعنی بعض لوگ راحت پانے والے ہیں اور رحمت دیئے جاتے ہیں (یعنی مسلمان لوگ)۔

اور کافر و فاجر کی موت ایسے وقت میں آتی ہے کہ وہ اس کے لئے مستعد اور تیار نہیں ہوتا۔ اور نہ ان کو کوئی ڈرانے والی باتیں پیش آتی ہیں۔ جو ان کو قلق میں ڈالیں۔

پس کافر کی موت اس پر سخت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی جدائی اس کو بہت ہی برا صدمہ پہنچاتی ہے۔ اس کو بہت ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

اور اسی مطلب کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ۔

**مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ إِلَهُهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ إِلَهُهُ**

ترجمہ:- جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔

چوتھی قسم

اس شخص کے بارہ میں مختلف کلام جو آپ کی شان میں نقص نکالتا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو برا کہتا ہے۔

قاضی ابو الفضل خدا اس کو توفیق دے کہ پہلے کتاب و سنت و اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق واجب ہیں۔ اور جو آپ کی نسبت نیکی۔ توقیر۔ عظمت۔ اکرام ضروری ہے مذکور ہو چکا۔ اور اسی مقدار کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کو تکلیف دینا حرام کر دیا ہے۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ جو مسلمان آپ کی شان میں نقصان بتلائے۔ اور آپ کو گالی دے۔ برا کہے۔

marfat.com

Marfat.com

اس کو قتل کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَجِدُ الْكَافِرِينَ يَذُوقُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

(پ ۱۲ ع ۴)

ترجمت بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور کہ۔

وَلَقَدْ يَذُوقُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (پ ۱۰ ع ۱۳)

ترجمت اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور فرمایا۔

مَلِكًا لَكُمْ أَنْ تَوْخَّذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِسُوا أَلْوَانَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ فَالِكُمْ كَانَ

عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (پ ۱۲ ع ۴)

ترجمت تمہیں نہیں پہنچا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اشارۃ طرز کرنا بھی حرام کہا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رِيعًا وَقُولُوا نَحْنُ قَاتِلُونَ الْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(پ ۱ ع ۵)

ترجمت اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں

اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیونکہ یہودی آپ کو کہا کرتے تھے کہ اے محمد! راعنا یعنی ہماری طرف کان

لگائیں۔ ہماری باتیں سنیں۔ اور اس سے ایک بات کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور ان

کا مطلب اصلی دعوت ہوتا تھا تب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ان کی تشبیہ سے منع

فرمایا۔ اور اس ذریعہ کو قطع کر دیا تاکہ اس کے سبب کافروں منافق آپ کو گالی دینے اور

آپ سے استہزاء کرنے میں ذریعہ نہ بنائیں۔

marfat.com

Marfat.com

بعض علماء کہتے ہیں۔ بلکہ اس میں لفظ کی مشارکت ہے۔ کیونکہ اس کلمہ کا یہود کے نزدیک یہ معنی ہے۔ اسمع ولا سمعت یعنی وہ سن کہ جو نہ سننے کے قتل ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس میں قلت ادب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم توقیر و عدم تعظیم ہے۔ کیونکہ انصار کی لغت میں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ اگر تم ہماری رعایت کرو گے تو ہم بھی کریں گے۔ تب وہ اس سے منع کئے گئے۔ اس لئے کہ اس کا مضمون یہ ہے کہ وہ اسی وقت آپ کی رعایت کریں گے۔ جب آپ ان کی رعایت کریں گے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں واجب الرعایت ہیں۔

اور دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا۔۔۔ سَمُّوا بِأَسْمَائِنَا وَلَا تَكُونُوا بِكُنْيَتِنَا میرا نام رکھ لو۔ لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ اس میں آپ نے اپنے نفس کی حفاظت اور اپنی تکلیف کا بچلو فرمایا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جواب دیا تھا۔ جس نے یا ابا القاسم کہہ کر پکارا تھا۔ تو اس شخص نے آپ سے کہا۔ کہ میرا مطلب آپ سے نہیں۔ میں نے تو اس شخص کو بلایا ہے۔ تب آپ نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرما دیا۔ تاکہ آپ کو اس شخص کے جواب دینے کی تکلیف نہ ہو۔ جو آپ کو نہیں پکارتا (یعنی جیسا کہ لوہر ہوا کہ غیر کو پکارا اور آپ بول اٹھے)۔

اور مناقب نہیں کرنے والے اس کو آپ کی ایذاء اور حقارت کا ذریعہ بنایا کرتے تھے۔ اور آپ کو پکارا کرتے تھے۔ اور جب آپ متوجہ ہوتے۔ تو کہہ دیتے کہ ہم تو اس دوسرے کا ارادہ کرتے تھے۔ اس سے صرف آپ کے حق کی کسر شان و حقارت منظور تھی۔ جیسے کہ مسخری لوگ کیا کرتے تھے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے اپنی حفاظت کی۔

اور محققین علماء نے اس کی ممانعت کو آپ کی زندگی کی مدت پر محمول کیا ہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ وہ سب جاتا رہا۔ اور اس حدیث میں علماء کے چند مذہب ہیں۔ یہ ان کے ذکر کا موقع نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ جمہور کا مذہب ہے۔ اور انشاء اللہ یہی صواب ہے۔ اور یہ بطریق تعظیم و

توقیر اور استعجاب ہے۔ حرام نہیں ہے۔ اس لئے اپنے ہاتھ کے رکھنے کو منع نہیں فرمایا  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پکارتے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ۔

لَا تَعْمَلُوا نَمَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ مَكَلَمًا يَمْشِي بِكُمْ بَعْضًا - (پ ۱۸ ع ۱۵)

ترجمہ۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو  
پکارتا ہے۔

اور مسلمان آپ کو یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے ہی پکارا کرتے تھے۔ اور بعض  
لوگ بعض حالات میں آپ کو ابو القاسم کہتے سے پکارا کرتے تھے۔

اور انس رضی اللہ عنہ نے بیشک وہ حدیث روایت کی ہے کہ جو آپ کے ہاتھ پر  
ہاتھ رکھنے کی کراہت اور اس سے بچنے پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اس کی تعظیم نہ کی  
جائے۔ اور فرمایا کہ تَسْمُونَ لَوْلَاكُمْ مَعَنَا ثُمَّ نَلْمُونَهُمْ تم لوگ اپنی اولاد کا ہاتھ محمد  
رکھتے ہو۔ اور پھر ان کو لعنت کرتے ہو۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ کسی  
فحش کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مت رکھو اس کو ابو جعفر طبری نے بیان کیا  
ہے۔ اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک فحش کی طرف دیکھا۔  
جس کا نام محمد تھا۔ اور ایک فحش اس کو گل دے رہا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے کہ  
اے محمد خدا تجھ کو ایسا کرے۔ تب حضرت عمرؓ نے اپنے برادر زادہ محمد بن زید بن  
خطاب سے کہا کہ میں نہیں جائز سمجھتا کہ تمہارے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا  
کہا جائے۔ واللہ جب تک میں زندہ ہوں۔ تمہارا نام محمد نہ پکارا جائے۔ اور اس کا نام  
عبدالرحمن رکھ دیا۔ اور ارادہ کیا کہ اس وجہ سے منع کر دے کہ کسی فحش کا نام انبیاء  
علیہم السلام کے ہاتھ پر ان کی عزت کے لئے رکھا جائے۔ اور ان ناموں کو بدل دیا۔ اور  
کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر ہاتھ مت رکھو۔ پھر اس منع سے باز رہے۔

اور صواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کا اسم  
اور آپ کی نسبت سب جائز ہے۔ کیونکہ صحابہؓ اس پر متفق ہیں۔ اور ان میں سے  
ایک جماعت نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی ہے۔



آپ کی طرف وہ شے منسوب کرے جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو بطریق برائی یا عیب کے آپ کی طرف یعنی بیہودہ کلام کرے۔ برا کہے۔ بری بات کہے اور جھوٹ کہے یا آپ پر جو بلا اور سختی آتی رہی اس کی عار لائے یا آپ میں بعض عوارض انسانیہ جان کر علویہ کی وجہ سے نقصان لگائے۔ اور اس کے عدم جواز اور اس کی حرمت پر تمام علماء اور آئمہ فتویٰ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر جہاں تک چلے جاؤ اجماع ہے۔

ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ عام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے وہ قتل کیا جائے۔ اور جن علماء نے یہ بات کہی ہے وہ مالک بن انسؒ، یث احمد اسحاقؒ ہیں۔ اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

حاجی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ یہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی ہے۔ ان سب کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ اور ابن کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ و اہل کوفہ ابو زاعیؒ مسلمانوں کے بارہ میں کہتے ہیں۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ مرتد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ولید بن مسلم نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے اور طبریؒ نے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ اور ابن کے شاگردوں سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کی یا آپ سے بری ہوا یا آپ کو جھٹلایا۔

اور بخون اس شخص کے بارہ میں جس نے آپ کو گالی دی۔ کہا ہے کہ یہ ارتداد ہے۔ جیسے کہ زندقہ لوگ اور اس بناء پر اس کی طلب توبہ اور تکفیر میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور کیا اس کا قتل کرنا اس کی حد ہے یا کفر ہے (یعنی جیسے مرتد کو قتل کرتے ہیں) جیسا کہ ہم اس کو عنقریب دوسرے باب میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

اور ہم اس کے خون کے مبالغہ ہونے میں علماء زمانہ حل و علماء سلف امت کا اختلاف نہیں جانتے۔ امت سے علماء نے اس کے قتل اور اس کی تکفیر پر اجماع ذکر کیا ہے۔ اور بعض ظاہریہ نے اور وہ ابو محمد علی بن احمد فارسی ہے۔ آپ کے حقیر سمجھنے والے کی تکفیر میں اختلاف کا اشارہ کیا ہے۔ اور مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا

محمد بن عتھون کہتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دینے والا۔ آپ میں نقصان بیان کرنے والا کافر ہے۔ اور اس پر خدا کے عذاب کے ساتھ وعید جاری ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کا ہے۔ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ابراہیم بن حسین بن خالد حنفیہ نے ایسے شخص کے بارہ میں حضرت خالد بن ولید کے واقعہ کو پیش کیا ہے کہ انہوں نے ملک بن نویرہ کو اس لئے قتل کیا تھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہا تھا۔ صا جبکم یعنی تمہارا صاحب۔

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو اس کے قتل کے ضروری ہونے میں مخالفت نہیں جانتا تھا۔ جبکہ وہ مسلمان ہو۔

ابن القاسم نے امام مالکؒ سے کتاب ابن عتھون اور مبسوط حبیہ میں کہا ہے۔ اور بیان کیا۔ اس کو مطرف نے امام مالکؒ سے کتاب ابن حبیب میں کہ جس مسلمان شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دی۔ قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ ابن قاسم نے عتیت میں کہا ہے کہ جس شخص نے آپ کو گلی دی یا برا کہا یا عیب لگایا یا ناقص کہا۔ تو بیشک وہ قتل کیا جائے۔ اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کا ہے۔ جیسے زندیق۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت اور آپ سے بھلائی کرنا فرض کر دیا ہے۔ اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے مروی ہے کہ جو مسلمان ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دے۔ اس کو قتل کیا جائے یا زندہ سولی دیا جائے۔ اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔ اور امام (سلطان) کا اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی دے یا اس کی گردن مار دے۔

ابو معصب اور ابن ابی اویس کی روایت میں ہے۔ کہ ہم نے امام مالکؒ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دے یا برا کہے یا عیب لگائے یا آپ کا نقصان بیان کرے۔ قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ نہ

قبول کی جائے۔

لور امام محمد بن ابراہیم کی کتاب میں ہے کہ خبر دی ہم کو امام مالکؒ کے شاگردوں نے کہ بیشک امام مالکؒ نے فرمایا ہے۔ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبیؐ کو گلہ دے۔ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

اصح کہتے ہیں کہ بہر حال قتل کیا جائے۔ اس کو چاہے چھپائے یا ظاہر کرے اور توبہ قبول نہ کی جائے۔ کیونکہ اس کی توبہ کا حل معلوم نہیں۔

لور عبداللہ بن عبدالحکم سے مروی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلہ دے مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

اشب سے لور اس نے مالکؒ سے روایت کی ہے۔ ابن مالک نے وہب سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر یا قمیض کی گھنڈی میلی ہے۔ لور اس سے اس کا ارادہ آپ پر عیب کا ہے۔ تو قتل کیا جائے۔

لور ہمارے بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ علماء کا اجماع ہے کہ جس نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبیؐ پر ویل یا برے امر کی بددعا کی۔ تو وہ بلا توبہ قتل کیا جائے۔

لور ابو الحسن قاضی نے اس شخص کے بارہ میں جس نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا کہ آپ حمل پانڈی اور ابو طالب کے یتیم تھے۔ یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ اس کو قتل کیا جائے۔

ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا تھا کہ جس نے ایک قوم کو سنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کر رہی تھی کہ اچانک ایک بد صورت شخص ان کے پاس سے گزرا کہ جس کا چہرہ و رویش بری تھی۔ تو ان سے وہ (کجخت) کہنے لگا کہ تم اس کی صفت سننا چاہتے ہو۔ تو اس کا حل اس شخص گزرنے والے کا سا ہے۔ اس کی شکل اور داڑھی میں یعنی (یعنی وہ بھی ایسے تھے) کہا کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ لور اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اس نے جھوٹ کہا۔ اور یہ بات سلیم لایمان کے دل سے نہیں نکلتی۔

احمد بن ابی سلیمان صاحب سخون کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ



علیہ وسلم کا سیاہ رنگ تھا۔ اس کو قتل کیا جائے۔

اور ایک شخص کے بارہ میں جس کو یہ کہا گیا تھا کہ نہیں رسول اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم ہے۔ تو اس (کیسنت) نے کہا تھا اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ اور بری باتیں کہیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ اے خدا کے دشمن کیا بلکا ہے۔ پھر اس نے پہلے کلام سے بھی سخت بک۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھو کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ابن ابی سلیمان نے اس شخص کو جس نے اس سے پوچھا تھا۔ کہا کہ تم اس پر گواہی دو۔ اور میں تمہارا شریک ہوتا ہوں۔ ان کا ارادہ اس کے قتل میں شرکت اور ثواب کا تھا۔

حبیب بن الزلیح کہتے ہیں۔ اس لئے کہ صف لفظ میں اس کا تویل کا دعویٰ کما مقبول نہیں۔ کیونکہ یہ حقارت ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کرتا۔ نہ توقیر کرتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ اس کا خون مباح ہو۔

ابو عبد اللہ بن عتاب نے ایک عشار (عشر لینے والے) کے بارے میں قتل کا حکم دیا تھا۔ جس نے ایک مرد سے کہا تھا کہ ادا کر دے (جو تجھ سے مانگا گیا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کر۔ اور کہا کہ اگر میں نے مانگا ہے یا جہالت کی ہے۔ تو بیشک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہالت کی ہے اور مانگا ہے۔

اور اندلس کے فقہاء نے ابن حاتم متفقہ (فخریہ دعویہ فتح کرنے والا) طلبہ کے قتل اور سولی دینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف یہ گواہی دی تھی۔ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو ہلکا سمجھا تھا۔ اور مناظرہ کے درمیان آپ کا نام یتیم اور حیدرہ (حلی) کا خسر کہا تھا۔ اس کا یہ گمان تھا کہ آپ کا زہر قصداً نہ تھا۔ اور اگر عمدہ چیزوں پر قدرت پاتے تو کھا لیتے۔ اس قسم کی اور خرافات بھی تھیں۔

اور قیروان کے فقہاء اور سحن کے شاکروں نے ابراہیم خزازی کے قتل کا گواہی دیا تھا۔ وہ شاعری اور کئی فنون کا عالم تھا۔ وہ قاضی ابوالعباس بن طالب کی مجلس میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ پھر اس کی طرف سے بہت سے امور منکر اور برے جس میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے استہزا کیا گیا تھا پیش کئے گئے۔ تب قاضی یحییٰ بن عمرو وغیرہ فقہانے اس کو بلایا۔ اور اس کے قتل کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا۔ پھر وہ چھری سے زخمی کیا گیا۔ اور اونڈھا سولی پر لٹکایا گیا۔ پھر اتارا گیا۔ اور جلا دیا گیا۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ جب اس کی لکڑی اٹھائی گئی۔ اور اس سے ہاتھ دور ہو گئے۔ تو لکڑی چکر لگانے لگی۔ اور اس کو کعبہ سے پھرا دیا۔ اور سب کے لئے یہ نشان بن گئی۔ اور سب نے تکبیریں کہیں۔ اور کتا آیا۔ جس نے اس کا خون پی لیا۔ پھر یحییٰ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کی۔ کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ لَا يَبْلُغُ الْكَتَبُ فِي قَوْمٍ مُّسْلِمٍ كِتَابَ مُّسْلِمٍ كَا خُونٍ نِّهِيں پیتا۔

اور قاضی ابو عبد اللہ بن مرابط نے کہا ہے کہ جو شخص کتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھاگ گئے تھے۔ تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر درجہ قتل کیا جائے۔ کیونکہ یہ نقصان ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بالخصوص یہ امر جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپؐ کو اپنے اوپر یقین تھا کہ آپؐ کو خدا نے بچا لیا ہوا ہے۔

حبیب بن ربیع قروی کہتے ہیں کہ امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں کا یہ مذہب ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقص بیان کیا تو توبہ کے بغیر قتل کیا جائے۔

ابن عتاب کہتے ہیں کتاب و سنت اس امر کو واجب بتاتے ہیں۔ کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایذا اور نقصان کا اشارہ "یا صراحہ" قصد کرے اگرچہ تھوڑا ہو۔ تو اس کا قتل واجب ہے۔

اور یہ تمام باب اس قسم کا ہے کہ اس کو علماء نے گالی یا عیب شمار کیا ہے۔ اس کے قاتل کا قتل واجب ہے۔ اس میں ان کے متقدمین و متاخرین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے قتل کے حکم (اور کیفیت میں) اختلاف کیا ہے۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے (پہلے مجملہ) اور بعد میں ہم بیان کریں گے (تفصیلاً)

اور ایسا ہی میں اس شخص کا حکم بیان کرتا ہوں جو آپؐ کو حقیر جانے یا آپؐ کو

بکریوں کے چرانے یا سو یا نسیان یا جادو میں یا آپ کو زخم پہنچایا آپ کے بعض لشکر نے شکست کھائی۔ یا دشمن سے ایذا پائی یا آپ کا زمانہ سخت تھا یا آپ کا عورتوں کی طرف میلان تھا عار دلائے۔ تو ان سب باتوں کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس سے آپ کے نقصان کا ارادہ کرے تو وہ قتل کیا جائے۔ اور علماء کے مذاہب اس میں سے پہلے بیان کر دئے گئے۔ اور جو اس پر دلالت کرتا ہے وہ بھی آتا ہے۔

## فصل ۱

ان دلائل کے بیان میں جو اس شخص کے قتل پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دے یا عیب لگائے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو لعنت کی ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں آپ کو تکلیف پہنچائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایذاء کو اپنی ایذاء کے ساتھ ملایا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو گلی دے اس کے قتل میں اختلاف نہیں۔ اور لعنت اس پر واجب ہوتی ہے جو کافر کہے۔ اور کافر کا حکم قتل کر ڈالنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِمًّا

(پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :- بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور مومن کے قتل میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور دنیا میں لعنت کرنا قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا شِئْتُمَا أُخَذُوا وَقْتَلُوا نَقِيلًا یعنی وہ ملعون ہیں۔ جہاں چاہئے جائیں قتل کئے جائیں۔

اور لڑنے والوں اور ان کے عذاب کے ذکر میں کہا ہے۔ ذَٰلِكَ لَكُمْ عَذَابُكُمْ

الْمُنْبِتِ۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور کبھی قتل کے معنی لعنت کے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قَتَلَ الْقَوْمَ اسْمًا

یعنی قتل کئے جائیں جھوٹے لوگ۔

اور فرمایا کہ نَفَلْتُمْ اللہُ لَئِی یُؤَفِّکُوْنَ یعنی خدا ان کو قتل کرے کہل حق سے پھرے جاتے ہیں۔

یعنی خدا ان کو لعنت کرے اور اس لئے کہ ان دونوں کی ایذا اور مومنین کی ایذا میں قتل سے کم سزا ہے یعنی مارنا اور سزا دینا۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والے کی سزا اس سے سخت ہے۔ اور وہ قتل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتَّى یُحَرِّکُوْکَ فِیْمَا سَخَّرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَحْمِلُوْا فِیْ أَنْفُسِهِمْ سَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یَسْلَمُوْا تَسْلِیْمًا - (پ ۵ ع ۶)

ترجمہ :- تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نام اس شخص سے سلب کیا کہ جس نے اپنے سینہ میں آپ کے فیصلہ سے تنگی پائی اور اس کو نہ مانا۔ اور جس نے آپ میں عیب نکالا۔ تو اس نے اس حکم کو توڑا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْقُبُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَمْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ کَکَہْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ ۲۶ ع ۳)

ترجمہ :- اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور عمل کو کفر کے سوا کوئی چیز ضائع نہیں کرتی۔ اور کافر قتل کیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِنَّا جَاؤْکَ حَتَّوْکَ بِمَا کُنْتَ بِعَبِّکَ بِی اللہُ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ کو وہ تحفہ سلام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نہیں دیتا۔

پھر فرمایا کہ حَسْبُہُمْ جَہَنَّمُ یَعْلَوْنَہَا فِیْہِ السَّعِیْرُ اللہ تعالیٰ کا جہنم کافی ہے۔ اس میں پزیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔



ہے۔ اور اس کی طرف اس شخص کو بھیجا کہ جس نے دھوکہ دے کر بدوں دعوت اسلام اس کو قتل کر دیا۔ بخلاف اور مشرکوں کے (کہ ان کو بدوں دعوت اسلام قتل کا حکم نہیں دیا) اور اس کی وجہ یہ فرمائی۔ کہ وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اس کا خاص قتل کرنا شرک کے لئے نہ تھا بلکہ لہذا کے لئے تھا۔ اور ایسا ہی ابو رافع کا قتل 'یرامہ (بن علاب) کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیا کرتا تھا۔ اور آپ کے برعکاف دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ ایسا ہی آپ نے فتح مکہ کے دن ابن نخل اور اس کی دونوں بیویوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ بیویاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے میں گالیں دیا کرتی تھیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتا تھا تو آپ نے فرمایا۔ کون شخص میرے دشمن سے مجھ کو کھنکھاتا ہے۔ تو خلافت نے کہا کہ میں کھنکھاتا ہوں۔ تب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور انہوں نے اس کو قتل کیا۔

اور ایسا ہی کفار کی ایک جماعت کے قتل کا حکم دیا۔ جو آپ کو تکلیف دیتے تھے۔ اور گالی دیا کرتے تھے۔ جیسے مغربین حادث اور قتیبہ بن ابی سفیان اور فتح سے پہلے اور بعد کفار کی ایک جماعت کے قتل کا تہیہ کیا ہو۔ سو وہ سب قتل کئے گئے۔ لیکن جو شخص قتل از گرفت جلد اسلام لے آیا۔ وہ بچ رہا۔

اور یہاں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قتیبہ بن سفیان نے پکارا کہ اے محمدؐ قریش کیا بات ہے کہ میں تمہارے درمیان مقید ہو کر قتل کیا جاتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہارے کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے سے۔

اور عبدالرزاق نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے گالی دی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے کون اس کو کھنکھاتا ہو گا۔ تو نہیڑ نے عرض کیا کہ میں۔ پھر وہ اس سے لڑے۔ اور اس کو نہیڑ نے قتل کر دیا۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتی

تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دشمن سے کون کلنی ہوتا ہے۔ تب اس کی طرف خالد بن ولید نکلتے۔ اور اس کو قتل کر ڈالا۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا بہانہ بنا کر حضرت علیؓ و زبیرؓ کو اس کی طرف بھیجا کہ اس کو قتل کر ڈالیں۔

اور ابن قلع نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ آپ کی نسبت بری بات کہتا ہے۔ میں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ تو یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شق نہ گزری۔

اور مہاجر بن ابی امیہ کو جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یمن پر امیر تھا یہ خبر پہنچی کہ ارتداد کے زمانہ میں وہاں پر ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے میں گالی دیتی ہے۔ تب اس نے اس کا ہاتھ کٹ ڈالا۔ اور اس کے اگلے دانت نکل دیئے۔ پھر اس کی خبر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی حد اور حدود کے مشابہ نہیں۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ میں سے تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھوکی۔ تب آپ نے فرمایا کہ میرے لئے کون اس کو کلنی ہو گا۔ تو اس کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں یا رسول اللہ! وہ اٹھا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ تو فرمایا کہ اس میں دو بکریاں سینگ نہیں مارتیں (یعنی اس کا خون مباح ہے کچھ حرج نہیں ہوا) اور نہ اس میں کوئی فتنہ ہے۔ یہ ایک مثل فرمائی۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اندھے کی ام ولدہ تھی۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتی تھی۔ وہ اس کو منع کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے لگی۔ اور گالی دینے لگی۔ تب اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ تو آپ نے اس کا

خون ضائع کر دیا۔

اور حدیث ابی ہریرہ اسلمی میں ہے کہ میں ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایک مسلمان پر وہ غصہ ہوئے۔ اور قاضی اسلمیل اور اکثر آئمہ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے۔ کہ اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ اور روایت کیا اس کو نسائی نے (ابو ہریرہ سے) کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا ایسے حال میں کہ آپ ایک شخص پر غصہ ہو رہے تھے اور اس نے ان کو جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مجھ کو اجازت دیجئے۔ کہ میں اس کی گردن ماروں۔ آپ نے کہا بیٹھ جا۔ کیونکہ یہ بات سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔

قاضی محمد بن نصر نے کہا ہے کہ اس پر ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ پس آئمہ نے اس حدیث سے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرے۔ خواہ کسی قسم کا ہو یا تکلیف پہنچائے یا گالی دے تو اس کو قتل کر دینا چاہئے۔

اور ان دلائل میں سے ایک یہ دلیل ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کوفہ میں اپنے عامل (حاکم) کو جو کوفہ میں تھا بھیجا کہ اس نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا ایسے شخص کو قتل کروں جو حضرت عمرؓ کو گالی دے۔ تو انہوں نے اس کو لکھا تھا کہ کسی مرد مسلمان کا گالی کے سبب قتل کرنا جائز نہیں۔ مگر اس شخص کا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ تو اس کا خون حلال ہے۔

ہارون رشید نے امام مالکؒ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ اور اس نے بیان کیا کہ فقہاء عراق نے اس کو حد (تذف) کا حکم دیا ہے۔ تب امام مالکؒ ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ اے امیر المومنین جو امت کے اپنے نبی کو گالی دے تو اس امت کا کیا ٹھکانا۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام کو گالی دے اس کو قتل کر دینا چاہئے اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے حد مارنا چاہئے۔



قاضی ابوالفضل کہتے ہیں۔ کہ اس حکایت میں ایسا ہی واقع ہوا ہے۔ جس کو بہت سے اصحاب مالک وغیرہ نے جو ان کی تعریفیں لکھی ہیں۔ اور ان کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ روایت کیا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ عراق کے کون سے فقہاء ہیں۔ جنہوں نے ہارون رشید کو وہ فتویٰ دیا ہے۔ جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ہم نے عراقیوں کا مذہب اس کے قتل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ شاید وہ لوگ ایسے ہیں جو مشہور اہل علم نہیں ہوئے یا ان کے فتویٰ پر بھروسہ نہیں ہے یا اس کی نفسانی خواہش کا ادھر میلان ہو یا جو اس نے کہا ہے وہ گالی کے سوا اور کسی بات پر محمول ہو۔ پس میں اختلاف ہو گا کہ آیا وہ گالی ہے یا نہیں یا وہ رجوع کر گیا ہو۔ اور گالی سے توبہ کی ہو۔ پس اس نے امام مالک کو اصل واقعہ نہ بتلایا ہو۔ ورنہ حضورؐ کے گالی دینے کے قتل پر اجماع ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس کے قتل پر نظر اور قیاس سے یہ دلیل ہے۔ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے۔ تو اس کے دل کی بیماری کی علامت اور اس کی دلی بات کفر کی دلیل ظاہر ہو گئی۔ اس لئے بہت سے علماء نے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ اور یہی روایت شامیوں کی امام مالکؒ اور اوزاعی سے ہے۔ اور سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور کوفیوں کا یہی قول ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دلیل اس کے کفر کی ہے۔ پس حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔ لیکن جبکہ وہ اس پر مصر ہو اس کو برا نہ جانے اور نہ اس سے باز رہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور اس کا قول یا تو صریح کفر ہے۔ جیسا کہ جھٹلاتا۔ اور اس جیسا اور کوئی امر یا نہی اور برائی کی باتیں۔ پس ان امور کا اقرار کرنا۔ اور اس سے توبہ کا ترک کرنا اس سے حلال سمجھنے کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی کفر ہے۔ پس یہ کافر ہے۔ بلا خلاف اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے بارہ میں فرماتا ہے۔

يَخْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً كُفْرًا وَكَفَرُوا بِتَرَاتِكُمِمْ (پ ۱۰ ع ۱۵)  
ترجمہ :- اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا اور بے شک انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول تھا۔ کہ اِنْ كَانَ مَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ حَقًّا فَسَيَكُونُ

marfat.com

Marfat.com

العمیر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں حق ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔  
 بعض کہتے ہیں بلکہ ان کا یہ قول تھا کہ ہماری اور محمدؐ کی مثل اس شخص کے قول  
 کی طرح ہے جو کہتا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کر وہ تجھے کھا جائے گا۔ اور بیشک اگر ہم  
 مدینہ کو لوٹے۔ تو بالضرور جو ہم میں سے شریف ہیں۔ وہ ذیلیوں کو نکل دیں گے۔  
 بعض کہتے ہیں کہ ایسی ایسی باتوں کا قائل اگر ان کو چھپائے تو اس کا حکم زندیق کا  
 ہے۔ وہ قتل کیا جائے۔ اور اس لئے کہ اس نے اپنے دین کو بدل دیا۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من غیر دینہ فاضربوا متعدہ  
 جو شخص اپنے دین کو بدل دے اس کی گردن مارو۔

اور اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت امت سے بڑھ کر ہے۔  
 اور آپ کی امت میں سے کسی آزاد کو گالی دینے والا حد لگایا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی  
 قتل سزا ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ کیونکہ آپ کا بڑا مرتبہ  
 ہے۔ اور دوسروں پر آپ کا مرتبہ زائد ہے۔

## فصل ۲

اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو کیوں قتل نہ کیا۔  
 جس نے آپ کو اسلام علیکم کہا تھا۔ حالانکہ یہ بددعا ہے۔ (سام کے مرنے موت کے  
 ہیں) اور یہ آپ پر بددعا ہے۔ اور نہ دوسرے کو قتل کیا۔ جس نے آپ سے کہا تھا۔  
 کہ یہ ایسی تقسیم ہے۔ جس سے خدا کی رضامندی مطلوب نہیں ہے۔ اور بیشک اس  
 سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی تھی۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ موسیٰ علیہ  
 السلام کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔ تو انہوں نے صبر کیا تھا۔ اور نہ ان  
 منافقین کو قتل کیا۔ جو آپ کو اکثر اوقات تکلیف دیا کرتے تھے۔

سو جان لے کہ خدائے تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 شروع اسلام میں لوگوں کو اپنی محبت دلاتے تھے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی طرف  
 پھیرتے تھے۔ ایمان کو ان کی طرف محبوب بناتے تھے۔ ان سے مدارات کرتے تھے۔

اور اپنے اصحاب سے کہتے تھے کہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ نفرت کرنے والے۔ اور شرماتے تھے کہ آسانی کیا کرو۔ مشکل نہ ڈالا کرو۔ ان کو تسلی دو۔ اور نفرت نہ دلاؤ۔ اور یہ فرماتے تھے کہ لوگ یہ باتیں نہ کریں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین سے مدارات کیا کرتے تھے۔ ان سے اچھی طرح ملتے تھے۔ ان سے چشم پوشی کر جلتے تھے۔ ان کی تکلیفیں سہتے تھے۔ ان کے ظلم پر صبر کیا کرتے تھے۔ جو آج ہم کو ان کی طرف سے آپ پر صبر کرنا جائز نہیں۔ ان کو ان پر بخشش و عطا سے مہربانی کیا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا ہے کہ۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۚ وَهُمْ قَاعَفَ عَنْهُمْ وَاصْفَحَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

(پ ۶ ع ۷)

ترجمہ :- اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر و بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ۔

ادْفَعْ بِالْقُوتِ مِنْ أَمْسِنُ فَإِنَّا الْيَقُوتُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ مَتَاوَةً كَالنَّهْلِ وَلِيٍّ حَمِيمٍ (پ ۲۳ ع ۸)

ترجمہ :- اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جیسی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

اور یہ اس لئے تھا۔ کہ اول اسلام میں لوگوں کی تالیف قلوب اور ایک کلمہ پر جمع ہونے کی ضرورت تھی۔ لیکن جب اسلام قرار پا چکا۔ اور مضبوط ہو گیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دینوں پر غالب کیا۔ تو جس پر قدرت پائی اور جس کا حال مشہور ہو گیا۔ اس کو قتل کر دیا۔ جیسے آپ کا فعل ابن خل کے ساتھ اور فتح مکہ کے دن جن کے قتل کا حکم دیا ہے یا جس پر دھوکہ سے قابو پایا گیا۔ دھوکہ سے قتل کیا یہود وغیرہ کو یا غلبہ کے طور ان لوگوں پر قابو پایا جو آپ کو تکلیف دیتے تھے۔ جو ان میں سے نہیں تھے۔ جن کو اس سے پہلے آپ کی صحبت کی لڑی نے پرو لیا تھا۔ اور ان لوگوں میں

سے ہو گئے تھے۔ جنہوں نے آپ پر ایمان ظاہری کیا تھا۔ جیسے ابن اشرف۔ ابورافع۔  
نصر۔ عقبہ اور ایسا ہی ان کے سوا ایک جماعت کا خون ضائع کیا۔ جیسا کہ کعب بن زہیر  
ابن الزجری وغیرہ جو آپ کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو ڈال  
دیا یعنی مسلمان ہوئے۔ اور مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

منافقین کے دل پوشیدہ ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر ہے۔  
اور اکثر یہ کلمات کہا کرتے تھے۔ تو خفیہ کہا کرتے تھے۔ اور اپنے بیچوں سے کہتے  
تھے۔ اور جب ان کی طرف سے بیان کئے جاتے تھے تو وہ قسمیں کھا کر انکار کر جاتے  
تھے۔ کہ ہم نے نہیں کہے۔ حالانکہ کفر کے کلمات کہے جاتے تھے۔ اور بلوجود اس کے  
آپ ان کے اسلام کی طرف رجوع کرنے میں اور توبہ میں حرم کیا کرتے تھے۔ اس  
لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بری باتوں اور ظلموں پر صبر کیا کرتے تھے۔  
جیسا کہ بڑے بڑے اور لوالعزم پیغمبر صبر کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بہت باطن  
میں رجوع کر گئے جیسا کہ ظاہر میں رجوع کرتے تھے۔ ان کے باطن خالص ہو گئے۔  
جیسے ظاہر میں۔ اخلاص کیا کرتے تھے اور اس کے بعد بہت لوگوں سے خدائے تعالیٰ نے  
نفع دیا۔ وہ دین کے وزیر بنے۔ حمایتی بنے۔ مددگار بنے۔ جیسا کہ اس کے متعلق  
حیثیوں میں آیا ہے۔ اور ہمارے آئمہ نے اس سوال کا یہی جواب دیا ہے۔ کہا ہے کہ  
شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان اقوال سے وہ قول نہ ثابت ہوا ہو جو  
کہ مرفوعاً (بلواسطہ) آپ تک پہنچا ہو۔ اور اس کو صرف ایک ہی نے نقل کیا ہے۔  
اور جو اس باب میں شہادت تک پہنچا ہو۔ اور اس کو صرف ایک ہی نے نقل کیا ہے۔  
اور خون سوائے اس کے کہ وہ عادل گواہ ہوں۔ مباح نہیں ہوا کرتا۔ اسی پر یہودی کا  
حکم سلام کے بارہ میں معمول ہے۔ اور بیشک وہ لوگ زبانوں کو مروڑ کر کہا کرتے  
تھے۔ صاف نہیں بولتے تھے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ کیسے اس پر حضرت عائشہ  
خبردار ہو گئیں۔ اور اگر یہ تصریح کے ساتھ ہوتا۔ تو صرف وہی اس سے مطلع نہ  
ہو تیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کے فعل اور اسلام پر  
ان کے کم صدق پر اور اس میں ان کی خیانت پر خبردار کر دیا تھا۔ یہ ان کا اپنی زبانوں کو

مروڑنے اور دین میں طعن کی وجہ سے قتل۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تم کو کوئی یہودی سلام کیا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے۔ السلام علیکم تو تم وعلیکم کہہ دیا کرو۔

اور ایسا ہی ہمارے بعض بغدادی اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو باوجود علم کے قتل نہیں کیا۔ اور یہ ہلت احادیث میں نہیں آئی۔ کہ ان کے نفاق پر کوئی دلیل قائم تھی۔ اسی لئے ان کو چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ پوشیدہ اور باطن تھا۔ اور ان کا ظاہر تو اسلام اور ایمان تھا۔ اور اگر وہ لوگ اہل ذمہ میں سے عہد اور پڑوس کے ساتھ تھے۔ اور لوگوں کا اسلام کا زمانہ قریب تھا۔ تو اب تک خبیث اور پاک میں تمیز نہیں ہوئی تھی۔ اور عرب میں ان مذکورین میں سے ان لوگوں کا معاملہ جو نفاق سے مستم تھے ظاہر ہو چکا تھا۔ کہ وہ مومنین میں سے ہیں۔ اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور انصار دین ہیں کیونکہ ان کا ظاہر حال ایسا ہی تھا۔ اب اگر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفاق کی وجہ سے اور جو باتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں۔ اور اس علم کی وجہ سے جو وہ دلوں میں چھپاتے تھے۔ ان کو قتل کر ڈالتے تو بالضرور نفرت کرنے والا وہ امر دل میں پاتا جو کہہ دیتا۔ اور بلاشبہ بے دین شک میں پڑ جاتا۔ دشمن جھوٹی باتیں بناتا۔ اور بہت لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں داخل ہونے سے ڈرتے۔ گمان کرنے والا گمان کرتا۔ اور دشمن ظالم خیال کرتا۔ کہ آپ کا قتل کرنا عداوت کی وجہ اور بدلہ لینے کے لئے تھا۔ اور بیشک جو مطلب میں نے لکھا ہے۔ وہی امام مالکؒ کی طرف منسوب دیکھا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ لَا يَتَّبِعَنَّ يَلَتَائِيْنَ اِنْ مَحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهُ، لوگ یہ باتیں نہ بنائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اور فرمایا۔ اُولَئِكَ الَّذِيْنَ نَهَانِيَ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِمْ يَهْدِيْهِمْ اِلَى جَنَّةٍ اَوْ يَلْقَوْنَ اللّٰهَ فِيْ سَبِيلِهِ۔ اور یہ ان احکام ظاہری کے خلاف ہے جو ان پر جاری ہیں۔ یعنی زنا و قتل وغیرہ کے کیونکہ وہ تو ظاہر ہیں۔ اور ان کے علم میں سب لوگ برابر ہیں۔

اور بے شک محمد بن سواز نے کہا ہے کہ اگر منافق لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو بالضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قتل کر دیتے۔ ان کو قاضی ابوالحسن بن قسار نے کہا ہے۔

اور قلہ نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ ہے۔

لَئِنْ كُنْتُمْ يَتَّبِعُونَ الْمُتَفِئُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرُؤُوسٌ وَالْمُرْجُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُفِرَنَّ بِكُمْ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُخَالِفُونَكُمْ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ أَيْمَاتُكُمْ أَهْلُوا وَقَتْلُوا تَكْتِيلًا ○ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَعْدِلَ سُنَّةُ اللَّهِ تَبْيِيْلًا ○ (پ ۲۲ ع ۵)

ترجمہ :- اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔

کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحالیکہ جب وہ نفاق ظاہر کریں گے۔ اور محمد بن سلمہ نے مبسوط میں زید بن اسلم سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا جو یہ قول ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (پ ۱۰ ع ۱۱)

ترجمہ :- اے نبی کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

اس آیت کو پہلی آیت (مخو) نے منسوخ کر دیا ہے۔

اور ہمارے بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ شاید اس قول کا قائل کہ یہ وہ تقسیم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ اور اس کا یہ قول کہ انصاف کرو۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر طعن و تہمت نہ سمجھا ہو۔ بلکہ اس کو ایک قسم کی رائے میں غلطی اور دنیا کے امور سے اور دنیا داروں کی مصلحت سمجھا ہو۔ اور اس کو گالی نہ سمجھا ہو۔ اور سمجھا ہو کہ یہ اس قسم کی ایذا ہے۔ کہ جس کو آپ معاف کر سکتے ہیں۔ اور اس پر صبر کر سکتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے

اس کو سزا نہ دی۔

اور ایسا ہی یہود کے بارہ میں کہا جاتا ہے جب انہوں نے کہا اے اللہ علیہم السلام کہ اس میں صریح گالی اور ایسی دعا نہیں۔ مگر وہی جو کہ ضروری ہے۔ یعنی موت جس کو تمام لوگ پائیں گے۔

بعض کہتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اور سلام اور سامہ کے معنی ملال کے ہیں۔ اور اس پر بددعا ہے جو کہ دین کو چھوڑ دے۔ اور صریح گالی نہیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کے ترجمہ میں یہ باب باندھا ہے۔ کہ یہ اس امر کا باب ہے کہ یہودی وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارۃً گالی دے۔ ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ گالی کا اشارہ نہیں بلکہ ایذا کا اشارہ ہے۔ قاضی ابوالفضل کہتا ہے کہ ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایذا اور گالی دونوں برابر ہیں۔

اور قاضی ابو محمد بن نصر اس حدیث کا جواب وہ دیتے ہیں۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔ پھر کہا کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ کہ یہودی ذمی اور عہد والا تھا یا لیل حرب تھا۔ اور احتمال امر کے لئے مقتضائے دلائل کو (کہ مطلقاً گالی دینا موجب قتل ہے) چھوڑا نہیں جاتا۔ اور ان سب میں بہتر اور ان وجوہ میں سے زیادہ ظاہر تالیف قلوب کا قصد اور دین میں مہارت ہے۔ کہ شاید وہ ایمان لے آئیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے حدیث تقسیم اور خوارج پر باب یہ باندھا ہے۔ باب اس بیان کا کہ خوارج کو تالیف کے لئے اور اس لئے کہ لوگ آپ سے نفرت نہ کریں۔ قتل نہ کرنا۔ اور پہلے ہم نے امام مالکؒ کی طرف سے یہی مطلب بیان کیا ہے۔ اور پہلے ہم نے اس کی تقریر کی ہے۔

اور بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جلوہ کرنے اور زہر دینے پر مبر کیا ہے۔ اور وہ گالی سے بڑھ کر ہے۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ اور آپ کو ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا جن کو ان میں سے معین کیا تھا۔ اور ان کو ان کے قلعوں سے نکالا۔ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور ان میں سے جن کو چاہا

جلا وطنی مقرر کر دی۔ ان کو ان کے گھروں سے نکل دیا۔ ان کے گھروں کو ان کے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے خراب کر دیا۔ اور ان کو کھلم کھلا گالیاں دیں۔ اور کما اے بندروں اور خزیروں کے بھائیو۔ ان میں مسلمانوں کی تلواریں رکھیں۔ ان کو ان کے پڑوسیوں سے نکل دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں مکانوں۔ مالوں کا وارث بنا دیا۔ تاکہ خدا کا بول بالا اور کافروں کا بول نیچا ہو۔

اگر تم کہو کہ حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے نفس کے لئے جو آپ پر واقع ہو (کسی کی طرف سے) انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہجک ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیا ہے۔

سو جان لے کہ یہ حدیث اس کی متقاضی نہیں۔ کہ آپؐ نے اپنے گلے دینے والے یا ایذا دینے والے یا جھٹلانے والے سے انتقام نہیں لیا۔ کیونکہ بیشک یہ خدائے تعالیٰ کی ان عزتوں میں سے ہے۔ جس کا آپؐ نے انتقام لیا ہے۔ اور انہیں چیزوں پر انتقام نہیں لیا۔ کہ جن کا تعلق بے ادبی یا بد معاہدگی سے قول ہو یا فعل نفس اور مل کے ساتھ تھا۔ کہ جس سے اس کے قاتل کا قصد ایذا کا نہیں تھا۔ لیکن وہ ان امور میں سے تھے کہ جن پر اعراب کے لوگ ظلم و جمل کے علوی تھے یا انسان اپنی بے وقوفی کا علوی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے آپؐ کی چادر مبارک کھینچ لی تھی۔ حتیٰ کہ آپؐ کی گردن مبارک پر اثر پڑ گیا تھا۔ اور جیسا کہ دوسرے اعرابی کا آپؐ کے سامنے بلند آواز سے بولنا۔ اور جیسا کہ اعرابی کا اس گھوڑے کے خریدنے سے جو حضورؐ نے اس سے خریدا تھا انکار کر دیا تھا۔ اور اس میں خریدنے نے گواہی دی تھی (کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے اس سے خریدا کیا ہے) آپؐ نے پوچھا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو۔ عرض کیا۔ چونکہ آپؐ ہمارے رسول بچے ہیں۔ اس لئے میں آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ تب آپؐ نے اس کی ایک گواہی کو رد قرار دیا (اور جیسا کہ آپؐ کی دونوں بیویوں کے اتفاق کرنے پر اور اس قسم کی باتوں میں آپؐ کا درگزر فرماتا بہتر تھا۔

اور بیشک ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا حرام ہے۔ فعل مبالغہ و غیرہ سے جائز نہیں ہے۔ لیکن اس کے سوا اور لوگوں کا یہ حل ہے



کہ ان کو فعل مباح سے ایذا دینا وہ بات ہے۔ کہ انسان کو ایسا فعل جائز ہے۔ اگرچہ غیر اس سے ایذا پائے۔ اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا عام فرمان ہے کہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پ ۲۲ ع ۴)

ترجمہ :- بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا میں فرمایا ہے کہ بیشک وہ میرا نکڑا ہے جو بات اس کو تکلیف دیتی وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

دیکھو بیشک میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک شخص کے پاس جمع نہ ہوں گی۔ یا وہ اس قسم کی ایذا ہو کہ کافر سے پہنچے۔ اور پھر آپ کو اس کے اسلام کی امید ہوئی۔ جیسا کہ اس یہودی کو معاف فرما دینا جس نے آپ پر جلاو کیا تھا۔ اور اس اعرابی کو معاف کرنا جس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور اس یہودیہ کو چھوڑ دینا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ اور کہا گیا کہ اس کو قتل کر دیا تھا۔ اور اسی قسم کی وہ تکلیف ہیں جو آپ کو اہل کتب و منافقین سے پہنچی تھیں۔ اور ان سے آپ نے اس امید پر درگزر کی ہے کہ ان کو اور دوسروں کو اسلام کی الفت پیدا ہو۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔

### فصل ۳

قاضی کتا ہے۔ کہ پہلے اس شخص کے قتل کے بارہ میں کلام گذر چکا ہے۔ جو کہ قصداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی حقارت کرے۔ اور آپ کو عیب لگائے۔ کسی وجہ سے ہو ممکن ہو یا محال۔ پس یہ کملی وجہ ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ اس کے ساتھ بیان اور روشنی ملتی ہے۔ وہ یہ کہ جس قاتل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بغیر گالی یا حقارت کے قصد و اعتقاد کے

کچھ کہا۔ لیکن اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کلمہ کفر کہا۔ لعنت یا گالی یا آپ کو جھٹلانا یا وہ باتیں آپ کی طرف منسوب کرنا جو آپ پر جائز نہیں یا ان امور کی نفی کرنا جو آپ کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ سب باتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان دہ ہیں۔ جیسے کہ آپ کی طرف کبیرہ گناہ یا رسالت کی تبلیغ یا لوگوں میں کسی حکم کے بارہ میں ممانعت کو منسوب کرنا یا آپ کے مرتبہ یا آپ کے نسب یا کثرت علم یا زہد سے چشم پوشی کرنا یا ان امور کی تکذیب کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہو چکے ہیں۔ اور ان کی خبر متواتر آچکی ہے اور اس خبر کے رد کا قصد ہے۔ یا بے وقوفی کی باتیں کرے یا بڑی باتیں کرے۔ اور ایک قسم کی گالی آپ کی جناب میں کرے۔ اگرچہ بدلیل حل ظاہر ہو کہ اس نے عدا "برائی نہیں کی اور نہ گالی کا ارادہ کیا ہے۔ یا تو جہالت کی وجہ سے جس نے اس کو اس کہنے پر برا نہ گھینٹا کیا ہے۔ یا اضطراب یا سکر کی وجہ سے جس نے اس کو اس طرف بے قرار کیا ہو یا کم پرواہ کی وجہ سے یا اپنی زبان کی کمی حانقہ و عجز سے یا کلام کی دلیری کی وجہ سے ہو۔ پس اس قسم کا حکم پہلی قسم کا ہے کہ قتل کیا جائے۔ بدوں توقف کے کیونکہ کوئی شخص کفر میں جہالت اور زبان کی لغزش یا اور امور کی وجہ سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے معذور نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ اس کی عقل اس کی فطرت میں سالم ہے۔ مگر وہ شخص کہ جبر کیا جائے۔ اور اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان رکھتا ہو۔ اور یہی فتویٰ اندلیسوں نے ابن حاتم پر دیا ہے۔ جبکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زہد کی نفی کی تھی۔ جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اور محمد بن حنون اس شخص کے بارہ میں کہا ہے جو کہ قیدی تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے ہاتھوں میں (یعنی ان کے سامنے اور ان کے گھروں میں) گالی دیتا تھا۔ قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ ان کا نصاریٰ ہونا یا اس پر جبر کیا جانا معلوم ہو جائے۔

اور ابو محمد بن ابی زید سے منقول ہے کہ ایسی باتوں میں زبان کی لغزش کے عذر کا دعویٰ نہ سنا جائے گا۔

اور ابوالحسن قابلی نے اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکر کی حالت میں گالی دی تو قتل کیا جائے۔ کیونکہ اس پر یہ گمان ہے کہ وہ اس امر کا معتقد ہے۔ اور ہوش کی حالت میں یہی کہے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ حد ہے۔ اس کو سکر ساقط نہیں کرنا۔ جیسے قذف اور باقی حدود کیونکہ اس نے سکر کو خود اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص شراب کو یہ جان کر پیتا ہے۔ کہ اس سے عقل جاتی رہتی ہے۔ اور اس سے برے افعال پیدا ہوتے ہیں۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قصداً یہ کام کرے۔ کیونکہ یہ کام اس کے باعث ہوا ہے (جو قتل کا باعث ہے) اس لئے ہم نے اس پر طلاق اور آزاد کرنے اور قصاص و حدود کو لازم کر دیا۔

اور اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اعتراض نہ کیا جائے۔ جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم سب میرے بپ کے غلام ہی ہو۔ راوی کہتا ہے کہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ وہ نشہ میں ہیں۔ اور آپ لوٹ آئے کیونکہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی۔ اور اس کے پینے میں گناہ نہ تھا۔ اور جو بات اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ معاف تھی۔ جیسا کہ خیر اور بے خوف (غیر مسلک) دوا پینے سے کوئی گناہ کی بات ظاہر ہو۔

## فصل ۴

تیسری قسم یہ ہے کہ ان باتوں کے جھٹلانے کا قصد کرے جو آپ نے فرمائی ہیں۔ یا آپ لائے ہیں یا آپ کی نبوت یا رسالت یا آپ کے وجود کا انکار کرے یا اس سے منکر اور کافر ہو۔ پھر وہ اس قول سے دوسرے دین کی طرف جائے یا نہ جائے۔ وہ بلاجماع کافر ہے۔ اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اگر وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے۔ اس کے طلب توبہ میں قوی اختلاف ہے۔ اور دوسرے قول کے موافق (کہ توبہ قبول کی جائے) اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ اگر اس نے کوئی نقصان کی بات جھوٹ وغیرہ کہا ہو۔ اور اگر اس نے اس بات کو چھپایا ہے۔ تو اس کا حکم ذبیحہ کا

ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتی۔ جیسا کہ ہم اس کو عنقریب بیان کریں گے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری ظاہر کرے یا آپ کو جھٹلائے وہ مرتد ہے۔ اس کا خون حلال ہے۔ مگر یہ کہ اس سے رجوع کرے۔

اور امام ابن قاسم (شاگرد امام مالک) اس مسلمان کے بارہ میں جو یہ کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں یا رسول نہیں یا اس پر قرآن نازل نہیں ہوا۔ اور وہ تو ان کے اپنے اقوال ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔

اور کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے وجود کا انکار کرے اور مسلمان ہو۔ تو وہ مرتد کے قائم مقام ہے۔ اور ایسا ہی وہ شخص کہ آپ کی تکذیب کا اعلان کرے۔ وہ بھی مرتد کی طرح ہے۔ اس سے توبہ لی جائے گی۔ اور ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ نبی بنتا ہے اور گمان کرتا ہے۔ کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور یہی سخون نے کہا ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ خواہ وہ اس طرف (لوگوں کو) پوشیدہ یا علانیہ بلائے۔ اسخ کہتے ہیں کہ وہ مرتد کی طرح ہے۔ کیونکہ اس نے کلمہ اللہ سے کفر کیا ہے۔ اور خدا پر جھوٹ باندھا ہے۔

اشبہ اس یہودی کے بارہ میں کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا گمان کیا کہ وہ لوگوں کی طرف رسول بھیجا گیا ہے یا کہا کہ تمہارے نبی کے بعد اور نبی ہے۔ کہا ہے کہ اس سے توبہ لی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اس قول میں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں جھٹلانے والا ہے۔ اور خدا پر اپنی رسالت و نبوت کے دعویٰ میں افترا کرنے والا ہے۔

محمد بن سخون کہتے ہیں کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حرف میں بھی جو خدا کی طرف سے آپ لائے شک کرے تو وہ کافر اور منکر ہے۔ اور کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے۔ تو اس کا حکم آئمہ دین کے نزدیک قتل ہے۔

احمد بن ابی سلیمان نے جو کہ سخون کے شاگرد ہیں کہا ہے۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ قام نہ تھے۔ اور اسی طرح ابو عثمان حداد (آہن گر) نے کہا ہے کہ اگر وہ یہ کہے کہ وہ ڈاڑھی آنے سے پہلے فوت ہوئے یا مقام تہرت میں سے (جو مغرب کے علاقہ میں شر ہے) تھے نہ تھے (مکہ) سے تو قتل کیا جائے۔ کیونکہ بیشک یہ نفی ہے۔

حبیب بن ربیع کہتے ہیں۔ کہ آپ کی صفت اور آپ کے مقلات کی تبدیلی کفر ہے۔ اور اس کا ظاہر کرنے والا کافر ہے۔ اور اس میں توبہ لی جائے گی۔ اور اس کا چھپانے والا زندیق ہے۔ بدوں توبہ قتل کیا جائے گا۔

## فصل ۵

چوتھی قسم یہ کہ مجمل کلام بولے اور ایسی مشکل بات کہے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کا غیر مراد ہو سکتا ہے۔ یہ مقصود میں تردد ہوتا ہے۔ اور مکروہ یا برائی سے بچی ہوئی ہو۔ سو یہاں محل تردد ہے۔ اور حیرت کا مقام اور مجتہدین کے خلاف کا گمان اور مقلدین کے بری الذمہ ہونے کا محل ہے۔ تاکہ جو شخص ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو۔ اور جو زندہ ہو وہ دلیل سے زندہ ہو۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو انہوں نے غلبہ دیا۔ اور آپ کی آمد کی حمایت کی ہے۔ اور اس کے قتل پر دلیری کی ہے۔ اور بعض وہ ہیں کہ انہوں نے خون کی عزت کو بڑا سمجھا ہے۔ اور شبہ سے حد کو ساقط کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کی بت میں احتمال (دوسرے معنی کا) ہے۔ اور ہمارے اماموں نے ایسے شخص کے بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ کہ جس کو قرضدار نے غصہ دلایا۔ اور اس سے کہہ کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ۔ پھر اس کو طالب نے کہہ کہ جو ان پر درود پڑھے۔ اس پر خدا رحمت نہ کرے۔ تب سخون سے کہا گیا کہ کیا وہ شخص اس مرد کی طرح ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ یا ان فرشتوں کو گالی دی۔ جو کہ آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ جبکہ وہ اس حل پر ہے جو تو نے اس کے غصہ کا

بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس نے لوگوں کو گالی دی ہے۔ اور یہ سخون کی بت کی طرح ہے۔ کیونکہ بیشک اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے میں غضب کی وجہ سے اس کو معذور نہیں سمجھا۔ لیکن جبکہ اس کے نزدیک کلام میں احتمال تھا۔ اور اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ نہ تھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی پر دلالت کرے یا ملائکہ کو گالی دینے پر صلوات اللہ علیہم۔ اور نہ کوئی اس سے پہلے ایسا امر تھا کہ اس پر اس کا کلام احتمال رکھتا ہو۔ بلکہ قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا مقصود ان کے سوائے اور لوگ ہیں۔ کیونکہ دوسرے شخص نے اس سے کہا تھا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ۔ پس اس کی گالی اور اس کی بت اس شخص کے لئے سمجھی گئی ہے کہ جو آپ پر اس وقت درود پڑھتا ہے۔ اور یہ دوسرے امر کے لئے اس کے غصہ کے وقت ہوا ہے۔ یہی مطلب سخون کے قول کا ہے۔ اور یہ اس کے دونوں شاگردوں (برقی اور اصبح) کی دلیل کے موافق ہے۔

حارث بن مسکین قاضی وغیرہ ایسے شخص کے بارہ میں قتل کی طرف گئے ہیں۔

ابوالحسن قلابی نے ایسے شخص کے قتل میں توقف کیا ہے۔

جس نے یہ کہا تھا۔ کہ ہر ایک مالک سرائے دیوث ہوتا ہے۔ اگرچہ نبی مرسل ہو۔ تب اس نے اس کو زنجیروں میں قید کا حکم دیا۔ اور اس پر سختی کی۔ یہاں تک کہ اس کے تمام الفاظ سے کوئی گواہی اور دلیل اس کے مطلب پر سمجھی جائے۔ کہ کیا ارادۃ دیوثوں سے آج کل کے دیوث مراد ہیں۔ تو یہ امر معلوم ہے کہ ان میں کوئی نبی مرسل نہیں۔ پس اس کا امر آسان ہو گا۔

قالبی کہتے ہیں کہ اس کا ظاہری لفظ تو تمام حقدین و متاخرین دیوثوں کے لئے ہے۔ اور پہلے لوگوں میں انبیاء و رسول ہوتے رہے۔ کیونکہ جنہوں نے مل کمایا تھا۔ اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے خون لینے بدوں کھلے امر کے سبقت نہ کی جائے۔ اور جس کی طرف تلویحات ہو سکیں۔ اس میں خوب غور و فکر کرنا چاہئے۔ یہ اس کے کلام کا مطلب ہے۔

اور ابو محمد بن ابی زید سے اس شخص کے بارہ میں کہ جو کہتا ہے کہ عرب پر خدا

marfat.com

Marfat.com

لعنت کرے۔ اور خدا بنی اسرائیل پر لعنت کرے۔ اور بنی آدم پر لعنت کرے۔ اور اس نے بیان کیا کہ میں انبیاء علیہم السلام کا ارادہ نہیں کیا۔ میرا ارادہ تو ان میں سے صرف ظالموں کا ہے۔ منقول ہے کہ حاکم کے اجتہاد کے مطابق اس کو سزا دی جائے۔

اور ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے۔ جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ جس نے نشہ والی چیز کو حرام کیا ہے۔ اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کس نے حرام کیا ہے۔ اور اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا کہ اس حدیث کو لعنت کرے کہ شہری جنگلی کے پاس نہ بیچے۔ اور جو اس حدیث کو لایا اس پر لعنت ہے۔ یہ کہا ہے کہ اگر وہ جہالت اور احمقیت کے نہ جاننے کی وجہ سے معذور ہے۔ تو اس کو سزا دی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ اس نے بظاہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکاری کا ارادہ نہیں کیا۔ اور صرف اس کو لعنت کی ہے کہ جس نے لوگوں میں سے اس کو حرام کہا ہے۔ اور یہ سخون اور اس کے اصحاب سے فتویٰ کی طرح ہے۔ جو کہ پہلے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے۔

اور اس قسم کی باتیں جاہلوں کے کلام میں آجلیا کرتی ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کو کہہ بیٹھتے ہیں کہ اے ہزار خنزیر کے بیٹے اور اے سوکتے کے بیٹے جو یہودہ باتیں ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اس عدد میں اپنے باپ دادا میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو داخل کر لیتا ہے۔ اور شاید کہ بعض عدد آدم علیہ السلام تک ختمی ہو جاتا ہو۔ اب اس سے جھڑکنا ضروری ہے۔ جو قائل کی جہالت ہو۔ اس کو ظاہر کر دئے۔ اور اس کو پورا ادب سکھایا جائے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے باپ دادا میں جو انبیاء علیہم السلام ہیں ان کو جان کر مکاری دی ہے تو ضرور قتل کیا جائے۔

اور کبھی اس قسم کی بات بھی سخت گیری کی ہے۔ کہ اگر کسی ہاشمی مرد کو کوئی کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بنی ہاشم پر لعنت کرے۔ اور کہے کہ میرا مقصود ان میں سے ظالموں کا ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی شخص کو اس کے باپ دادا کے بارہ میں بری بات کہے یا آپ کی نسل یا آپ کی اولاد کو جان بوجھ کر کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے۔ ایسی دونوں صورتوں میں کوئی ایسا قرینہ نہیں کہ اس کے باپ دادا کو

خاص کرے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے نکل دے جن کو مگلی دی ہے۔ اور بیشک میں نے ابو موسیٰ بن مناسی کو دیکھا کہ اس نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے ایک شخص کو کہا تھا۔ کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام تک لعنت کرے یہ کہا ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

قاضی خدا اس کو توفیق دے کہتا ہے کہ ہمارے مشائخ اس شخص کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ جس نے اپنے کسی گواہ کی نسبت جو اس کے خلاف گواہی دی ہو۔ پھر اس کو کہا ہو۔ کہ تو مجھے تہمت لگاتا ہے۔ تو دوسرا اس سے کہے کہ انبیاء تہمت لگائے گئے۔ تیرا کیا حل ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے شیخ ابواسحاق ابن جعفر اس کے قتل کو واجب کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا ظاہری نفس برا ہے۔ اور قاضی ابو محمد بن منصور اس کے قتل میں توقف کرتے تھے۔ اور اس میں قاضی قرطبہ ابو عبد اللہ بن الحاج نے اس قسم کا فتویٰ دیا ہے۔ اور قاضی ابو محمد نے اس کے قید کرنے میں سختی کی ہے۔ اور اس کو دیر تک قید رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اس کے بعد اس سے قسم لی۔ کہ جو کچھ اس کے خلاف کیا گیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی گواہی میں ضعف واقع ہوا ہے جو اس کے برخلاف گواہی دیتے ہیں۔ پھر اس کو چھوڑ دیا۔

اور میں اپنے شیخ قاضی ابو عبد اللہ بن عیسیٰ کی خدمت میں ان کی قضا کے عہدے کے دنوں میں حاضر تھا۔ کہ ان کے پاس ایک شخص ایسا لایا گیا۔ کہ اس نے ایک شخص کو جس کا نام محمد تھا یہودہ بات کہی تھی۔ پھر اس نے ایک کتے کا ارادہ کیا۔ اور اس کو اپنے پاؤں سے مارا اور کہا کہ اے محمد کھڑا ہو۔ پھر اس مرد نے اس کتے سے انکار کیا۔ اور اس کے برخلاف لوگوں کی ایک جماعت نے گواہی دی۔ تو اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے حل کی نسبت دریافت کیا۔ اور کیا وہ ایسے شخص کی صحبت میں رہا ہے جس کے دین میں شک ہو۔ پھر جب کوئی بات نہ پائی۔ کہ اس کے اعتقاد کے شکوک کو قوی کرے۔ تو اس کو کوڑے مارے۔ اور چھوڑ دیا۔

فصل ۶

پانچویں قسم یہ ہے کہ نقص کا ارادہ نہ ہو۔ مگر عیب و مغل کا بیان کرے۔ لیکن

marfat.com

Marfat.com



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اوصاف کے ذکر کا پتہ لگتا ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ان حالات کو جو آپ پر دنیا میں جائز ہیں۔ بطور شاہد و ضرب المثل پیش کرے۔ اور اپنے اور غیر کے لئے بطور حجت یا اس سے تشبیہ دینے کے لئے ذکر کرے یا کسی ظلم کے وقت جو اس کو پہنچا ہو یا کوئی نقصان پہنچا ہو۔ جس کی اطاعت نہ کی جائے۔ یہ بطریق تحقیق ہو (کہ اس سے ہدایت حاصل ہو) بلکہ یہ مقصد ہو کہ اس سے اپنی یا غیر کی بلندی ہو یا بطریق تمثیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت منظور نہ ہو یا ہنسی کے طور ہو یا نادرا“ کے یا عیب کے لئے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ اگر مجھ میں برائی کسی جاتی ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کسی گئی ہے۔ اور اگر میں جھٹلایا گیا ہوں۔ تو انبیاء بھی جھٹلائے گئے ہیں۔ اور اگر میں نے گناہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بھی گناہ کیا ہے یا یہ کہ میں کیا لوگوں کی زبانوں سے بچوں گا۔ حالانکہ ان سے انبیاء اللہ اور اس کے رسول نہیں بچے یا یہ کہ میں نے صبر کیا جیسے کہ بڑے درجہ والوں (رسولوں) نے صبر کیا یا جیسے ایوبؑ کا صبر تھا یا بیشک نبی اللہ نے اپنے دشمنوں سے صبر کیا۔ اور میرے صبر سے بڑھ کر اس نے برداشت کی ہے۔ اور جیسے متسی کا یہ قول ہے۔

أَنَا فِي أُمَّةٍ تَذَارَكُهَا اللَّهُ تَقَرَّبْتُ كَمَا لَيْتُ فِي ثَمُودَ

(یعنی میں اس امت میں جس کا خدا تدارک کرے ایسا مسافر ہوں جیسے قوم ثمود میں صالحؑ علیہ السلام ہیں)۔

اسی قسم کے ان شاعروں کے اشعار جو کلام میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور بے پرواہی و سستی کرتے ہیں جیسے معری کا یہ شعر

كُنْتُ مُوسَى وَاقِفَةً بِنْتٍ شَمِيبٍ غَيْرَ أَنَّ لَيْسَ فِيكُمْ مِّنْ فَاقِ

یعنی تو موسیٰ تھا جس کے پاس شعیبؑ کی لڑکی آئی ہے مگر یہ بات ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ دوسرا مصرعہ سخت ہے اور وہ عیب و حقارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے اور دوسرے کو آپ پر فضیلت دی گئی ہے۔ اور اسی طرح اس کا یہ قول بھی۔

كَوْلًا اَبْقَاكَ الْوَحْيَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ قُلْنَا مُحَمَّدٌ عَنْ نَبِيِّ بَدِيلٍ

مَوْجِلُهُ فِي الْفَضْلِ اِلَّا لَنَّهُ لَمْ يَأْتِهِ بِرِسَالَةٍ جَبْرِيَّةٍ

یعنی اگر بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی منقطع نہ ہوتی تو ہم کہتے کہ محمدؐ اپنے باپ کا بدل ہے۔ اب اس فصل کے دوسرے بیت کا پہلا مصرعہ سخت ہے۔ کیونکہ اس نے غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فضیلت میں نبی کے ساتھ فضیلت دی اور عجز (یعنی اس کے دوسرے مصرعہ) کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس فضیلت نے ممدوح کو ناقص کر دیا۔ اور دوم یہ کہ اس سے اس کو مستغنی کر دیا۔ اور یہ زیادہ سخت ہے۔

اور اسی قسم کا ایک اور شاعر کا یہ قول ہے۔

وَإِذَا مَا رُفِعَتْ رَايَاتُهُ صَفَقَتْ بَيْنَ جَنَاحَيْ جَبْرِيَّةٍ

(یعنی اور جبکہ اس کے جھنڈے بلند ہوتے ہیں تو وہ جبرئیل کے دونوں پروں میں حرکت کرتے ہیں)

اور ہمارے ہمعصروں میں سے ایک شاعر کا یہ قول ہے۔

قَرَيْنَ الْخُلْدِ وَأَشْجَارِ رَبَّنَا فَصَبَّرَ اللَّهُ قَلْبَ رِضْوَانِ

(یعنی بہشت سے بھاگا اور ہم سے پناہ مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ رضوان کے دل کو صبر دے)

اور جیسے حسان مصیسی کا شعر ہے جو کہ اندلس کے شاعروں میں سے ہے۔ محمد بن عباد مشہور معتمد اور اس کے وزیر ابی بکر بن زیدون کے بارہ میں کہتا ہے۔

كَانَ أَبَا بَكْرٍ أَبُو بَكْرٍ الرِّضَا وَحَسَنٌ حَسَنٌ وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ

(یعنی گویا کہ تیرا وزیر ابوبکر (بن زیدون) ابوبکر رضا صدیق ہے اور حسان (مصیسی شاعر خود) حسان (بن ثابت) ہے اور تو محمدؐ ہے)

اس قسم کے اور اشعار اور ہم نے ایسے اشعار زیادہ بلو جو دیکھ ہم ان کو گراں سمجھتے ہیں اس لئے درج کئے ہیں۔ کہ لوگ ایسے شعروں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ اس تنگ دروازہ میں داخل ہونے سے سستی کرتے ہیں۔ اور اس گنہری کے

بوجھ کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں کس قدر بھاری گنتہ ہے۔ اور اس میں ایسا کلام کر جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں کس قدر بھاری گنتہ ہے۔ اور اس میں ایسا کلام کر جاتے ہیں۔ کہ ان کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ خاص کر شعرا لوگ اور فن میں سے بڑے سخت کلام کہنے والے اور تیز رو ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان مصری ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے کلام ہلکا پن اور نقصان کی حد سے نکل کر صریح کفر تک پہنچ گئے ہیں۔

ہم نے اس کا جواب دیا ہے۔ اور ہماری غرض اس فصل میں کلام کرنے کی ہے جس کی ہم نے مثالیں دی ہیں۔ کیونکہ یہ سب اگرچہ کسی گلل پر مشتمل نہیں۔ اور حالانکہ اور انبیاء علیہم السلام کی طرف نقصان منسوب کیا گیا ہے۔ اور میری مراد مصری کے دو بیٹوں کے آخری دونو مصرعہ نہیں (یہ جملہ معترضہ ہے) اور نہ اس کے قائل نے حقارت و نقصان کا قصد کیا ہے۔ لیکن نبوت کی توقیر نہیں کی۔ اور نہ رسالت کی تعظیم کی اور نہ برگزیدگی رسالت نہ کرامت کے قرب کی عزت کی۔ یہاں تک کہ فن شاعروں نے اپنے صلہ لینے میں (ممدوح کو) جن کے ساتھ چاہا (خوالہ وہ نئی و ملامتک ہوں) تشبیہ دے دی یا تکلیف کی وجہ سے اس مصیبت کو دور کرنا چاہا۔ یا ایک تمثیل دے دی۔ جس سے اس کی مجلس خوش ہو جائے یا اپنے ممدوح کی تعریف میں اس لئے مبالغہ کرے کہ اپنا کلام عمدہ ہو جاوے۔ اور تمثیل بھی ایسے شخص کے ساتھ دے کہ جس کا خدائے تعالیٰ نے مرتبہ برہمایا ہے۔ اس کے قدر کو شرف دیا ہے۔ اس کی عزت اور اس سے احسان کرنے کو لازم کر دیا ہے اس کے سامنے اونچی بولنے بلکہ تواضع کرنے کو منع فرما دیا ہے۔ پس ایسا شخص اس لائق ہے کہ اگر اس کا قتل معاف کیا جائے تو اس کو ضرور ادب دیا جائے۔ اور قید میں رکھا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ اس کا کلام کتنا برا ہے وہ ایسے کلام کا عادی ہے یا کبھی کبھی بکتا ہے یا اس کے کلام کا قرینہ کیا ہے۔ یا اپنے کلمے پر مدام ہوتا ہے۔ پس ہر حال کے مناسب سخت سزا دی جائے گی۔ ایسے شخص پر جو ایسی باتیں کیا کرتا تھا۔ برابر انکار کیا کرتے تھے۔ اور ہمدون و شید نے بلاشبہ ابو نواس شاعر پر اس کے اس شعر میں انکار کیا۔

كَانَ يَكُفُّ بَاقِيَ سِحْرِ فِرْعَوْنَ فَيُحْكِمُ كَفَّانَ مَعْنَى مُوسَى بِحُكْمٍ خَصِيبٍ

یعنی اگر تم میں فرعون کے جادو کا بقیہ موجود ہے۔ تو بیشک موسیٰ علیہ السلام کا عصا خصب (علام ہاروں رشید جس کو مصر کا حاکم بنا بھیجا تھا۔ اور ابو نواس اس کی تعریف کرتا ہے) کے ہاتھ میں ہے۔

اور یہ کہا کہ اے گندی عورت کے بیٹے تم موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ہنسی کرتے ہو۔ اور اپنے لشکر سے راتوں رات اس کے نکل دینے کا حکم دیا۔

اور کسی نے ذکر کیا ہے کہ ابو نواس پر اور بھی مواخذہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس کو کافر کہا گیا ہے یا قریب کفر جو اس نے محمد امین کے بارہ میں کہا ہے۔ اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جب اس نے یہ کہا ہے۔

تَنَازَعُ الْأَحْمَدَانِ الرَّحْبَةُ فَاقْبَتَهَا

خَلْفًا وَخَلْفًا كَمَا فَعَلَ الْخِرَاسَانِ

یعنی دونوں احمدوں نے مشامت میں تنازعہ کیا۔ پس وہ دونوں خلق اور خلق میں مشتبہ ہو گئے۔ جیسے کہ دو تھے (ایک چڑے سے) کھٹے جائیں۔

یہ بہت بری تشبیہ ہے کہیں محمد امین خلیفہ اور کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس پر اس شعر میں بھی انکار کیا گیا ہے۔

كَيْفَ لَا يُبَيِّنُكَ مِنْ أَمَلٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ وَمِنْ نَفَرِهِ

یعنی وہ شخص کہ جس کا رسول اللہ قرائقی ہے۔ تیری امید کو کیسے قریب نہ کرے گا۔ کیونکہ رسول اور آپ کی تعظیم اور عالی مقام کا یہ حق ہے کہ آپ کی طرف کوئی چیز نسبت کی جائے لیکن آپ کو کسی سے منسوب نہ کیا جائے۔

پس اس قسم کی مثالوں کا حکم وہی ہے جو اس بارہ میں ہم اپنے امام مذہب امام مالک بن انس اور ان کے شاگردوں سے فتویٰ پہلے مفصل بیان کر چکے ہیں۔

نوادیر میں ابن ابی مریم کی روایت سے ہم ایسے شخص کے بارہ میں کہ اس نے کسی مرد کو فقیری کی عار دلائی۔ تو اس نے کہا کہ تو مجھے فقر کے ساتھ عار دلاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریوڑ چرایا ہے۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس نے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بے موقعہ کیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اس کو سزا دی جائے۔ اور فرمایا کہ گنہگاروں کو یہ مناسب نہیں۔ کہ جب ان پر عتاب کیا جائے۔ تو وہ یوں کہیں کہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے گناہ کئے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص سے کہا کہ ہمارے لئے ایک ایسا کاتب تلاش کر کہ جس کا باپ عربی ہو۔ تو کاتب نے اس سے کہا کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ کا باپ کافر تھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ تم نے یہ مثل دی تو کبھی میری کتابت نہ کیجیو۔

اور عنون نے اس امر کو مکروہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب کے وقت درود شریف پڑھا جاوے۔ مگر بطریق ثواب و طلب اجر کے پڑھے۔ تو مضائقہ نہیں۔ جس میں آپ کی توقیر و تعظیم کا پاس رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔

اور قابی سے ایسے شخص کی بابت پوچھا گیا۔ تو اس نے ایک بری شکل والے سے کہا کہ اس کا چہرہ گویا نکیر کا چہرہ ہے (منکر نکیر فرشتوں کا نام ہے) اور ترش رو شخص کی نسبت کہا کہ گویا اس کا چہرہ مالک غضب ناک کا چہرہ ہے (مالک داروغہ دوزخ ہے) تب اس نے جواب دیا۔ کہ اس کا اس سے کیا ارادہ ہے۔ اور نکیر تو قبر کے ان دو فرشتوں میں سے ایک ہے جو آزمائے والے ہیں۔ سو اس کا اس سے کیا ارادہ ہے۔ کیا اس کو اس کے دیکھنے سے خوف طاری ہوا یا اس کی بد صورتوں کو دیکھ کر اس کو مکروہ سمجھا۔ اگر یہ بات ہے تو سخت ہے کیونکہ قائم مقام حقارت و ذلت کے ہے۔ اور یہ زیادہ سزا کی بات ہے۔ اور اس میں صراحتاً فرشتے کو گلی دینا نہیں۔ گلی تو صرف مخاطب پر پڑتی ہے۔ اور کینوں، یوقوفوں کو کوڑے لگانا قید کرنا ادب ہے۔ لیکن مالک داروغہ دوزخ کا ذکر کرنے والا سو بلاشبہ اس شخص نے ظلم کیا۔ کہ دوسرے شخص کی ترش روئی کے حل پر انکار کے وقت مالک کا ذکر کیا۔ مگر وہاں اس ترش رو کے لئے کہے کہ جس کو حکومت حاصل ہے۔ اور اس کی ترش روئی سے ڈرے۔ پھر کہنے والا اس لئے برائی کے طور پر اس کے فعل اور ظلم کے التزام پر مالک کی صفت سے تشبیہ

دے۔ اور یہ کہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مالک کا سا غضب کرتا ہے۔ پھر یہ بات ہلکی ہو جائے گی۔ اور اس کو ایسے شخص پر گرفت نہ کرنی چاہئے۔ اور اگر ترش رو پر اس کی ترش روئی کی تعریف کرے۔ اور مالک کی صفت سے حجت لائے تو یہ بہت سخت بات ہوگی۔ اس پر اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس میں فرشتے کی برائی نہیں۔ اور اگر برائی کا قصد کیا ہے تو اس کو قتل کیا جائے۔

ابوالحسنؒ نے بھی ایسے جوان کے بارہ میں جو نیکی کے ساتھ مشہور تھ۔ اور جس نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تو چپ کر۔ کیونکہ تو ان پڑھ ہے۔ تب جوان نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ای نہ تھے۔ سو اس کی بات کو برا جانے اور لوگوں نے اس کو کفر کی نسبت کی۔ جوان اس بات سے جو اس نے کہی تھی ڈر گیا۔ اور اس پر ندامت ظاہر کی۔ تب ابوالحسنؒ نے کہا کہ اس کو کافر کہنا تو خطا ہے۔ لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے ساتھ دلیل لانے میں خطا کار ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا تو آپ کا معجزہ تھا۔ اور اس کا امی ہونا نقص کی بات اور جہالت ہے۔ اور اس کی یہ جہالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت سے دلیل لاتا ہے۔ لیکن اس نے توبہ اور استغفار کی ہے۔ اور گناہوں کا اقرار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لایا ہے تو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن اس کی بات حد قتل تک نہیں پہنچتی۔ اور اس کو سزا نہ دی جائے۔ کیونکہ اس کے فاعل کو اس پر شرمندہ ہونا اس سزا سے روکنے کو ضروری کر دیتا ہے۔ اور یہ مسئلہ اسی مسئلہ کے قائم مقام ہے کہ جس میں اندلس کے ایک قاضی نے ہمارے شیخ قاضی ابامحمّد منصورؒ سے ایک شخص کے بارہ میں پوچھا تھا کہ جس کو دوسرے نے کسی بات میں عیب لگایا تھا۔ تو اس نے کہا تھا کہ تو میرا بیان کرتا ہے اور مجھے عیب لگاتا ہے۔ کہ میں انسان ہوں۔ حالانکہ تمام لوگوں میں نقص ہوا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ سو اس نے فتویٰ دیا۔ کہ اس کو دیر تک جیل خانہ میں رکھا جائے۔ اور سزا دی جائے۔ کیونکہ اس نے گلی کا ارادہ کیا۔ اور اندلس کے بعض فقہاء اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔

چھٹی قسم یہ کہ قائل اس کو غیر سے حکایت کرے۔ اور دوسرے سے اس کو نقل کرے۔ سو اس کی صورت حکایت اور قرینہ کلام میں دیکھا جائے گا۔ اور اس اختلاف سے اس کا حکم چار وجوہ پر ہو گا۔ وجوب۔ استحباب۔ کراہت۔ حرمت۔ اگر اس نے اس کی شہادت اور قائل کی شہرت اور اس پر انکار اور اس کی بات کی خبر دینے اس سے نفرت کرنے اور اس کی جرح کے لئے خبر دی ہے۔ تو یہ امر ہے کہ اس کی بات مانی جائے۔ اور اس کے کہنے والے کی تعریف کی جائے۔

اسی طرح اگر وہ کسی کتاب یا کسی مجلس میں بطریق رو اور اس کے قائل پر نقص اور اس سے جو فتویٰ لازم آتا ہے بیان کرے۔ تو یہ امر اس سے واجب ہو گا۔ اور بعض وہ صورت ہے۔ کہ وہ بیان کرنے والے اور حکایت شدہ کے حل کی وجہ سے مستحب ہے۔ اگر اس کا قائل وہ شخص ہے کہ وہ اس امر کے درپے ہوا ہے۔ کہ اس سے علم یا روایت حدیث لی جائے۔ یا اس کے حکم یا شہادت یا فتویٰ پر جو لوگوں کے حقوق پر دتا ہے۔ تو اس کے سننے والے پر واجب ہے کہ جو اس سے سنا جائے اس کو مشہور کیا جائے۔ لوگوں کو اس سے نفرت دلائی جائے۔ جو اس نے کہا ہے۔ اس پر گواہی دی جائے۔ اور جن آئمہ مسلمین کو یہ بات پہنچے ان پر واجب ہے کہ اس پر انکار کریں۔ اس کے کفر کا اظہار کریں۔ اور اس کی بات کی خرابی بیان کریں۔ تاکہ مسلمانوں سے اس کا نقصان منقطع ہو۔ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہو۔

ایسا ہی اگر اس شخص سے یہ باتیں ظاہر ہوں جو کہ عام لوگوں کو وعظ کرتا ہے یا بچوں کو پڑھاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کی یہ علوت ہو۔ اور جس کے دل میں یہ خبیثت ہو۔ تو اس سے اس امر سے بیخوف نہیں رہا جاتا۔ کہ ان کے دلوں میں ایسی باتیں ڈال دے گا۔ پس ان لوگوں کی خبیثت مشہور کرنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت کے حق کے لئے نہایت تاکید ہے۔ اور اگر لکھنے والا اس طریق پر نہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا قائم رکھنا واجب ہے۔ آپ کی عزت و آبرو کی حالت ضروری ہے۔ اور تکلف و ایذا پر آپ کی مدد کرنا بحالت زندگی و موت ہر مومن پر

واجب ہے۔ لیکن جب اس کام کو کرنے کے لئے وہ شخص کھڑا ہو جائے۔ کہ جس کے سبب حق ظاہر ہو۔ اور جھگڑے اس سے فیصلہ ہوں۔ اور حکومت اس کی ظاہر ہو۔ تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے (کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے) ہاں اس پر کثرت سے کوئی دینے اور اس سے ڈرانے میں مدد دینے کا استحباب باقی رہتا ہے۔ اور حدیث میں جو شخص ستم ہو۔ اس کے حل کے بیان پر تو سلف کا اجماع ہے۔ پس ایسے شخص کی خیانت کے اظہار کا تو کیا کہنا (اس کا تو ضرور چاہئے)۔

اور ابو محمد بن ابی زید سے ایسے گواہ کی نسبت پوچھا گیا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسی باتیں سنے۔ کیا اس کو جائز ہے کہ اس کی گواہی پر حکم جاری ہو جائے گا۔ تو کوئی دے۔ اور ایسا ہی اگر یہ جان لے کہ حاکم اس کی گواہی پر قتل کو جائز نہیں رکھتا۔ اور توبہ لینے اور سزا کو جائز کہتا ہے۔ تاہم گواہی دے۔ اور اس کو یہ امر لازم۔ اور ان دونوں مقصودوں کے سوا اس کے قول کی حکایت کرنے کو میں اس باب میں مباح میں داخل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کی ہنسی و خوش طبعی کرنا اور زبان پر آپ کی برائی کا ذکر کرنا نہ خود بیان کرنا نہ کسی کی طرف سے قتل کرنا بلاغرض شرعی کے کسی کے لئے مباح نہیں ہے۔ ہاں گزشتہ اغراض و جواب و استحباب کے درمیان ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور کی رسالت پر افترا کرنے والوں کی حکایت اپنی کتاب میں بطور انکار کے روایت کی ہیں۔ ان کے کفر سے ڈرایا ہے۔ اس پر عذاب کا وعدہ دیا ہے۔ ان پر رد کیا ہے۔ جو ہم پر کتاب یعنی قرآن مجید میں پڑھا ہے۔

ایسا ہی اس کی مثالیں اعلیٰٰت صحیحہ میں گزشتہ وجوہ کے طور پر آئی ہیں۔ سلف و خلف اور آئمہ ہدایت کا اس پر اجماع ہے۔ کہ کافروں اور لحدوں کی باتیں اپنی کتابوں اور مجلسوں میں بیان کرنی چاہئیں۔ تاکہ لوگوں پر اظہار کریں۔ اور ان کے شبہات کو رد کریں۔ اور اگر امام احمد ضہیل نے فرقہ سمعیہ اور ان لوگوں پر کہ جو مخلوق کے ہونے یا عمل مخلوق انسان کے یا مخلوق قدیم کا انکار کیا ہے اور یہ اقسام ان کی حکایت کے لئے جائز ہیں۔ لیکن ان باتوں کا اس کے سوا ذکر کرنا یعنی آپ کی گالی آپ کے منصب



رسالت پر عیب کی حکایت اور کہانیوں اور خوش کلامی کے طور پر جیسے لوگ چھوٹی موٹی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اور بیسودہ ہنسا کرتے ہیں۔ اور یوقوفوں کا عجیب و غریب باتیں کرنا۔ قیل و قال میں لگے رہنا۔ اور بیسودہ باتیں کرتے رہنا یہ سب منع ہے۔ اور بعض تو سخت ہی منع ہیں۔ اور ان کا عذاب زیادہ ہے۔ اب جو اس کو بلا قصد بیان کرے یا جو حکایت کرتا ہے۔ تو اس کو معلوم نہیں کہ یہ کس قدر سخت ہے یا اس کی عادت نہیں یا اس قدر وہ برا کلام نہیں کہ برائی تک پہنچے۔ اور اس کی حکایت کرنے والے پر اس کی عمدگی اور درستی ظاہر نہیں ہوتی۔ تو اس کو اس سے جھڑکا جائے گا۔ اور دوبارہ بیان کرنے سے منع کیا جائے گا۔ اور اگر اس کو تھوڑی سزا کے ساتھ درست کیا جائے۔ تو وہ اس کا مستحق ہے۔ اور اگر اس کا لفظ ایسا برا ہے۔ جو کہ حد برائی تک پہنچتا ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام مالکؒ سے اس شخص کی نسبت پوچھا کہ جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ تو امامؒ نے فرمایا کہ وہ کافر ہے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔ اس نے کہا کہ میں نے دوسرے سے حکایت کی ہے۔ تب امام مالکؒ نے کہا کہ ہم نے تو تم سے سنا ہے۔ اور یہ امام مالکؒ کی طرف سے جھڑک اور سختی کے طور پر ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امامؒ نے اس پر قتل کا حکم جاری نہیں کیا۔ اور اگر یہ حکایت بیان کرنے والا اپنی حکایت میں اس بات میں متسم ہوا ہے کہ اس نے خود بتائی ہے۔ اور غیر کی طرف نسبت کرتا ہے یا یہ اس کی عادت ہے یا اس سے اس امر کی خوبی ظاہر ہوئی ہے یا ایسی باتوں کا ایقتہ ہے یا اس کو ہلکا سمجھتا ہے یا ایسی باتیں یاد رکھتا ہے۔ اور ان کو تلاش کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ججو اور گلی کے اشعار کو روایت کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کا حکم وہی ہے جو کہ خود گلی دینے والے کا ہے۔ وہ اپنی بات سے پکڑا جائے گا۔ اور اس کو غیر کی طرف نسبت کرنا کوئی مفید نہ ہو گا۔ پس اس کو جلد قتل کیا جائے۔ اور اس کو ہویہ کی طرف جو اس کی ماں ہے جلد پہنچایا جائے۔

اور بے شک ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے ایسے شخص کے بارہ میں کہ جس نے چھ

اشعار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں یاد کر لئے ہوں کہا ہے کہ یہ کفر ہے۔ اور ایک عالم نے اجماع کے بارہ میں جو رسالہ تالیف کیا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی روایت کرنا لکھنا پڑھنا اور اس کو منائے بغیر چھوڑ دینا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اسلاف پر جو کہ متقی تھے اور اپنے دین کی حفاظت کرتے تھے رحم کرے کہ بلاشبہ انہوں نے لڑائی اور تاریخ کی احادیث میں جو اس قسم کی روایات تھیں ان کو چھوڑ دیا۔ اور ان کی روایات نہیں کی۔ مگر بہت ہی تھوڑی جو بری نہ تھیں۔ پہلے اقسام کے طور پر ذکر کیا ہے تاکہ اس کے قائل کی سزا دکھلائیں۔ اور یہ کہ آپ پر افترا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ میں پکڑ لیا۔ یہ ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ ہیں۔ کہ انہوں نے عرب کے ہجو کے ان اشعار کی ان کتابوں میں تلاش کی جن کی شہادت کی طرف مجبور ہوئے تھے۔ تو وہاں پر انہوں نے ہجو شدہ کے نام کو اس کے اسم کے وزن سے کنلیہ کیا ہے۔ اور اپنے دین کی حفاظت کی ہے کہ کسی کی برائی میں جو اس کی روایت یا پھیلانے سے کرتا ہے۔ شرکت سے محفوظ رہے۔ پس یہ بات کیسے ہو کہ جس سے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو تک نوبت نہ پہنچے۔

## فصل ۸

ساتویں قسم یہ ہے کہ وہ باتیں ذکر کرے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بولنا جائز ہے یا اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ اور جو کچھ آپ پر بشری امور واقع ہیں۔ اور ان کی نسبت آپ کی طرف ممکن ہو یا ان امور کا ذکر کرے کہ جس سے آپ آزمائے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں دشمنوں کی تکلیفوں اور ایذا سے صبر کیا تھا۔ اور آپ کے ابتدائی حالات و علوات اور جو کچھ آپ کو زمانہ کی تکلیفیں پہنچیں اور زندگی کی تکالیف آپ پر گزری تھیں بیان کرے۔ یہ سب امور بطور روایات اور علمی مذاکرہ اور ان باتوں کے جاننے کے لئے ہو۔ جس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی عصمت پائی جائے۔

اور جو باتیں ان پر جائز تھیں۔

سو یہ قسم ایسی ہے کہ ان معینوں قسموں سے خارج ہے۔ کیونکہ اس میں نہ عیب ہے نہ نقصان ہے نہ اہانت ہے نہ حقارت نہ ظاہر لفظ میں نہ بولنے والے کے قصد میں۔ لیکن ضرور ہے کہ اس میں اہل علم اور سمجھ دار طالب علموں کے ساتھ کلام کرے۔ جو اس کے مقاصد کو سمجھیں۔ اور اس کے فوائد کی تحقیق کریں۔ اور ان امور سے ان کو بچایا جائے۔ جو کہ نہ سمجھتے ہوں۔ یا ان سے فتنہ کا خوف ہو۔ کیونکہ بلاشبہ بعض سلف نے عورتوں کو سورۃ یوسف پڑھانی مکروہ سمجھی۔ کیونکہ اس میں ایسے قصے ہیں۔ اور ان کی سمجھ ضعیف ہے۔ ان کی عقلیں اور اوراک ناقص ہے۔

اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے خبر دی ہے کہ میں نے شروع میں ریوڑ چرایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ **مَا مِنْ نَبِيٍّ اَتَا وَقَدَرُ مَعِيَ الْغَنَمَ** کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے ریوڑ نہ چرایا ہو۔

اور ہم کو اس کی خبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دی ہے۔ اور اس میں کہ جس کے لئے اس طرح ذکر کرے۔ کوئی نقصان نہیں بخلاف اس شخص کے کہ اس کو اہانت و تحقیر کے طور پر ذکر کرے۔ بلکہ یہ تمام عرب کی عادت تھی۔ ہاں اس میں انبیاء علیہم السلام کی نسبت حکمت بالغہ ہے۔ اور ان کو درجہ بدرجہ بزرگی تک پہنچاتا ہے۔ اور ان کو عادت ڈلواتا ہے۔ کہ اپنی امت پر اسی طرح حکومت کریں۔ کیونکہ ان کی ازل سے اور خدا کے علم سے بزرگی لکھی جا چکی ہے۔

علی ہذا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے یتیم اور یمالدار ہونے کو بطریق احسن ذکر کیا ہے۔ اور آپ کی بزرگی کی تعریف کی ہے۔ اب کوئی ذکر کرنے والا ان کو آپ کی تعریف اور آپ کے ابتدائی حالات کے بیان کرنے اور اس پر تعجب ظاہر کرنے کے لئے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ پر کیا کیا بڑی عنایت فرمائی ہے۔ اور احسن کیا ہے ذکر کرے۔ تو اس میں کچھ نقص نہیں۔ بلکہ اس میں آپ کی نبوت اور صحیح دعویٰ پر دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بعد عرب کے سرداروں اور بڑے دشمنوں پر آہستہ آہستہ غالب کر دیا۔ آپ کی حکومت کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ ان کو مغلوب

بنا دیا۔ ان کے خزانوں کی کنجیوں پر آپ کا قبضہ کر دیا۔ اور ان کے سوا دوسرے ملک آپ کو دے دیئے۔ اور ان پر خدا نے آپ کو غالب کر دیا۔ آپ کو خود مدد دی۔ اور آپ کا مومنین کو مددگار بنا دیا۔ ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔ آپ کو فرشتوں سے جو کہ نشانوں والے تھے مدد دی۔ اور اگر آپ کسی بادشاہ کے فرزند ہوتے یا آپ پہلے لشکر والوں میں سے ہوتے۔ تو بلاشبہ اکثر جہل لوگ یہ گمان کرتے کہ یہی امر ان کے غلبہ کا باعث اور ان کی بلندی کی وجہ ہے۔

اسی لئے ہر قل بادشاہ نے جبکہ ابو سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پوچھا۔ کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے (اس نے نفی میں جواب دیا) تو پھر کہا کہ اگر اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوتا تو ضرور ہم کہتے کہ یہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے باپ کا ملک چاہتا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ آپ کے صفات میں یتیم ہونا۔ اور کتب سابقہ اور پہلی امتوں میں آپ کی یہ بھی ایک علامت مذکور ہے۔ ایسا ہی آپ کا ذکر کتاب ارمیا میں ہے۔ اور ابن ابی نیرن نے عبدالمطلب سے اور بحیرہ نے ابو طالب سے ایسا ہی ذکر کیا تھا۔ علی ہذا جب آپ کی امتی کے ساتھ تعریف کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ تو یہ آپ کی تعریف ہے۔ اور آپ کی فضیلت ہے۔ جو آپ میں ثابت ہے۔ اور آپ کے معجزہ کی بناء و مضبوطی ہے۔ اس لئے کہ آپ کا بڑا معجزہ قرآن عظیم میں سے صرف یہ ہے کہ علم جزئیہ و کلیہ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ وہ علم بھی ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے۔ اور زیادہ دیے گئے۔ جیسا کہ ہم نے پہلی قسم میں بیان کیا ہے۔ اور ایسے علوم کا ایسے شخص میں پایا جاتا۔ جو کہ ان پڑھ ہو۔ جس نے نہ لکھا ہو نہ درس دیا ہو نہ کسی سے تعلیم پائی ہو۔ موجب تعجب ہو ہے۔

عبرت کا مقام انسان کے لئے معجزہ ہے۔ اور اس میں کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ نوشت و خواند سے معرفت و علم مقصود ہے۔ اور لکھنا پڑھنا اس کا آلہ اور واسطہ ہے۔ جس سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔ اور فی نفسہ مقصود نہیں ہے۔ اور جب ثمر و مقصود حاصل ہو جائے تو واسطہ اور سبب سے غنا ہوتی ہے۔ اور دوسروں میں ان پڑھ

ہونا نقصان ہے۔ کیونکہ وہ جمالت کا سبب اور کند ذہنی کی دلیل ہے۔ پس وہ خدا پاک ہے جس نے آپ کے معاملہ کو دو سروں کے معاملہ سے جدا کر دیا ہے۔ اور آپ کی شرافت میں دو سروں کا نقصان رکھا ہے۔ اور آپ کی زندگی میں آپ کے دشمنوں کی ہلاکت رکھی۔ دیکھو کہ آپ کے دل کا چاک کرنا اور اس میں سے ان کی پھکی نکالنا آپ کی پوری زندگی اور آپ کی ذات کی پوری قوت اور دل کا ثبوت قتل اور یہ بات دو سروں میں ہلاکت کی انتہا ہے۔ ان کی موت و فنا کا یقین ہے۔

اسی طرح اور امور کا حل سمجھ لو۔ مثلاً جو آپ کے اخبار و حالات ہیں آپ کا دنیا میں کم حصہ لینا۔ آپ کا لباس۔ کھانا۔ سواری۔ تواضع۔ اپنے کاموں کا خود کرنا۔ گھر کی خدمت کرنا۔ دنیا کی رغبت نہ کرنا۔ زہد اختیار کرنا۔ دنیا کی چھوٹی بڑی چیزوں میں برابری کرنا۔ کیونکہ یہ سب کچھ جلدی قافی ہونے والی ہیں۔ اور ان کے حالات جلد بدلنے والے ہیں۔ یہ سب امور آپ کے فضائل و شرافت میں سے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اب جو شخص ان کو ان موقعوں پر ذکر کرے۔ اور اس کے مطلوب کا قصد کرے تو بہتر ہو گا۔ اور جو ان امور کو اور طرح بیان کرے۔ اور اس سے اس کا برا قصد معلوم ہو۔ تو وہ ان فصلوں سے جا ملے گا۔ جن کا ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

ایسا ہی جو آپ کے اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اخبار احادیث میں آئے ہیں۔ جن کے ظاہر الفاظ میں اشکال ہے۔ اور وہ ایسی باتوں کے معنی ہیں۔ کہ ان کے حل کے لائق نہیں۔ اور تاویل کے محتاج ہیں۔ ان میں احتمال رہتا ہے۔ تو ان میں صحیح حدیث کے علاوہ اور احادیث کا بیان کرنا ضروری نہیں۔ اور ان میں سے وہی روایات کی جائیں۔ جو کہ معلوم اور ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام مالکؒ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ایسی حدیثوں کی روایت کرنے کو جو تشبیہ اور مشکل معنی کے وہم پیدا کرنے والی ہیں۔ مکروہ کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ لوگوں کو ایسی احادیث سنانے کو کونسی چیز ہلاتی ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ ابن مہلک یہ احادیث بیان کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ وہ فقہاء میں سے نہ تھے۔ اور کاش لوگ ایسی احادیث کے ترک میں امام مالکؒ کے موافق ہوتے۔ اور اس کے نہ ذکر کرنے

میں ان کی مدد کرتے۔ کیونکہ ان کے ماتحت عمل نہیں۔ یعنی عملی احادیث نہیں جو منید ہوں (بلکہ عقائد کے متعلق ہیں۔ جن کے مجملہ "ماننے سے کفایت ہوتی ہے)

اور سلف کی ایک جماعت بلکہ ان سب سے منقول ہے۔ کہ وہ اس کلام کو مکروہ سمجھا کرتے تھے کہ جس پر عمل نہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی ایک جماعت کے سامنے یہ احادیث بیان کی ہیں۔ جو کہ کلام عرب کا معنی سمجھتے تھے۔ وہ کلام کی حقیقت مجاز۔ استعارہ۔ بلاغت۔ ایجاز میں تصرف کیا کرتے تھے۔ اور ان کے حق میں یہ کلام مشکل نہ ہوتا تھا۔ پھر وہ لوگ آگئے۔ کہ جن پر بحیثیت غالب تھی (یعنی باہر کے لوگ تھے) اور ان پر جہالت اور امی ہونے کا دخل تھا۔ وہ عرب کے مقاصد میں سے صرف ظاہری الفاظ کو سمجھا کرتے تھے۔ اور اس کے اشارات کی تحقیق تک جن کی غرض ایجاز (اختصار) رمز۔ بلاغت۔ اشارہ ہے نہ پہنچتے تھے۔ پھر وہ ان کی تلویل کرنے یا ان کے ظاہری معانی پر عمل کرنے میں مختلف و متفرق ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لائے اور بعض منکر ہو گئے۔ لیکن ان میں سے وہ احادیث جو صحیح نہیں ضرور ہے کہ ان میں سے کسی کا ذکر نہ کیا جائے۔ نہ تو خدا تعالیٰ کے بارہ میں نہ اس کے انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں نہ وہ حدیثیں بیان کی جائیں۔ اور نہ ان کے معنی بہ تکلف بیان کئے جائیں۔ بہتر ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ ان میں مشغول ہونا چاہئے۔ مگر ہاں اس طرح کہ ان کو یوں بیان کیا جائے۔ کہ ان کے راوی ضعیف ہیں۔ ان کے اسناد وانی ہیں۔ اور بلاشبہ مشکل احادیث نے ابوبکر بن فورک پر اس کی کتاب مشکل الحدیث پر انکار کیا ہے۔ جو انہوں نے ان احادیث ضعیفہ موضوعہ پر کلام کیا ہے۔ جن کی نہ کوئی اصل ہے یا وہ اہل کتاب سے منقول ہیں۔ جو کہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اس کو ان احادیث کا چھوڑ دینا کافی تھا۔ اور اسی قدر کافی تھا۔ کہ ان کے ضعف پر خبردار کر دیتے۔ کیونکہ مشکل حدیث پر کلام کرنے کا یہ مقصود ہوا کرتا ہے۔ کہ اس کا اشتباہ جاتا رہے۔ اور اس کو اصل سے اکھیر دینا اشتباہ کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ اور نفس کو زیادہ تشفی ہوتی ہے۔

## فصل ۹

ایسے شخص پر کہ ان امور میں کلام کرتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہیں اور جو ناجائز ہیں۔ اور اس شخص پر کہ جو آپ کے حالات کا بیان کرنے والا ہے جن کو ہم اس سے پہلے فصل میں بطریق یاد و تعلیم بیان کر چکے ہیں۔ یہ واجب ہے کہ وہ اپنے کلام میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے۔ آپ کے حالات بیان کرے۔ آپ کی واجبی توقیر و عظمت کا التزام کرے۔ اپنی زبان کے حالات کا خیال رکھے۔ اس کو مہمل نہ چھوڑے۔ آپ کے ذکر کے وقت ادب کی علامات اس پر ظاہر ہوں۔ اور جب آپ کی سختیوں کا جو آپ نے برداشت کی ہیں ذکر کرے۔ تو اس پر شفقت اور قلق اور آپ کے دشمن پر غصہ طاری ہو۔ اور اس بات کو دوست رکھے کہ اگر قدرت ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرین ہو جائے۔ اگر ممکن ہو تو آپ کو مدد دے۔ اور جب عصمت کے بارہ میں شروع ہو۔ اور آپ کے اعمال و اقوال میں کلام کرے۔ تو اچھے الفاظ و ادب عبارت کو تلاش کرے۔ جہاں تک ہو سکے برے الفاظ سے بچے۔ اور قبیح عبارت کو چھوڑے۔ جیسے جمل و کذب و معصیت کے الفاظ۔ اور جب آپ کے اقوال میں کلام کرے۔ تو یوں کہے کیا آپ پر قول و اخبار میں خلاف جائز ہے بخلاف اس کے کہ آپ سے سو یا غلطی سے واقع ہو۔ اور اسی قسم کی عبارت لائے۔ اور جھوٹ کے لفظ سے تو بالکل پرہیز کرے۔ اور جب آپ کے علم میں کلام کرے۔ تو یوں کہے کہ کیا جائز ہے کہ آپ صرف اسی کو جانتے ہیں کہ جو آپ کو سکھایا گیا ہو۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس بعض باتوں کا علم نہ ہو۔ حتیٰ کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اور جمل کا لفظ نہ کہے۔ کیونکہ یہ لفظ برا ہے۔ اور جب آپ کے افعال میں کلام کرے تو کہے۔ کہ کیا آپ سے بعض حکیموں اور ممنوع چیزوں کی مخالفت اور صغیرہ گناہوں کا واقع ہونا جائز ہے۔ پس اس قسم کے الفاظ اس قول کی نسبت کہ یوں کہے کہ آپ کا گناہ کرنا مافرمائی جائز ہے۔ کیا آپ ایسے گناہ کرتے تھے بہت بہتر اور زیادہ ادب کا کلام ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر

اور میں نے بعض حکما کو دیکھا ہے۔ کہ وہ اس امر سے محفوظ نہیں رہے۔ اور اس سے یہ بات بری سمجھی گئی ہے۔ اور اس میں اس کی عبارت کو میں بہتر نہیں سمجھتا اور میں نے بعض انصافوں کو پایا ہے۔ کہ وہ ایسے عالم پر افترا کرتا ہے۔ اور وہ بات اس پر لگاتا ہے جو اس نے نہیں کہی۔ اس وجہ سے کہ اس نے عبارت میں حفظ مراتب کا خیال نہیں کیا۔ اور اس پر وہ طعن و تشنیع کرتا ہے۔ جس کا وہ انکار کرتا ہے۔ اور اس کے قائل کو کافر کہتا ہے (مطلب یہ کہ عبارت میں ادب تو چاہئے۔ لیکن زبردستی قائل کی نیت کے جو خلاف کافر کہہ دینا زیادتی اور ظلم ہے) اور جب اس طرح کی باتیں لوگوں کے درمیان ان کے آداب و حسن معاشرت و خطابت میں مستعمل ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے بارہ میں ان کا استعمال بڑا ضروری ہے۔ اور اس کے التزام کی زیادہ تاکید ہے۔ پس عبارتی خوبی کسی شے کو برا بناتی ہے یا اچھا بناتی ہے۔ اور اس کا لکھنا اور درست کرنا کسی امر کو بڑا بناتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان من البیان لصعراۃ بیشک بعض بیان تو جلو ہوتا ہے۔

لیکن وہ باتیں کہ بطریق نفی یا آپ کو اس سے پاک سمجھنے کے لئے لایا ہو۔ تو اس عبارت کے لانے اور تصریح کرنے کا مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ یوں کہے کہ آپ پر کسی قسم کا جھوٹ کہنا۔ اور آپ سے کسی طرح سے کبیرہ گناہوں کا صدور اور کسی حل میں آپ کا حکم میں ظلم کرنا بالکل جائز نہیں۔ لیکن بلوجود اس کے آپ کی توقیر۔ عظمت۔ عزت کا تصور۔ جبکہ آپ کا صرف ذکر کیا جائے واجب ہے۔ چہ جائیکہ ایسی باتوں کے ذکر کے وقت اور بلاشبہ سلف کا یہ حل تھا۔ کہ ان پر صرف آپ کے ذکر کے وقت سخت حالات ظاہر ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے دوسری قسم میں بیان کئے ہیں۔

اور بعض سلف قرآن شریف کی آیات پڑھتے وقت جن میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کا اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو خدا کی آیات کے منکر ہیں اور اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اس کا التزام کیا کرتے تھے۔ پس ایسے وقت ان آیات کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ کہ جس سے اپنے رب کی تعظیم۔ اس کا جلال۔ کافروں کے شبہ سے دُور ظاہر ہو۔



## دوسرا باب

اس شخص کے حکم و عذاب کے بارہ میں کہ جو آپ کو گلی دیتا ہے آپ کا عیب بیان کرتا ہے۔ آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس کی توبہ و وراثت کا ذکر

### فصل ۱

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گلی اور تکلیف ہے۔ اور ہم نے علماء کا اجماع ایسے شخص کے قتل پر ذکر کیا ہے کہ جو ایسی باتیں کہے اور کہے۔ اور امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولی دے۔ اور اس پر ہم نے دلائل بیان کئے ہیں۔

اب جان لے کہ امام مالکؒ اور ان کے شاگردوں اور سلف و جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اس کو بطور حد کے قتل کیا جائے نہ بطور کفر کے۔ اگر اس سے توبہ کا اظہار ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ اس پر اصرار کرے تو کافر ہو گا) اس لئے ان کے نزدیک اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس کی توبہ نفع نہ دے گی۔ نہ اس کا رجوع مفید ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس قول میں اس کا حکم زندیق کا اور اس شخص کا ہے جو کہ کفر کو دل میں رکھے۔ اور خواہ اس کی توبہ اس قول کے موافق اس پر قدرت اور گواہی کے بعد ہو یا وہ اپنی طرف سے توبہ کرتا ہوا آئے۔ کیونکہ یہ واجب حد ہے جیسی لوہ حدوں ہیں۔

شیخ ابوالحسن قلابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ جب وہ گلی کا اقرار کرے۔ اور اس سے توبہ کر جائے۔ تو توبہ کا اظہار کرے تو گلی کے باعث اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ یہی اس کی سزا ہے۔ اور ابو محمد بن ابی زید بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ لیکن اس میں اور خدائے تعالیٰ میں اس کی توبہ نفع دے گی۔

ابن سخون کہتے ہیں کہ جس نے موحدین میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دی پھر اس نے اس سے توبہ کی۔ تو اس کی توبہ اس کے قتل کو دور نہ کرے گی۔ اور

ایسا ہی زندیق کے بارہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ جبکہ توبہ کر کے آئے۔  
 قاضی ابوالحسن بن قسار کے اس میں دو قول ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے مشائخ  
 میں سے بعض تو کہتے ہیں۔ کہ اس کے اقرار کے ساتھ اس کو میں قتل کر ڈالوں گا۔  
 کیونکہ وہ قاتل تھا کہ اپنے آپ کو چھپائے۔ لیکن جب اس نے اقرار کر لیا تو ہم نے  
 گمان کیا کہ وہ اپنے حل کے ظاہر ہونے سے ڈر گیا۔ اس لئے اس نے اظہار کی جلدی  
 کی۔

اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ کیونکہ میں  
 اس کی صحت پر اس کے آنے سے استدلال کرتا ہوں۔ گویا ہم اس کے باطن پر واقف  
 ہو گئے۔ بخلاف اس شخص کے کہ جس کو دلیل نے مقید کر دیا ہے۔ قاضی ابوالفضل  
 کہتے ہیں کہ یہ قول اصح کا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گالی دینے والے  
 کا مسئلہ بڑا سخت ہے۔ اس میں اصل گزشتہ پر خلاف متصور نہیں۔ کیونکہ یہ حق ہے۔  
 جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اور آپ کی امت کا حق بھی آپ کے  
 باعث ہے۔ اس کو توبہ ساقط نہیں کرتی۔ جیسا کہ باقی لوگوں کے حقوق ہیں۔

اور جب زندیق اپنے پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے۔ تو امام مالکؒ اور یسٹ و  
 اسلمیہ و احمدؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک  
 قبول کی جائے گی۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے۔

ابن المنذر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس سے توبہ  
 لی جائے گی۔

محمد بن یحیٰی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے سے کوئی  
 مسلمان توبہ کرے۔ تو اس سے قتل دور نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ ایک دین سے دوسرے دین  
 کی طرف نہیں گیا۔ اور اس نے ایک ایسا ہی کام کیا ہے۔ کہ جس کی حد ہمارے  
 نزدیک قتل ہے۔ اس میں کسی کے لئے معافی نہیں ہے۔ جیسے زندیق۔ کیونکہ وہ ایک  
 ظاہر امر سے دوسرے ظاہر کی طرف منتقل نہیں ہوا۔

اور قاضی ابو محمد بن نصر اس کی توبہ کے ساقط الاعتبار ہونے پر یہ دلیل بیان کرتے

ہیں۔ کہ اس میں اور اس شخص میں جو کہ خدائے تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔ اور مشہور قول میں اس سے توبہ لی جائے یہ فرق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ اور انسان ایک جنس ہے۔ کہ جس کو نقصان پیش آتا ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ نبوت کے ساتھ عزت دے۔ اور اللہ تعالیٰ تو تمام عیبوں سے قطعاً پاک ہے۔ وہ ایسی جنس نہیں کہ جس کو اپنی جنس کے ساتھ نقصان لاحق ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی ارتداد کی طرح نہیں۔ جس میں توبہ مقبول ہوتی ہو۔ کیونکہ ارتداد کا ایسا معنی ہے کہ جس کے ساتھ مرتد تھا ہے۔ اس میں کسی اور آدمی کا حق نہیں۔ اس لئے اس کی توبہ قبول کی گئی۔ اور جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو اس میں آدمی کا حق متعلق ہو گیا۔ اور وہ اس مرتد کی طرح ہو گیا۔ جو کہ مرتد ہونے کے وقت کسی کو قتل کر ڈالے۔ یا کسی پاک دامن کو زنا کی گالی نکالے۔ کیونکہ بلاشبہ اس کی توبہ اس سے قتل اور قذف کی حد کو ساقط نہیں کرتی۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ مرتد کی توبہ جب قبول کی جاتی ہے۔ تو اس کے گناہوں زنا و چوری وغیرہ کو ساقط نہیں کرتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اس معنی کو کہ آپ کی عزت کی بڑائی اور اس سے نقصان کو دور کرنے کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے اس کو توبہ ساقط نہیں کرتی۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ وہ اس بات کا اس لئے ارادہ کرتا ہے۔ کہ اس کی گالی ایسے لفظ سے نہیں کہ کفر کا متقاضی ہو۔ لیکن معنی عیب و خفت کے ہے یا اس لئے کہ اس کی توبہ اور اس کے رجوع کے اظہار سے اس کفر کا نام ظاہر میں جاتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس پر گالی کا حکم باقی رہتا ہے۔

ابو عمران قاضی کہتے ہیں۔ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ پھر اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔ کیونکہ بلاشبہ گالی آدمیوں کے حقوق میں سے ہے۔ جو مرتد سے ساقط نہیں ہوتے۔ اور ہمارے ان مشائخ کا کلام اس قول پر مبنی ہے۔ کہ اس کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا۔

نہ بطور کفر کے۔ اور یہ تفصیل کا محتاج ہے۔

لیکن ولید بن مسلم کی روایت پر جو امام مالکؒ اور ان لوگوں سے ہے جو ان کے موافق ہیں۔ جن کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کے اکثر اہل علم قائل ہوئے ہیں۔ سو بیشک انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ ارتداد ہے۔ ان سب۔ نہ کہا ہے۔ کہ اس سے توبہ لی جائے گی۔ اگر وہ توبہ کر گیا۔ تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اور اگر انکار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ اور اس کو اس وجہ میں مطلقاً مرتد کا حکم کیا جائے گا۔ اور درجہ اول زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور ہم اس میں مفصل کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس شخص نے اس کو ارتداد نہیں کہا۔ تو وہ اس میں قتل کو حد کے طور پر واجب کہتا ہے۔ اور اس کو ہم دو فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ یا تو وہ اس امر کا انکار کرتا ہے کہ جس پر اس کی گواہی دی گئی ہے۔ یا اس سے پھرنے اور توبہ کا اظہار کرتا ہے۔ تب ہم اس کو حد کے طور پر قتل کریں گے۔ کیونکہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کلمہ کفر اور آپ کی اس عزت کی جو خدائے تعالیٰ نے آپ کے حق میں کی ہے حقارت ثابت ہو چکی ہے۔ اور ہم نے اس کی میراث وغیرہ میں زندیق کا حکم جاری کیا ہے۔ جبکہ اس پر ظاہر ہو جائے۔ اور وہ انکار کرے یا توبہ کرے۔ اگر یوں کہا جائے کہ تم اس پر کفر کیونکر ثابت کرتے ہو۔ بحالیکہ اس پر کلمہ کفر کی گواہی دی گئی ہے۔ اور اس پر کفر کا حکم جاری نہیں کرتے۔ کہ اس سے توبہ وغیرہ طلب کی جائے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اگرچہ ہم قتل کرنے میں اس پر کافر کا حکم ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس پر ہم کو یقین نہیں۔ کیونکہ وہ توحید و نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ اور جو اس پر گواہی دی گئی ہے۔ اس کا انکار کرتا ہے یا اس کا یہ گمان ہے۔ کہ یہ اس سے خطا ہو گئی ہے۔ اور گناہ ہوا ہے۔ اور یہ کہ وہ اس سے باز رہتا ہے۔ اس پر شرمندہ ہے۔ اور یہ کوئی منع نہیں۔ کہ بعض اشخاص پر کفر کے بعض احکام ثابت کئے جائیں۔ اگرچہ اس کی خصوصیات ثابت نہ ہوں جیسے کہ تارک نماز کا قتل۔ لیکن جس کی نسبت یہ علم ہو جائے کہ اس نے آپ کو اعتقاداً حلال جان کر گالی دی ہے۔ تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ علیٰ ہذا اس کی گالی دل میں

رنا کفر ہے۔ جیسے کہ آپ کو جھوٹا یا کافر کہے۔ پس یہ باتیں ایسی ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اس کو قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس سے توبہ کرے۔ کیونکہ بلاشبہ ہم اس کی توبہ قبول نہ کریں گے۔ اور اس کو توبہ کے بعد بطور حد کے قتل کریں گے۔ کیونکہ وہ گالی دے چکا ہے۔ اور پہلے کفر کر چکا ہے۔ اس کے بعد اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جو اس کی صحت توبہ پر مطلع ہے۔ اس کے دل کا عالم ہے۔ اور علی ہذا وہ شخص ہے جو کہ توبہ کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور جو اس پر گواہی دی گئی ہے۔ اس کا وہ اقرار کرتا ہے۔ اس پر پختہ ہے۔ سو وہ اپنی بات سے کافر ہے۔ اور اس کو حلال جاننے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنگام حرمت کرتا ہے۔ اس کو بلا خلاف کافر جان کر قتل کیا جائے گا۔ پس اسی تفصیل پر علماء کے کلام کو سمجھ۔ ان کی مختلف عبارات کو ان کے حجت لانے میں محمول سمجھ۔ ان کے اختلافات کو ورثہ وغیرہ میں ایسی ترتیب پر جاری کر۔ کہ ان کے مطالب تم کو واضح ہو جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## فصل ۲

جب ہم نے کہا کہ اس سے توبہ لی جائے۔ کہ وہ صحیح ثابت ہو۔ تو اس میں وہی اختلاف ہے کہ جو مرتد کی توبہ میں اختلاف ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور سلف نے اس کے وجوب و کیفیت مدت میں اختلاف کیا ہے۔ جمہور اہل علم ادھر گئے ہیں۔ کہ مرتد سے توبہ لی جائے۔ اور ابن قسار نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول توبہ لینے میں بہت اچھا ہے۔ ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ اور یہی قول حضرت عثمان و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور یہی عطاء بن ابی رباح نعمی ثوری مالک اور ان کے شاگرد اور اوزاعی شافعی احمد اسحاق اور اصحاب رائے (رحمۃ اللہ علیہم) کہتے ہیں۔

اور طاؤس عبید بن عمیر حسن بصری رحمہم اللہ ایک روایت میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اسی کو عبد العزیز بن ابی سلمہ کہتے ہیں۔ اور اس کو معاذ سے

اور عنون نے معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار کیا ہے۔ اس کو مٹھلویؒ نے ابو یوسفؒ سے بیان کیا ہے۔ اور یہی اہل ظاہر کا قول ہے۔ یہ سب کہتے ہیں کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ مفید ہوگی۔ لیکن اس کا قتل موقوف نہ ہو گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنے دین کو بدل ڈالے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔

اور عطاء سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اسلام میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور غیر اسلامی سے یعنی اس سے کہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اور بعد میں اسلام میں داخل ہوا۔ توبہ لی جائے۔

اور عطاء سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اسلام میں پیدا ہوا تھا۔ تو اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور اسلامی سے یعنی اس سے کہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اور بعد میں اسلام میں داخل ہوا۔ توبہ لی جائے۔

اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ مرتد مرد اور عورت اس میں برابر ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے اور اس کو لورہ بنایا جائے۔ یہی عطا قلوہ وہ کہتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عورتوں کو مرتد ہونے سے قتل نہ کیا جائے۔ اور یہی ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ آزاد غلام مذکور مؤنث اس میں برابر ہیں۔ توبہ کی مدت جمہور کے نزدیک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اس سے تین دن تک توبہ نہ لی جائے۔ ان دنوں تک اس کو قید رکھا جائے۔ اور اس میں حضرت عمرؓ سے اختلاف ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا ایک قول ہے۔ اور یہی احمد و اسحاق کا قول ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے پسند کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ انتظار بدون تاخیر کے نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اس پر جمہور نہیں ہیں۔

شیخ ابو محمد بن ابی زید کہتے ہیں۔ کہ تاخیر سے تین دن کا ارادہ کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کہتے ہیں۔ کہ میں مرتد کے بارہ میں جس پر عمل کرتا ہوں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ کہ اس کو تین دن قید رکھا ہے۔ اور ہر دن اس پر توبہ

پیش کی جائے۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

ابوالحسن قنارؒ کہتے ہیں کہ تین دن کی تاخیر میں امام مالکؒ سے دو روایت ہیں۔ کیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے۔ اصحاب رائے نے تین دن تک اس سے توبہ لینا اور تاخیر کرنا اچھا کہا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت سے توبہ لی۔ اس نے توبہ نہ کی۔ تو اس کو قتل کر دیا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے ایک دفعہ توبہ کرنے کو کہا ہے۔ اور کہا کہ اگر توبہ نہ کرے۔ تو اسی جگہ قتل کیا جائے۔ اس کو مزنی نے اچھا سمجھا ہے۔

زہریؒ کہتے ہیں کہ اس کو اسلام کی دعوت تین مرتبہ دی جائے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو قتل کیا جائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو ماہ تک اس سے توبہ لی جائے۔ اور نفعیؒ کہتے ہیں کہ ہمیشہ اس سے توبہ لی جائے۔ اور اسی کو سفیان ثوریؒ نے لیا ہے۔ جب تک کہ اس کی توبہ کی امید کی جائے۔

اور ابن قنارؒ نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اس کو تین دن تک تین دفعہ توبہ کرائی جائے یا تین جمعہ تک ہر جمعہ کو ایک دفعہ۔

اور امام محمدؒ کی کتاب میں ابوالقاسم سے مروی ہے کہ مرتد کو اسلام کی طرف تین دفعہ بلایا جائے۔ پھر وہ انکار کرے تو اس کی گردن ماری جائے۔ اور اس میں اختلاف ہے۔ کہ توبہ کے دنوں میں اس کو جھڑکا جائے یا اس پر سختی کی جائے تاکہ توبہ کرے یا نہ کی جائے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں۔ کہ مجھے توبہ لینے میں اس کو درد پہنچانا اور پیاسا رکھنا معلوم نہیں۔ اور کھانا وہ دیا جائے جو اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

اور اصمغ کہتے ہیں کہ توبہ کے دنوں میں اس کو قتل کا ڈر سنایا جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے۔

اور ابوالحسن طابش کی کتاب میں ہے کہ ان دنوں میں اس کو وعظ سنایا جائے۔ اور

جنت کا ذکر کیا جائے۔ دوزخ سے ڈرایا جائے۔

اصح کہتے ہیں۔ کہ جس قید خانہ میں اس کو قید کیا جائے خواہ اور لوگوں کے ساتھ مقید رکھا جائے یا اکیلا۔ اور مضبوط باندھا جائے برابر ہے۔ اور اس کا مل جبکہ اس امر کا خوف ہے کہ وہ مسلمانوں پر تکلف کر دے گلہ موقوف رکھا جائے۔ اسی سے اس کو کھلایا اور پلایا جائے۔ اور ایسا ہی اس کو برابر توبہ دی جائے۔ جتنی دفعہ رجوع کرے اور مرتد ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاشبہ بنہاں سے جو چار دفعہ مرتد ہو گیا تھا۔ توبہ لی۔ یہی امام شافعیؒ و احمدؒ کا قول ہے۔

ابن وہب امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جتنی دفعہ وہ اسلام سے پھرے برابر اس سے توبہ لی جائے۔ یہی امام شافعیؒ و احمدؒ کا قول ہے۔ اور اس کو ابن القاسم نے کہا ہے۔

اسحق کہتے ہیں۔ کہ چوتھی دفعہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور اصحاب رائے کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ چوتھی دفعہ توبہ نہ کرے۔ تو اس کو بدوں توبہ قتل کیا جائے۔ اور اگر توبہ کرے تو اس کو درد ناک مارا جائے۔ اور قید خانہ سے جب تک اس پر توبہ کا اثر عجز نہ ہو نکالا نہ جائے۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ ہم کسی کو نہیں جانتے۔ کہ جس نے مرتد کو پہلی دفعہ ہی جب وہ مرتد ہوا ہو سزا دی ہو۔ یہی مذہب امام شافعیؒ و ابو حنیفہؒ کوئی کا ہے۔

### فصل ۳

(یہ اس کا حکم ہے کہ جس پر یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ جس کا ثبوت اقرار یا سچے گواہوں سے ہوا ہو۔ جن پر کوئی طعن نہ ہوا ہو) لیکن وہ شخص جس پر یہ بات ثابت نہ ہوئی ہو۔ بلکہ ایک شخص نے یا غیر معتبر لوگوں نے گواہی دی ہو۔ یا اس کا قول ثابت تو ہوا ہے۔ لیکن اس میں احتمال ہے۔ کہ وہ صاف طور پر نہیں۔ اور ایسا ہی اگر اس نے توبہ کر لی۔ اس قول کے موافق جو اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ تو ایسے شخص سے



قتل موقوف ہو گا۔ اور اس پر امام کا اجتہاد جاری ہو گا۔ جو ان امور کے لحاظ کے مطابق ہو گا۔ اس کی شہرت کیسی ہے۔ اس پر گواہی زبردست ہے یا ضعیف۔ اس سے اکثر دفعہ یہ بات سنی گئی ہے۔ کیا اس کی ظاہری حالت یہ ہے کہ وہ دین میں متم ہے۔ کیا وہ بے وقوفی اور مسخرہ پن میں مشہور ہے۔ اب جس کا معاملہ زبردست ہو اس کو سخت سزا دے گا۔ یعنی سنگین قید خانہ زنجیروں میں سخت جکڑ دینا جہاں تک اس کی طاقت کی انتہا ہے۔ اتنا ہے کہ ضرورت کے لئے کھڑے ہونے کو نہ روکے۔ اس کو نماز کے قیام سے نہ بٹھا دے۔ اور یہی ہر اس شخص کا حکم ہے کہ جس پر قتل واجب ہے۔ لیکن اس کے قتل کو دوسرے سبب کے لحاظ سے موقوف رکھائے۔ جو کہ اس کو ضروری بناتا ہے۔ اور اس کے معاملہ میں تاخیر کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مشکل اور مانع ہے۔ جس کو اس کا حال متقاضی ہے۔ سزا میں سختی کے حالات اس کے حال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جایا کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ ولید نے امام مالکؒ و اوزاعی سے روایت کی ہے۔ کہ یہ ارتداد ہے۔ اور جب توبہ کرے تو سزا دی جائے۔ اور کتاب منیبہ اور کتاب محمدؐ میں اشب کی روایت سے امام مالکؒ کی یہ روایت ہے۔ کہ جب مرتد توبہ کرے۔ تو اس پر سزا نہیں ہے۔ اس کو بخون نے کہا ہے۔ اور ابو عبد اللہ بن عتاب نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اور اس پر دو گواہوں نے گواہی دی۔ ان دونوں میں سے ایک عادل گواہ تھا۔ یہ فتویٰ دیا تھا۔ کہ اس کو سزا دی جائے جو دردناک ہو۔ اور رنج وہ ہو۔ اور لمبی قید ہو۔ حتیٰ کہ اپنی توبہ ظاہر کرے۔ قابی نے اسی طرح کہا ہے۔ اور جس شخص کا آخری معاملہ قتل ہو۔ پھر کوئی مانع آجائے۔ جو اس کے قتل میں اشکال پیدا کر دے۔ تو اس کو قید سے چھوڑنا نہ چاہئے۔ بلکہ دیر تک قید میں رکھنا چاہئے۔ اگرچہ اس کی اتنی مدت ہو کہ وہ اس مدت تک نہ ٹھہر سکے۔ اور اس پر زنجیر اس قدر ڈالے جائیں کہ وہ اٹھا سکے۔ اور اسی طرح اس شخص کے بارہ میں اس نے کہا ہے کہ جس کا معاملہ مشکل ہو جائے۔ تو اس کو زنجیروں میں سخت باندھا جائے۔ اور اس کو قید خانہ کی سنگین سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ اس کا حال معلوم ہو جائے۔ کہ

اس پر کیا واجب ہے (سزا یا قتل یا چھوڑ دینا)

اور دوسرے ایسے مسائل ہیں۔ اسی طرح کہا ہے۔ اور سوائے کھلی بات کے خون نہیں کئے جاتے۔ اور بے وقوفوں کے لئے کوڑوں اور قید خانہ کی سزا ہوتی ہے۔ اور سخت سزا دی جلیا کرتی ہے۔ اور جس پر دو گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ ثابت نہ ہو۔ اور مجرم نے ان دونوں کی عداوت ثابت کر لی یا ایسی جرح کی کہ جس سے ان دونوں کی گواہی ساقط ہو جائے۔ اور یہ بات ان دونوں کے سوا اور کسی سے نہیں سنی گئی۔ تو ایسے شخص کا معاملہ خفیف ہے۔ کیونکہ اس سے یہ حکم ساقط ہو جائے گا۔ اور گویا کہ اس پر ایسے شخص کی نسبت کہ وہ اس کا لائق ہو گواہی نہیں دی گئی۔ مگر اس صورت میں کہ وہ مجرم اس کے لائق ہے۔ اور گواہ مشہور ہوں۔ پھر ان دونوں کی گواہی کو عداوت کی وجہ سے ساقط کرتا ہے۔ سو اگرچہ ان دونوں کی گواہی سے اس پر حکم جاری نہ ہو گا۔ لیکن ان کی سچائی یہ بدظنی دور نہ کرے گی۔ اور حاکم کے لئے اس کی سزا دینے میں اجتہاد کا موقع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رہنمائی کا مالک ہے۔

## فصل ۴

یہ تو مسلمان کا حکم ہے۔ لیکن ذی جب آپ کی گالی کی تصریح کرے یا اشارہ کرے یا آپ کی عزت کو ہلکا سمجھے یا اس وجہ کے بغیر جس سے وہ کافر ہے۔ آپ کی تعریف کرے۔ تو ہمارے نزدیک اس کے قتل میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر وہ مسلمان نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم نے اس کو ذمہ یا عہد اس پر نہیں دیا۔ یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ مگر ابو حنیفہ و ثوریؒ اور ان دونوں کے مقلد کوفہ والے یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ جو اس پر شرک ہے۔ وہی بہت بڑا ہے۔ لیکن اس کو سزا دی جائے۔ اور تعزیر لگائی جائے۔

ہمارے بعض اساتذہ نے اس کے قتل پر اس آیت سے دلیل لی ہے۔

وَإِنْ نَكَحْتُمُوهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكُمْ مِنْهُنَّ وَطَعْتُمْ فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا لِنَمَةِ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا يَمَانُ لَهُمْ

لَعَنَهُمُ يَنْتَهُونَ (پ ۱۰ ع ۸)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

اور اس سے بھی دلیل لائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اشرف وغیرہ کو قتل کیا تھا۔ اور اس لئے ہم نے ان کو عہد و ذمہ اس پر نہیں دیا۔ اور یہ ہمیں جائز نہیں کہ ان کے ساتھ ایسا کریں۔ اور پھر جبکہ وہ کلمہ کریں کہ جس کا ان کو عہد و ذمہ نہیں دیا گیا۔ تو بلاشبہ انہوں نے ذمہ کو توڑ ڈالا۔ اور وہ کفار اہل حرب بن گئے۔ کہ وہ کفر کی وجہ سے قتل کئے جائیں گے۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ ان کا ذمہ ان سے حدود و اسلام کو ساقط نہیں کرتا۔ یعنی مسلمانوں کے مالوں کی چوری میں ہاتھ کٹتا۔ اور ان میں سے جس کو قتل کریں ان کو قتل کر ڈالنا۔ اگرچہ یہ ان کے نزدیک حلال ہو۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے میں ان کو قتل کیا جائے گا۔ اور ہمارے اصحاب کے ظاہر اقوال ایسے بھی آئے ہیں۔ کہ اس کے خلاف ہیں۔ جبکہ ذی اس وجہ کو بیان کرے۔ جس وجہ سے وہ کافر ہے۔ تم عنقریب اس پر ابن القاسم اور ابن عسکون کے کلام سے اس کے بعد واقف ہو گے۔

ابوالمصعب نے اس میں اپنے اصحاب سے جو منیٰ ہیں اختلاف کیا ہے۔ جبکہ آپ کو گالی دے۔ اور پھر اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا اسلام اس قتل کو ساقط کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے پہلے کفریات کو باطل کر دیتا ہے۔ بخلاف مسلمان کے جبکہ آپ کو گالی دے۔ پھر توبہ کرے۔ کیونکہ ہم یقیناً "کافر کے باطن کو جانتے ہیں کہ وہ آپ سے بغض رکھتا ہے۔ اور دل سے آپ کا عیب کرتا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو ظاہر کرنے سے منع کر دیا ہے۔ پس اس نے صرف یہی امر زیادہ کیا ہے۔ کہ حکم کے برخلاف اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور عہد کو توڑا ہے۔ اور جب وہ اپنے پہلے دین سے لوٹ کر اسلام کی طرف آیا۔ تو اس کی پہلی باتیں ساقط ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَغْفَرَةٌ (پ ۹ ع ۸)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ :- تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا۔

اور مسلمان اس کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کے باطن سے اس کے ظاہر کا گمان کیا تھا۔ اور اس وقت اس کے برخلاف ظاہر ہوا ہے۔ پس اس کے بعد اس کا رجوع قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ہم کو اس کے باطن پر اطمینان نہیں۔ جبکہ اس کی باطنی باتیں ظاہر ہو گئیں۔ اور جو اس پر احکام ثابت ہیں۔ وہ اس پر باقی ہیں۔ ان کو کسی چیز نے ساقط نہیں کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ ذی گالی دینے والے کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے جو اس پر واجب ہے۔ کیونکہ اس نے آپ کی عزت کو توڑا ہے۔ اور اس نے آپ کو عیب لگانے کا قصد کیا ہے۔ پس اس کا اسلام کی طرف رجوع کرنا ایسے امر کے ساتھ نہیں ہوا کہ قتل کو ساقط کر دے جیسا کہ اس پر مسلمانوں کے حقوق اسلام سے پہلے واجب تھے۔ یعنی قتل اور قذف (یعنی قصاص اور حد قذف) اور جب ہم مسلمانوں کی توبہ نہیں قبول کرتے (جبکہ وہ حضور کو گالی دے بلکہ قتل کرتے ہیں) تو کافر کی توبہ بطریق اولیٰ اقل ہے۔ (مگر اس پر شارح نے اعتراض کیا ہے)

امام مالکؒ نے کتاب ابن صیب اور مبسوط میں اور ابن القاسم ابن ماحون ابن عبدالحکم اصبح نے اس شخص کے بارہ میں کہ جو اہل ذمہ میں سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی انبیاء علیہم السلام کو گالی دے۔ کہا ہے کہ قتل کر دیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اس کو ابن القاسم نے عتبہ میں کہا ہے۔ اور یہ محمدؐ اور ابن سخون کے نزدیک ہے۔ سخون اور اصبح کہتے ہیں کہ یہ نہ کہا جائے کہ تو مسلمان ہو جا۔ اور نہ یہ کہے کہ تو اسلام نہ لا۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہو گیا۔ تو یہ اس کی توبہ ہے۔

اور کتاب محمدؐ میں ہے۔ کہ ہم کو اصحاب مالکؒ نے خبر دی۔ کہ امام مالکؒ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا کسی اور نبیؐ کو مسلمان ہو یا کافر۔ قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔ اور امام مالکؒ سے ہم

کو روایت پہنچی ہے مگر یہ کہ کافر مسلمان ہو جائے۔

اور ابن وہب نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ کہ ایک راہب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ تو ابن عمر نے کہا کہ تم نے اس کو کیوں قتل نہ کیا۔

اور عیسیٰ نے ابن قاسم سے اس ذی کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رسول ہو کر نہیں آئے۔ وہ تو تمہاری طرف ہی بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارا نبی تو موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کرے۔ یہ روایت کی ہے کہ اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے کفر پر ثابت رکھا ہے (کہ ان پر جزیہ لگا دیا ہے) لیکن اگر اس نے گالی دی پھر کہا کہ وہ نبی نہیں یا رسول نہیں یا ان پر قرآن نازل نہیں ہوا۔ اور وہ تو ان کی بتاؤں باتیں ہیں یا اس قسم کی اور باتیں کہے۔ تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم کہتے ہیں جبکہ نصرانی بنے یہ کہا کہ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ تمہارا دین گدھوں کا دین ہے۔ اور اس قسم کی بکواس کی۔ یا مؤذن کو سنا کہ وہ کہتا ہے۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ پھر اس نے کہا کہ ایسا ہی تم کو خدائے تعالیٰ دیتا ہے۔ پس اس میں سزا دردناک ہے۔ اور لمبی قید ہے کہ۔ لیکن اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی گالی دی جو مشہور ہے۔ تو بیشک اس کو قتل کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔ اس کو امام مالکؒ نے کئی دفعہ کہا ہے۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس سے توبہ لی جائے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک اس کے قول کا محل یہ ہے۔ کہ اگر وہ خوشی سے مسلمان ہو گیا۔ سلیمان بن سالم کے سوالات میں جو ابن عنون سے کئے تھے ایک سوال یہ تھا کہ یہودی نے مؤذن سے جبکہ وہ تشدد کے اگر یہ کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اس کو سخت سزا دردناک دی جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔

اور نوادر میں عنون کی روایت امام مالکؒ سے ہے۔ کہ جس یہودی یا نصرانی نے بغیر اس وجہ کے کہ جس سے وہ کافر بنے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو گالی دی تو اس کی گردن

اڑائی جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

محمد بن عتوں کہتے ہیں کہ یوں کہا جائے کہ تم نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گولی دینے سے کیوں قتل کیا۔ حالانکہ اس کے دین میں آپ کو گولی دینا اور آپ کو جھٹلانا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ہم نے ان کو اس بات کا عہد نہیں دیا۔ اور نہ اس کا کہ وہ ہم کو قتل کر ڈالیں۔ ہمارے ہاں چھین لیں اور جب اس نے ہم میں سے کسی کو قتل کر ڈالا تو ہم اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ اگرچہ اس کے دین میں ہمارا قتل حلال ہے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گولی دینا ظاہر ہو جائے (تو اس کو قتل کر ڈالیں گے)

عتوں کہتے ہیں کہ جس طرح اگر اہل حرب ہم کو اس شرط پر جزیہ دیں۔ کہ وہ آپ کی گولی پر ثابت رہیں گے۔ تو ہم کو یہ شرط کرنا کسی قول کے مطابق جائز نہیں۔ ایسا ہی ان میں سے جو شخص آپ کو گولی دے کر نقص عہد کرے (تو جائز نہیں) اور ہم کو اس کا خون کرنا حلال ہے۔ اور جیسا کہ گولی دینے والے کا اسلام اس کو قتل سے نہیں بچاتا۔ ایسا ہی اس کا ذمی ہونا نہیں بچاتا۔

قاضی ابوالفضل کہتا ہے جو کچھ ابن عتوں نے اپنی اور اپنے باپ کی طرف سے ذکر کیا ہے۔ ابن القاسم کے قول کے مخالف ہے۔ کہ اس نے اس امر میں کہ وہ کافر ہیں۔ ان سے سزا کی تخفیف کی ہے۔ پس اس کو سوچ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان روایتوں کے برخلاف ہے جو کہ مدینہ والوں سے مروی ہیں۔

ابو مصعب زہری نے کہا ہے کہ میرے پاس ایک نصرانی لایا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے۔ کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پسند کیا ہے۔ پھر میرے سامنے اس کے بارہ میں اختلاف پیدا ہوا (مگر) میں نے اس کو اتنا مارا کہ قتل کر ڈالا یا (وہ مارنے کے بعد) ایک دن رات زندہ رہا۔ میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو پاؤں سے کھینچے اور کوڑے پر ڈال دے۔ پھر اس کو کتے کھا گئے۔

اور ابو مصعب سے ایک نصرانی کی نسبت پوچھا گیا۔ کہ اس نے یہ کہا تھا کہ عیسیٰ نے محمد کو پیدا کیا۔ تو جواب دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

ابن القاسم نے کہا کہ ہم نے امام مالکؒ سے ایک نصرانی کی نسبت جو کہ مصر میں ہے اس پر یہ گواہی دی گئی ہے۔ کہ وہ یہ کہتا ہے کہ محمد مسکین تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ وہ جنت میں ہو گا۔ اس کا کیا حل ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ کہتے اس کی پٹلیوں کو کھاتے تھے۔ اگر وہ اس کو قتل کر ڈالتے۔ تو لوگ اس سے راحت پاتے۔ (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ كَلِمَاتِهِ الْغَيْبِيَّةِ لَعَنَهُ اللّٰهُ) امام مالک نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس کی گردن اڑائی جائے (میرے نزدیک ایسے خبیث کو طرح طرح کے عذاب سے قتل کیا جائے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو اس بارہ میں کوئی کلام نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر میں نے خیال کیا۔ کہ اس میں میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ ابن کناہہ مبسوط میں کہتے ہیں۔ جو یہودی یا نصرانی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ تو میں حاکم کو یہ مناسب رائے دیتا ہوں۔ کہ اس کو آگ میں جلا دے۔ اور اگر چاہے تو قتل کر ڈالے۔ پھر اس کے جسم کو جلا دے۔ اور اگر چاہے تو اس کو زندہ جلا دے۔ جبکہ آپ کی گالی میں مبالغہ کرے۔

اور بیشک مصر سے امام مالکؒ کی طرف لکھا گیا۔ اور ابن القاسم کا پہلا مسئلہ ذکر کیا جو گذر چکا ہے۔ تو ابن القاسم نے کہا کہ محمدؐ کو امام مالکؒ نے حکم دیا۔ اور میں نے لکھ دیا۔ کہ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس کی گردن ماری جائے۔ میں نے لکھ کر پھر کمایا ابا عبد اللہ آپ لکھیں۔ کہ پھر اس کو آگ میں جلایا جائے۔ تو انہوں نے فرمایا وہ اس لائق ہے اور بہت ہی لائق ہے۔ تب میں نے ان کے سامنے یہ لکھ دیا۔ تو انہوں نے اس کا انکار نہ کیا۔ اور نہ اس پر عیب لگایا۔ اور وہی فتویٰ بھیجا گیا۔ اور اس کو قتل کر دیا گیا اور جلایا گیا (الحمد للہ علی ذالک)

اور عبید اللہ بن یحییٰ اور ابن لبابہ نے ہمارے اندلسی متقدمین اصحاب کی جماعت میں اس نصرانیہ عورت کے قتل کے بارہ میں فتویٰ دیا تھا۔ جس نے کہ پکار کر خدا کی ربوبیت اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹے ہونے سے انکار کر دیا تھا (اس میں ایک خط ہے) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو چھلایا تھا۔ اور یہ کہتا تھا۔ کہ اسلام قبول کرے تو

اس سے قتل معاف کیا جائے گا۔ اور متاخرین میں سے بہت سے علماء نے یہی کہا ہے جن میں سے قاضی اور ابن کاتب ہیں۔

اور ابوالقاسم بن جلاب نے اپنی کتاب میں کہا ہے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے گا۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔

قاضی ابو محمد نے اس ذی کے بارہ میں کہ آپ کو گالی دے پھر اسلام لائے۔ دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسلام کے لانے سے اس سے حد ساقط کی جائے۔ اور (دوسری روایت یہ ہے) کہا ابن سخون نے کہ حد قذف وغیرہ بندوں کے حقوق میں سے ہے۔ ذی کا اسلام حد کو ساقط نہیں کرتا۔ اس سے صرف حقوق اللہ ساقط ہوتے ہیں۔ اور حد قذف تو بندوں کا حق ہے۔ خواہ یہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یا اور کسی کا۔ پس اس نے ذی پر جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ پھر اسلام لے آئے۔ حد قذف کو واجب کہا ہے۔ لیکن یہ غور کی بات ہے۔ کہ اس پر کیا چیز واجب ہے۔ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس پر حد قذف واجب ہے۔ اور وہ قتل ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اوروں سے بڑھ کر ہے یا یہ کہ اس کے اسلام کی وجہ سے قتل تو ساقط ہے۔ لیکن اس کو اسی درے لگائے جائیں اس کو سوچو۔

## فصل ۵

اس شخص کی میراث کے بارہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ اور اس کے غسل اور اس پر نماز کا حکم۔

علماء کا اس شخص کی میراث میں اختلاف ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔ سخون اس طرف گئے ہیں کہ اس کی میراث مسلمانوں کو دی جائے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے۔ جو کہ زندیق کے کفر کے مشابہ ہے۔

اور اصمغ نے کہا ہے کہ اس کی میراث اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گی۔ اگر وہ



اس کو چھپاتا تھا۔ اور اگر وہ ظاہر کرتا تھا تو بھی اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔ اور ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے توبہ نہ لی جائے گی۔

ابوالحسن قاسمی کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ قتل کیا جائے گا بحالیکہ وہ گواہی کا منکر تھا جو اس کے برخلاف دی گئی ہے۔ پس اس کی میراث میں حکم اس بنا پر ہے کہ جو اس کے اقرار سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے وارثوں کے لئے۔ اور قتل ایک حد ہے جو اس پر ثابت ہے۔ اس کو میراث سے کچھ تعلق نہیں۔ علی ہذا۔ اگر وہ گلی دینے کا اقرار کرے اور توبہ کو ظاہر کرے۔ تو ضرور قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ وہی اس کی حد ہے۔ اور اس کی میراث اور باقی اس کے احکام میں اسلام کا حکم ہے۔ اور اگر گلی کا اقرار کرے اور اس پر اصرار کرے اور توبہ سے انکار کرے اور اس پر وہ قتل کیا جائے تو کافر ہو گا۔ اس کی میراث مسلمانوں کو ملے گی نہ اس کو غسل دیا جائے گا۔ اور اس کے جسم کو مٹی میں یوں دفن کیا جائے گا کہ جس طرح کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

شیخ ابوالحسنؒ کا قول پکارنے والے اصرار کرنے والے میں ظاہر ہے۔ جس میں اختلاف ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ کافر مرتد ہے جس نے توبہ نہیں کی اور اس سے باز رہا۔ اور یہ اصح کے قول کی طرح ہے علی ہذا۔

کتاب عنون میں اس زندیق کے بارہ میں ہے کہ جو اپنے قول پر اصرار کرتا رہا ہو۔ اور اسی طرح ابن القاسم کا متنبہ میں قول ہے۔ اور امام مالکؒ کے اصحاب کی ایک جماعت کا قول کتاب ابن حبیب میں اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اپنے کفر کا اعلان کیا ہے۔ ایسا ہی ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ اس کے مسلمان اس کے مال کے وارث نہ ہوں گے۔ اور نہ وہ بے دین لوگ جن کی طرف وہ مرتد ہوا ہے۔ اس کی وصیتیں اور آزاد کرنا جائز نہیں۔ اس کو اصح نے کہا ہے اس پر اس کو قتل کیا جائے۔ یا وہ مرجائے۔

ابو محمد زید کہتے ہیں کہ صرف اس زندیق کی میراث میں اختلاف ہے کہ جو توبہ کو ظاہر کرے۔ اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ لیکن وہ شخص جو سرکش ہو تو اس میں

کوئی اختلاف نہیں۔ کہ اس کا ورثہ اس کے وارثوں کو نہ دیا جائے گا۔  
 اور ابو محمدؒ نے اس شخص کے بارہ میں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گلی نکالی  
 ہو۔ پھر وہ مر گیا ہو۔ اور اصحٰب نے ابن القاسم سے کتاب ابن حبيب میں اس شخص کے  
 بارہ میں روایت کی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا یا ایسے دین  
 کا اعلان کیا کہ جس سے اسلام کو چھوڑ دے۔ تو بلاشبہ اس کی میراث مسلمانوں کو ملے  
 گی۔ اور امام مالکؒ کے قول کے موافق ربیعہ امام شافعیؒ۔ ابو ثور۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا  
 ہے۔ کہ مرتد کی میراث مسلمانوں کو ملے گی۔ اور امام احمدؒ سے اس میں اختلاف ہے۔  
 اور حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ابن مسعود ابن المہدی حسن شعبی عمر بن عبدالعزیز  
 حکم اوزاعی۔ یث۔ اسحق۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ اس کے ورثہ  
 اس کے وارث ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس مال میں ہے کہ اس نے مرتد  
 ہونے سے پہلے کمایا تھا۔ اور جو مال اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا تھا وہ  
 مسلمانوں کو ملے گا۔ اور ابوالحسنؒ کی تفصیل اپنے بلی جواب میں عمدہ اور ظاہر ہے۔ اور  
 یہ اصحٰب کی رائے کے موافق ہے۔ اور سخون کے قول کے مخالف۔ اور ان دونوں کا  
 اختلاف امام مالکؒ کے دونوں قولوں کے مطابق زندگی کی میراث میں ہے۔ پس کبھی تو  
 اس کے مسلمان وارثوں کو وارث بنانا ہے خواہ اس کے برخلاف گواہی قائم ہوئی ہو۔  
 اور اس نے اس کا انکار کیا ہے۔ خواہ اس کا اقرار کیا ہے۔ اور توبہ ظاہر کی ہے۔ اس کو  
 اصحٰب و محمد بن مسلمہ اور اس کے بہت سے شاگردوں نے کہا ہے کیونکہ وہ اسلام کو  
 ظاہر کرتا ہے۔ اور گلی کا انکار کرتا ہے یا توبہ کرتا ہے۔ اس کا حکم ان منافقوں کا سا ہے  
 کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔

اور ابن نافع نے اس سے کتاب حبيب اور کتاب محمدؒ میں روایت کی ہے کہ اس کی  
 میراث مسلمانوں کی جماعت کو ملے گی۔ کیونکہ اس کا مال اس کے خون کے تابع ہے۔  
 اور ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہوئی ہے اور اس کو اشب اور  
 عبدالملک محمد سخون نے کہا ہے۔ ابن قاسم حبيب میں اس طرف گیا ہے کہ اگر وہ اپنی  
 اس گواہی کا جو اس پر دی گئی ہے اقرار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے (اور اس کی توبہ قبول

نہ ہو) پھر قتل کیا جائے۔ تو اس کا ورثہ وارثوں کو نہ ملے گا۔ اور اگر اقرار نہ کیا۔ حتیٰ کہ مرگیا یا قتل کیا گیا تو اس کا ورثہ تقسیم ہو گا۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہر اس شخص کا حال ہے۔ کہ جو کفر کو چھپائے کیونکہ اسلام کی وراثت کی طرح وراثت پاتے ہیں۔

ابو القاسم بن کاتب سے ایسے نصرانی کی بابت پوچھا گیا۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے۔ پھر اس کو قتل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے مل کے وہ لوگ وراثت ہیں جو اس کے اہل دین ہیں یا مسلمانوں کو دیا جائے گا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا ورثہ مسلمانوں کو دیا جائے گا۔ اور یہ میراث کے طور پر نہیں۔ اس لئے کہ دو مذہب والوں میں میراث نہیں ہوتی۔ لیکن اس لئے کہ یہ مل ان کے غنیمت میں سے ہے۔ کیونکہ اس نے عہد کو توڑ ڈالا ہے۔ اور اس کے قول کا یہ مطلب اور اختصار ہے۔

## تیسرا باب

اس شخص کے حکم کے بارہ میں جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اس کی کتابوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار اور آپ کی بیویوں اور آپ کے اصحاب کو گلی دے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کو گلی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کا خون حلال ہے۔ اور اس سے توبہ لینے میں اختلاف ہے۔

ابن القاسم نے مبسوط میں کہا ہے اور کتاب ابن عثون و محمدؐ میں ہے اور ابن القاسم نے امام مالکؒ سے کتاب اسحق بن یحییٰ میں اس کو روایت کیا ہے۔ کہ جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ کو گلی دی اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔ مگر یہ کہ وہ خدا پر افترا کے طور پر کسی دین کی طرف پھر جائے۔ جس کو اس نے مان لیا ہے اور ظاہر کیا ہے۔ تب اس سے توبہ لی جائے۔ اور اگر اس کو ظاہر نہ کرے تو توبہ نہ لی جائے۔ اور مبسوط میں مطرف اور عبد الملکؒ نے اسی طرح کہا ہے۔

اور مخزومی محمد بن مسلمہ ابن ابی حازم نے کہا ہے۔ کہ مسلمان گلی کے سبب جب تک اس سے توبہ لی جائے۔ قتل نہ کیا جائے۔ علیٰ ہذا یسودی و نصرانی کا حال ہے۔ اگر وہ کر لیں۔ تو ان کی توبہ قبول ہو گی۔ اگر توبہ نہ کریں تو قتل کئے جائیں گے۔ اور توبہ یعنی ضروری ہے۔ اور یہ سب ارتداد کی طرح ہے۔ اس کو قاضی ابن نصر نے امام مالکؒ کے مذہب سے بیان کیا ہے۔

ابو محمد بن زید نے ایک فتویٰ دیا ہے۔ جو ان سے ایسے شخص کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس نے ایک مرد کو لعنت کی اور اللہ تعالیٰ کو (نحوذ باللہ) لعنت کی۔ اور پھر کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ شیطان کو لعنت کروں۔ لیکن میری زبان پھسل گئی۔ ابو محمدؐ نے یہ کہا۔ کہ اس کو اس کے ظاہر الفاظ کفر پر قتل کیا جائے۔ اس کا عذر نہ سنا جائے۔ لیکن اس میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہ معذور ہو گا (بشرط صدق) قرطبہ کے فقہا بارون بن حبیب کے مسئلہ کے بارہ میں مختلف ہوئے۔ وہ عبد الملک فقہ کا بھائی تھا۔ وہ

بدخلق اور تنگ دل اور بڑا بے صبر تھا۔ اس پر اس کے برخلاف کئی شہوتیں گزری تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس نے ایک مرض سے صحت پانے کے بعد کمال کہ میں اس بیماری میں اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ابو بکر و عمر کو قتل کر ڈالتا۔ تو میں اس تباہی بیماری کا مستحق نہ ہوتا۔ پس ابراہیم بن حسین بن خالد نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

اور اس بات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو ردِ ظلم کی نسبت ہے اور اس میں اشارہ بھی تصریح کی طرح ہے۔ اور اس کے بھائی عبدالملک بن حبیب اور ابراہیم بن حسین بن عاصم اور سعید بن سلیمان قاضی نے اس کے قتل کی معافی کا فتویٰ دیا۔ لیکن قاضی نے اس پر مناسب سمجھا کہ اس کو قید سخت میں ڈالا جائے۔ اور سخت سزا دی جائے۔ کیونکہ اس کے کلام میں احتمال ہے۔ اور شکایت کی طرف پھیر سکتے ہیں۔

اب جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے سے توبہ لی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف کفر اور ارتداد ہے۔ اس کے ساتھ غیر اللہ کا حق متعلق نہیں ہوا۔ پس یہ اس کے مشابہ ہے کہ کفر کا قصد ہے۔ بغیر اس کے کہ خدائے تعالیٰ کو گالی دے۔ اور اس کا دوسرے دینوں کی طرف جانے کا قصد ہے۔ جو کہ اسلام کے مخالف ہیں۔ اور ترکِ طلبِ توبہ کی وجہ یہ ہے کہ جب اس سے گالی کا اظہار اسلام کے بعد پہلی ہی نکلی ہے۔ تو ہم نے اس کو مستمم سمجھا۔ اور گمان کیا کہ اس کی زبان جب ہی گالی بولی ہے کہ وہ اس کا معتقد تھا۔ کیونکہ اس میں کوئی تسلل نہیں کیا کرتا۔ پس اس کا حکم زندیق کا حکم ہے۔ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ اور جب ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھر گیا۔ اور گالی کو ارتداد کے طور پر ظاہر کیا تو اس نے جتلیا۔ کہ میں نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکل دی۔ بخلاف پہلے شخص کے کہ وہ اسلام کا پابند ہے۔ اور اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ جس سے اکثر علماء کے مشہور مذہب کے موافق توبہ لی جائے گی۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس کے فصول میں خلاف کا ذکر کر دیا ہے۔

## فصل ۱

اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں منسوب کرتا ہے کہ جو اس کو لائق نہیں۔ وہ گالی و ارتداد کے طریق کی ہیں۔ نہ ان میں کفر کا قصد ہے۔ لیکن بطریق تلویل و اجتہاد و خطا کے ہیں۔ جو کہ خواہش نفسانی اور بدعت کی طرف لے جاتی ہیں۔ یعنی تشبیہ یا کسی عضو سے موصوف کرنا یا کسی صفت کمال کی نفی کرنا۔ سو یہ وہ امر ہے۔ کہ جس کے قائل نہ معتقد کے کفر میں سلف و خلف کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور اس کے شاگردوں کا اس میں اختلاف ہے۔ اور جب وہ اپنا ایک الگ گروہ بنالیں۔ تو ان کے قتل میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اس میں بھی اختلاف نہیں۔ کہ ان سے توبہ لی جائے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔ اور صرف اس شخص میں ہی اختلاف ہے۔ جو کہ ان میں سے اکیلا ہے۔ پس اکثر قول امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا یہ ہے کہ ان کو نہ کافر کہا جائے نہ قتل کیا جائے۔ ان کو سخت سزا دی جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔ یہاں تک کہ ان کو رجوع ظاہر ہو۔ ان کی توبہ معلوم ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسخ (یہ شخص مسخ بن شریک قرآن کے مشکل مشابہ آیات کے درپے رہتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا دی تھی۔ اور لوگوں کو اس کے میل جول سے منع کر دیا تھا۔ ۴ کذافی الشرح)۔ اور یہی قول محمد بن مواز کا خوارج اور عبدالملک بن باجشون کے بارہ میں ہے۔ اور تمام اہل ہوا کے بارہ میں یہی قول صحون کا ہے۔ اور موطا میں امام مالکؒ کے قول کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ جس کو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز اور ان کے دادا و چچا سے قدریہ کے بارہ میں ان کے قول روایت کئے ہیں۔ کہ ان سے توبہ کریں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔

اور عیسیٰ بن قاسم نے اہل ہوا کے بارہ میں یعنی اباضیہ و قدریہ وغیرہ میں جو کہ اہل سنت و الجماعت کے مخالف اور اہل بدعت ہیں۔ کتاب اللہ کی تلویل کر کے تحریف کرتے ہیں۔ کہا ہے کہ ان سے توبہ لی جائے۔ اس امر کو وہ ظاہر کریں یا چھپائیں۔ اگر وہ توبہ کریں تو بہتر ورنہ قتل کئے جائیں۔ (تلویلوں سے توبہ لی جائے ورنہ قتل کئے

جائیں) اور ان کی میراث ان کے وارثوں کے لئے ہو گی۔ اور اسی پر عمر بن عبدالعزیز نے عمل کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن القاسم نے بھی کتاب محمدؐ میں اہل قدر وغیرہ کے بارہ میں کہا ہے۔ کہا کہ ان کی توبہ اس طرح لی جائے۔ کہ ان سے یوں کہا جائے۔ تم ان باتوں کو چھوڑ دو۔ جس پر تم ہو۔

اسی طرح مبسوط میں اباضیہ و قدریہ و تمام بدعتیوں کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کو اس لئے قتل کیا گیا ہے کہ ان کی رائے بری ہے۔ اور اسی پر عمر بن عبدالعزیز نے عمل کیا ہے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ کہ جس نے یہ کہا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بات نہیں کی۔ اس سے توبہ لی جائے۔ اگر وہ توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔ اور ابن حبیب وغیرہ ہمارے اصحاب ان کو اور ان جیسوں کو یعنی خوارج قدریہ مرجیہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور عنون سے بھی اسی طرح اس شخص کے بارہ میں مروی ہے۔ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ بیشک وہ کافر ہے۔ امام مالکؒ ہے اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

ابو سر مروان بن محمد ظاہریؒ نے شامیوں کی روایت میں تو مطلقاً ان کو کافر کہا ہے۔ اور ان سے قدری شخص کو لڑکی نکاح کر دینے کے بارہ میں مشورہ لیا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اس سے نکاح مت کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّمَّنْ مُّشْرِكٍ یعنی بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے۔

اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ سب اہل ہوا بدعت کافر ہیں۔ اور امام مالکؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی شے کی تعریف کی ہاتھ کی یا سمع کی یا آنکھ کی۔ تو اس کا وہی عضو قطع کیا جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس سے تشبیہ دی۔ (حالا نکہ وہ لَبَسَ حَمِئٌہٗ تَبِیْہُ ہے)۔ اور امام نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔

اور ابن مفلح کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ اس کو درے لگائیں اور مارا جائے۔ اور قید کیا جائے۔ حتیٰ کہ توبہ کرے۔

اور بشر بن بکر تنسی کی امام مالکؒ سے یہ روایت ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس کو توبہ قبول نہ کی جائے۔

قاضی ابو عبد اللہ برنگانی قاضی ابو عبد اللہ تلمیذ عراقی آئمہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب مختلف ہے۔ جو شخص عالم ہے اور لوگوں کو اس طرف بلانے والا ہے۔ اس کو قتل کیا جائے۔ اور اسی اختلاف کی بنا پر اس کا قول ان کے پیچھے نماز لوٹانے میں (یعنی اگر پڑھی جائے۔ تو آیا پھر لوٹائیں یا نہیں) مختلف ہے۔

ابن المنذر نے امام شافعیؒ سے بیان کیا ہے۔ کہ قدری سے توبہ لی جائے۔ اور اکثر سلف کے اقوال ان کی تکفیر میں ہیں۔

اور ان آئمہ میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے۔ یث ابن عیینہ۔ ابن لہیعہ ہیں۔ اور ان سے یہ بات اس شخص کے بارہ میں مروی ہے۔ کہ جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ اس کو ابن المبارک سے اور اودی۔ (منسوب بہ قبیلہ اود جس کا نام عثمان بن الحکم تھلا کذا فی الشرح)۔ وکیع۔ منصف بن غیاث۔ ابو اسحق۔ فراری۔ شیم علی بن عاصم وغیرہ نے کہا ہے۔ اور یہی قول اکثر محدثین و فقہاء و متکلمین کا ان کے خوارج و قدریہ و گمراہ اہل ہوا اور بدعتی تلمیذوں کے بارہ میں ہے۔ یہی قول احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ ایسا ہی ان لوگوں کے بارہ میں کہا ہے کہ ان اصول میں توقف یا شک کرتے ہیں (پہلے کو واقعہ اور دوسرے کو شاکہ کہتے ہیں)۔

اور وہ لوگ جن سے دوسرا مطلب مروی ہے۔ کہ ان کی تکفیر نہ کی جائے یہ ہیں۔ علی بن ابی طالبؓ۔ ابن عمر۔ حسن بصری رضی اللہ عنہم۔ اور یہی رائے ایک جماعت فقہاء اہل نظر اور متکلمین کی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین نے اہل حروراء (خارجی) اور قدریہ کے مردوں کا ورثہ ان کے وارثوں کو دلایا تھا۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا تھا۔ اور ان پر اسلام کے احکام جاری کئے تھے۔

قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے قدریہ اور سب بدعتیوں کے بارہ میں جو



یہ کہا ہے کہ ان سے توبہ لی جائے ورنہ قتل کئے جائیں۔ اس لئے کہا ہے کہ وہ زمین میں فساد کرتے ہیں۔ جیسا کہ باغیوں کے بارہ میں کہا ہے۔ کہ اگر پلو شہ کی رائے ہو۔ تو ان کو قتل کر ڈالے۔ اگرچہ وہ کسی کو قتل نہ کریں۔ اور باغی کا فساد تو مالوں اور دنیا کی ضروریات میں ہے۔ اگرچہ کبھی امر دین میں بھی ہوتا ہے۔ یعنی حج اور جہلو کے راستہ میں اور بدعتیوں کا بڑا فساد دین میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دنیا کے معاملہ میں اس طرح ہوتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں میں عداوت بھیلاتے ہیں۔

## فصل ۲

(متاولین کے کافر بنانے میں محقق بات)

ہم نے سلف کے مذہب بیان کئے ہیں۔ جنہوں نے ان لوگوں کو کافر کہا ہے۔ جو بدعتی اہل نفسانیت اور تلویلیہ ہیں۔ جو ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ وہ ان کو کفر تک پہنچا دے۔ اور اس کے قائل کو اگر علم ہو جائے۔ تو وہ ایسی بات نہ کہے جو اس کو کفر تک لے جائے۔ اور ان کے اختلاف کی وجہ سے فقہاء و متکلمین اس بارہ میں مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو تکفیر کو صواب کہا ہے۔ جس کے جہور سلف قائل ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے ان کو نکالنا نہیں چاہتے۔ اور یہی قول اکثر فقہاء و متکلمین کا ہے یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ فاسق گنہگار گمراہ ہیں۔ ہم ان کو مسلمان کا ورثہ دلاتے ہیں۔ ان کے لئے مسلمانوں کے احکام جاری کرتے ہیں۔ اس لئے سخون کہتے ہیں کہ جو ان کے پیچھے نماز پڑھ لے اس پر اس کا اعلاہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی قول امام مالکؒ کے شاگردوں کا ہے۔ (ان میں سے) مغیرہ ابن کسلہ اشب ہیں۔ سخون کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ اور اس کا گناہ اس کو اسلام سے نہیں نکالتا۔ اور دوسرے لوگ اس میں متردد ہیں۔ اور تکفیر و اسلام کے قول میں توقف کرتے ہیں۔

اور امام مالکؒ کے اس میں دو قول مختلف ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اس کو دوبارہ لوٹانے میں وہ توقف کرتے ہیں۔ اسی طرف قاضی ابوبکر امام لل تحقیق

و حق گئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ مسئلہ مشکل ہے۔ کیونکہ قوم نے لفظ کی تصریح نہیں کی اور انہوں نے ایک ایسی بات تو ضرور کہہ دی ہے۔ کہ جو کفر تک لے جاتی ہے۔ اور اس مسئلہ میں اس کا قول اپنے امام مالکؒ کے قول کی طرح متردد ہے۔ یہاں تک کہ قاضی مذکور نے اپنے قول میں یہ کہا ہے۔ کہ ان لوگوں کی رائے میں کہ جنہوں نے ان کو تاویل کا کفر کہا ہے۔ ان کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں۔ اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔ ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔ ان کے ورثہ میں اسی طرح اختلاف ہے۔ جیسے مرتد کی میراث میں۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم ان کی میراث ان کے مسلمان وارثوں کو دلاتے ہیں۔ اور ان کو ہم مسلمان کا وارث نہیں بناتے۔ اور قاضی کا اکثر میلان اس کے انجام کی وجہ سے ترک کفر کی طرف ہے۔

اور اسی طرح اس میں اس کے شیخ ابو الحسن اشعری کا قول ہے۔ اس کا اکثر قول یہ ہے کہ تکفیر نہ کی جائے۔ اور یہ کہ کفر تو ایک ہی خصلت ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی جہالت ہو۔ اور ایک دفعہ کہا کہ جس نے اس امر کا اعتقاد کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے یا مسیح ہے یا اس شخص کو جو اس کو راستہ میں ملے کہے کہ وہ خدا ہے۔ وہ عارف نہیں (بلکہ جاہل ہے) وہ کافر ہے۔

اسی طرح ابو لعلی رحمۃ اللہ نے اپنے ان جوابوں میں کہ جو ابو محمد عبدالحق کو دیئے تھے گئے ہیں۔ اس نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ تو انہوں نے یہ عذر کیا تھا کہ اس (تکفیر و عدم تکفیر) میں سخت غلطی ہو جاتی ہے۔

اور محققین نے کہا ہے کہ اہل تاویل کی تکفیر سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ نمازیوں و محدوں کے خون کو حلال کر دینا خطرناک امر ہے۔ اور ہزار کافر کے ترک میں خطا کر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ ایک مسلمان کا خون بہایا جائے۔ اور بیشک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب لوگوں نے شہادت کا کلمہ پڑھ لیا۔ تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیا۔ مگر ان کے حق کے باعث (ان کو قتل کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ پس شہادت کے ساتھ ان کا بچاؤ یقینی ہے۔ اور یہ حکم دفع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کا خلاف مباح ہو سکتا ہے۔ مگر اسی صورت میں کہ کوئی قطعی

دلیل ہو۔ اور شرع و قیاس سے کوئی اس کا قاطع نہیں۔ اور باب تکفیر میں جو احادیث کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہ تلویل طلب ہیں۔ اب جو بعض احادیث میں قدریہ کے کفر کی تصریح آئی ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ اسلام میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ اور رافضیوں کو مشرک فرمانا ان پر لعنت کرنی اور ایسا ہی خوارج وغیرہ اہل ہوا کے بارہ میں جو آیا ہے۔ سو ان سے تکفیر کرنے والے حجت لاتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ بلاشبہ یہی الفاظ کافروں کے سوا اوروں میں (یعنی گنہگار مسلمانوں میں) آئے ہیں۔ بطریق مبالغہ و زجر کے (حالانکہ وہ کافر نہیں) اور یہ کفر کفر سے کم درجہ کا ہے۔ اور یہ شرک شرک سے کم درجہ کا ہے۔

اور اسی طرح والدین اور خلوند کی نافرمانی اور جھوٹ اور بہت سے گناہوں کے بارہ میں آیا ہے۔ اور جبکہ دونوں امروں کا احتمال ہے۔ تو ان میں سے ایک پر بدوں قطعی دلیل کے یقین نہیں ہو سکتا۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ خارجی بہت برے لوگ ہیں۔ اور یہ صفت کفار کی ہے۔ اور فرمایا کہ آسمان کے نیچے یہ برا کردہ ہے۔ وہ شخص خوش ہے جو ان کو قتل کرے یا اس کو وہ لوگ قتل کریں۔ اور فرمایا کہ جب تم ان کو پاؤ تو قتل کر ڈالو جیسے علو کا قتل ہوا تھا۔ اور اس سے وہ شخص دلیل لیتا ہے جو ان کو کافر کہتا ہے۔

دوسرا اس کو یہ جواب دیتا ہے کہ ان کو قتل کر دینے کا صرف اس لئے حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے برخلاف لڑنے کو ٹکے تھے۔ ان سے باغی ہوئے تھے۔ اور اس کی دلیل اسی حدیث میں ہے کہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے۔ پس ان کا یہاں پر قتل کرنا ایک حد ہے نہ کفر اور علو کا ذکر بھی قتل و حلال کی تشبیہ کے لئے نہ مقتول کے لئے اور جس شخص کے قتل کا حکم دیا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کے کفر کا بھی حکم دیا جائے۔ اور اس کے معارض حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اسی حدیث میں کہ آپ مجھ کو اجازت دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس کی گردن ماروں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ شاید یہ نمازی ہو۔ پھر اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حجت لائیں۔ یضرون القرآن لا یجاوز حنا جہنم وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان

کے گلے سے نہ اترے گا۔

اور ایسا ہی آپ کا فرمان کہ **يَمْرُقُونَ مِنَ النُّعَىٰ مَرُّوْكَ الْمَتَّهِمِ مِنَ الرَّجْسِ** اُن کے گلوں سے قرآن نہ اترے گا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا معنی کہ ان کے گلوں سے قرآن نہ اترے گا یہ ہے کہ اپنے دلوں سے اس کے معنی نہ سمجھیں گے۔ اور اس کے لئے ان کے سینے نہ کھلیں گے۔ اور ان کے اعضاء اس کے عال نہ ہوں گے۔ اور ان سے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں۔ اور جھگڑا کیا جائے گا تیر کے بارہ میں (یعنی اس پر خون یا گوبر ہے یا نہیں) اور یہ اس کے حل میں شک ظاہر کرنا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ **سَبَقَ الْفَرَسُ وَاللَّهَبَ** جس طرح تیر گوبر اور خون سے نکل جاتا ہے۔

یہ سب اس کی دلیل ہے۔ کہ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔  
دوسروں نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا معنی کہ ان کے گلوں سے قرآن نہ اترے گا یہ ہے کہ اپنے دلوں سے اس کے معنی نہ سمجھیں گے۔ اور اس کے لئے ان کے سینے نہ کھلیں گے۔ اور ان کے اعضاء اس کے عال نہ ہوں گے۔ اور ان سے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں۔ اور جھگڑا کیا جائے گا تیر کے بارہ میں (یعنی اس پر خون یا گوبر ہے یا نہیں) اور یہ اس کے حل میں شک ظاہر کرنا ہے۔

اور اگر ابو سعید خدری کے قول سے حجت لائیں جو اس حدیث میں ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ **يَنْفُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ** اس امت میں نکلیں گے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ اس امت سے نکلیں گے۔ اور ابو سعید نے اس لفظ کی تفسیح کی ہے۔ اور اس کو ضبط کیا ہے۔

تو دوسروں نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ امت میں کہنا اس کی تصریح کا متقاضی نہیں۔ کہ وہ امت سے نہیں بخلاف لفظ من کے کہ وہ بعض کے لئے اور ان کی امت میں سے ہونے کے لئے آتا ہے۔

اس کے علاوہ ابوذرؓ علیؓ ابو امامہؓ وغیرہم سے اس حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ **يَنْفُجُ مِنَ الْأُمَّةِ** و **يَنْفُجُونَ مِنَ الْأُمَّةِ** میں سے اور عنقریب میری امت میں سے نکلیں گے۔ اور یہ اس کی تصریح ہے کہ وہ امت میں سے ہوں گے۔ اور معلانی

marfat.com

Marfat.com

کے حروف مشترک ہوتے ہیں۔ پس لفظ فی سے ان کی امت سے نکلنے کا اور لفظ من سے اس میں داخل کرنے کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ نے جو اس لفظ سے تشبیہ کا ارادہ کیا بہت اچھا کیا۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم فقہ اور معانی کی تحقیق۔ استنباط و تہذیب الفاظ و روایت کے احتیاط میں وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ مذہب اہل السنہ کے معروف و مشہور ہیں۔ ان کے سوا اور فرقوں (شیعوں معزلہ وغیرہ) کے اقوال اس میں بہت ہیں۔ لیکن مضطرب رکیک ہیں۔ ان میں سے صواب کے زیادہ قریب محمد بن بنیاب کا قول ہے کہ اللہ کا کفر اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ اور اس کے فعل میں ظلم کتا ہے۔ اس کی خبر کو جھوٹی کہتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور جس نے کسی شے کو قدیم ثابت کیا جو اللہ نہیں ہے وہ بھی کافر ہے۔

اور بعض متکلمین کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے کہ اصل کو پہچانتا ہے۔ اور اس پر بنا کرتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور اگر وہ اس باب میں سے نہیں۔ تو وہ فاسق ہے مگر یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو۔ کہ جو اصول نہیں پہچانتے۔ اب وہ خطاکار ہے کافر نہیں۔

اور عبید اللہ بن حسن غنبری اس طرف گئے ہیں کہ اصول دین میں مجتہدین کے اقوال صواب پر ہیں۔ جن کی تویل ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس بارہ میں امت کے تمام فرقوں سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا تمام اس پر متفق ہیں۔ کہ اصول دین میں حق ایک ہے۔ اور خطاکار اس میں گنہگار۔ عاصی۔ فاسق ہے۔ اور صرف اس کی تکفیر میں اختلاف ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانی نے عبید اللہ کے قول کی طرح داؤد امہلی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک قوم نے ان دونوں (داؤد غنبری) سے بیان کیا ہے۔ کہ ان دونوں نے یہ بات ہر شخص کے بارہ میں کہی ہے کہ جس کے حل سے اللہ تعالیٰ نے طلب حق میں اس کی وسعت معلوم کر لی ہے۔ وہ ہمارے مذہب میں سے ہو یا غیر کے مذہب میں سے۔ اور کہا ہے کہ اسی طرح جاہل اور ثلمہ کا قول اس امر میں ہے کہ ہم سے

عوام اور عورتیں اور بے وقوف لوگ اور یہود و نصاریٰ کے مقلدین و غیرہم پر خدا کی حجت نہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعتیں ایسی نہیں۔ کہ جن سے وہ استدلال کر سکیں۔

اور امام غزالیؒ بھی اسی روش کے قریب کتاب تفرقہ میں گئے ہیں (لیکن شارحؒ نے اس کی تردید کر دی ہے۔ اور امام غزالیؒ کی اس سے برات ثابت کی ہے) اور ان سب امور کا قائل کافر ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے۔ کہ جو شخص نصاریٰ و یہود میں سے کسی کو کافر نہیں کہتا۔ اور یا جو شخص مسلمانوں کے دین کو چھوڑتا ہے یا ان سب کی تکفیر میں توقف یا شک کرتا ہے کافر ہے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ شریعت و اجماع ان کے کفر پر متفق ہیں۔ اور جو شخص اس میں توقف کرتا ہے۔ اس نے نص اور آیات کو جھٹلایا یا اس میں شک کیا اور اس میں تکذیب یا شک کا قرعی سے ہوتا ہے۔

### فصل ۳

اس بیان میں کہ اقوال کفر کون سے ہیں۔ اور جن میں توقف ہوتا ہے یا اختلاف ہوتا ہے۔ اور جو کفر نہیں۔

جان لے کہ اس فصل کی تحقیق اور اس میں شبہ کے دور کرنے کا محل شرع ہے۔ اس میں عقل کی مجال نہیں۔ اس میں فرق واضح یہ ہے۔ کہ جو کلام ایسا ہے کہ صاف طور پر ربوبیت یا وحدانیت کی نفی کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت یا اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کی تصریح کرے۔ تو وہ کفر ہے۔ جیسے دہریوں کے اقوال اور تمام وہ فرقے کہ وہ معبودوں کو مانتے ہیں۔ جیسے دیوانیہ (دیوانیہ ایک مجوسی تھا جو کہ نور کو جی اور ظلمت کو میت کہتا تھا)۔ مانویہ (جو مانی حکیم طبع ہیں۔ وہ نور کو خالق خیر اور ظلمت کو خالق شر کہتا تھا۔ اور نبوت کا مدعی تھا) اور ان کے مشابہ جو کہ صاحبین و نصاریٰ و مجوس ہیں۔ اور وہ لوگ کہ بتوں یا فرشتوں یا شیطانوں یا آفتاب یا ستاروں یا آگ یا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی وجہ سے مشرک ہیں۔ یعنی مشرکین عرب اہل ہند و چین و سوڈان و غیرہم جو کسی کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ علیٰ ہذا قرا۔

اصحاب حلول تلخ یعنی باطنیہ۔ طیارہ (یہ راقیوں کا فرقہ ہے جو جعفر طیار کی اولاد کی طرف منسوب ہے جس کا نام عبداللہ بن معلویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار ہے)۔ روافض اور جناحیہ۔ بیانیہ۔ غراتیہ۔ اسی طرح وہ لوگ کہ جو خدا کی معبودیت اور وحدانیت کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ زندہ نہیں یا قدیم نہیں۔ اور وہ محدث ہے یا اس کی شکل ہے یا اس امر کا مدعی ہو کہ اس کے لئے لڑکا ہے یا بیوی یا والدہ یا کسی شے سے وہ پیدا ہوا ہے یا اس سے حلوٹ ہوا ہے یا اس کے ساتھ ازل میں کوئی شے قدیم ہے جو اس کے غیر سے یا یہاں اس کے سوا کوئی اور صانع یا مددگار ہے۔ پس یہ سب کفر ہے۔ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ الہی فلاسفوں اور منجموں اور طبیبین کا قول ہے۔ علی ہذا وہ شخص جو کہ اس امر کا مدعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھتا ہوں یا اس کی طرف چڑھتا ہوں یا کلام کرتا ہوں یا وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض متصوفہ اور باطنیہ اور نصاریٰ اور قرامطہ کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہم ان کے کفر پر یقین کرتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے یا باقی رہے گا یا بعض فلاسفہ اور دہریہ کے مذہب پر اس میں شک کرتا ہے۔ یا تلخ ارواح کا قائل ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہمیشہ اشخاص میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی پاکیزگی و خبیثت کے موافق ان کو عذاب ہوتا ہے اور نعمت ملتی رہتی ہے۔

ایسا ہی وہ شخص جو کہ خدا کی معبودیت و وحدانیت کا تو اقرار کرتا ہے۔ لیکن نبوت کا عموماً یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا خصوصاً یا اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا صاف بیان کیا ہے۔ اور وہ اس کو جانتا بھی ہے۔ تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ جیسا کہ براہمہ اور اکثر یہود اور اوروہ۔ نصاریٰ اور غرابیہ روافض میں سے جن کا یہ گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ اور جیسے معطل۔ قرامطہ۔ اسماعیلیہ۔ غریبہ روافض سے اور مجیدیہ شیعوں سے اگرچہ ان فرقوں میں سے بعض کفر میں دوسروں کے ساتھ جو ان سے پہلے ہیں۔ شریک ہیں۔

علی ہذا وہ شخص جو کہ وحدانیت کا معتقد ہے۔ اور عام نبوت کو اور ہمارے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام پر جو لائے ہیں۔ جھوٹ جائز رکھتا ہے۔ اور اس میں اپنے زعم میں مصلحت کا مدعی ہے یا نہیں ہے۔ وہ بھی بلا جملع کافر ہے۔ جیسا کہ فلاسفر اور بعض باطنیہ اور روافض اور علی متصوف (شارح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بعض متصوف اس کا موہم ہے۔ بظاہر اور وہ تاویل کے قائل ہے۔ اجل مشائخ اس سے بری ہیں۔ اور جو ان سے منقول ہے یا تو کسی لمحہ نے ان کی طرف منسوب کیا ہے یا ان کی بعض اصطلاحیں ہیں۔ جن کو ان کا اہل پہچانتا ہے۔ ہمارا ان میں یہی اعتقاد ہے۔) اصحاب اباحت۔ کیونکہ ان کا گمان ہے کہ ظاہر شریعت اور اکثر وہ اخبار جن کو رسولؐ لائے ہیں گزشتہ اور آئندہ کی باتیں جو امور آخرت و حشر و قیامت جنت و دوزخ کی ہیں۔ سو اس طرح پر نہیں۔ جن کو ان کے الفاظ متقاضی ہیں یا سمجھی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو مصلحت کے لئے ان الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ رسولوں کو ممکن نہ تھا کہ اصل حقیقت کا اظہار کرتے۔ اس لئے کہ ان کے فہم ناقص تھے۔ پس ان کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ شریعتیں باطل ہوں۔ اور امر و نہی معطل رہیں۔ رسولوں کو جھٹھلایا جائے۔ اور جو شک وہ لائے ہیں۔ اس میں شک پیدا ہو۔

ایسا ہی اس شخص کا حال ہے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی تبلیغ میں رسالت اور جو کچھ آپ نے خبر دی ہے۔ اس میں عدا "جھوٹ کی نسبت کرے۔ یا اس کے صدق میں شک کرے یا آپ کو گلی دے۔ یا یوں کہے کہ آپ نے احکام نہیں پہنچائے یا آپ سے ہنسی کرے یا کسی نبی کے ساتھ یا ان پر عیب لگائے یا ان کو پہنچائے یا کسی نبی کو قتل کرے یا لڑے سو وہ بلا جملع کافر ہے۔

ایسا ہی ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ جو بعض قدام کا مذہب رکھتا ہے کہ حیوانوں کے ہر ایک جنس میں نذیر یا نبی ہے۔ یعنی بندروں۔ خنزیروں۔ چوپاؤں۔ کیڑوں وغیرہ میں۔ اور خدائے تعالیٰ کے اس قول سے حجت لاتا ہے۔ وان من امتہ الا غلافیہا نذیر یعنی کوئی امت ایسی نہیں مگر اس میں کوئی نذیر آیا ہے۔ کیونکہ یہ دلیل اس طرف پہنچاتی ہے۔ کہ اس جنس کے انبیاء کو ان کی بری صفات سے موصوف کیا جائے۔ اور اس میں



اس بڑے شریف منصب پر عیب لگتا ہے۔ باوجودیکہ اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور اس کا قائل جھوٹا ہے۔

ایسا ہی ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ کہ اصول صحیحہ گزشتہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہے۔ لیکن کہتا ہے کہ آپ کالے رنگ کے تھے۔ یارلش آنے سے آپ پہلے فوت ہو گئے یا آپ وہ نہیں جو کہ مکہ معظمہ اور حجاز میں پیدا ہوئے تھے۔ یا آپ قریشی نہیں۔ کیونکہ آپ کی وہ تعریف کرنا جو آپ کی صفات معلومہ کے غیر ہے۔ آپ کی نفی کرنا اور آپ کو جھٹلانا ہے۔

علی ہذا وہ شخص کافر ہے جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (آپ کے زمانہ میں) کسی اور نبوت کا مدعی ہے۔ یا آپ کے بعد جیسا کہ یہود میں سے فرقہ عیسویہ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ آپ کی رسالت خاص عرب کی طرف ہے۔

اور جیسے خرمیہ کہتے ہیں۔ کہ رسول متواتر آتے رہیں گے۔

اور جیسے اکثر رافضی جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؑ رسالت میں شریک ہیں۔ اور آپ کے بعد بھی علیؑ ہذا ہر امام ان کے نزدیک نبوت و جنت میں آپ کا قائم مقام نبوت و حجت میں ہے۔ جیسے ان میں سے بزیعیہ بتاتے ہیں جو کہ بزلیح اور بیان کو نبی تک پہنچنا جائز سمجھتا ہے۔ جیسے فلاسفہ اور غالی متصوف۔

علی ہذا وہ شخص جو ان میں سے دعویٰ کرے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے یا یہ کہ آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہوں۔ اور جنت میں داخل ہوتا ہوں۔ اس کے پھل کھاتا ہوں۔ اور حور عین سے معاملہ کرتا ہوں۔ پس یہ سب کے سب کفار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔ کیونکہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے۔ اور مفہوم و مقصود اس کا یہی ہے۔ اس میں نہ تاویل ہے نہ تخصیص ہے۔ پس ان تمام گروہ کے کفر میں کوئی شک نہیں قطعاً۔ اجماعاً۔ شرعاً۔

علی ہذا اس شخص کے کفر پر اجماع ہے جو کہ نص کتاب کو دفع کرنا ہے یا کسی

حدیث کی تخصیص کرتا ہے۔ جس کی نقل پر یقین ہے۔ اور وہ بلا جملع اپنے ظاہری  
 معنی پر محمول ہے۔ جیسا کہ رجم کے باطل کر دینے سے خوارج کو کافر کہا گیا ہے۔ اور  
 اسی لئے ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے دین کے سوا کسی اور دین  
 کی معتقد کو کافر نہیں کہتا یا ان میں توقف کرتا ہے یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے یا ان  
 کے مذہب کو صحیح کہتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا معتقد  
 ہے۔ اور اسلام کے سوا اور مذہب کو باطل کہتا ہے (لیکن بلوجود اس کے الوہیت و توحید  
 کے مقرر کو کافر نہیں کہتا۔ جیسے جاحظ کا مذہب ہے) سو وہ کافر ہے کیونکہ وہ اس کے  
 خلاف ظاہر کرتا ہے۔

اور ایسا ہی ہم اس شخص کی تکفیر پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو ایسی بات کہی کہ جس  
 سے تمام امت کی گمراہی اور تمام صحابہ کی تکفیر تک نوبت پہنچے۔ جیسے رافضیوں میں سے  
 کبیر کا قول ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔  
 کیونکہ امت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقدم نہ کیا۔ اور یہ گروہ حضرت علی  
 رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ آگے بڑھے اور نہ اپنا حق تقدیم طلب  
 کیا۔ پس یہ گروہ کئی وجہ سے کافر ہے۔ کیونکہ انہوں نے تمام شریعت کو باطل کیا۔  
 جبکہ شریعت کی نقل منقطع ہو گئی۔ اس لئے کہ اس کے ناقل ان کے گمان میں کافر  
 ہیں۔

اور اسی طرف اللہ اعلم امام مالکؒ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اس شخص  
 کے قتل کا اشارہ کیا ہے۔ جو کہ صحابہ کو کافر کہتا ہے۔ پھر وہ اور درجہ سے بھی کافر  
 ہوئے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں اور گمان  
 کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد خلافت کیا تھا۔ اور آپ  
 جانتے تھے کہ آپ کے بعد وہ انکار خلافت کریں گے۔ یہ سب ان کا گمان (باطل ہے)۔  
 لعنہ اللہ علیہم۔

اور ایسا ہی ہم ایسے فعل سے تکفیر کرتے ہیں۔ کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔  
 کہ وہ کافر کے سوا اور کسی سے صلہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا فاعل اس فعل کے

کرنے کے ساتھ اپنے اسلام کی تصریح کرتا ہو۔ جیسا کہ بت۔ آفتاب۔ چاند۔ صلیب  
آگ کی طرف سجدہ کرنا اور یہود و نصاریٰ کے گرجوں کی طرف ان کے ساتھ مل کر  
دوڑ کر جانا اور ان کی شکل و لباس کو اختیار کرنا۔ جیسے زنا باندھنا۔ اور سروں کا بیچ میں  
سے منڈانا۔ اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ افعال کافر ہی سے پائے جاتے  
ہیں۔ اور یہ افعال کفر کی علامت ہے۔ اگرچہ ان کے کرنے والا اسلام کی تصریح  
کرے۔

علیٰ ہذا اس شخص کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کہ جو قتل یا شراب یا زنا کو جو  
خدا نے حرام کہا ہے، حلال جانے۔ اور اس کو ان کے حرام ہونے کا علم بھی ہے۔ جیسا  
کہ اصحاب اباحت قرامطہ اور بعض علی صوفیہ۔

اور ایسا ہی ہم اس شخص کے کفر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرع کے قواعد اور اس امر  
کو جو یقیناً متواتر نقل سے پہچانا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل  
ہے۔ اور اس پر لگاتار اجماع چلا آیا ہے۔ جھٹلاتا اور رد کرتا ہے۔ جیسا کہ کوئی بنیحدہ  
نماز اور ان کی تعداد رکعات و سجود کا انکار کرے۔ اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی  
کتاب میں مطلق نماز کو فرض کیا ہے۔ اور ان کے پانچ ہونے اور اس طریق اور اس  
شرائط پر ہونے کو میں نہیں جانتا۔ کیونکہ اس بارہ میں قرآن میں نص جلی نہیں۔ اور  
رسول اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث اس میں آئی ہے۔ وہ خبر واحد ہے۔

ایسا ہی اس شخص کی تکفیر پر اجماع ہے۔ جو بعض خارجی کہتے ہیں۔ کہ نمازوں کے  
دو طرفوں میں ہے۔ اور باطنیہ کی تکفیر پر بھی اجماع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیشک فرائض  
ان مردوں کے نام ہیں کہ جن کے لئے حکومت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور خیانت اور  
محرمات ان مردوں کے نام ہیں کہ جن کو ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور بعض متصوف کا یہ قول (بھی کفر ہے) کہ عبادت اور لمبے مجاہدے سے جبکہ ان  
کے نفوس صاف ہو جائیں۔ تو ان کو ان کے ساقط کر دینے تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور  
ان کے لئے ہر ایک چیز مباح کر دیتے ہیں۔ ان سے تمام شریعت کی ذمہ داریاں اٹھ  
جاتی ہیں۔

علیٰ ہذا اگر کوئی منکر مکہ معظمہ یا بیت اللہ اور مسجد حرام یا طریق حج کا انکار کرے یا کہے کہ حج قرآن میں فرض ہے۔ اور قبلہ کی طرف توجہ ہونا بھی فرض ہے۔ لیکن اسکا اس مشہور بیت پر اور یہ کہ یہی جگہ مکہ اور بیت اللہ اور مسجد حرام ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آیا یہی وہ مقام ہیں یا اس کے سوا کوئی اور ہیں۔ اور شاید کہ ناقلین نے جو یہ نقل کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفسیر کی ہے غلطی کھائی ہو۔ اور ہم کیا ہو۔ پس یہ اور اس قسم کی باتیں وہ ہیں کہ جس کی تکفیر میں کوئی شک نہیں۔ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جن پر یہ گمان ہے۔ کہ وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان میں سے ہے کہ جو مسلمانوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ اس کی صحبت ویر تک رہی ہے۔ مگر ہاں جبکہ وہ ابھی تازہ اسلام لایا ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا۔ کہ تمہارا طریق یہ ہے کہ جس امر کو تو ابھی نہیں جانتا۔ عام مسلمانوں سے دریافت کر لے کہ ان میں تو کسی میں خلاف نہ پائے گا۔ کہ وہ گروہ درگروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی کہتے آئے ہیں۔ کہ یہ امور اسی طرح ہیں جیسے تم کو سنائے گئے ہیں۔ اور یہ مقام وہی مکہ اور بیت اللہ ہے کہ جس میں وہ کعبہ اور قبلہ ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان نماز پڑھتے آئے ہیں۔ اور اس کی طرف حج کرتے رہے ہیں۔ اس کا طواف کرتے رہے ہیں۔ اور یہ افعال ہی عبادت حج کی صفات ہیں۔ اور یہی مقصود ہے۔ اور یہی افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کئے ہیں۔ اور یہی نمازیں مذکورہ کے حالات ہیں۔ کہ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقصود کی یہی شرح کی ہے۔ اس کے حدود بیان کئے ہیں۔ پس تیرے لئے بھی یہی علم ہونا چاہئے جیسا کہ مسلمانوں کو ہے۔ اور اس کے بعد تو اس میں شک نہ کر اور بحث اور مسلمانوں سے صحبت رکھنے کے بعد جو شخص اس میں شک کرے یا انکار کرے۔ تو وہ بلاشک کافر ہے۔ اور اس کا یہ قول کہ میں نہیں جانتا قلیل عذر نہ ہو گا۔ اس میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ بلکہ بظاہر وہ جھوٹ پر پردہ ڈالتا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ جانتا ہو۔

اور یہ بھی ہے۔ کہ جب وہ تمام امت پر ان کے عقولات میں جو اس بارہ میں

marfat.com

Marfat.com

کرتے ہیں۔ وہم اور غلط کو جائز رکھتا ہے۔ اور ان سب کا اتفاق ہے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقصود کی یہی تفسیر ہے۔ تو اس نے تمام شریعت میں شک کو دخل دیا۔ کیونکہ وہی اس کے اور قرآن کے ناقل ہیں۔ اور دین کی رسی ایک دم کھل جائے گی۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے۔ وہ کافر ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص قرآن کا منکر ہے یا اس میں سے کسی حرف کا منکر ہے یا کچھ اس کو بدلتا ہے یا اس میں زیادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ باطنیہ اور اسمعیلیہ کرتے ہیں۔ یا مکن کرتا ہے۔ کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حجت نہیں ہے۔ یا اس میں حجت و معجزہ نہیں۔ جیسے کہ قول ہشام قوطی اور معمر مسمری کا کہ قرآن اللہ تعالیٰ پر ولایت نہیں کرتا۔ اور نہ اس میں اس کے رسول کے لئے حجت ہے نہ یہ ثواب عتاب اور کسی حکم پر ولایت کرتا ہے۔ اور یہ دونوں اس کہنے سے بلاشبہ کافر ہیں۔

علیٰ ہذا ہم ان دونوں کو ان کے اس انکار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں یا یہ کہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں خدائے تعالیٰ پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ اس میں وہ اجماع اور نقل متواتر کے مخالف ہیں۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ ان سب امور سے آپ حجت لیا کرتے تھے۔ اور قرآن اس کی تصریح کرتا ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص اس چیز کا انکار کرے۔ جس میں قرآن نے تصریح کی ہے۔ اور پھر اس کو یہ علم بھی ہے۔ کہ اسی قرآن میں سے ہے جو کہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور مسلمانوں کے قرآنوں میں ہے۔ اور وہ اس سے جاہل نہیں۔ اور نہ اس کا اسلام قریب ہے۔ اور اپنے انکار کی حجت یہ لاتا ہے کہ یا اس کی نزدیک نقل قرآن صحیح نہیں اور نہ اس کو اس کا علم پہنچا ہے یا اس کے ناقل پر وہم جائز رکھتا ہے۔ پس ہم اس کو دونوں طریق گزشتہ سے کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتا ہے۔ لیکن وہ اپنے دعویٰ کو چھپاتا ہے۔

علیٰ ہذا جو شخص جنت یا دوزخ یا حشر یا حلب یا قیامت کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے بلاجماع کیونکہ اس پر نص ہے۔ اور امت کا اس کی نقل کی صحت پر متواتر اجماع

ہے۔

علیٰ ہذا وہ بھی کافر ہے۔ جو ان سب کو ماننا تو ہے۔ لیکن کہتا ہے کہ جنت و دوزخ حشر و نشر ثواب و عذاب سے ایک معنی مراد ہے۔ جو ظاہر معانی الفاظ کے سوا ہے۔ اور وہ لذات روحانیہ اور معانی باطنیہ ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ اور فلاسفہ و باطنیہ و بعض متصوفہ کا قول ہے۔ ان کا یہ گمان ہے کہ قیامت کا معنی موت یا صرف فنا اور افلاک کی ہیئت کا ٹوٹ جانا اور عالم کی حل کی ترکیب ہے۔ جیسا کہ بعض فلاسفر کہتے ہیں۔

علیٰ ہذا ہم ان علیٰ رافضیوں کو کافر کہتے ہیں۔ جن کا یہ قول ہے کہ امام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ لیکن جو شخص ان متواتر اخبار اور مشہور شہروں کا منکر ہے کہ جس سے شریعت کے ابطال تک فوت نہیں پہنچتی۔ اور نہ کوئی دین کے قاعدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جیسے جنگ تبوک یا جنگ موتہ یا وجود ابو بکر و عمر یا قتل عثمان سے یا خلاف علیٰ سے انکار جو کہ نقل سے ضروری ہو چکا ہے۔ اور اس کے انکار میں شریعت کا انکار نہیں۔ تو اس انکار سے اور اس کے علم کے انکار سے اس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں من اور جھوٹ سے پردہ کر کوئی بات نہیں۔ جیسے ہشام اور عباد کا واقعہ جمل (جس میں حضرت عائشہ اور حضرت علیٰ کی جنگ ہوئی تھی) اور جنگ علیٰ سے جو کہ مخالفین سے ہوا تھا، انکار کرتے ہیں اس نے ناقصین پر تہمت لگا کر اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو دہی بتایا ہے۔ تو ہم اس کو کافر کہیں گے۔ کیونکہ یہ بات ابطال شریعت تک پہنچتی ہے۔

لیکن جس نے کہ صرف اجماع کا انکار کیا ہے کہ جس کا طریق شارع سے نقل متواتر نہیں۔ تو اکثر متکلمین فقہاء اور متاخرین اس باب میں کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ جو کہ ایسے صحیح اجماع کا منکر ہے۔ کہ اجماع کے شروط جامع ہے اور عام طور پر متفق علیہ ہے۔ ان کی دلیل خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْثِقِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ  
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا -

ترجمہ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا

marfat.com

Marfat.com

اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حل پر چھوڑ دیں گے اور اسے  
دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (پ ۵ ع ۱۳)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ فَقَدْ خَالَفَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ وَمِنْ مُنْجِبٍ لِعَنِي جَسْ فَخَصَّ لِي (مسلمانوں کی) جماعت سے ایک ہاشت  
بھر مخالفت کی تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکل ڈالی۔

اور جو شخص اجماع کا مخالف ہو اس کی تکفیر پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور دوسرے  
علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس شخص کی تکفیر کے یقینی ہونے میں ہم توقف کرتے ہیں  
کہ جو ایسے اجماع کا مخالف ہے۔ کہ جس کے نقل کرنے میں علماء ہی خاص ہیں۔

اور دوسرے اوپر گئے ہیں کہ اس شخص کی تفسیر میں توقف ہے جو ایسے اجماع کا  
منکر ہے کہ جو قیاس سے حاصل ہے۔ جیسے نظام کی تفسیر کے بارہ جو کہ اجماع کا منکر  
ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اس قول سے اجماع سلف کا مخالف ہے۔ اور اجماع کا خارق ہے۔  
اس لئے کہ سلف اجماع سے حجت لایا کرتے تھے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک معتبر قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کفر یہ ہے  
کہ اس کے وجود سے جاہل ہو۔ اور اس پر ایمان یہ ہے کہ اس کے وجود کا علم ہو۔  
اور یہ کوئی شخص قول اور رائے سے کافر نہیں کہا جاتا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جاہل  
ہو۔ پھر اگر وہ اس قول یا فعل کا انکار کرتا ہے۔ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی  
اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی ہے۔ یا مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ امور سوائے کافر کے  
نہیں پائے جاتے۔ یا اس پر کوئی دلیل قائم ہے۔ تو وہ بیشک کافر ہے۔ نہ اس لئے کہ  
اس نے کہا ہے یا کیا ہے۔ لیکن اس لئے کہ کفر اس کے قریب ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے بارے میں کفر تین امور میں سے ایک کے ساتھ ہو گا۔ ایک تو  
یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہے۔ دوم یہ کہ کوئی کام کرے یا ایسی بات کہے۔ کہ اللہ اور  
اس کے رسول نے خبر دی ہے یا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ بات کافر کے سوا  
نہیں ہو تو۔ جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا۔ اور گرجوں کی طرف ان لوگوں کے ساتھ ڈنکار  
پہن کر ان کی عیدوں میں جانا۔ یا یہ قول یا یہ فعل ایسا ہو کہ اس کے ساتھ خدا کا علم

نہ ہو۔ تو یہ دونوں قسمیں اگرچہ اللہ تعالیٰ سے جمل نہیں۔ لیکن وہ اس امر کی علامت ہیں۔ کہ اس کا قائل کافر اور ایمان سے خارج ہے۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ سے کسی صفت کی نفی کی یا جان بوجھ کر انکار کیا جیسے کہ اس کا یہ قول کہ خدا نہ عالم ہے نہ قادر ہے نہ مرید ہے نہ متکلم ہے۔ اور ایسی صفات کا انکار کیا جو کہ صفات کمال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ضروری ہیں۔ تو ہمارے آئمہ نے ایسے شخص کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جو خدائے تعالیٰ سے صفت کی نفی کرے یا اس کو اس سے خالی جانے۔

اسی پر سخون کا قول محمول ہے۔ کہ جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ وہ کافر ہے۔ حالانکہ وہ تلوپوں کو کافر نہیں کہتے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ لیکن جو شخص کہ ان صفات میں سے کسی صفت سے جاہل ہے تو یہاں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے۔ اور یہ بات ابو جعفر طبری وغیرہ سے منقول ہے۔

ابو الحسن اشعری نے بھی ایک دفعہ یہی کہا تھا۔ اور ایک گروہ اس طرف ہے۔ کہ یہ جہالت اس کو ایمان کے نام سے خارج نہیں کرے گی۔ اور اس کی طرف اشعری نے رجوع کیا ہے۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس نے اس امر کا پختہ اعتقاد نہیں کیا کہ جس کے ثواب پر یقین ہو۔ اور اس کو دین اور شرع جانتا ہو۔ اور وہی شخص کافر ہو گا۔ جو اس امر کا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی بات حق ہے۔ یہ لوگ حدیث (کنزک) سوداء سے حجت لاتے ہیں۔ اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے توحید طلب کی تھی نہ کچھ اور۔ اور اس حدیث سے جس میں ایک قائل نے کہا تھا۔ کہ بیشک اگر خدا نے مجھ پر تنگی عذاب کی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ شاید میں خدا سے غائب ہو جاؤں۔ (یہ اس حدیث میں ہے۔ کہ ایک شخص نے عذاب کے خوف سے اپنے مرنے کے وقت بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے مردہ کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں ڈال دینا) پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

اور آئمہ دین نے کہا ہے۔ کہ اکثر لوگوں سے صفات الہی کے بارہ میں بحث کی



جائے اور دریافت کیا جائے۔ تو ان میں سے جاننے والے تھوڑے نکلیں گے۔ اور دوسروں نے اسی حدیث کے چند جواب دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قدر کے معنی قدر کے ہیں۔ یعنی اندازہ لگانے کے ہیں۔ اور اس کا شک اس میں نہیں تھا۔ کہ خدائے تعالیٰ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ بلکہ صرف بعثت اور حشر میں تھا۔ کہ جس کو شرع کے سوا نہیں معلوم کر سکتے۔ اور شاید کہ ان کے نزدیک کوئی ایسی شرع نہ آئی ہو۔ کہ جس پر یقین کیا جائے۔ پس اس میں اس وقت شک کرنا کفر ہو گا۔ لیکن جس میں شرع وارد نہ ہو۔ تو وہ بعثت عقول کی تجویز سے ہے۔ یا قدر بہ معنی عقلی کے ہو اور جو کچھ اس نے اپنے ساتھ کیا۔ وہ اپنی اہانت اور گناہوں کے غصہ کی وجہ سے تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جو اس نے کہا تھا وہ اس کلام کو سمجھنا نہ تھا۔ اور نہ اس نے اپنا ضبط رکھا تھا۔ کیونکہ اس پر اضطراب غالب تھا۔ جو اس کی عقل کو لے گیا۔ اس لئے اس سے مواخذہ نہ کیا گیا۔

اور بعض کہتے کہ یہ فرقہ کے زمانہ کی بات تھی (جس میں کہ انقطاع رسالت ہو۔ جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان زمانہ گزرا ہے) اور جہاں کہ صرف توحید نفع دیتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں۔ بلکہ یہ عرب کے اس مجازی کلام میں سے ہے۔ جس کی صورت شک کی ہے۔ اور اس کا معنی تحقیق ہے۔ جس کو تجلّی عارفانہ کہتے ہیں۔ اور اس کے لئے ان کے کلام میں مثالیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شاید وہ نصیحت حاصل کرے۔ یا ڈرے۔ وَفَاؤُاْ بِاَیْمَانِكُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَوْفِیْٓ ذٰلِکُمْ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اور جیکہ ہم یا خاص تم لوگ ہدایت پر ہو یا کھلی گمراہی میں ہیں۔ (پ ۲۲ ع ۹)

لیکن جس نے وصف کو ثابت کیا۔ اور صفت کی نفی کی (یعنی وصف ذاتی کو ثابت کیا۔ اور صفت قائم بالذات کی نفی کی) اور کہا کہ میں یہ کہتا ہوں۔ وہ عالم تو ہے لیکن اس کو علم نہیں۔ اور متکلم ہے لیکن کلام نہیں کرتا۔ ایسا ہی تمام صفات میں ہے۔ معتزلہ کا مذہب ہے۔ پس جس (سنی) نے تمام اس انجام کو خیال کیا ہے۔ جس طرف اس (معتزلی) کا قول اس کو لے جاتا ہے اور اس کی طرف اس کا مذہب لے کھینچتا ہے

(یعنی صفت کی نفی سے وصف لازمی ہے) تو وہ اس کو کافر کہتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے علم کی نفی کی۔ تو عالم کے وصف کی بھی نفی ہو گئی۔ کیونکہ عالم کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں۔ کہ جس کو علم ہو۔ اب گویا کہ معتزلہ نے اس بات کی صراحت کی ہے۔ جس طرف ان کا قول اس کے نزدیک لئے جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے نزدیک اہل تلویل کے سارے فرقے ہیں۔ یعنی مشبہ۔ قدریہ وغیرہم۔ اور جو شخص ان کو ان کے انجام قول کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرتا اور نہ ان کو موجب مذہب لازم کرتا ہے۔ وہ ان کو کافر نہیں کہتا۔ وہ کہتا ہے۔ اس لئے کہ بیشک وہ لوگ جو اس پر مطلع کئے جائیں۔ تو کہہ دیں گے۔ کہ ہم نہیں کہتے کہ وہ عالم نہیں۔ اور ہم اس قول کے انجام کی نفی کرتے ہیں۔ جو تم ہم کو لازم کر دیتے ہو۔ ہم اور تم اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا قول اس کی طرف ہمارے اصل کے مطابق نہیں لوٹتا۔ اور ان دونوں ماخذوں کے موافق لوگ اہل تلویل کے کافر کہنے میں مختلف ہیں۔

اور جب تم نے سمجھ لیا۔ تو تم کو واضح ہوا ہو گا۔ کہ اس میں لوگوں کے اختلاف کا موجب کیا ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ ان کی تکفیر چھوڑی جائے۔ اور اس امر سے 'عراض کیا جائے۔ کہ ان کا خاتمہ نقصان پر ہو۔ ان کے قصائص اور وراثت 'نکاح' دیتوں' اور جنازے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے اور تمام معاملات میں ان پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے۔ لیکن ان پر سختی کی جائے گی۔ ان کو ادب دیا جائے گا اور سخت جھڑک کی جائے گی۔ ان کو چھوڑا جائے گا۔ تاکہ وہ اپنی بدعت سے رجوع کریں۔ اور یہ علوات ان کے بارہ میں پہلے لوگوں کی تھی۔ اور زمانہ صحابہ و تابعین میں ایسے قدریہ و خارجی معتزلی گزرے ہیں۔ کہ جو یہ باتیں کہتے تھے۔ انہوں نے ان کی قبریں علیحدہ نہ کی تھیں۔ نہ ان کی میراث منع کی تھی۔ لیکن ان کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کو مارا کرتے تھے۔ اور وطن سے نکل دیتے تھے۔ اور قتل بھی کر دیتے تھے۔ (امام کی رائے کے موافق) اور جس قدر ان کے حالات ہوا کرتے تھے۔ اسی قدر ان کو سزا دیتے تھے۔ کیونکہ ان محققین و اہل السنہ کے نزدیک جو ان کے کفر کے قائل

نہیں وہ فاسق۔ گمراہ۔ نافرمان۔ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہیں۔ اور بعض اس رائے کے برخلاف ہیں۔ (جو ان کے کفر کے قائل ہیں) اور اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ لیکن وعدہ عید۔ رویت۔ مخلوق۔ خلق۔ افعال۔ بقاء اعراض و تولد (معتزلہ ان حالات کو کہ ایک فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ تولد کہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ کی حرکت سے کنجی کا ہلنا) وغیرہ مسائل دقیقہ کا یہ حل ہے کہ ان میں تاویل کرنے والوں کی تکفیر نہ کرنی زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی مسئلہ کی جہالت اللہ تعالیٰ سے جہل نہیں ہے۔ اور نہ مسلمانوں نے ایسے لوگوں کے کفر پر کہ جو ایسی باتوں سے جاہل ہیں۔ اجماع کیا ہے۔ اور اس سے پہلی فصل میں ہم اس میں کلام کر چکے ہیں۔ اور اس میں خلاف کی وہ صورت خدا کی مدد سے بیان کر چکے ہیں۔ جو ہم کو اس کے دوبارہ لانے سے غنی بناتی ہے۔

## فصل ۴

یہ حکم اس مسلمان کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔ اور ذی کا یہ حل ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس ذی کے بارہ میں روایت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حرمت کے درپے ہوا۔ اسی دین کے برخلاف جس پر وہ ہے۔ اور اس میں حجت کرنے لگا۔ تب ابن عمر اس پر تلوار لے کر نکلے۔ پھر اس کو تلاش کیا تو وہ بھاگ گیا۔ اور امام مالکؒ نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن قاسم نے مبسوط اور کتاب محمدؒ اور ابن سخون میں کہا ہے۔ کہ جو یہودی اور نصاریٰ اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے جس سے وہ کافر ہے گالی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ اور اس سے توبہ نہ لی جائے۔

ابن القاسم کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔ مبسوط میں کہا ہے کہ خوشی سے مسلمان ہو جائے۔

اصح کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جس وجہ سے وہ کافر ہیں وہ ان کا دین ہے اور اسی پر

کہ وہ خدا کے لئے پیوی اور شریک و فرزند کے مدعی رہیں۔ ان سے عہد لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے سوا اور جھوٹ و گلی کا ان سے عہد نہیں لیا گیا۔ پس وہ عہد شکنی ہے۔ ابن القاسم کتاب محمدؐ میں لکھتے ہیں کہ جس شخص نے غیر اہل اسلام میں سے اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے جو اس کی کتاب میں مذکور ہے گلی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

اور مخزومی مبسوط میں اور محمد بن مسلمہ اور ابن ابی حازم کہتے ہیں۔ کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ اس سے توبہ لی جائے۔ مسلمان ہو یا کافر۔ پھر اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

اور مطرف و عبد الملک بھی امام مالکؒ کے قول کی طرح کہتے ہیں۔ ابو محمد بن ابی زید کہتے ہیں۔ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر اس وجہ کے کہ جس سے وہ کافر ہے گلی دے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔ مگر یہ کہ مسلمان ہو جائے۔

اور بے شک ہم نے ابن جلاب کا قول پہلے نقل کیا ہے۔ اور ہم نے عبید اللہ ابن لببہ اور اندلس کے شیوخ کا نصرانیہ کے بارہ میں قول نقل کیا ہے اور ان کا فتویٰ اس کے بارہ میں قتل کا تھا۔ کیونکہ اس نے اسی وجہ سے گلی دی تھی۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کافرہ تھی۔ اور اس پر انکا اجماع ہے اور یہ اس دوسرے قول کی طرح ہے۔ جو اس شخص کی نسبت ہے۔ جس نے ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے کہ وہ کافر ہے گلی دی ہو۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گلی دینے میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہم نے ان سے اس امر پر عہد لیا ہے۔ کہ وہ ہمارے سامنے اپنے کسی کفر کو ظاہر نہ کریں اور یہ کہ ہم کو اس امر سے کچھ بھی نہ سناں۔ اور جب اس میں سے کوئی بات کریں تو یہ ان کی عہد شکنی ہوگی۔

اور علماء نے اس ذی کے بارہ میں جبکہ وہ زندیق بن جائے اختلاف کیا ہے۔ امام مالکؒ۔ مطرف بن عبد الحکم۔ اصمغ کہتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ ایک کفر سے دوسرے کفر کی طرف چلا گیا ہے۔

اور عبدالملک بن ماجشون کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ وہ ایسا دین ہے۔ کہ جس پر کوئی (مسلمان) قرار نہیں پاتا۔ اور نہ اس پر جزیہ لیا جاتا ہے۔ ابن حبیب کہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا کسی اور نے یہ بات کہی ہو۔

## فصل ۵

یہ اس شخص کا حکم ہے کہ صاف طور پر گل دے۔ اور وہ شے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرے۔ جو اس کے جلال و الوہیت کے لائق نہیں۔ لیکن وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور خدائی یا رسالت کا دعویٰ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ اور نہ وہ میرا رب ہے یا کہتا ہے کہ میرا رب کوئی نہیں۔ یا ایسی باتیں جو عقل میں نہیں آسکتیں۔ نشہ یا جنون کی حالت میں کرتا ہے۔ تو اس قاتل و مدعی کے کفر میں اس کی عقل کی سلامتی کے بلوجود کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ لیکن قول مشہور میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اس کی توبہ مفید ہوگی۔ اس کو قتل سے بچائے گی۔ لیکن وہ بڑے عذاب و سزا سے نہ بچے گا۔ اس کی سخت سزا تخفیف نہ ہوگی۔ تاکہ اور لوگوں کو ایسی باتوں سے تنبیہ و زجر ہو۔ اور خود اس کو تنبیہ ہو۔ کہ پھر یہ کلام نہ کرے۔ کیونکہ یہ کفر ہے یا جہالت۔ مگر جس سے بار بار یہ باتیں صادر ہوں اور معلوم ہو جائے کہ وہ اس کو ہلکا سمجھتا ہے۔ جو کہتا ہے۔ تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس کی بد باطنی ہے اور اس میں نشہ والے کا حکم بھی ہوش والے کا حکم ہے۔ لیکن دیوانہ اور پاگل کا یہ حال ہے کہ جو کچھ اس نے بالکل دیوانگی اور بے تمیزی میں کہا ہے۔ اس میں تو مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ لیکن جو کچھ تمیز کی حالت میں کیا ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ عقل نہ تھی۔ اور تکلیف اس سے ساقط تھی۔ اور اس کو اس پر سزا دی جائے گی۔ تاکہ وہ آئندہ اس سے باز رہے۔ جیسا کہ اس کو لوہے کے کلموں پر سزا دی جاتی ہے۔ اس کو برابر سزا دیجائے گی۔ حتیٰ کہ اس سے باز رہے۔ جیسا کہ جانور کو اس کی بری عادت پر سزا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ سیدھا ہو جائے۔

بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ نے اس شخص کو کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کو خدا کہہ دیا تھا (وہ نصیر آپ کا غلام آزاد شدہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی تھے) جلا دیا تھا۔

اور بلاشبہ عبدالملک بن مروان نے عارث بن متبنی (جھوٹے نبی) کو قتل کیا۔ اور سولی پر چڑھا دیا تھا (اور کسی نے اس کا انکار نہیں تھا)۔

اور یہ کلام بہت سے خلفا اور پادشاہوں نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔ اور اس وقت کے علماء نے ان کے اس فعل کی سزا پر اتفاق کیا تھا۔ اور اس پر بھی ان کا اجماع ہے۔ کہ جو ان کے کفر میں مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔

بغداد کے نقما ماکہ اور اس کے قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی حلاج رحمہ اللہ منصور حلاج کی نسبت شریعت ظاہری کے موافق فتویٰ دیا گیا تھا۔ ورنہ وہ صوفی تھے محققین ان کو عارف مانتے ہیں شارح نے اور دیگر مصنفین نے حضرت غوث الاعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ حلاج کا پاؤں پھسل گیا تھا۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کے ہاتھ کو پکڑ لے۔ اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی لغزش تھی۔ اور وہ مقام جمع میں آکر رک گئے۔ ان کے ہمعصر شیخ شبلی وغیرہ بھی ان کو عارف مانتے ہیں لیکن مجبور تھے) کے قتل و سولی پر متفق ہوئے تھے۔ کیونکہ اس نے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ اور حلول کا قائل ہوا تھا۔ اور اٹالہ حق کہا تھا۔ بلوجودیکہ ظاہر شریعت سے اس کا تمسک تھا۔ علماء نے اس کی توبہ قبول نہ کی۔

علیٰ ہذا انہوں نے ابن ابی العزاقیر کے بارہ میں حکم دیا۔ وہ بھی حلاج کے مذہب پر اس کے بعد تھا۔ راضی باللہ کے زمانہ میں اور بغداد کے قاضی القضاۃ اس وقت ابوالحسن بن ابی عمر مالکی تھے۔

اور ابن عبدالحکم مبسوط میں کہتے ہیں کہ جو نبوت کا دعویٰ کرے قتل کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد کہتے ہیں۔ کہ جو شخص اس امر کا انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق یا اس کا رب نہیں ہے یا کہے کہ میرا کوئی رب نہیں وہ مرتد ہے۔

اور ابن القاسم ابن حبیب کی کتاب میں اور محمد حبیب میں اس شخص کے بارہ میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا کہتے ہیں کہ اس سے توبہ لی جائے۔ اس دعویٰ کہ وہ چھپائے

یا ظاہر کرے۔ وہ مرتد کی طرح ہے۔ اور اس کو عتوں وغیرہ نے کہا ہے۔

اور اشب نے اس یہودی کے بارہ میں یہی کہا تھا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ کہا کہ میں تمہاری طرف رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ تو اس سے توبہ لی جائے۔ پھر اگر توبہ کرے تو فہماور نہ قتل کیا جائے۔

اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اپنے پیدا کرنے والے کو لعنت کی۔ اور دعویٰ کیا کہ اس کی زبان پھسل گئی تھی۔ اور میرا ارادہ شیطان کی لعنت کا ہے۔ کہا ہے کہ اس کے کفر کے باعث قتل کیا جائے۔ اور اس کا عذر نہ سنا جائے۔ اور یہ حکم اس دوسرے قول کے موافق ہے۔ اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔

اور ابوالحسن قاسمی نے اس نشئی کے بارہ میں کہ جس نے یہ کہا کہ میں خدا ہوں 'میں خدا ہوں۔ یہ کہا ہے۔ کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو سزا دی جائے۔ اگر پھر ایسی بات کہے۔ تو اس سے زندیق کا سا برتاؤ کیا جائے۔ کیونکہ یہ کھینے والوں کا کفر ہے۔ (جو کہ شریعت سے استہزا کرتے ہیں)۔

## فصل ۶

لیکن جس شخص نے نحمی بات اور ریک لفظ کے اور وہ لوگوں میں سے ہے۔ کہ جن کا کلام ضبط نہیں کیا جاتا۔ اس کا کلام مہمل ہوتا ہے۔ جس میں رب العزت کی اور مولیٰ کے جلال کی خفت پائی جائے۔ یا بعض شے کی تمثیل ایسی شے کے ساتھ دے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملکوت (اوپر کی جماعت اعلیٰ) میں عظمت دی ہو۔ یا کلام مخلوق سے وہ بات کی ہو۔ جو کہ خالق کے حق کے سوا اور کسی کے لئے لائق نہ ہو۔ لیکن کفر اور خفت کا ارادہ نہ ہو۔ اور نہ عمداً "الحلو کے لئے کہا ہو۔ اب اگر یہ بات اس سے مکرر ہوئی ہو۔ اور اس سے مشہور ہو چکی ہو۔ تو یہ اس کی دلیل ہے۔ کہ وہ اپنے دین میں کھیل کرتا ہے۔ اور اپنے رب کی عزت ہلکا سمجھتا ہے۔ اور اس کی عزت و کبریائی کی تعظیم کرنے سے جاہل ہے۔ یہ بلاشبہ کفر ہے۔ علیٰ ہذا اگر وہ ایسی

باتیں کرتا ہے کہ جو سخت اور پروردگار کی شان میں نقص کی موجب ہیں۔  
 اور بیشک ابن حبیب۔ اصمٰخ بن غلیل نے جو قرطبہ کے فقہا ہیں۔ اس شخص کے  
 قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ جو کہ عجب (امیر قرطبہ عبدالرحمن اموی کی بیوی کا نام ہے) کا برادر  
 زادہ مشہور تھا۔ وہ ایک دن باہر نکلا۔ اور اس کو بارش نے پکڑا تو کہنے لگا۔ موزہ دوز  
 نکلا ہے۔ کہ اپنے چڑوں کو چھینتا دیتا ہے۔ اور قرطبہ میں بعض فقہا یہ تھے۔ ابو زید  
 ثمانیہ کے رہنے والے۔ اور عبد الاعلیٰ بن وہب۔ ابن بن عیینہ انہوں نے اس کے  
 قتل میں توقف کیا اور کہا کہ یہ یہودہ بلیت ہے۔ اس کو سزا دینا کلنی ہے۔

اور اسی طرح وہاں کے قاضی موسیٰ بن زیاد نے فتویٰ دیا۔ تب ابن حبیب نے کہا  
 کہ اس کا خون میری گردن پر کیا۔ اس رب کو گلی دی جائے جس کی ہم عبادت کرتے  
 ہیں۔ پھر اس کی حمایت نہ کی جائے۔ اس وقت برے بندے ہیں۔ ہم اس کی عبادت  
 کرنے والے نہ ہوئے۔ اور رونے لگا۔ اس مجلس کی باتیں وہاں کے امیر عبدالرحمن  
 بن حکم اموی تک پہنچائی گئیں۔ اور عجب اس شخص کی جس کا تصور مطلوب تھا پھنسی  
 تھی۔ اس کو فقہاء کا اختلاف بتلایا گیا۔ تب امیر کا حکم ابن حبیب اور اس کے ہمراہی  
 (اصمٰخ بن غلیل) کے فتویٰ کے موافق اس شخص کی گرفتاری کے لئے صادر ہوا۔ اور  
 اس کے قتل کا حکم دیا۔ دونوں قیدیوں کے سامنے وہ قتل کیا گیا۔ اور سولی دیا گیا۔ اور  
 قاضی کو اس تہمت سے کہ اس نے اس معاملہ میں مداخلت اور رعایت کی ہے۔  
 معزول کر دیا گیا۔ اور باقی فقہاء کو جھڑک دیا۔ اور گالیاں دیں۔ لیکن وہ شخص کہ اس  
 سے یہ برائی ایک دفعہ ہوئی یا ناگاہ اور کبھی ہوئی۔ جب تک اس میں کسی قسم کی اہانت  
 و عیب نہ ہو۔ اس کے معنی کی قباحت اور قاتل کا حل اور اس کے باعث کی تشریح  
 معلوم کی جائے۔ تو پھر اس کو اس عمل کے موافق سزا دی جائے۔

ابن القاسم سے ایک شخص کی بابت پوچھا گیا۔ جس نے ایک شخص کا نام لے کر  
 پکارا تھا۔ اس نے جواب دیا بیک اللہم بیک تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ  
 جاہل ہے یا اس نے بیوقوفی کے طور پر کہا ہے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں۔ اس کی بات کی تشریح یہ ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے



گاہ اور جاہل کو جھڑکا جائے گا۔ اور تعلیم دی جائے گی۔ اور بیوقوف کو سزا دی جائے گی۔ اور اگر اس نے اس طرح کہا ہے کہ اس کو اپنے رب کا قائم مقام بتایا ہے۔ تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اس کے کلام کا تقاضا ہے۔

اور بیشک بہت سے بیوقوف شاعروں نے اس میں زیادتی کی ہے۔ اور اس بارہ میں متسم ہوئے ہیں۔ اس بڑی عزت کو انہوں نے ہلکا سمجھا ہے۔ اور ایسے اشعار کہتے ہیں۔ کہ جن سے ہم کتاب اور زبان اور قلموں کو بچاتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے ان مسائل کی تصریح کا قصہ کیا ہے۔ جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ تو ہم کوئی شعر ایسا نقل نہ کرتے۔ کہ جس کا ذکر ہم پر گراں معلوم ہوتا ہے۔ جس کو ہم نے فصول میں بیان کیا ہے۔ لیکن وہ اشعار جو اس بارہ میں جاہلوں اور زبان کی غلطیوں کی وجہ سے وارد ہوئے ہیں یہ ہیں۔ جیسے بعض جنگیوں کا یہ شعر ہے۔

اے بندوں کے رب کیا ہوا ہم کو اور کیا ہوا تم کو تو ہم کو پانی پلایا کرتا تھا اب تم کو کیا ہوا۔ ہم پر بارش اتار تیرا بپ نہ ہو (نحوذ باللہ) اس قسم کی جاہلوں اور ان لوگوں کی باتیں ہیں۔ کہ جن کو شریعت کی تادیب کا تازیانہ درست نہ کر دے۔ (ثقاف اصل میں تیر کے سیدھا کرنے کو کہتے ہیں جو کہ آگ وغیرہ سے کیا جائے۔ مراد تازیانہ مطلقاً ہے)

اور یہ باتیں صرف ایسے جاہلوں سے صادر ہوتی ہیں۔ کہ جن کو تعلیم دینا اور جھڑکنا اور ان سے سختی سے پیش آنا لازمی ہے۔ تاکہ دوبارہ یہ کلام نہ کریں۔ ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں۔ کہ یہ دلیری کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔

اور بیشک ہم نے عون بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تم اپنے رب کی عظمت کا خیال رکھو۔ کہ اس کا نام ہر ایک شے میں لیتے ہو۔ حتیٰ کہ یہ کہنے لگو۔ اللہ تعالیٰ کہتے کو رسوا کرے۔ اور اس کو قتل کرے وغیرہ وغیرہ (جس سے حقیر اشیاء کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے)۔

اور ہم نے اپنے بعض مشائخ کو پایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتے

تھے۔ مگر ایسی صورت میں کہ اس کے ساتھ اس کی اطاعت (یعنی امور مبینہ) کا ذکر ہو۔ اور بعض مشائخ کسی کو یونہی کہا کرتے تھے۔ کہ تجھ کو جزائے خیر دی جائے۔ اور یہ بہت کم کہتے تھے۔ جزاک اللہ خیراً۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہم کی تعظیم منظور تھی۔ کہ غیر تقرب الہی کے وقت اس کا نام نہ لیا جائے۔

اور ہم کو ایک معتبر ثقہ نے کہا ہے۔ کہ امام ابو بکر شاشی اہل کلام پر یہ عیب لگاتے تھے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں زیاد چھان بین کرتے ہیں۔ اس کی صفات کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ملحوظ رہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اہل کلام اللہ تعالیٰ عزوجل کو بمنزلہ رمل کے بتاتے ہیں۔ یعنی جس طرح رمل کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس میں بحث کرتے رہتے ہیں۔

اور اس باب میں جو کلام کیا گیا ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گالی دینے والے باب میں قائم مقام میں ان وجوہ کے موافق لایا گیا ہے۔ جن کی ہم نے تفصیل بیان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

## فصل ۷

اور اس شخص کا حکم کہ جو باقی تمام انبیاء علیہم السلام اور اس کے ملائکہ کو گالی دے۔ اور ان کی اہانت کرے یا ان کو ان کے لائے ہوئے احکام میں جھٹلائے یا ان کا انکار کرے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرح ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

ترجمہ۔ وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ (پ ۶ ع ۱)

marfat.com

Marfat.com



لی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے۔

اور اسی طرح خون سے مروی ہے۔ اور یہ قول رافضیوں میں سے فرقہ غرابیہ کا ہے۔ یہ نام ان کا اس لئے رکھا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ کے ساتھ ایسے مشابہ تھے۔ جیسا کہ ایک کو دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔  
استغفر اللہ

اور ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد اپنے اصل کے مطابق کہتے ہیں۔ کہ جس نے کسی نبی کو جھٹلایا یا ان میں سے کسی کو عیب لگایا۔ تو وہ مرتد ہے۔  
اور ابو الحسن قلابی اس شخص کے بارے میں کہتا ہے۔ جس نے کہ دوسرے سے کہا گویا کہ وہ چہرہ مالک غضبناک کا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے اس فرشتہ کی مذمت کا قصد کیا ہے۔ تو اس کا قتل کیا جائے۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ یہ سب اس شخص کے بارہ میں ہیں کہ ان میں اس طرح جو ہم نے کہا ہے۔ تمام فرشتوں اور نبیوں میں کلام کرتا ہے یا کسی خاص میں جس کی ہم نے تحقیق کی۔ فرشتے ہوں یا نبی جن کو پروردگار نے اپنی کتاب میں صاف طور پر بیان کیا ہے یا ہم کو اس کا علم خبر متواتر اور مشہور متفق علیہ ہے جس پر قطعی اجماع ہو چکا ہوا ہے۔ جیسے کہ جبرائیلؑ۔ میکائیلؑ مالک اور جنت و دوزخ کے خزانچی اور زبانیہ اور حللان عرش جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔ اور جن پیغمبروں کا نام آچکا ہے۔ اور جیسے عزرائیلؑ۔ اسرائیلؑ۔ رضوان اور حفصہؑ کراماؑ کاتبین اور منکر نکیر فرشتے جن کی خبر کے قبول کرنے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ لیکن وہ فرشتے یا نبی ہیں کہ جن کی تعیین پر اخبار ثابت نہیں ہوئے۔ اور نہ اس پر اجماع ہے کہ وہ فرشتے یا نبی ہیں۔ جیسے ہاروت ماروت کا فرشتوں میں ہونا اور خضر و لقمان۔ ذی القرنین اور مریم آسیہ خالد بن سلمان کہ جن کی نسبت آیا ہے۔ کہ وہ اہل فارس کی طرف نبی تھے۔ اور زردشت کہ جس کی نسبت مجوس اور مورخ نبوت کے مدعی ہیں۔ سو ان لوگوں کو گالی دینے میں اور ان کے انکار کرنے میں وہ حکم نہیں جو پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان کے لئے یہ عزت و حرمت ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن ان کو ان کی تنقیص شان اور تکلیف

دینے کی وجہ سے جھڑکا جائے گا۔ اور جیسا کلام ہو گا۔ اس کے موافق ان کو سزا دی جائے گی۔ خاص کر اس کے بارہ میں کہ جس کی صدیقیت اور بزرگی ان میں سے معلوم ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس کی نبوت معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی نبوت کا انکار یا ان دو سرے ملا مکہ کا انکار سو اس کا یہ حل ہے۔ اگر وہ کہنے والا اہل علم ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس امر میں علما کا اختلاف ہے۔ اور اگر عام لوگوں میں سے ہے تو اس کو اس امر میں خوض کرنے کی وجہ سے جھڑکا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے گا تو سزا دے جائے گی۔ کیونکہ ان عوام کا ایسے امر میں کلام کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور سلف نے تو اہل علم کو بھی ایسے امر میں کلام کرنے کو منع کیا ہے کہ جس میں کوئی عمل مکروہ سمجھا ہے۔ چہ جائے کہ عام لوگ ہوں۔

## فصل ۸

اس امر کو جان لے کہ جو شخص قرآن شریف یا مصحف کی یا اس میں سے کسی حصہ کی توہین کرے یا ان دونوں کو گالی دے یا اس کا انکار کرے یا کسی حرف کا یا کسی آیت کا انکار کرے یا اس کو جھٹلائے یا اس کے کسی حصہ کو یا اس کے کسی حکم یا جزو کو جھٹلائے۔ جس سے اس کی تصریح کی گئی ہے یا جس کی اس نے نفی کی ہے اس کو ثابت کرے یا جس کو اس نے ثابت کیا ہے اس کی نفی کرے۔ وہ اس کو جانتا ہے یا اس میں کچھ شک کرتا ہے۔ تو وہ بالاجملع اہل علم کے نزدیک کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں اور نہ اس کے آگے سے نہ اس کے

پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سرا ہے گا۔

ہم سے حدیث بیان کی فقیہ ابو الولید ہشام بن احمد رحمہ اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبد البر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن عبد المومن نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن ورس نے کہا حدیث بیان کی ہم

marfat.com

Marfat.com

سے ابو داؤد نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن حنبل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عمرو نے وہ ابی سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ المرء فی القرآن کخو قرآن میں مرء کفر ہے۔ مرء کی تلویل شک اور جدال کے معنے سے کی گئی ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جس مسلمان نے کتاب اللہ میں سے کسی آیت کا انکار کیا۔ تو بیشک اس کی گردن مارنا حلال ہے۔ علیٰ ہذا اگر تورات و انجیل اور خدا کی اتاری ہوئی کتابوں کا انکار کرے یا کفر کرے یا ان کو لعنت کرے یا گلی دے یا ان کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ وہ قرآن جو زمین کے تمام اطراف میں پڑھا جاتا ہے۔ اور مصحف جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کا اول الحمد للہ رب العلمین ہے۔ اور آخر قل اعوذ برب الفس ہے۔ بیشک یہ سب کلام اللہ ہے۔ اور اس کی وحی ہے۔ جو کہ اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ اور اس میں جو کچھ ہے حق ہے۔ اور یہ کہ جو شخص اس میں سے قصداً ایک حرف کم کرے یا اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف بدلے یا اس میں کوئی حرف زیادہ کرے۔ جس پر وہ مصحف شامل نہیں۔ اور اس پر اجماع ہو چکا ہے یا اس پر اجماع ہے۔ کہ وہ قرآن میں سے نہیں۔ اور یہ سب کچھ جان کر کرتا ہے۔ تو بیشک وہ کافر ہے۔ اسی لئے امام مالکؒ نے اس شخص کا قتل تجویز کیا ہے۔

جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گلی دیتا ہے۔ اور بہتان باندھتا ہے۔ کیونکہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔ اور جو قرآن کی مخالفت کرے وہ قتل کیا جائے۔ یعنی اس لئے کہ وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔

اور ابن القاسمؒ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کی۔ قتل کیا جائے۔ اس کو عبدالرحمن بن مہدی نے کہا ہے۔

اور محمد بن یحییٰ اس شخص کے بارہ میں کہتے ہیں۔ کہ جو یہ کہے کہ موزن

(سورہ قل اعوذ برب الفلق الخ و قل اعوذ برب الناس) قرآن میں سے نہیں۔ اس کی گردن ماری جائے۔ مگر یہ کہ توبہ کرے۔

ایسا ہی ہر وہ شخص کہ اس کے ایک حرف کو جھٹلائے۔ کہا کہ ایسا ہی ہے۔ اگر کسی گواہ نے کسی پر یہ گواہی دی۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام نہیں کیا۔ اور دوسرے نے اس پر گواہی دی۔ کہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل نہیں بنایا۔ کیونکہ یہ دونوں اس پر متفق ہوئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا۔

اور ابو عثمان حداثہ کہتے ہیں۔ تمام وہ لوگ کہ توحید کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی موحد ہیں۔ اس پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار کفر ہے۔

اور ابو العالیہ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن پڑھتا تھا تو اس کو یوں نہ کہتے تھے۔ کہ ایسا نہیں جیسا تم پڑھتے ہو۔ اور کہتے کہ میں تو اس طرح پڑھتا ہوں۔ پس یہ بات ابراہیم (نحسی یا تنحی) کو پہنچی۔ تو انہوں نے کہا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس نے یہ بات سن لی ہے کہ جس نے قرآن کے کسی حرف کا انکار کیا تو وہ اس سبب سے کافر ہو گیا۔

اور عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے۔ تو اس نے سب کا انکار کیا۔ اور جو اس کو جھٹلائے تو وہ اس کا کافر ہوا اور وہ اللہ کا کافر ہوا۔

قابسی سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا۔ جو ایک یہودی سے جھگڑا تھا پھر اس کے لئے اس نے تورات کی قسم کھائی۔ دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تورات کو لعنت کرے۔ اور اس پر ایک نے گواہی دی۔ پھر دوسرے نے گواہی دی۔ کہ اس نے اس سے اس جھگڑے کا حال پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے یہود کی تورات کو لعنت کی ہے۔ تب ابو الحسن نے کہا کہ ایک گواہ قتل کا موجب نہیں۔ اور دوسرے نے امر کو ایسی صفت کے ساتھ معلق کیا جو تلویل کا احتمال رکھتی ہے۔ اس لئے کہ شاید وہ یہود کو کسی کتاب پر خدا کی طرف سے ہو عامل نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ وہ تبدیلی و تحریف

کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر دو گواہ صرف تورات کی لعنت پر متفق ہو جائیں۔ تو بیشک تاویل تک ہو جائے۔ اور بیشک بغداد کے مع ابن مجاہد (مشہور قاری) کے اس پر متفق ہوئے تھے۔ کہ ابن شبنوذ قاری سے جو کہ وہاں کے قاریوں کے اماموں میں سے ایک امام تھے۔ اور وہاں رہتے تھے۔ توبہ لیں۔ کیونکہ اس نے ایک قرأت شاذہ حروف کی پڑھی تھی۔ جو کہ قرآن میں سے نہیں ہے۔ اور سب نے اس سے عہد لیا تھا۔ کہ وہ اس سے رجوع کرے۔ اور توبہ کرے۔

ایک کلمہ لکھا گیا تھا۔ کہ جس میں اس نے اپنی گواہی وزیر ابو علی بن مقلہ کی مجلس میں لکھ دی تھی۔ ۳۲۳ ہجری میں اور ان میں سے جنہوں نے اس بات کا فتویٰ دیا تھا ابو بکر سری وغیرہ نے اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کو سزا دینے کا فتویٰ دیا تھا کہ جس نے لڑکے سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے تجھے پڑھایا ہے اور جو کچھ اس نے تجھے پڑھایا ہے لعنت کرے اس نے کہا کہ میرا ارادہ اس کی بے ادبی کا تھا۔ (یعنی وہ پڑھنے میں بے ادبی کرتا ہے اور قرآن کے برا کئے کا ارادہ نہ تھا۔

## فصل ۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صحابہؓ کو گلی دینا اور ان کا عیب نکالنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی جتنی شہید ہو علی رحمۃ اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو الحسن میرنی اور ابو الفضل عدل نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو یعلیٰ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو علی سخی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے ابن محبوب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ترمذی نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ نے۔ کہا حدیث بیان کی ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبیدہ بن ابی رافعہ نے عبدالرحمن بن زیاد سے وہ عبداللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم عروضا بعدی فمن احبہم فیحبب احبہم ومن ابغضہم



فَيُبْقِيَنِي أَبْنَضَهُمْ وَمَنْ أَنَا هُمْ فَقَدْ أَفَانِي وَمَنْ أَفَانِي فَقَدْ أَفَى اللَّهُ وَمَنْ أَفَى اللَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

ترجمہ:- میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ڈرتے رہو۔ میرے بعد ان کو نشانہ (لامت) نہ بنانا۔ پس جو شخص ان کو دوست سمجھے گا تو وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست سمجھے گا۔ اور جو ان کو دشمن سمجھے گا۔ تو میری دشمنی کی وجہ سے ان کو دشمن سمجھے گا۔ اور جو ان کو تکلیف دے گا۔ وہ مجھے تکلیف دے گا۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف دے گا۔ عنقریب وہ اس کو پکڑے گا۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَقَلْبُهُ نَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَنُكَرَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ عَرَفًا وَلَا عَدَلًا -

ترجمہ:- میرے صحابہ کو گالی نہ دینا۔ جو شخص ان کو گالی دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بندگی اور فدیہ (یا فرض) قبول نہ کرے گا۔

اور فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يُجِئُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَلَا تَصِلُوا عَلَيْهِمْ وَتَصِلُوا مَعَهُمْ وَلَا تَنَافِكُوهُمْ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ وَإِنْ مَرَضُوا فَلَا تَمُودُوهُمْ

ترجمہ:- میرے اصحاب کو گالی مت دو۔ اور بے شک آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی۔ جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی۔ پس تم ان کا نہ جنازہ پڑھو۔ اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ نہ ان سے نکاح کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ بیٹھو۔ اگر وہ بیمار ہوں۔ تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَأَصْرُهُ بُوَّةٌ جَوْ فَخْصٍ میرے اصحاب کو گالی دے۔ اس کو مارو۔

اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا۔ کہ ان کو گالی دینا۔ ان کو تکلیف دینا آپ کو ایذا دینا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حرام ہے۔ پس آپ نے

فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں مجھے تکلیف مت دو۔ جو ان کو تکلیف دے گا۔ بیشک اس نے مجھے تکلیف دی۔

اور فرمایا کہ لَا تُؤْذُونِي فِي مَائِثَةِ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہا) کے بارہ میں مجھے تکلیف

مت دو۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں فرمایا۔ فَاطِمَةُ بَعْضُهُ؟ مَتَى يُؤْذِينِي مَا

آفَاہ۔ فاطمہ میرا نکڑا ہے۔ جو امر اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔

اور علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک کا مشہور مذہب اس میں اجتہاد ہے۔

اور اس کو دردناک سزا دینا ہے۔

اور امام مالک نے فرمایا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کو قتل

کیا جائے اور جو آپ کے اصحاب کو گالی دے اس کو سزا دی جائے۔ اور یہ بھی کہا ہے

کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دے۔ ابوبکرؓ یا عثمانؓ یا

معاویہؓ یا عمرو بن العاصؓ کو اور یہ کہ یہ گمراہ اور کافر تھے۔ تو اس کو قتل کیا جائے۔

اور اگر بغیر اس کے جیسے اور لوگ گالی دیا کرتے ہیں۔ گالی دے۔ تو اس کو سخت سزا دی

جائے۔

اور ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت دشمن

سمجھے۔ اور ان سے بیزاری ظاہر کرے۔ اس کو سخت سزا دی جائے۔ اور جو ابوبکر رضی

اللہ عنہ سے زیادہ دشمنی رکھے۔ اس پر سزا بہت سخت ہے۔ اور مکرر اس کو مارا جائے۔

اور دیر تک قید خانہ میں رکھا جائے۔ حتیٰ کہ مر جائے۔ اور قتل تک نوبت بجز نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے نہیں ہے۔

مختون نے کہا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو کافر

کہے۔ علیؓ یا عثمانؓ یا ان کے سوا کسی اور کو اس کو سخت مارا جائے۔

ابو محمد بن ابی زید نے مختون سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ ابو

ابوبکرؓ عثمانؓ علیؓ کو کہتا ہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے۔ اور جو ان کے سوا اور

صحابہ کو اس قسم کی گالی دیتا ہے۔ تو اس کو سخت سزا دی جائے۔

امام مالک سے مروی ہے کہ جو شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے۔ اس کو درے لگائے جائیں۔ اور جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس کو قتل کیوں کیا جائے۔ جواب دیا کہ جو ان کو گالی دے۔ اس نے قرآن کی مخالفت کی۔

ابن شعبان نے ان سے روایت کی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ **يَمْضُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُوذُوا إِلَيْهِ أَبَدًا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی بات پھر کبھی نہ کہو۔ اگر تم مومن ہو۔ (پ ۱۸ ع ۸) اب جو شخص ایسی بات کہے گا۔ تو بلاشبہ کافر ہے۔

ابو الحسن متعلیٰ نے بیان کیا ہے۔ قاضی ابوبکر بن طیب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب قرآن میں اس امر کا ذکر کرتا ہے۔ جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو خود پاک بتلاتا ہے جیسا کہ اس کا یہ قول کہ مشرکین کہتے ہیں۔ کہ **وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا**۔ سبحانہ، رحمن نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ وہ پاک ہے۔

اور بہت سی آیات میں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کا ذکر کیا ہے جو منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا تھا۔

**وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ**

ترجمہ۔ کیوں ایسا نہ کیا۔ جب تم نے سنا تھا۔ کہہ دیتے ہم کو یہ جائز نہیں کہ ایسی بات کہیں تو پاک ہے۔ (پ ۱۸ ع ۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کی برائی سے ہیزیاری ظاہر کرنے میں اپنے آپ کو پاک کہا۔ جیسا کہ اپنے آپ کو برائی سے ہیزیاری کر کے پاک کہا ہے۔

اور یہ امام مالک کے قول کی گواہی ہے۔ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیتے ہیں۔ اس کا معنی واللہ اعلم یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے گالی دینے کو ایسا ہی برا سمجھا ہے جیسا کہ اپنی گالی کو۔ اور ان کا گالی دینا تو اس کے بنی کو گالی دینا ہے۔ اور اپنے نبی کی گالی و تکلیف کو اپنی تکلیف کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تکلیف دینے والے کا حکم تو قتل تھا۔ اب اس کے نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذا دینے والے کا حکم بھی ایسا ہی ہو گا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک شخص نے کوفہ میں گھل دی۔ اور موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے کہا کہ کس نے یہ کلام سنا تھا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میں نے سنا تھا۔ تب اس کو اسی درے مارے گئے۔ اور اس کا سر منڈایا گیا۔ اور حجاموں کے سپرد کیا گیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے موسیٰ ہے کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی تھی۔ (یعنی عہد کر لیا تھا نذر شرعی مقصود نہیں) کیونکہ اس نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو گھل دی تھی۔ پس آپ سے اس بارہ میں کلام کی گئی۔ تو کہا مجھ کو چھوڑو کہ میں اس کی زبان کٹ ڈالوں۔ تاکہ وہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گھل نہ دے۔

اور ابوذر ہروری نے یہ روایت کی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اعرابی لایا گیا۔ جو کہ انصار کی بھوکرتا تھا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر وہ صحابی نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف سے اس کو کٹا ہوتا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کا عیب بیان کرے۔ تو اس کو مل غنیمت میں کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مل غنیمت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اور فرمایا۔

يُخْفَرُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَلِقُوا لَهُمْ يَسْتَفُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

ترجمہ۔ ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔ (پ ۲۸ ع ۴)

پھر فرمایا۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا النَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجْزَوْنَ مِنْ مَا مَرَّ عَلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِيهِ ضَرْبًا

حَاجَةً يَتَمَّا أَوْ تَوَّابًا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَهُ فَقَوْلُكَ لَهُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

ترجمہ:- اور جنہوں نے پہلے سے اس شر اور ایمان میں گھربنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا۔ تو وہی کامیاب ہیں۔ (پ ۲۸ ع ۴) پھر فرمایا۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

ترجمہ:- اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (پ ۲۸ ع ۴)

پس جو ان کو عیب لگائے۔ اس کا مسلمانوں کے دل غنیمت میں کوئی حق نہیں۔ اور کتاب ابن شعبان میں ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی کو کہے کہ وہ زانیہ کا بیٹا ہے حالانکہ اس کی والدہ مسلمان ہے۔ تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس کو دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک حد اس کی اور ایک اس کی والدہ کی۔

اور میں اس کو ایک جماعت کو ایک کلمہ کے ساتھ گالی دینے والے کی طرف نہیں بناتا۔ کیونکہ صحابی کی اوروں پر فضیلت ہے۔ اور اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَأَجَلِيَّوْهُ جو شخص میرے اصحاب کو گالی دے۔ تو اس کو مارو۔ ابن شعبان کہتے ہیں کہ جس شخص نے ان میں سے کسی کی ماں کو جو کافرہ تھی گالی دی تو اس کو بھی مفتری کی حد ماری جائے گی۔ اس لئے کہ وہ اس کی گالی ہے۔ پھر اگر اس صحابی کا کوئی لڑکا زندہ ہے۔ تو وہ اس پر قائم ہو گا۔ جو اس کے لئے واجب ہے۔ (یعنی باپ کی طرف سے وہ بدلہ لے گا) ورنہ وہ شخص کہ مسلمانوں کا قائم مقام

ہے۔ بدلہ لے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حقوق غیر صحابہ کی طرح نہیں (یعنی غیر صحابہ کے حقوق کے ذمہ داران کے وارث ہی ہوں گے۔ مسلمانوں کا حاکم نہ بنے گا) کیونکہ ان صحابہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے عزت اور توقیر ہے۔ اور اگر اس کو بلاشاہ اسلام بن لیوے یا خبر ہو تو وہ اس انتقام کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی کو گالی دے۔ تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ اس وجہ سے کہ آپ کی بیوی کو گالی دی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اور صحابہ کی طرح ہیں۔ اس کو مغتری کی حد ماری جائے۔ کما کہ میں پہلی بات کا قائل ہوں۔

اور ابو مصعب نے امام مالکؒ سے اس شخص کے بارہ میں روایت کی ہے۔ کہ جو اس شخص کو گالی دیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی طرف منسوب ہے۔ تو اس کو دردناک مار پڑنی چاہئے۔ اور مشہور کیا جائے۔ اور دیر تک قید رکھا جائے۔ حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی نفرت ہے۔

ابو المظرف شعی فقیہ مالک نے ایک شخص کے بارہ میں کہ جس نے عورت کو رات کے وقت قسم دینے پر انکار کیا تھا (یعنی قاضی پر انکار کیا تھا) اور کہا تھا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی بھی ہوتی۔ تو اس کو بھی دن کے وقت قسم دی جاتی۔

اور بعض فقہاء نے اس کے قول کو صواب قرار دیا تھا۔ اور ابو المظرف نے کہا کہ اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی نسبت ایسی بات کہی ہے۔ کہ جس پر ضرب سخت اور دیر تک قید میں رہنا ضروری ہے۔ اور جس فقیہ نے اس کے قول کو درست کہا ہے وہ فاسق کہلانے کا زیادہ مستحق ہے نہ فقیہ کہلانے کا۔ اور اس بارہ میں اس کو مشہور کرنا چاہئے۔ اور اس کو جہنم کا جائے۔ اس کا فتویٰ قبول نہ کیا جائے نہ اس کی گواہی لی جائے۔ اور یہ اس میں جرح ثابت ہے۔ اور اس سے اللہ کے لئے بغض رکھا جائے۔

اور ابو عمران نے اس شخص کے بارہ میں جو یہ کہتا ہے (کہ اگر مجھ پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گواہی دیں) کہا ہے کہ اگر اس کا یہ ارادہ ہے کہ اس کی شہادت کے لئے ایسے حکم میں ایک گواہ جائز نہیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر اس کے سوا اس کا اور ارادہ ہے۔ تو اس کو اتنا مارنا چاہئے۔ کہ اس کو موت تک پہنچا دے۔ اور علماء نے روایتاً بیان کیا ہے۔

خاتمہ

قاضی ابوالفضل کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ یہ سب سے آخری قول ہے۔ اور وہ غرض جس کا ہم نے قصد کیا تھا پوری ہو گئی۔ وہ شرط جو ہم نے کی تھی پوری ہو گئی۔ جس کی نسبت میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس کی ہر ایک قسم اربوت منہ کے لئے کلنی ہے۔ اور ہر باب میں اس کی حاجت کی طرف راستہ اور مخرج ہے۔ میں نے بلاشبہ اس میں وہ نکتے ظاہر کئے ہیں۔ جو عجیب و غریب ہیں۔ تحقیق کے گھاٹوں میں سے میں نے وہ پانی پیا ہے کہ اس سے پہلے اکثر تصانیف میں ان کے لئے کوئی محل نہیں ذکر کیا گیا۔ میں نے اس میں کئی فصلیں رکھیں۔ اور میں اس امر کو دوست رکھتا تھا۔ کہ کاش میں ایسے شخص کو پاؤں۔ کہ جس نے مجھ سے پہلے اس میں کلام کیا ہو یا ایسا مشہور ہو کہ جو اپنی کتاب سے مجھے فائدہ پہنچائے۔ یا اس کے منہ سے سنوں۔ جو کہ میں جو اس سے روایت کروں وہ مجھے اس سے کلنی ہو جائے۔ جس کو میں لوگوں کے سامنے پیش کروں۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی عاجزی ہے۔ اور اس کا بڑا احسان ہے کہ وہ اس کو اپنی رضامندی کے لئے قبول فرمائے۔ اور جو اس میں بھلوث و سجاوٹ کا دخل ہوا ہے۔ اس کو معاف کر دے۔ اپنی بڑی بخشش و معافی سے یہ امور بخش دے۔ اس لئے کہ ہم نے جو کچھ اس میں ذکر کیا ہے۔ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی وحی کے امین کی بزرگی ہے۔ ہم نے اس میں اپنی آنکھوں کو آپ کے فضائل کی تلاش میں بیدار کر رکھا ہے۔ ہم نے اس میں اپنی طبیعت کو مشغول رکھا ہے۔ آپ کے خصائص اور مسئلہ کل ظاہر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو اپنی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچائے۔ کیونکہ ہم نے آپ کی شریف عزت کی حمایت کی ہے۔ وہ ہم کو ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کو اس کے حوض سے جبکہ دین کے بدلنے والے دور کئے جائیں گے۔ دور نہ کیا جائے گا۔ اس کتاب کو ہمارے لئے۔ اور اس شخص کے لئے جو اس کتاب کے لکھنے کا اہتمام کرے۔ اور اس کو یاد کرے ایک وسیلہ بنا دے۔ کہ ہم کو طریق مطلوب تک اپنے اسباب سے پہنچا دے۔ اور ایک ذخیرہ بنا دے کہ جس کو ہم ایسے دن حاضر پالیں۔ کہ جس دن ہر ایک شخص عمل خیر کو موجود پائے گا۔ جس کے سبب ہم اس کی رضا اور بڑا ثواب حاصل کریں۔ وہ ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص جماعت سے مخصوص کر دے۔ اور ہم کو قیامت کے دن پہلی جماعت اور آپ کے اہل شفاعت کے دائیں دروازہ والوں میں سے اٹھائے۔

اور ہم اس کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ایک کتاب کے جمع کرنے کی ہدایت دی۔ اور جن حقائق کو ہم نے اس میں درج کیا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے الہام کیا۔ اور باطنی آنکھیں کھول دیں۔ اور سمجھا دیا۔ ہم اس سے اس بات سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہ ہماری ایسی دعا ہو جو سنی نہ جائے۔ اور ایسا علم ہو کہ جو نفع نہ دے۔ اور ایسا عمل ہو کہ جو اوپر کو نہ چڑھے۔ وہی نخی ہے۔ کہ اس کا امیدوار ناکام نہیں ہوتا۔ جس کو وہ رسوا کرے اس کو مدد نہیں دی جاتی۔ وہ طالبین کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ اور مفسدین کے عمل کو سنوارتا نہیں۔ وہی ہم کو کافی ہے۔ اور اچھا وکیل۔ اور اس کا درود ہمارے سردار ہمارے نبی محمد خاتم النبیین پر اور اس کی آل و اصحاب تمام پر ہو اور بہت بہت سلام ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

الحمد للہ و احسانہ

کہ ترجمہ کتاب مستطاب الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصنفہ عالم ربانی و فاضل حقانی امام زمان خود حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہ جس کا شہرہ فضل و کمال زمین سے آسمان اور عرش سے فرش تک پھیلا ہوا

marfat.com

Marfat.com



ہے۔ جس کا گھر میں ہونا موجب ہزار ہزار برکت و فیضان الہی کا باعث ہے۔ آج بتاریخ  
 ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۲ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۱۳ء ختم ہوا۔ جس طرح مصنف علیہ  
 الرحمۃ نے اپنے لئے دعا مانگی ہے۔ خداوند کریم اس مترجم بیچکارہ عالم کو بھی اس  
 زمرہ میں داخل کرے۔ اور اس ترجمہ کو مقبول فرمائے۔ آمین۔ وانا راجی رحمۃ رب  
 القوی احمد علی عفا عنہ الولیٰ یثالیوی پروفیسر عربی و دینیات اسلامیہ کلج لاہور و آخرہ مولانا  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيعِنَا خَاتَمِ  
 النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

تمام شد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



مؤلف  
حضرت امام عبدالرحمن ابن جوزی

مترجم  
علامہ محمد اشرف سیالوی

